نکالتے نکالتے گوہر سلطنت پائے۔ کہین پہاڑون سے دہات کہودتے کہودتے لعل بے بہا نکال لائے
رہنے والے کون تہے؟ اور انکی زبان کیا تہی؟ قیاس سے معلوم ہوتا ہی کہ جیسے
ہین اب قطعہ قطعہ کی زبان کہین کچہہ کچہہ۔ اور کہین بالکل اختلاف رکہتی ہے اور یہی حال
ہند مین ہے اسیطرح اُس عہد مین بہی اختلاف ہوگا۔ اور اُس عہد کی نامی زبانین
کی نشانی تامل۔ اوڑیا۔ اور تلنگو وغیرہ اضلاع دکن
بود ہین۔ بلکہ اس حالت مین بہی اُنکی شاعری اور انشا پرد
یہ کہی ہے کہ یہہ گیتہلی
یوہ کی ہی۔ اور سنسکرت سے انہین لگاؤ تک نہین۔
نے ہندوکش کے پہاڑ اُتر کر پہلے تو پنجاب ہی مین ڈیرے
بڑہتے گئے ہونگے اصلی باشندے کچہہ تو لڑتے مرتے دائین بائین جنگلونکی گو
لیے ہونگے۔ کچہہ بہاگے ہونگے۔ وہ دکن اور مشرق کو ہٹتے گئے ہونگے۔ کچہہ فتحیابون کی غلامی
ی مین کام آئے ہونگے۔ اور وہی شودر کہلائے ہونگے۔ چنانچہ ابتک بہی انکی صورتین کچہہ
کچہہ کسی اور بدن کی ہڈی ہین۔
ک ایرین بہائیون کے کاروبار ہندستانی بہائیون کے ساتہہ ملے جلے رہے ہونگے۔
)۔ ایضاً تاریخ قدیم مین مہابہارت اور اُسکی زمانہ کی تقسیم برہما کے زمانہ سے اور اُسکی
عدد سے مطابقت کہاتی ہے۔ اور چارون برنون کا برابر پتا لگتا ہے۔ یہان بودہ نے
وہان زرتشت نے سب نے اُسے جلا کر خاک کیا۔ مگر ہندون نے بودہ کے بعد
کو سنبہال لیا۔ ایرانی اپنی بدحالی کو نہ سنبہال سکے۔
لون کی تقسیم اور اُنکا الگ تہلگ رہنا دور کے دیکہنے والون کو غرور کے لباس
ے معلوم ہوتا تہا یہہ کچہہ بری بات نہ تہی۔ اسی کی برکت ہے کہ آجتک چارون سلسلے صاف
ہی ہین۔ جو ہندو ہوگا ماں باپ دونون کی طرف سے خالص ہوگا اور برابر اپنے

ہوگئے - کہین کہین کونے گوشہ مین جہان کے راجہ وید کو مانتے رہے وہان وید
رہا - باقی راج کے دربار اور علمی سرکار سب ماگدہی ہے ماگدہی ہو گئین - اُنکے حوصلے وسیع
بڑہے - اور بآواز بلند کہدیا کہ ابتدائے عالم سے تمام زبانون کی اصل ماگدہی ہے
اور کل انسان بات کرنے کے لائق بہی نہ تھے - اصل مین اُنکی بہی اور قادر مطلق بود
بہی بہی بہی - اسکے صرف ونحو کی کتابین بہی تصنیف ہوئین خدا کی قدرت دیکھو جو لونڈ
وہ رانی بن بیٹھی اور رانی منہ چہپا کر کوہ مین بیٹھ گئی -

زمانہ نے اپنی عادت کے بموجب (تخمیناً ۱۵۰ سو برس بعد) **بودہ** مذہب کو بہی رخصت کیا
ساتھ اُنکی زبان بہی رخصت ہوی **شنکر اچارج** کی برکت سے برہمنونکا ستارا ذرا
اُبہر کر چمکا اور سنسکرت کی آب وتاب بہی شروع ہوئی - **راجہ بکرماجیت** کے
جو روشنی اسکی فصاحت نے پائی - آجتک لوگون کی آنکہون کا اُجالا ہے - اُس سے یہ
ہوتا ہے کہ دربار سلطنت اور اعلیٰ درجہ کے لوگون کو سنسکرت بولنا اعتبار وافتخار کی
اور پراکرت عوام کی زبان تہی - کیونکہ اُس عہد مین جو **کالی داس ملک**
نے **شنکتلا** کا ناٹک لکہا ہے - سبہا مین دیکھ لو بادشاہ - اُمرا - اور پنڈت
بول رہے ہین - کوئی عام آدمی کچہہ کہتا ہے تو پراکرت مین کہتا ہے -

گیارہوین صدی عیسوی سے پہلے **راجہ بہرت** کے عہد مین برج کے قطعہ کی
جسے ہم آجکی برج بہاشا کی اصل کہہ سکتے ہین - اُسوقت بہی ہر قطعہ مین اپنی اپنی بو
کی حاجت روائی کرتی تہی - اور سنسکرت تصنیفات اور خواص کی زبانون کے لئے
برکت تہی کہ دفعۃً زمانہ کی شعبدہ بازنے ایک اور رنگ بدلا یعنے **اسلام**
مین آیا - اُسنے پہر ملک ومذہب کو نیا انقلاب دیا اور اُسیوقت سے زبان

کرت اور اصل فارسی یعنے **ژند و استا** کی زبان **ایرین** کے رشتہ سے ایک
لی اولاد ہین مگر زمانہ کے اتفاق دیکھو کہ خدا جانے کے سو برس یا کے ہزار برس کی بچھڑی
ہنین اس حالت سے آکر ملین کہ ایک دوسرے کی شکل نہین پہچان سکتی۔
ژند و استانی بہن کی کہانی تو سن چکے۔ اب **ایرانی** بہن کی داستان بھی
کہ اُسپر وہان کیا گذری۔ اول تو یہی قیاس کرو کہ اُسلک نے جو **ایران** نام پایا
ہ لفظ ایرین ہی کی برکت ہو۔ پھر یہ بھی کچھ تھوڑے تعجب کا مقام نہین کہ جس طرح
انی بہن پر وقت بوقت بودہ وغیرہ کے حادثے گذرے اسیطرح اُسپر بھی وہان انقلاب پڑتے
وجود اسکے اب تک ہزارون لفظ فارسی اور سنسکرت کے صاف ملتے جلتے نظر
ن۔

ہ جب اُسلک ملوہ جاکر بسے ہوگا۔ اور اُنکی مدت تک اُنکے مذہب رسم و رواج اور زبان
تصنیف ہاتھ نہین

تو **زرتشت** کے وقت سے ملتا ہے جسے آج تخمیناً ۲۴ سو برس ہوئے۔ اس
جد نے شعلۂ آتش کے پردہ مین توحید کے مسئلہ کو رواج دیا۔ مذہب مذکور نے
کے بازوؤن سے زور پکڑا اور ایران سے نکلکر دو سو برس کے قریب اطراف و جوانب
یہان تک کہ یونان سے **سکندر** طوفان کی طرح اوٹھا۔ اور ایشیا کے امن و امان
ہ دیا جو مصیبت بودہ کے ہاتھ سے بید شاستر پر پڑی تھی وہان وہی مصیبت **ژند**
ئی۔ چنانچہ جس آگ نے **زرتشت** اور **جاماسپ** کے متبرک ہاتھون سے
ور روشن کیا تھا۔ جسکے آگے **گشتاسپ** نے تاج اوتار کر رکھا جسکی درگاہ
ند مارنے گرز اور تلوار چڑھائی وہ یونان کے آب شمشیر سے بجھائی گئی اور آتشخانے
ب و ہم
نسوس یہ ہے کہ **ژند و پاژند** کے ورق ورق برباد کئے گئے۔ اور

ہزارون کتابین فلسفہ الٰہی اور علوم و فنون کی تہین کر نابود ہو گئین - جب کہ یونانیون
ملک پر غلبہ پایا تو زبان نے زبانون پر بھی زور دکھایا ہوگا - تھوڑے ہی دنون مین پارسی
والون کا عمل دخل ہو گیا - وہ ایران جسے ہزارون برس سے ملک گیری کے نشان
اوتارتے تھے - اور تہذیب و شائستگی اُسکے دربار مین سر جھکاتے تھے ۱۰۰۰ برس
ظفر یابون کے قبضہ مین دبا رہا - اور ژند کے کتب مقدسہ ڈھونڈھ
فنا کی گئین -

سنہ ۲۰۰ء مین پھر تن بے جان مین سانس آیا اور ساسانیون کے تلوارون مین قدیمی
نے چمک دکھائی - ان بادشاہون نے ملک و مملکت کی قدامت کے ساتھ بجھے ہوے
کو بھی روشن کیا - گرے ہوے آتشخانونکو پھر اٹھایا - اور جہان جہان سے پھٹے پرانے
پریشان ہاتھ آئے - بہم پہنچائے - انہی کے کوششون کی کمائی تھی - جو پھر ساڑھے
برس بعد حکم اسلام کے آگے قربانی ہوئی - اس معاملہ مین ہمین نیک نیت پارسیون کا
نہ بھولنا چاہئے کیونکہ باوجود تباہی اور خانہ بربادی کے جو پرانا کا غذ کسی با اعتقاد کے
وہ جان کے ساتھ ایمان کو بھی لیتا آیا - کہ **بندر سورت - گجرات** وغیرہ
آج تک اسی نور سے آتشخانے روشن ہین - جو کچھ انکے پاس ہے وہ اُن تصنیف
بقیہ ہے جو ساسانیون کے عہد مین ہوئین - کتب مذکورہ دونون زبانون کا لفظ
ہی نہین ثابت کرتین بلکہ انکے اتحاد و اعتقاد پر بھی شہادت دیتے ہین - جو چار برا
مین وہی ایران مین تھے - اجرام آسمانی کی عظمت واجب تھی - حیوانات بے
مارنا گناہ عظیم تھا - تناسخ کا مسئلہ دونو مین یکسان تھا - آتش - آب خاک باد
ہوا وغیرہ وغیرہ اشیا کے لئے ایک ایک دیوتا مانا ہوا تھا جسکے اظہار عظمت کے
خاص طریقے تھے - یاد الٰہی کے زمزمے تھے جسکو وہ اپنی

ہی لفظ ہے جسکے نام پر یہان گیتا کتاب ہے کیونکہ اسمین بھی یاد الٰہی کے گیت ہین۔
ایسی مروجہ کے چند الفاظ تمثیلاً لکھتا ہون کہ سنسکرت سے ملتے ہوئے معلوم
تے ہین۔

سنسکرت	فارسی	سنسکرت
پتر	برادر	بھراتر
پتر	دختر	دوہتر
ماتر	انگشت	انگشٹ
جانو	پا	پاد
بہار	بیم	بھے
بھوم	خاشاک	کشیا
اشو	خر	کھر

ہین پر ایران مین پہلے اسلام کے ہاتھ سے دو صدمہ گذرا تھا جو کہ یہان دو سو برس بعد
ر اُسکی حیثیت بالکل بدل گئی تھی۔ بہرحال یہان وہ ایسی حالت کے ساتھ پہنچی کہ
ترکی الفاظ اور بہت سی لفظی اور ترکیبی تبدیلیون کے سبب سے اُسکی صورت نہ پہچانی
۔ یہان جو مسلمان آئے وہ آپسمین وہی رائج الوقت فارسی بولتے تھے اور ہندو سے
الفاظ ملا جلا کر گذارہ کر لیتے تھے۔

ت تو دیوانی یعنے زبان آسمانی تھی۔ اُسمین ملیچھون کو دخل کہان؟ البتہ برج بھاشا
ن بلائے مہمان کو جگہہ دی۔ دھرم وان ہندو سالہا سال تک ملیچھ بھاشا سمجھکر
ہتے رہے مگر ہالانکہ قانون دھرم اور حکومت کے قانون سے بھی سخت ہے کیونکہ
آب و ہوا کی ضرورتین مجبور کرتی ہین جو کسی طرح بند نہین ہوتین۔ غرض آٹھ

پھر ایک جگہ کا رہنا سہنا لین دین کرنا تہا - لفظون کے بولے بغیر گذارہ نہ کر سکے ـــــ دو
کے اختلاط مین ایسا اختلاط ضرور ہوتا ہے اور اسکے کئی سبب ہین **اول** تو یہ کہ اکثر نئی چیز
ایسی آتی ہین جو اپنے نام اپنے ساتھ لاتے ہین (۲) اکثر معانی ایسے ہوتے ہین کہ اُ
اُنہی کی زبان مین کہین تو ایک لفظ مین ادا ہو جاتے ہین - ترجمہ کرین تو ایک فقرہ
پھر بہی نہ وہ مزا آتا ہے نہ مطلب کا حق ادا ہوتا ہے - اس صورت مین گویا قانون زبا
آئین بیان مجبور کرتا ہے کہ یہان وہی لفظ بولنا چاہیئے - دوسرا لفظ بولنا جائز نہین
جو لوگ اکثر غیر ملکون مین سفر کرتے ہین وہ اس لطف کو جانتے ہین کہ جب دو
والے ایک جگہہ رہتے سہتے ہین تو کبہی کام کاج کی شدت مصروفیت مین کبہی اُسی عا
بات جلدی کہدینے کی غرض سے - کبہی آسانی سے مطلب سمجہانے کو ایکدوسرے
خواہ مخواہ اسطرح بول جانے پڑتے ہین کہ بے اُسکے گذارہ نہین ہوتا (۴) پہر
رہکر شیر و شکر ہوتے ہین تو اکثر پیار اور محبت سے - کبہی اُسکی دل لگی کے لئے ایک د
کے لفظ بولکر جی خوش ہوتا ہے - جسطرح دوست کو دوست پیارا ہوتا ہے اسی طرح
لفظ بہی پیارے معلوم ہوتے ہین - یا یون سمجہو کہ جسطرح وطن دار اپنے مہمانون کو
جگہ دیتے ہین اسطرح اُنکی زبان مہمان لفظون کو جگہہ دیتی ہے (۵) بڑی بات
فتحیابون کے اقبال کی چمک اُنکی بات بات کو بلکہ لباس - دستار - رفتار - گفت
ایسی آب و تاب سے جلوہ دیتی ہے کہ وہی سب کی آنکہون مین بہلے معلوم ہوتے ہین
اُسے فقط اختیار ہی نہین کرتے بلکہ اُسپر فخر بہی کرتے ہین - پھر اُس مین بہت
بہی عقلی دلائل سے پیدا کرتے ہین -

اُس زمانہ کی عہد بعہد کی ہندی تصنیفین آج نہین ملتین - جنسے وقت کا
حال معلوم ہو - البتہ جب ۱۱۹۳ء مین شہاب الدین غو

اپنے فتح پائی تو چند کوی (ایک نامی شاعر) نے پرتھی راج راسا لکھا۔
یہ کر حیرت ہوتی ہے کہ زبان مذکور نے کتنا جلد عربی فارسی کے اثر کو قبول کر لیا۔ ہر صفحہ
لئی لفظ نظر آتے ہین۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت مین یہان کی بھاشا
در بھاشا تھی۔ مین نمونہ تصنیف مذکور کا دکھاتا ہون۔

७७ पत्र उठिमहलमिथीराज मंत्रिआरोहनिबाजीय

५६ पत्र परवरदिगार पैगामरदयलाह करीमकेवार स

लालदीनजायासलिमान सहाबदीन अलहउपाया मुस

मदानिदानभीमदानि इतनीकहैरकहनलागो पातिशाहे

रवरेदेवरोदीवानछंड्या जादवनि वैरमेड्या पलक आल

जीवनै बहुवानबोई हजवनिमुदायबेल आसमरदामेल

वासहावसाई देयचादरउचाई

इतनेमुलककोकरमानपेस कजलविलास कैलासमोहबंधा

५२ पत्र पायघालि मिथीराजवांहदीनिसलिमानं कीरा

हिकारमदीअंगुलिसलिमानं

ف جگہہ کے ٹکڑے ہین۔ مطلب انکا اصل کتاب کے دیکھنے سے کہلتا ہے مگر حرف
ی بھی اتنا جان سکتا ہے۔ کہ یہ یہ لفظ عربی فارسی کے اسمین موجود ہین۔ محل۔
۔ پیغام (پیغام) ۔ کریم ۔ سُرطان (یعنے سلطان) ۔ بات شاہ (بادشاہ) دیوان۔
ن)۔ عالم۔ حضرت (حضرت) ۔ ملک ۔ پہرمان (فرمان) سلام۔
ہم کے تجربہ کار جانتے ہین کہ اُنکی عبارت مین کسی زبان کا اصل لفظ جو اپنا
ب وہی سطر سطر بہر عبارت مین ترجمہ کرین تو بھی وہ بات حاصل نہین ہوتی

جو مجموعہ خیالات کا اور اُسکے صفات و لوازمات کا اُس ایک لفظ سے سُننے والے کے
ہو جاتا ہے وہ ہماری سطر بھر سے پورا نہین ہوتا۔ مثلاً چند اپنی نظم مین مسلطا
اگر راجہ بلکہ مہاراجہ لکھدیتا۔ تو بھی صفات اور اُسکے لوازمات نیک یا بد
زور یا ظلم۔ یہ لفظ اُسکی نظم مین دکھا رہا ہے وہ بات راجہ مہاراجہ سے ممکن
لفظ سلام کہ اُسکے مطلب کا حق خواہ ڈنڈوت خواہ پرنام کوئی لفظ ادا نہین
نظیر اسکی آج انگریزی کے سینکڑون لفظ ہین۔ اگر ترجمہ کرین۔ تو سطرون مین
نہین ہو سکتا۔ مثلاً ایک ہندوستانی شخص اپنے دوست سے کہتا ہے۔ لاٹ
بجے سٹیشن پر پہنچینگے۔ پروگرام کے بموجب شہر کی سیر کرینگے۔ دو بجے آگرہ مین چلکر
آپ خواہ صحیح خواہ بگڑے۔ مگر جو اصلی لفظ آپ اپنے معنے سُننے والے کو سمجھا رہے ہین
سطرون مین ترجمہ کئے جائین تو بھی حق مطلب بجا نہ لا سکین گے۔ آخر پندرہ صدی
مین کہ سکندر لودی کا زمانہ تھا اتنا ہوا کہ اول کا تھوڑا فارسی پڑھکر
مین داخل ہوئے اور اب اِن لفظون کو اُن کی زبانون پر آنیکا زیادہ موقع ملا
اکبر کے عہد سے کہ مسلمان شیر و شکر ہو گئے۔ یہ نوبت ہوئی کہ اُدھر بادشاہ
اُسکے اعلے درجہ کے اہل دربار نے جُبّہ و دستار کو جگہہ دیتی ہے (یہ) تھے
ہنکر کپڑے کی دار بکڑیان ماندہ میٹھے۔ اور ہندو سر فابلکہ راجا مہاراجہ ایرانی لباس
در فارسی بول کر فخر کرنے لگے۔ بلکہ مرزا کے خطاب کو بڑے شوق
لینے لگے۔

ب جسقدر ممکن ہے عہد بعہد کے زبانون کے نمونے دکھاتا ہون امیر خسرو
ن فوت ہوئے۔ اُنکی ایک غزل نظم اُردو کی تاریخ مین دیکھو۔ جسکا پہلا
مال مسکین مکن تغافل دراے نینان بنائے بتیان۔ الخ۔ اِس

ردو شاہی اور دربار مین ملے جلے الفاظ زیادہ بولتے تہے - وہان کی بولی کا نام اُردو ہو
سے فقط شاہجہان کا اقبال کہنا چاہیے کہ یہ زبان خاص و عام مین اُسکے اردو کیطرف منسوب ہوا
نہ جو نظم و نثر کی مثالین نہا سے یہ ہے کہ اُسوقت بہی لوگون کے زبان پر عربی فارسی
مانونکا قدم بندہے تہے - جب ہی طوطے کی زبان سے نمکحرام کا لفظ نکلا - جانور تہا
ہوگا وہی بولتا ہوگا -

دین صدی عیسوی مین بابا تلسی داس برہمن ضلع باندے کے رہنے
پنڈت بہی تہے - شاعر بہی تہے - فقیر بہی تہے اُنہون نے راماین کو بہاشا
ج ترجمہ کیا کہ وہ لاثانی کتاب مطبوع خاص و عام ہوئی - اُنکے دُہرے نمین بہت - اور
ور مین کہین کہین - لفظ فارسی عربی کے موجود ہین - دُہرا راماین

رے سیوک سکل چلے سوامی رکہہ پائی گہر تر و تر و بن و باگ و برڈ ہیرا دیو نگا
گہر بسواس بچن ہٹ بولے کتنی بہنگ کلہ بہی کہولے
رام اینک گریب نواجے لوک بید بر بڑ و براجے
گنی گریب گرام نر ناگر پنڈت موٹے ملین او جاگر
مایا کو مایا ملے کر کر لینے ہاتہہ تلسی داس گریب کو کوئی نہ پوچہے بات

سورداس جی نے سری کرشن جے کے ذکر سے اپنے کلام کو مقبول خاص و
اُن کے تصنیف مین شاید کوئی شعر ہوگا کہ فارسی عربی لفظ سے خالی ہوگا -

مایا دام دہن ونتا باندہیون ہون اس سماج - یعنی ساز
نت سبہی جانت ہون تو نہ آئیو باج - یعنی باز نہ آیا
کاہو تم تانے سبن سنی آواج - یعنے آواز
دہوا - شس اُتر آئے چاہت چڑہین جہاج - جہاز

دوہرا

خیال کرو کہ جب یہ بزرگان مذہب اپنے دُہرون مین فا
مین عام ہندو لوگ کیا اِس سے کچھ زیادہ نہ بولتے ہونگے۔
اجمیر مین حسن و خوبی برج بھاشا کی راجہ جے سنگھ سوائی کی قدردانی سے ظاہر ہوئی اُ
نے ایک ایک اشرفی دہرہ گوی اور گنوان پنڈتون کو انعام دیکر دہلی اور نواح
شوق پھیلایا۔

اِس عہد مین مسلمانون کی زبان کا کیا حال ہوگا؟ ظاہر ہے کہ کئی سو برس سے اسلام آیا
جنکے باپ دادا کئی کئی پشت یہین کے خاک سے اُٹھے۔ اور یہین پیوند زمین ہوئے
آپس کے بستون اور معاملات کے سرمشتون سے ضرور یہان کی زبان یعنے برج بھ
بولنی ہوتی ہوگی۔ تازہ ولایت۔ آدھی اپنی آدھی اُنکی ملاکر ٹوٹی پھوٹی بولتے ہونگے۔ اِن
کی کوئی نثر تصنیف نہین۔ وہی امیر خسرو کی ایک غزل۔ اور پہیلیان۔ اور مکرنیان۔ او
پتا بتاتے ہین کہ سنسکرت مین یہان کے مسلمان خاصی بھاشا بولتے ہونگے۔ بلکہ یہی کلام
دیتی ہین کہ مسلمان بھی اب یہین کی زبان کو اپنی زبان سمجھنے لگے تھے اور اُس زبان کو ک
اور محبت سے بولتے تھے شاید بہ نسبت ہندون کے فارسی عربی لفظ اُنکی زبان پر زیادہ آ
ہونگے۔ اور جتنا یہان رہنا سہنا اور استقلال زیادہ ہوتا گیا اُتنا ہی روز بروز فارسی
نے ضعف اور یہان کی زبان نے زور پکڑا ہوگا۔ رفتہ رفتہ شاہجہان کے زمانے مین
تیموری کا آفتاب عین اوج پر تھا۔ شہر اور شہر پناہ تعمیر ہوکر نئی دلی دارالخلافہ ہوئی
اور ارکان دولت زیادہ تر وہان رہنے لگے۔ اہل سیف۔ اہل قلم
ملک ملک اور شہر شہر کے آدمی ایک جگہ جمع ہوئے۔ ترکی مین
بارمین

ردو شاہی اور دربار مین ملے جلے الفاظ زیادہ بولتے تہے - وہان کی بولی کا نام اُردو ہو گیا -
سے فقط شاہجہان کا اقبال کہنا چاہیئے کہ یہ زبان خاص و عام مین اُسکے اردو کیطرف منسوب مشہور ہو گئی
رنہ جو نظم و نثر کی مثالین بیان ہوئین - اُنسے خیال کو وسعت دیکر کہہ سکتے ہو کہ جسوقت سے
مسلمانونکا قدم ہندوستان مین آیا ہوگا - اُسیوقت سے اُنکی زبان نے یہانکی زبان پر اثر شروع
کر دیا ہوگا چند کوی کا کلام ملگیا اُسمین الفاظ موجود ہین - محمود کے وقت کی نظم یا نثر ملجائے
تو اُسمین بہی ضرور ہونگے -

یانہاے مذکورہ سے یہ بہی ثابت ہوا کہ جو کچہہ اسمین ہوا کسی کی تحریک یا ارادہ سے نہین ہوا بلکہ زبان
رکور کی طبیعت ایسی ملنسار واقع ہوئی ہے کہ ہر زبان سے مل جل جاتی ہے - سنسکرت آئی اسنے ملگئی
ربی فارسی آئی اُسے بسم اللہ خیر مقدم کہا - اب انگریزی الفاظ کو اس طرح جگہ دی رہی ہو گویا
یکے انتظار مین بیٹہی تہی -

سی زبان کو ریختہ بہی کہتے ہین کیونکہ مختلف زبانون نے اسے ریختہ کیا ہے - جیسے دیوار کو اینٹ مٹی -
نا - سفیدی - وغیرہ پختہ کرتے ہین - یا یہ کہ ریختہ کے معنے ہین - گری پڑی - پریشان چیز -
نکہ اسمین الفاظ پریشان جمع ہین اسلئے اُسے ریختہ کہتے تہے - یہی سبب ہے کہ اسمین عربی -
سی - ترکی وغیرہ کئی زبانون کے الفاظ شامل ہین اور اب انگریزی بہی داخل ہوتی جاتی ہے
ایک وقت ہوگا کہ عربی فارسی کی طرح انگریزی زبان قابض ہو جائیگی - چنانچہ مین ایک خاندانی
زادی کی گفتگو لکہتا ہون جسکی پرورش اور تعلیم گہر پر ہے یعنے نہ عربی فارسی کے لفاظے نے
رنگ چڑہایا ہے نہ انگریزی نے روغن پہیرا ہے فقط دوستانہ بے تکلفانہ باتین ہین -
ے آکا کی نیش لینے کل کچہری کیا تہا - ڈپٹی صاحب کے کمرے کے آگے کچہہ قرقی کا مال نلام
کا انداز بالا
ی - کوٹ - اور واسکٹین نئی تہین - کنٹر - اور گلاس بہی ولایتی تہے - کرسیان
ایک خوش رنگ تہین - مینے کہا چلو کوی ڈہب کی چیز ہو تو لے لین -
ب و ہوا -

تہے تہے - میر غفر غنی کی تقریر مین دیکہو صفحہ ۱۰۸ مرزا رفیع فرماتے ہین ع شعر بے معنی سے تو بہتر ہے

مچھلے آکا بولے جانے ہی دو۔ جس مال نے مالک سے وفا نہ کی ہے کیا وفا کرے گا۔
ہوئے ریل اسٹیشن کے پاس دیکھتا ہون۔ کہتے مرا جان چلے آتے ہین۔ شکرم ٹھیرا کر بڑ
سے ملے بڑا پے بنے بجارے کا رنگ روپ سب کھو دیا۔ وہ شکل ہی نہین۔ وہ صور
نہیں۔ کیسے کورے پٹے سجیلے جوان ہے۔ لوگ تصویرین اُتروا تے تھے۔ مینے کہا۔ میا
دعا بتہا ہم دکھن سے خوب جاق۔ چوبند۔ سرج۔ سفید ہو کر آؤ گے۔ تم تو سو کہکر قاق
غضب کیا اکلا جوبن بھی گنوا آئے۔ ٹھنڈا سانس بھر کے بولے۔ ہائے جوانی۔
فارسی عربی کے الفاظ تو ظاہر ہین مگر خیال کیجئے کہ۔ فرق۔ چق۔ جاق۔ قاق۔ آکا۔ ترکی
میز۔ نامعلوم۔ نیلام۔ پرتگالی ہے۔ کمرا۔ اطالی ہے۔ ڈپٹی۔ ریل۔ اسٹیشن۔ کوٹ
واسکٹ۔ کنٹر۔ کلاس۔ انگریزی ہین۔ چچا۔ کہبا۔ پنجابی ہے۔ مگر اتنا ہے کہ ہم چچا بو
کے اور اسیطرح چچا بھیر بھلے کے نہین بولتے۔ وہ اکیلا ہی بولتے ہین۔ کہبا پنجابی مین عام
ہم خاص صفت کے ساتھ بولتے ہین۔ بہانڈا۔ بہوڑنا۔ اُردو مین کسی بات یا راز کو
کو کہنے۔ پنجابی مین باسن کو بہانڈا ہی کہتے ہین گلا گھونٹنا اُردو مین بولتے ہین۔ پنجابی مین کہو
باندھنے کو یا مضبوط پکڑنے کو کہتے ہین مثلاً گھٹ کر باندھو۔ باگھٹ کر پکڑو۔ بھنا۔ بھنا
توڑنا۔ اور اتروانا ہے۔ اور اسی سبب سے پنجابی مین روپیہ کے لئے بھی بھنا کہتے ہین۔ اُ
مین پہلے معنے متروک ہو گئے۔ دوسرے معنے رہے وہ بھی ترکو ترکو کے۔ کہ جاؤ روپے کے
لئے سنبھالو۔ اور اس لغات کا سراغ یون لگا کہ فارسی مین روپے کے لئے خردہ کرون بولتے
ہین اور اُردو مین بھی کہتے ہین۔ صبح کو روپیہ خردہ کیا تھا۔ دوپہر کو دیکھا تو برکت اپنے
پیسے اٹھ گئے۔
کسوٹی۔ گھسنا مرادف۔ فرسودن اُردو مین بالکسر ہے۔ پنجابی مین [illegible]
کہ کاف مفتوح معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ لفظ عجیب ہے کہ اُنہی کے لہجہ کے [illegible]

جو طوطیِ ناطقہ شیرین سخن ہو۔ پس یہ چند مصرع کہ از قبیل ریختہ و در ریختہ۔ خامۂ دو زبان
سے صفحۂ کاغذ پر تحریر پائے۔ لازم ہے کہ تحویل سخن سامعہ سحان روزگار گردن۔ تا زبانی آ
اشخاص کی ہمیشہ موردِ تحسین و آفرین رہون ؎

قیمت قدر و شناسا ہی سے پہنچی ہے بہم۔ ورنہ دنیا مین خذف بھی نہین گوہر

مضمون سینہ مین مثل از مرغ اسیر نہین۔ کہ ہو بیچ قفس کے جسوقت زبان پر آیا فریاد بلبل ہے
داد رس کے عرض جس اہلِ سخن کا دریِ منصفی زینتِ لب ہو۔ سررشتہ حسن معانی کا اسکلام کہ اس سے
ہے۔ اگرچہ حق تعالی نے صبح کاغذ سفید کی مانند تمام سیہ کریکو بہ خاکسار حلق کیا ہے۔ تو
کے مانوسِ دماغ مین چراغِ ہوش دیا ہے۔ چاہیے کہ دیکھکر نکتہ چینی کرے۔ ورنہ گزند
بے اجل کا ہیکو مرے۔

اس تصنیف سے تخمیناً ۳۰ برس کے بعد جبکہ میر انشا اللہ خان اور مرزا جانجانان مظہر
مین ملاقات ہوئی ہے۔ اُس گفتگو کے چند فقرے بھی قابل غور ہین سید انشا مرزا
سے فرماتے ہین:

سید انشا فرماتے ہین

ابتدائے سنِ صبا سے تا اوائل ریعان۔ اور اوائل ریعان سے الی الآن۔ اشتیاقِ مالا
تقبیل عتبۂ عالیہ۔ نہ بحد سے تہا کہ سلکِ تحریر و تقریر مین منتظم ہو سکے۔ لہذا بے واسط
حاضر ہوا ہون۔

مرزا صاحب جواب مین فرماتے ہین

اپنے تئین کون بھی بدِ طفلی سے تمہین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست اور محا
کی ہے۔

لیکن میر غضنفر غیبی کے نام سے ایک گفتگو سید انشا فہ دریای لطافت تہا
تعجب آتا ہے کہ اس صاحب کمال نے یہ زبان کس سے کہو کے قابل مین

عجیب لطف یہ ہے کہ زبان اُردو کی عام فہمی دیکھکر مذہب نے بھی اپنی برکت کا ہاتھ اسکے سر پر رکھا
سنہ ۱۲۱۹ھ مین مولوی شاہ عبد القادر صاحب نے قرآن شریف کا ترجمہ اردو مین کیا۔ بعد
مولوی اسمٰعیل صاحب نے بعض رسالے عام اہل اسلام کی فہمایش کے لئے اُردو مین لکھے
۱۸۳۵ء سے دفاتر سرکاری بھی اُردو ہونے شروع ہوئے۔ چند سال کے بعد کل دفتر مین اُردو
ہوگئی اسی سنہ مین اخبارون کو آزادی حاصل ہوئی ۱۸۳۰ء مین اُردو کا اخبار دلی مین جا
اور یہ اس زبان مین پہلا اخبار تھا کہ میرے والد مرحوم کے قلم سے نکلا۔

غرض اپنی آسانی کی وصف سے اور اس لحاظ سے کہ ملکی زبان بھی ہے۔ دفتری زبان بھی
ٹھیری۔ اُردو نے آہستہ آہستہ فارسی کو پیچھے ہٹانا اور اپنا قدم آگے بڑھانا شروع کیا۔ تب
مناسب سمجھا کہ اسلامک کے لوگون کو انہی کی زبان مین انگریزی علوم و فنون سکھائے جائین
۔ چنانچہ ۱۸۴۲ء سے دلی مین سوسائٹی قائم ہو کر ترجمے ہونے لگے اور ضرورت علمی اُ
بہم پہنچانے لگی۔ خیال کرو کہ جس زبان کی فقط اتنی بنیاد ہو وہ زبان کیا۔ اور اُس
وسعت کا میدان کیا۔ البتہ اب امید کر سکتے ہین کہ شاید یہ بھی ایکدن علمی زبانون کی
مین کوئی درجہ پائے۔

اُردو اسقدر جلد جلد رنگ بدل رہی ہے کہ ایک مصنف اگر خود اپنی ایک سنہ کی تصنیف
دوسری سنہ کی تصنیف سے متابلہ کرے تو زبان مین فرق پائیگا۔ باوجود اسکے اب تک بھی
قابل نہین کہ ہر قسم کے مضمون خاطر خواہ ادا کر سکے یا ہر علم کی کتابون کو بے تکلف ترجمہ کر دے
سبب یہ ہے کہ اکثر علوم اور ہزارون مسائل علمی ممالک فرنگ مین ایسے نکلے ہین کہ زمانہ سا

ہندی بھاشا پر عربی اور فارسی زبانون نے کیا کیا اثر کئے

جب دو صاحب زبان قومین باہم ملتی ہین - تو ایک کے رنگ روپ کا دوسری پر ضرور سایہ پڑتا ہے
اگرچہ اسکے اثر - گفتگو - لباس - خوراک - نشست - برخاست - مختلف رسوم مین بھی ہوتے
ہین - لیکن چونکہ مجھے اسمقام پر زبان سے غرض ہے اسلئے اُسیمین گفتگو کرتا ہون - ظاہر ہے
کہ جب ایک قوم دوسری قوم مین آتی ہے تو اپنے ملک کی صدہا چیزین ایسی لاتی ہے کہ جو یہان
نہین تہین - اشیاء مذکورہ کبھی ضروری اور کبھی ایسی باعث آرام ہوتی ہین کہ اونہین استعمال
مین لینا ضروریات زندگی سے نظر آتا ہے - اسلئے یہ لوگ اُنہین غنیمت سمجھکر لیتے ہین - اور
بخوشی کام مین لاتے ہین - ان اشیاء مین سے بہتیری چیزین تو اپنے نام اپنے ساتھ لاتی
ہین - اور بہتیرے نئی ترکیب سے - یا اوّل بدلکر یہان نیا نام پاتی ہین - اور یہ پہلا اثر
دوسری زبان کا ہے اسکے علاوہ جب یہ دونو ایک جگہ رہ سہکر شیر و شکر ہوتی ہین تو
ایک زبان مین دوسری زبان کے لفظ بھی گھل مل جاتے ہین -

جب مہمان و میزبان ایک دوسرے کی زبان سمجھنے لگتے ہین - تو ایک خوشنما اور مفید تبدیلی
کے لئے رستہ پیدا ہوتا ہے - کیونکہ اگرچہ طبع انسانی کے اتحاد سے سب کے خیالات متفق یا
قریب قریب ہون مگر انداز بیان سب کا جدا جدا ہے - اور طبیعت نئے انداز کو پسند
کرتی ہے - اسلئے ادائے مطلب مین ایک دوسرے کے انداز بیان سے بھی فائدہ اُٹھاتے ہین
پھر نئی نئی تشبیہین - لطیف استعارے لیکر اپنی پرانی تشبیہون اور مستعمل استعارون کا رنگ
بدلتے ہین - اور جسقدر زبانمین طاقت ہے ایک دوسرے کے خیالات اور نئی طرز کو لیکر
[illegible] مین نیا مزہ پیدا کرتے ہین -

آب و ہوا - شکل مین وقت بوقت ہر ایک زبان پر گزرتا ہے - چنانچہ قوم عرب جو ایک زمانہ

ہین - روم - یونان - اور ہسپانیہ وغیرہ سے خلط ملط ہوئی تھی - ہزارون لفظ سلمی او
وہان سے لئے - اسیطرح فارسی زبان عربی ترکی وغیرہ الفاظ سے مالا مال نظر آتی ہے - انگر
کے اب مین کچھ کہنا زیبا نہین - کیونکہ آپ روشنضمیر انگریزی خوان بہت ہین - اور
سے زیادہ جانتے ہین - مگر اتنا کہنا کافی ہے کہ جسطرح ایک مہذب سلطنت کو تمام ضروریا
سلطنت کے کارخانے اور ملکی سامان موجود ہونے چاہئین - اسیطرح سب قسم کے الفاظ اور
ادا ے خیالات کے انداز انگریزی زبان مین موجود ہین -

ب ہم اپنی زبان مین گفتگو کرنی چاہیے - لیکن اتنا پھر یاد دلانا واجب ہے کہ اُردو
سے نکلی ہے اور کیونکر نکلی ہے - اُردو زبان اوّل - لین دین نشست برخاست کی ضرورت
کے لئے پیدا ہوگئی - ہندوؤن کے ساتھ ہندی مسلمان اکثر ایرانیون - یا ترکستانیون
والا تھی - ہندستان کو وطن - اور اس زبان کو اپنی زبان سمجھنے لگے - یہ بھی ظاہر ہے
کہ جسطرح زمین بے روئیدگی کے نہین رہ سکتی - اسیطرح کوئی زبان بے شاعری کے نہین
سکتی - محمد شاہی دور تھا - اور عیش و عشرت کی بہار تھی ان شرفا کو خیال آیا ہو
جسطرح ہمارے بزرگ اپنی فارسی کی انشا پردازی مین گلزار کہلاتے تھے - اب ہماری
زبان ہے - ہم بھی اسمین کچھ رنگ دکھائین - چنانچہ وہی فارسی کے خاکے اُردو مین
سنوارنے نمایان شروع کردین اور قصیدے کہنے لگے - اور اسمین کچھ شک نہین کہ جو کچھ
بیان - یا لفظون کی تراش - یا ترکیبون کی خوبصورتی - یا تشبیہ اور استعارہ کی رنگینی
غرض اوّل جو کچھ نصیب ہوا شعراے اُردو کی بدولت ہوا - اور یہی سبب ہے کہ جو کچھ سامان
ایک ملکی اور ٹکسالی زبان کے لئے درکار ہوتے ہین اُسسے یہ زبان مفلس رہی - کیونکہ

جہاز - مستول - بادبان - تہمت - دَرہ - پردہ - دالان - تہ خانہ - تنخواہ - ملاح
تازہ - غلط - صحیح - رسد - سرباری - کاریگر - ترازو - شطرنج کے باب مین تعجب ہی کہ
خاص ہند کا ایجاد ہے مگر عرب اور فارس سے جو پھر کر آئی تو سب اجزا کے نام اور اپنے
اصطلاحین بدل آئی -

سینکڑون لفظ عربی فارسی کے یہان آئے مگر ہوا موافق نہ آئی اسلئے مزاج اور صورت
بگڑ گئی مثلاً مرغا وغیرہ - دیکھو صفحہ ۳۳

صرف مین فارسی سے کچھہ نہین لیا - خود اتنا کیا کہ ون علامت جمع ہندی کو عربی
فارسی لفظون پر بھی لگا لیا - مثلاً - آدمیون - انسانون - درختون - میوون -

اسم فاعل - فارسی عربی کے بے شمار لئے - اور انمین شطرنج باز کے قیاس پر -
وڑ باز - اور وفادار کے قیاس پر ظرفا - سمجھہ دار - سمجھہ ناک - بھی بولدیتے تھے - باغبان
کے قیاس پر گاڑی بان - ہاتھی بان - بہلبان - مگربان اور وان - حقیقت مین
نہین - کیونکہ اصل مین دونو زبانین ایک دادا کی اولاد ہین - اسکی تحقیق جیسی کہ
ہے - فارسی لکچرون مین لکھی ہی -

اسم ظرف - قلمدان وغیرہ کے قیاس پر خاصدان - پاندان - ناگردان - پیکدان
دیخانہ - پیخانہ -

حروف - کا بھی یہی حال ہی - مثلاً حرف تشبیہہ کوئی نہین لیا - مگر - چنانچہ
چونکہ موجود ہین اور اسطرح آتے ہین کہ ترجمہ کے لئے ہندی حرف معلوم ہی نہین ہوتا -

حرف شرط مین - اگر - اور اُس سے اگرچہ بھی لیا -

حرف عاطفہ سمیت - معطوف - اور معطوف علیہ - اردو عبارت مین لے لیا
ہوا - شب و روز - صبح و شام - زور و شور -

کہنا ضرور چاہیے کہ جو کچھ ہوا تھا اپنے رنگ پر خوب ہوا تھا۔
اب ہمین پھر مطلب پر آنا چاہیے کہ بہاشا نے اردو کے کپڑے پہننے کے لئے فارسی سے کیا کیا لیا
۱۔ اون چیزون کے نام لئے جو عرب اور فارس سے آئین اور اپنے نام اپنے ساتھ لائین۔
مثلاً لباس مین کفل۔ لبادہ۔ کرتہ۔ قبا۔ چوغا۔ آستین۔ گریبان۔ پاجامہ۔ ازار۔
عمامہ۔ رومال۔ شال۔ دوشالہ۔ تکیہ۔ گاؤتکیہ۔ برقع۔ پوستین۔ وغیرہ۔
کھانے کے ذیل مین۔ دسترخوان۔ چپاتی۔ شیرمال۔ ماقرفانی۔ پلاؤ۔ زردہ۔ مرغن۔
قلیہ۔ قورمہ۔ متنجن۔ فرنی۔ ماقوتی۔ حریرہ۔ حریسہ۔ لوز۔ مربی۔ اچار۔ فالودہ۔
گلاب۔ بیدمشک۔ خوان۔ طبق۔ رکابی۔ تشتری۔ کٹھگیر۔ چمچہ۔ سینی۔ کشتی۔ چاے جوش وغیرہ
متفرقات مین۔ حمام۔ کیسہ۔ سابون۔ شیشہ۔ شمع۔ شمعدان۔ فانوس۔ گلگیر۔ تنور۔
رفیدہ۔ نمک۔ نماز۔ روزہ۔ عید۔ شب برات۔ قاضی۔ ساقی۔ حقہ۔ نیچہ۔ چلم۔ تفنگ
بندوق۔ تختہ نرد۔ گنجفہ۔ اور انکی اصطلاحین۔ یہ سب چیزین اپنے نام ساتھ لیکر آئین۔
بہت سی چیزین آئین کہ بہاشا مین انکے لئے نام نہین۔ سنسکرت کی کتابون مین ہونگے۔
پستہ۔ بادام۔ منقی۔ شہتوت۔ بیدانہ۔ خوانی۔ انجیر۔ سیب۔ بہی۔ ناشپاتی۔ انار وغیرہ
۲۔ بہت سے عربی فارسی کے لفظ کثرت استعمال سے اسطرح جگہ پکڑ بیٹھے ہین۔ کہ اب
انکی جگہ کوئی سنسکرت یا قدیمی بھاشا کا لفظ ڈھونڈکر لانا ہے مگر اسمین یا تو مطلب
اصلی فوت ہو جاتا ہے۔ یا زبان ایسی مشکل ہو جاتی ہے کہ عوام تو کیا خواص ہنود کی سمجھ مین
بھی نہین آتی مثلاً۔ دلال۔ فراش۔ مزدور۔ وکیل۔ جلاد۔ حرّاف۔ مسخرا۔ نصیحت۔
لحاف۔ توشک۔ چادر۔ صورت۔ شکل۔ چہرہ۔ طبیعت۔ مزاج۔ برف۔ فاختہ۔ قمری۔
طوطہ۔ بہ۔ دوات۔ قلم۔ سیاہی۔ جلاب۔ رقعہ۔ عینک۔ صندوق
گلام۔ رکاب۔ زین۔ تنگ۔ پوزی۔ نعل۔ کوتل۔ عقیدہ۔ وفا۔

سوچنا۔ اب کہتے ہین۔ ہرچند فکر کرتا ہون۔ عقل کام نہین کرتی۔
پچھتانا۔ اپنے کئے پر بہت پشیمان ہوا۔ مگر اب کیا ہوسکتا ہے۔ یعنے پچھتایا۔
اسیطرح خوش ہونا۔ غصے ہونا۔ خفا ہونا۔ تنگ ہونا۔ دق ہونا۔ غمگین ہونا۔ تماشا
سیر کرنی۔ انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔ یہان تک کہ بہتیرے مصدرون کی اصل ہندی
اس سے بڑھکر یہہ کہ عربی فارسی کے مصدر یا مشتقات لیکر ہندی کا اشتقاق کر لیا
گذشتن سے گذرنا۔ اور اُسکے افعال محاورے ہے کہ گئی گذری بات کا اب کہ
فرمودن۔ سے فرمانا۔ اور اُسکے بہت سے افعال۔
قبول۔ سے قبولنا۔ محاورہ ہے۔ بڑا بادی چور تہا۔ ہرگز نہ قبولا۔
بدل۔ سے بدلنا۔ اور اوسکے بہت سے افعال۔ محاورہ ہے کہ اوّلیے کا بدلا ہے
بخشیدن سے بخشنا | لرزیدن۔ سے۔ لرزنا
نواختن یا نوازش سے نوازنا | شرم۔ سے۔ شرمانا
کاہلی سے کہلانا۔ میان مجبور۔ ایک قدیمی شاعر تھے۔ اوستاد مرحوم
باتین کیا کرتے تھے۔ کہ بڈھے دیرینہ سال تھے۔ مکتب پڑھایا کرتے تھے۔ ایک
مین غزل پڑھی۔ دیکھنا کس خوبصورتی سے فعل مشتق کو بٹھایا ہے۔ ؎
باتین دیکھ زمانہ کی۔ جی بات سے بھی کہدتا ہے خاطر سے سب یارون کی مجبور
نحو۔ مین ترکیب اضافی۔ ترکیب توصیفی۔ کہین مبتدا کہین خبر ہوکر تمام ہندی
اسمین بھلا فائدہ یہہ ہوا کہ اختصار کے لحاظ سے لفظون کا پھیلاؤ کم ہوگیا۔
دوسرے۔ جمع موصوف ہو تو اسم صفت موصوف کو بھی اسکے لئے جمع لاتے ہے اب
ملایم ہوگئین دلپر بڑھ کی ساعتین کڑیان + پہر گھٹنے لگے اُن بن نکھٹ
اب کھڑی ساعتین بولتے ہین۔

۱۔ وفا۔

سے - صیغہ مضارع معنے حال - سودا

نالہ سینے سے کرے عزمِ سفر آخر شب ٭ راہ رو چلنے پہ باندھے ہے کمر آخر شب

تھے - پھر کہ اقسام اضافہ مین تشبیہہ اور استعارہ کے رنگ سے - سیدھی سادی
بان رنگین ہوگئی - چنانچہ بھاشا مین کہنا ہو تو کہینگے راج کنور کے دل کے
ل کی کملاہٹ دربار کے لوگون سے نہ دیکھی گئی - اُردو مین کہینگے شہزادہ کے غنچۂ
ل کی کملاہٹ اہل دربار نہ دیکھی گئی -

لی وغیرہ متقدمین کے کلامون مین ایسی ترکیبین بہت ہین - بلکہ آدھے آدھے اور
رے سارے مصرع فارسی کے ہین - مگر کچھہ اور طرح سے - علی ہذا القیاس بھاشا
الفاظ اور اوسکے ترکیبین بھی زیادہ ہین - اور اسطرح ہین کہ آج لوگون کو فصیح
ین معلوم ہوتین - اسکی مثال ایسی ہے گویا دودھ مین مٹھاس ملائی مگر وہ بھی
پھی طرح گھلی نہین - ایک گھونٹ خاصا میٹھا - ایک بالکل پھیکا ہے - پھر ایک مین مصری
ڈلی دانت تلے آگئی - ہان اب گھل ملکر وہ مرتبہ حاصل ہوا جسے شیر و شکر کہتے ہین
ض اشخاص یہہ بھی کہتے ہین کہ خالی بھاشا مین کچھہ مزہ نہین - اُردو خواہ مخواہ طبیعت
بلی معلوم ہوتی ہے مگر میری عقل دونو باتون مین حیران ہے - کیونکہ جب کوئی کہے
ایک شخص آیا تھا - یا یہہ کہین کہ ایک منش آیا تھا - تو دونو یکسان ہین - کیونکہ
ن کہ منش مخالف طبع ہے یہہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم بچپن سے شخص سنتے
ن اسلئے ہمین منش یا مانس - نامانوس معلوم ہوتا ہے اسیطرح اور الفاظ
ل تعداد شمار سے باہر ہوگئی ہے -

سے زیادہ تعجب یہہ ہے کہ بہت سے لفظ خود متروک ہین مگر دوسرے لفظ سے ترکیب
ہے کہ چلتے ہین کہ فصحا کے محاورے مین جان ڈالتے ہین - مثلاً یہی مانس کہ

اکیلا محاورہ مین نہین مگر سب بولتے ہین کہ اچھا ظاہر مین تو بھلا مانس معلوم
باطن کی خبر نہین ۔

بندھو ۔ بھاشا مین بھائی یا دوست کو کہتے ہین ۔ اب محاورہ مین بھائی
کہتے ہین ۔ نہ فقط بندھو نہ بھائی بندھو ۔ اور ان استعمالون کی ترجیح کے لئے وہ
کسی کے پاس نہین ۔ جو کچھ جس زمانہ مین رواج ہو گیا وہی فصیح ہو گیا ۔ ایک زمانہ
آئیگا کہ ہماری محاورہ کو لوگ بے محاورہ کہکر ہنسین گے ۔

اگرچہ یہ بات بغیر تمثیل دیکھنے کے بھی ہر شخص کے خیال مین نقش ہے کہ سنسکرت
برج بھاشا کی مٹی سے اُردو کا پتلا بنا ہے ۔ باقی اور زبانون کے الفاظ نے خطوط
کا کام کیا ہے ۔ مگر مین چند لفظ مثالاً لکھتا ہون ۔ دیکھو سنسکرت الفاظ جب اُردو مین
تو اُنکی اصلیت نے انقلاب زمانہ کے ساتھ کیونکر صورت بدلی ہے ۔

(۱) **چورن** سنسکرت ہے یعنے آٹا ۔ بھاشا مین ۔ چون ۔ کہتے ہین اُردو مین جو
پسی ہوئی دوا کو کہتے ہین ۔ اور کُٹی ہوئی چیز کے نیچے جو باریک اجزا رہ جائین وہ چو

(۲) **پشٹ** سنسکرت ہے برج بھاشا مین ۔ پسان ۔ اسی سے پسنہاری آٹا
۔ **پیٹھی** ۔ پسی ہوئی دال کے لئے خاص ہو گئی ۔ اور پیسنا ۔ مصدر ہو گیا ۔

(۳) **اٹ** جسے برج بھاشا اور اُردو دونو مین آٹا کہتے ہین ۔

(۴) **وارتا** ۔ یا ورت ۔ اُردو مین ۔ بات ہو گئی ۔

(۵) **چتر دھر** ۔ اُردو مین چودھری ہو گیا ۔

(۶) **چندر** ۔ چاندری سنسکرت ہے ۔ اُردو مین ۔ چاند اور چاندنی ہو گئی

(۹) ہستی - کا ہاتھی ہو گیا -

(۱۰) بارو - سنسکرت ہے - بھاشا - بادر - اُردو بادل یعنے ابر ہو گیا -

(۱۱) دُل - ایک ایک چیز کے دو دو ٹکڑے کرنے کو کہتے ہین - بھاشا اور اُردو مین دال خاص غلہ کے لئے - اور دلنا مصدر نکل آیا -

(۱۲) کشمیر - دود - بھاشا - کھیر - یا چھیر - اُردو مین دودھ چاول سے تیار ہوتی ہے -

(۱۳) دُگدھ - سنسکرت ہے - بھاشا دُوّھ ہوا - اب اُردو مین دودھ کہتے ہین -

(۱۴) ماش - یا ماکھہ - ماس - اُردو مین مہینا ہو گیا -

(۱۵) گانڈا - اُردو مین گنّا ہو گیا مگر گنڈیری مین ڈال باقی رہی - بہت سے الفاظ ہین عربی فارسی نے اُردو کو دئے - اُردو نے کہین تو لفظون مین کچھ تصرف کیا - معنے ہی سب کہے - کہین لفظون کو سلامت رکھا - معنے کچھ سے کچھ کر لئے مثلاً -

فلسوف - یونانی لفظ ہے - بمعنے محب الحکمت جسے عربی مین حکیم اور انگریزی مین ڈاکٹر لوزفر کہتے ہین - مگر اُردو والے - دغاباز اور مکار کو کہتے ہین - اور فیلسوفی مکاری

- آما - آب اور اُم سے نکلے ہین -

عدم - عربی مین بمعنے مقابل یا دشمن ہے مگر اُردو مین خاوند بمقابل جورو کے ہے سے زیادہ کوئی دنیا مین عزیز نہین -

شاستیر - عربی مین فقط بمعنے رفتار ہے - اُردو مین کہتے ہین - چلو باغ سیر دیکھہ آئین - عجب تماشا ہے -

ص - عربی مین خالص کر نیکو کہتے ہین - اُردو والے - پیار - اخلاص - محبت معنون مین بولتے ہین -

ہے لفظ ہے یعنے نیکیان - اُردو مین خیرات دو - صدقہ اُتارو -

تکرار - عربی مین دوبارہ کہنے یا کام کرنے کو کہتے ہین - اُردو مین نزاع یا جھگڑ
کو کہتے ہین -

طوفان - عربی لفظ ہے فارسی مین کسی شے کی حالت افراط کو کہتے ہین - اُردو
بمعنے تہمت بھی آتا ہے -

خفیف - عربی مین ہلکی شے کو کہتے ہین - ہندی مین کہتے ہین - وہ مجھسے ذرا ملے تو
دیکھو کیسا خفیف کرتا ہون - یعنے شرمندہ

مصالح - جمع مصلحت - یا مَصلَح کا مخفف ہے - اُردو مین گرم مصالح وغیرہ اور سا
عادت کو بھی مصالح کہتے ہین -

خاطر - عربی فارسی مین دل - یا خیال کے موقع پر بولتے ہین - اُردو مین کہتے ہیں
- بھلا ایک گھونٹ تو ہماری خاطر سے بھی پی لو یا اُنکی بڑی خاطر کی -

دستوری - جن معنومین یہان بولتے ہین - یہہ یہین کا ایجاد ہے - پنجابی مین
جھونگا کہتے ہین -

روزگار - فارسی مین زمانہ کو کہتے ہین - ہندی مین روزگار نوکری ہے -

رومال - جن معنومین یہان بولتے ہین یہہ یہین کا ایجاد ہے - فارسی مین رُوپاک یا دستا

خیر و صلاح - عوام الناس خیر سلا کہتے ہین یعنے صحت و سلامت -

رسد - اگرچہ فارسی لفظ معلوم ہوتا ہے - مگر اہل فارس ان معنون مین نہین بولتے
بہت الفاظ اسطرح لئے کہ معنون کے ساتھہ اونکی صورت بھی بدل دی - اگرچہ اُ
انمین سے عوام الناس بولتے ہین - مگر بعض الفاظ خواص کی زبانون تک بھی

ٹاٹ بافی - تار بافی -
زری کونا - زری کہنہ -
تار تلا - تار طلا یعنے زری کہنہ -
تانے - تشنے - طعن و تشنیع -
بک بک - جھک جھک - زق زق - بق بق
توبہ تنسوہا - توبۂ نصوحا -
تاشہ - تاسہ - اور تاسک فارسی لفظ ہے -
سہ بندی - سپہ بندی - نوگہداشت فوج -
غرفش - عرش -

مروا - شوربا - یا شورابہ -
میسا - کیسہ -
ہل - کاہ گل -
نام دستہ - ہاون دستہ -
باز - بزاز
ور - قربوس -
سپناہ - دست پناہ - یہین کی فارسی ہے
دارسنگ - مردہ سنگ
ڑی گذری - بازار وقت شام

را تفری - یعنے افرط و تفریط - اصل مین نہایت بہتات - اور نہایت کمی کے
ہین - اب کہتے ہین - عجب افراتفری پڑ رہی ہے - یعنے ہل چل - پڑ رہی ہے -
نچ - قلاش - یا قلاچ - ترکی مین دونو ہاتھون کے درمیان کی وسعت کو کہتے
- اسلئے کپڑا ماپنے کا پیمانہ ہے - یہان خرگوش یا ہرن وغیرہ جانور دوڑتے ہون
ہین گے کہ - قلاچین بھرتے پھرتے ہین - ذوق -
شی کو دیکھا ہمنے اوس آہو نگاہ کے جنگل مین بھر رہا تھا قلاچین ہرن کی ساتھ
کا - ترکی مین بڑے بھائی کو کہتے ہین - یہان - آکا - یار دوست کو بولتے ہین
اسمین کچھ بانکپن کو بھی دخل ہے -
رق - ترکی مین شئے محفوظ کو کہتے ہین - یہان جو شے حاکم کی ضبطی مین
[illegible] سے قرق کہتے ہین -
[illegible] بی مین کنگھی کو کہتے ہین - فارسی مین - مشاطہ اوس عورت کو

کہتے ہین جو عورتون کو بناؤ سنگھار کرواتے - جیسے ہندستان مین نائین - اُردو مین
- مُشاطہ - بضم اول - اور بتخفیف ثانی - اوس عورت کو کہتے ہین - جو زن و مرد
کی نسبت تلاش کرے اور شادی کرواوے -
مُرغا - فارسی مین مرغ - فقط پرند ہے - اردو مین - مُرغا - خروس - مرغی -
ماکیان کو کہتے ہین - اور آنحضرت ہر جمعہ کو مرغون کی بالی بندھتی تھی -
چِق - یا چِق - ترکی مین باریک پردہ کو کہتے ہین - یہان چلمن کو - چک کہتے ہین
کُتّا - ترکی مین بڑے کو کہتے ہین - یہان - کُتّا - موٹے کو کہتے ہین - بتا کُتّا - محاورہ ہے
نَظَر - بالتحریک ہے - مگر اسکی بسکون اوسدھی بولتے ہین - وزیر
ترچھی نظرون سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو + کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو
خَطّ - مشدد ہے - مگر اب کہتے ہین - آجکل خطون مین آداب و القاب کا دستور ہی
نہین رہا - کسی اُستاد کا شعر ہے -
صاف تھا جب تک کہ خط - تب تک جواب آتا تھا - اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا
غَم - بھی عربی مین مشدد ہے - فارسی اور اُردو مین بالتخفیف بولتے ہین -
مَرَح - عربی مین بالتسکین ہے اُردو کے اہل محاورہ اور شاعر بھی بالتحریک باندھتے ہین
مَحَلّ - بالتشدید ہے مگر کہتے ہین - کل بولی بہٹیاری کو محلون پر بسنت تھی -
بولی بہٹیاری - کوئی بر علی بختیاری کا مخفف و مبدل کہتا ہے - کوئی
کہتا ہے بہولی بہٹی کا -
بجے منڈل - بدیع منزل - کا مخفف و مبدل ہے - دلی کے باہر شاہان
قدیم کے تعمیرات سے ایک مشہور عمارت ہے -
مرزا حسن کو پیار سے مِرزا حَسنُو کہتے ہین اور یہان سے کہ - وفا -

کلمہ - لام کی زیر سے ہے - محاورہ مین سکون لام بھی بولتے ہین اور وہی بہلا معلوم ہوتا ہے جرأت نے کیا خوب کہا ہے -

کلمہ بھرے ترا - جسے دیکھے تو بھر نظر * کافر اثر ہے یہ تیری کافر نگاہ کا -

نشا - اہل محاورہ اسے بھی - نشا - کہتے ہین - ذوق نے کیا خوب کہا ہے

جتنے نشے ہین یہان - روشِ نشۂ شراب * ہو جاتے بدمزہ ہین جو بڑھ جاتے حد سے ہین

کہلا نشے مین جو بگڑی کا پیچ اوسکو مہر + سمند ناز کو ایک اور تازیانہ ہوا

اسطرح سینکڑون لفظ ہین - جنکی تفصیل بے فائدہ تطویل ہے -

انگریزی زبان بھی اپنی عملداری بڑہاتی چلی آتی ہے - ہندو مسلمان بہائیو کنو اوسکا انتظار چاہیئے کہ وہ عربی فارسی کے لفظ جو ابتک ہمارے تمہارے باپ دادا بولتے رہے آئندہ انکی جگہہ اس کثرت سے انگریزی لفظ نظر آئینگے کہ عربی فارسی کے لفظ خود جگہہ چھوڑ چھوڑ کر بہاگ جائینگے - چند لفظ ایسے بھی دکہانے چاہئین جو کہ مختلف ممالک یورپ کے ہین اور اب ہماری زبان مین اسطرح پیوند پا گئے ہین کہ جوڑ تک نہین معلوم ہوتا مثلاً -

کمرا اطالی ہے -

نیلام - پرتگالی ہے - وہ لیلام کہتے ہین

پادری - زبان لاطینی سے آیا ہے -

لالٹین - لین ٹرن انگریزی ہے -

اسٹام - سٹمپ انگریزی ہے -

بسکٹ - بسکٹ انگریزی ہے -

ون بھی ہے کہتی ہے -

فرانیل - یا فلالین - فلینل انگریزی ہے -

بانبٹ - بابی نٹ - ایک جالی کی قسم کا کپڑہ

بوتل - باٹل انگریزی ہے -

درجن - ڈزن انگریزی ہے -

بٹن - بٹن ایضاً

بگی - انگریزی ہے -

گلاس - انگریزی مین عام شیشہ ہے -

بوتام - بوتان فرنچ ہے۔ | میم - میڈم - انگریزی ہے۔
پستول - پسٹل انگریزی ہے۔ | آرڈلی - آرڈرلی۔

اسیطرح اسٹیشن ٹکٹ - ریل - پولس - وغیرہ صدہا لفظ ہین کہ خاص و عام سے بڑھکر عورتون کی زبان تک پہنچگئے ہین - اور جو الفاظ دفترون اور کچہریون مین صاحب لوگونکے ملازم بولتے ہین اگر سب لکھے جائین تو ایک ڈکشنری بنجائے۔

ہر زبان کے فصحا کا قاعدہ ہے کہ اپنی زبان مین تصرفاتِ لطیف سے کچھ ایجاد کرکے نئے الفاظ اور اصطلاحین پیدا کرتے ہین - ہماری اُردو بھی اِس میدان مین کسی سے پیچھے نہین رہی - اِن اصطلاحون کی بُنیاد اگرچہ اتفاقی پڑتی ہے مگر اُن لوگونکی طبیعت سے ہوتی ہے جو علم کے ساتھ فکرِ عالی - طبیعتِ بُرّاق - ذہن پُر ایجاد - اور ایجاد دلپذیر رکھتے ہین - انہی کے کلام کو خاص و عام کے دلونمین بھی اثر ہوتا ہے کہ بات سنکے دلون کو بھلی لگتی ہے - اور اُسے اختیار کر لیتے ہین - مثلاً

گھوڑے کا رنگ جسے ہندستان مین سُرخ رنگ اور پنجابی مین - چنبا - یا - کُکّا کہتے ہین فارسی مین اُسے کُرنگ کہتے ہین - جو کہ بھاشا مین - کُ - علامتِ بدی اور رنگ - علامتِ خوبی ہے اسلئے اکبر نے اسکا نام سُرنگ رکھا۔

گھوڑے کی اندھیری کا نام - اُجیالی رکھا کہ نیک مشگون ہے۔

خاکروب کو حلال خور کا خطاب بھی اوسی ذرہ نواز بادشاہ کا بخشا ہوا ہے۔

جہانگیر کی رنگیلی طبیعت نے شراب کا نام - رام رنگی رکھا اور اُسکو فارسی کے شعرا نے اشعار مین بھی باندھا - طالب آملی۔

نہ ایم منکر صہبا ولیک میگویم | کہ رام رنگی ما نشۂ دگر دارد

سنگترہ کو اوسکی خوبی و خوشرنگی کے سبب سے محمد شاہ نے کوہ - وفا

بلبل ہندوستان کا گُلدھم نام رکھا۔
لار کے لفظ کو بدشگون سمجھکر۔ پُھلمال کہوایا۔
شاہ عالم نے سُرخاب کو بھی گُلسہرہ۔ کہا۔ مگر اُسنے رواج نہ پایا۔
نواب سعادت علی خان مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا کہ لکھنؤ مین عام اور دلی وغیرہ مین کم رایج ہے مذاقِ سلیم دونو کے لطف مین امتیاز کر سکتا ہے۔
بھاشا کی ساخت کو دیکھو کہ ہر ایک زبان کی ملاپ کے لئے کیسی ملنسار طبیعت رکھتی ہے نظم و نثر پر غور سے نظر کرو اوسنے اپنے مہمان کے لئے فقط لفظون ہی مین جگہہ خالی نہین کی بلکہ بہت سے الفاظ و خیالات جو کہ ملکی خصوصیت عربی فارسی سے رکھتے تھے وہ بھی لئے چنانچہ بہادری کا میدان رستم و سام کو دیا۔ حالانکہ یہان وہ بھیم اور ارجن کا حق تھا۔ سودا کہتے ہین ؎

رستم رہا زمین پہ نہ سام رہگیا ✤ مردونکا آسمان کے تلے نام رہگیا
رستم سے بھلا کہہ تو سر تیغ تلے دھر دی ✤ پیارے یہ ہمین سے ہو ہر کاری و ہر مردے

حسن و جمال کے شبستان مین لیلی و شیرین آگئین۔ اور جب وہ آئین تو رانجھے کی جگہہ مجنون و فرہاد کیونکر نہ آتے۔ مجنون و فرہاد کی آنکھون سے گنگا جمنا تو بہہ نہین سکین مجبور جیحون سیحون ہندستان مین آگئے۔ ہمانچل اور بندھیاچل کو چھوڑکر۔ کوہ بیستون پر شیرین کوہ الوند سے سر پھوڑتے ہین۔ مگر جب کوئی خوش طبع چاہتا ہے تو یہین کے پھولون سے بھی یہان کے مکان سجا دیتا ہے اور وہ عجب بہار دیتے ہین۔

ایک زبان کے محاورہ کو دوسری زبان مین ترجمہ کرنا جایز نہین مگر ان دونو زبانون مین یہ اتحاد ہو گیا کہ یہ فرق بھی اُٹھ گیا اور اپنے کارآمد خیالونکے ادا کرنے کے لئے دلپذیر ہو گئے یہ کہ پسند یہ محاورات جو فارسی مین دیکھے انہین کبھی بجنسہٖ اور کبھی ترجمہ کرکے

محاورات فارسی

لیا۔ مثلاً **بر آمدن** اور **بسر آمدن** ہندی میں اسکا ترجمہ لفظی ڈھونڈھین تو نہین ہے مگر اہل زبان نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ تضمین کر لیا اور سودا نے کہا سودا

اس دل کی تف آہ سے کب شعلہ بر آئے ✦ بجلی کو دم سرد سے جسکے حذر آئے

افسی کو یہ طاقت ہے کہ اوس سے بسر آئے ✦ ن زلف سیہ اپنے اگر بستر پر آئے

در آمدن یعنے گھس آنا۔ سودا۔

یہاں تک نہ دل آزار خلایق ہو کوئی ✦ ملکر لھو منہہ سے صف محشر مین در آئے

عرق عرق شدن اور **آب شدن** **ذوق**۔

آگ دوزخ کی بھی ہو جائیگی پانی پانی ✦ جب یہ عاصی عرق شرم مین تر جائیگا

حرف آمدن اور **دل خون شدن**۔

حرف آئے مجھپہ دیکھئے کس کس کے نام سے ✦ اس درد سے عقیق کا دل خون مین ہے

سید انشا۔ ع لب ن کہ لعل کے بھی نگینہ پہ حرف ہے۔

چشمک زدن۔ **ذوق**۔

لب پہ تیرے پسینہ کی بوندای عقیق لب ✦ چشمک زنی کرے ہے اسیل یمن کے ساتھ

پیمانہ پر کردن۔ مار ڈالنا۔ سودا۔

ساقی چمن مین چھوڑ کے مجھکو کدھر چلا ✦ پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا

دامن افشاندہ برخاستن۔ بیزار ہو کر اوٹھ کھڑے ہونا سودا

کیا اس چمن مین آن کے لیجب مجکا کوئی ✦ دامن تو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا

از جامہ بیرون شدن۔ سودا۔

نکلا پڑے ہے جامہ سے کچھ اندنون رقیب ✦ تھوڑے سے ہی دم دلاسے مین [illegible] چلا

کب صبا آئے ترے کوچہ سے اے یار کہ مین ✦ جون حباب لب جو جامہ [illegible] وفا۔

فلک خبر ندارد - یہہ محاورہ بھی اہل ہند کا نہین کیونکہ یہان آکاس ہے فلک نہین ہے اہل ہند اسکا مضمون کیون باندہتے مگر سودا کہتے ہین -

تجھہ رُخ مین ہے جو لطف ملک کو خبر نہین ٭ خورشید کیا ہے اُسکے فلک کو خبر نہین

دل از دست رفتن بے اختیار ہو جانا - سودا کا - مصرع ہے

ہاتھہ سے جاتا رہا دل دیکھہ محبوبان کی چال

دل دادن عاشق ہونا - **ظفر ع**

دل دیکی تمکو جان پہ اپنی بُری بنی ٭ شیرین کلامی آپکی میٹھی چھری بنی ٭

میر صاحب ع ایسا ہو دل دادہ کوئی جی سے گذر جائے

از جان گذشتن - جان پر کھیل جانا ظفر کا شعر ہے -

وہان جائے وہی جو جان سے جائے گذر چلے -

از سر چیزی گذشتن - دست بردار ہونا - سید انشاء -

خدا کے واسطے گذرا مین ایسے جینے سے - **ذوق علیہ الرحمہ**

پہنچین گے رہگذر یار تلک کیونکر ہم ٭ پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائینگے

تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے مت گذری ٭ تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے

چاہیے تجھہ چشم کے آگے جو ہو بادام سفید ٭ کھینچکر پوست کرے گردش ایام سفید

سفید شدن - پوست کشیدن بھی فارسی کا محاورہ ہے جسکا ترجمہ انہون نے کر لیا ہے اُردو مین کھال اوتارنا - **ناسخ**

بہا گئی کونسی وہ چیز بتون کی ہمکو ٭ نہ کمر رکھتے ہین ظالم نہ دہن رکھتے ہین

یہہ حقیقت مین لفظی ترجمہ فارسی محاورہ کا ہے کہ - نہ کمر دارند - نہ دہن دارند - ہندی کا محاورہ بھی ہے کہ نہ کمر ہے - نہ دہن ہے -

بعض جگہ اصل اصطلاح فارسی کی لیکر اوسپر اپنے شعر کی بنیاد قائم کی ہے۔ مثلاً

تردامن - اصطلاح فارسی میں بے گناہ ہے دیکھو اُسی کی بنیاد پر کیا مضمون پیدا کیا ہے

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو — دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

ذوق - ع کہ میری تردامنی کے آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

چراغ سحری - بیمار جان بلب ؎

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے * کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

اور دیکھو اُردو فارسی اور محاورون کو کس خوبصورتی سے ترکیب دیا ہے۔

آشیانے میں میر بلبل کے * آتش گل سے رات پھول پڑا

پنبہ دہن یعنے کم گو - زبان دراز بے ادب پُر گو - اُستاد مرحوم نے ساقی نامہ میں کہا

شیشۂ می کی یہ دراز زبان — اوسپہ ہے یہ ستم کہ پنبہ دہان

شیشہ کے مُنہہ میں سے عرق یا شربت وغیرہ نکلتے وقت جو دھار بندھتی ہے اوسپر اصطلاح فارسی میں **زبان شیشہ** کہتے ہیں۔

آتش زیر پا - بے قرار **موئی آتش دیدہ** جسے آگ کی سینگ پہنچی ہو

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا — موئی آتش دیدہ ہے حلقہ میری زنجیر کا

مُردن چراغ کشتن چراغ - چراغ کے بجھنے اور بجھانے کو کہتے ہیں اسی سے

شمع مُردہ چراغ مُردہ - دیکھنا ذوق مرحوم نے کس لطف سے جان ڈالی ہے

شمع مردہ کے لئے ہے دم عیسے آتش — سوزش عشق سے زندہ ہوں محبت کی قتیل

داغ دل فسردہ پہ پھاہا نہیں نہو — کام اس چراغ مردہ کو کیا ہے کفن کے ساتھ

کمر کوہ اور **دامن کوہ** سے بھی دیکھو کیا مضمون نکالا ہے - ذوق علیہ الرحمہ

حاضر ہیں جا بہ جا میں تیری وحشی کے ہزار * باندھے ہوئے کہسار کمر کو کمر سے

ؔ دلی والوں کا قول ہے - اگر رات کو کہیں آگ لگتی تھی تو اصلی لوگ ہی ہوتے

گردن مینا - آتش نے کیا خوب مضمون نکالا ہے -

ہر شب شب برات ہے ہر روز روز عید سوتا ہون ہاتھ گردن مینا مین ڈال کے

دست سبو - خواجہ وزیر نے کس خوبصورتی سے اسکا ترجمہ کیا ہے -

ہون وہ میکش گر نہ آیا میکدہ مین ایکدن ہر سبو نے ہاتھ پھیلائے دعا کے واسطے

سوسن دہ زبان - فارسی والون کا خیال ہے - میر وزیر علی صبا کہتے ہین

کھولا بہار نے جو کتب خانۂ چمن سوسن نے ذوق کا رسالہ اٹھا لیا

سرو آزاد - فارسی والون نے کہا تھا - کہ بہار و خزان - اور ثمر اور بے ثمری کی قید سے آزاد ہے - ذوق مرحوم اس بنیاد پر فرماتے ہین -

پا بزنجیر آب جو کی موج مین سب سرو ہین کیسی آزادی کہ یہان یہہ حال ہے آزاد کا

قافلہ نکہت گل - سید انشا نے کیا خوب ترجمہ کیا -

جو ٹھنڈے ٹھنڈے چلی ہے ای آہ - جہانو تارون کی چل نکل تو

گلو نکی نکہت کا قافلہ بھی - چمن سے ہے لاد پھاند نکلا

آسمان زمین کے قلابے ملانے - بھی ایجاد اہل اردو کا ہے - ذوق

قلابے آسمان و زمین کے نہ تو ملا اوس بت سے کوئی ملنے کی ناصح بتا صلاح

طوفان باندھنا بھی انہی کا ایجاد ہے - ہندی مین نتھا -

اشک آئے نہین مژگان پہ کہ پار و نے ابھی پانی سونیزہ دیا باندھ کے طوفان چڑھا

بعض فارسی کے محاورے یا انکے ترجمے ایسے تھے کہ میر و مرزا وغیرہ استادون نے لئے مگر متاخرین نے چھوڑ دئے چنانچہ فارسی کا محاورہ ہے -

تر آمدن یعنے شرمندہ شدن **میر صاحب** کہتے ہین

کھلنے مین ترے موہنہ کی کلی پھاڑے گریبان اگر تری رخسار کے گل برگ تر آوے

تو گوئی - میر حسن - اسکا ترجمہ فرماتے ہین -

ع - کہے تو کہ خوشبوئیون کے بھاڑ + ایک اور موقع پر کہتے ہین

کہے تو کہ دریا تھا ایک نور کا + **میر**

اب کوف سی ہجران کی جہان دلپہ رکھا تھا + جو درد والم تھا سو کہے تو کہ یہین تھا

نمود کردن یعنے ظہور کردن بھی فارسی کا محاورہ تھا

نمود کرکے وہین بحر غم مین بیٹھ گیا + کہے تو میر بھی ایک بلبل تھا پانی کا

حیف آنان یا حیف کسانیکہ - میر صاحب

حیف وہی جیسے وہ اسوقت مین پہنچا جسوقت + اُن کہنے حال اشارون سے بتایا نہ گیا

اب اگر کہین گے تو یہ کہین گے کہ حیف ہے اُن لوگون کے حال پر جنکے پاس تو گیا اور

وہ بچارے اشارے سے بھی حال نہ کہہ سکے - **کنے** - ہندی ہے مگر اب متروک ہے

سبے تھی - یعنے کم مایگی **میر صاحب** کا شعر ہے -

اس زمانہ کی تری سے لہر بحر اگلی نہین + بے تہی کرنے لگے دریا دلونکے حوصلے

خوشم نمے آید - مجھے بھلا نہین لگتا - **میر صاحب** فرماتے ہین

ناکامی صد حسرت خوش لگتی نہین ورنہ + اب جی سے گذر جانا کچھ کام نہین رکھتا

خوشا بحال کسانیکہ - **میر صاحب** فرماتے ہین

حوال خوش اونہون کا ہم بزم ہین جو تیری + افسوس ہے کہ ہمنے وہان کا نہ بار پایا

داغ این حسرت ام - **میر صاحب** کہتے ہین

داغ ہون رشک محبت سی کہ اتنا بیتاب + کسکے تسکین کے لئے گھر سے تو باہر نکلا

یکہ - یا - **آنی آنکہ** - **میر صاحب** نے کہا ہے -

اسی تو کہ یہان سی عاقبت کار جائیگا + غافل نہ رہ کہ قافلہ یکبار جائیگا

ایک قصیدۂ مدحیہ کے مطلعِ ثانی مین سودا کہتے ہین -

انہی تو کہ کار جن و بشر تجھسے ہی روان ٭ تیری وہ ذات جس سے دو عالم ہی کامران

فارسی مین **بیا** امر کا صیغہ شعر کے اول مین لاتے ہین اور وہ بہت مزا دیتا ہے

بیا کہ گریۂ من آنقدر زمین نگذاشت ٭ کہ در فراقِ تو خاکی بسر توان کردن

عرفی - بیا کہ با دلم آن میکند پریشانی ٭ کہ غمزۂ تو مکردہ است با مسلمانی

میان رنگین - اسکا ترجمہ کرتے ہین -

آ تجھ بغیر مملکتِ دل اُجاڑ ہے ٭ چھاتی پہ رات ہجر کی کالا پہاڑ ہے

دستی درین کار دارد یعنے وہ اس کام مین واقفیت یا مہارت رکھتا ہے سودا

کون ایسا ہے جسے دست ہو دل سازی مین ٭ شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیوند

او دہن این کار ندارد - سودا نے کہا -

نہین ہے بحث کا طوطی ترا دہن مجھسے ٭ سخن تو دیکھ ہی رنگین ترا چمن مجھسے؟

گوش کردن - سُنا سودا نے ترجمہ کیا -

کب اسکو گوش کرتی تھا جہان مین اہل کمال ٭ یہ سنگریزہ ہوا ہے دُرِ عدن مجھسے

بو کردن - سونگھنا - سودا نے ترجمہ کیا -

دیکھون نہ کبھی گل کو ترے منہہ کے مین ہوتی ٭ سنبل کی سوا زلف تری بُو نہ کرون مین

اور **میر صاحب** نے اس سے بڑھکر کہا -

گل کو محبوب ہم قیاس کیا ٭ فرق نکلا بہت جو باس کیا

خوابم بُرد - یا **خوابم در ربود** یعنے مجھے نیند آگئی - **جرأت** -

کل وہان سے آتے ہی جو ہمین خواب لیگیا ٭ دیکھا تو پھر وہین دل بیتاب لیگیا

ہند کا محاورہ نیند آتی ہے - خواب کا لیجانا محاورہ نہین -

زنجیر کردن - قید کرنا - سید انشاء

سودا زدہ دل ہے تو یہہ تدبیر کرینگے اُس زلف گرہگیر سے زنجیر کرینگے

خاک بر سر کردن - سودا - نے ترجمہ کردیا -

تو ہی کچھہ اپنے سر پہ نہ یہان خاک کر گئی + شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی

ہندی مین - سر پر خاک ڈالنی کہتے ہین -

اس سے بڑھکر یہہ کہ بعض رسمین اور ٹوٹکے جو ایران اور توران مین ہوتے تھے

اوسکے اشارے اُردو مین کرنے لگے **سودا**

دیوانہ اون لٹون کا ہون قسم ہے روح مجنون کی + نہ مارو مجکو چوب گل بغیر از بید کی چھڑیان

میر اور سودا کے حال مین ان مطالب کی توضیح کی ہے -

داغ جنون - اوستاد مرحوم عالم طفولیت کی ایک غزل مین فرماتے ہین -

دیوانہ ہون تیرا مجھے کیا کام کہ لون گل + زیبائش سر کو ہے مرے داغ جنون گل

اور **میر صاحب** مثنوی مین کہتے ہین

سر تا پا آشفتہ دماغی داغ جنون دے جبہ چراغی

ولایت مین رسم ہے کہ قلعہ کے محاصرہ مین یا ایک لشکر سے دوسرے لشکر مین جب قاصد

کا پہنچنا ممکن نہین ہوتا تو خط کا پرزہ تیر مین باندھکر پھینکتے ہین - چنانچہ **میر و**

سودا نے اوسے اُردو مین باندھا ہے -

نامہ جو وہان سے آئے ہے سو تیر مین بندھا کیا دیجئے جواب اجل کے پیام کا

نہ تھا پیکان پہ کیا جو ہر جو نامہ تیر پر لکھا اشارہ قتل کا قاتل نے کس تقصیر پر لکھا

اگرچہ ان باتون پر فصاحت کے اصول عامہ کے بموجب بہت اعتراض ہوئے مگر اعتر

نہ ہوئے کیونکہ بولنے والون کی نسلین اور اصلین اور گھر اور گھرانے فارسی سے

سمجھ رہے تھے - جتنا اوسکا دخل زیادہ ہوتا تھا اوتنا ہی مزہ زیادہ ہوتا تھا - اور آج دیکھتے ہین تو اَور ہی رنگ ہے - ہمارے قادر الکلام انشا پرداز ترجمہ کرکے انگریزی کے خیالون کے چربے اُتارتے ہین - اور ایسا ہی چاہئے - جہان اچھا پھول دیکھا - چُن لیا - اور دستار نہین تو کوٹ مین زیبِ گریبان کرلیا - ہمارے انشا پردازون نے جب دیکھا کہ فارسی والون نے اپنی قادر سخنی کے زور یا ظرافتِ طبع کے شور سے عربی ترکیبون کا استعمال کیا ہے تو اُنھون نے بھی اپنی پیارے ملک کی زبان کو اس نمک سے بے لطف نہ چھوڑا سو وا فرماتے ہین -

ع - جیسی کہنا ہے کوئی ہو ترا صَفّاً صَفّا

سید رضی خان رضی مرحوم نے کیا خوب کہا -

ع تیری وہ مثل ہے کہ آ ی رضی نہ اِلی الذی نہ اُلی الذی -

دو تو زبان کے باب تشبیہات مین ایک نکتہ کہی بغیر مجھسے آگے نہین بڑھا جاتا - یعنے مختلف افرادِ انسان کے طبایع پر غور کرو کہ ہزارون کوس پر پڑے ہون - اور مختلف طبیعت کے ملکون مین ہون لیکن چونکہ طبیعتِ انسانی متحد ہے اسلئے دیکھو اونکے خیالات کسقدر ملتے جُلتے ہوتے ہین - چنانچہ یہان بالون کی تعریف مین ناگون کے لہرانے اور بھونرون کے اُڑنے سے تشبیہہ دیتے تھے - فارسی مین بھی زلف کی تشبیہہ سانپ کے ساتھہ آئی ہے اسلئے اُردو مین سانپ رہے مگر بھونرے اوڑ گئے - اور اوسکی جگہہ مشک بنفشہ - سنبل - ریحان آ گئے جو کبھی یہان دیکھے بھی نہین مگر عرب کا سادہ مزاج فصیح اپنے نیچر کا حق ادا کرتا ہے - اور زلف کو کویلے سے تشبیہہ دیتا ہے - سانولی رنگت کی تعریف مین شام برن اور میگھہ برن کہتے تھے - اوس سے کُھلتا رنگ ہوتا تو چنپک برنی کہتے تھے - اب

سمن رنگ اور سیم رنگ کے الفاظ حسن کو بھار دیتے ہین مگر چنپا
اور ماہرخ مشترک ہے۔
آنکھ کی تعریف مین بجائے مرگ کی آنکھ اور کنول کے پھول اور ہمولا
کی اچپلاہٹ سے تشبیہ دیتے تھے۔ اُردو مین آہو چشم رہے مگر موکے ہوا ہو گئے
اور کنول کی جگہہ ساغر لبریز اور نرگس شہلا آئی جو کسی نے بجائے دیکھی بھی نہ تھی
بلکہ ترکِ چشم شمشیرِ نگاہ سے قتل کرنے لگے۔
رفتار کے لئے بہاشا مین ہتھنی اور ہنس کی چال ضرب المثل ہے۔ اب ہنس کے ساتھ
ہاتھی بھی اوڑ گیا۔ فقط کبکِ دری۔ شورِ محشر اور فتنۂ قیامت نے آفت
برپا کر رکھی ہے۔
بہاشا مین ناک کی تشبیہ طوطے کی ناک سے تھی۔ اب زنبق کی کلی سے تشبیہ دیتے ہین
آتش کا شعر ہے۔

توڑ نے والے گلِ زنبق کے ہین کاٹنے والے چمن کے ناک کے

فارسی والون نے کمر کی نزاکت مین بڑی باریکیان نکالی ہین۔ مگر سنسکرت نے بھی
اپنی جگہہ مبالغہ مین کچھہ کمی نہین کی۔ چنانچہ آنکھون کی تعریف مین ایک شاعر نے
کہا۔ گوشے اونکے کانون سے جا ملے تھے۔
پہلے بجائے ہوا یا ابر یا ہنس کو قاصد کہتے تھے۔ انہون نے نسیم اور
صبا کو قاصد رکھا۔
بلکہ نالہ اور آہ اور اشک سے بھی پیغام رسانی کا کام لیا۔ اوستادِ مرحوم کا شعر ہے

نالہ ہے اُنسے بیان دردِ جدائی کرتا کام قاصد کا ہے یہہ تیر ہوائی کرتا
ظفر کہ نہین ہے کوئی نامہ بر تم آنسو ہی اپنا روانہ کرو ٭

کہ یہہ جس شی کا ذکر کرتے ہین صاف اُسی کی برائی بھلائی نہین دکھا دیتے - بلکہ اُسکے مشابہہ ایک اَور شے جسے ہمنے اپنی جگہہ اچھا یا بُرا سمجھا ہوا ہے - اُسکے لوازمات کو شئے اول پر لگا کر اونکا بیان کرتے ہین - مثلاً پھول کی نزاکت - رنگ - اور خوشبو مین معشوق سے مشابہہ ہے - جب گرمی کی شدت مین معشوق کے حسن کا انداز دکھانا ہو تو کہین گے کہ ماہی گرمی کے پھول کے رخسارون سے شبنم کا پسینہ ٹپکنے لگا - اور اسی رنگ مین شاعر کہتا ہے - خواجہ وزیر - وزیر

ہون وہ بلبل جو کہ ہی فتح خفا تو ہو کر ٭ روح میری گُلِ عارض مین رہی بُو ہو کر

یہہ تشبیہین اور استعارے اگر پاس پاس کے ہون - اور آنکھون کے سامنے ہون تو کلام مین نہایت لطافت اور نزاکت پیدا ہوتی ہے - لیکن جب دور جا پڑین اور بہت باریک پڑ جائین تو دقت ہو جاتی ہے - چنانچہ ہمارے نازک خیال - کسی بادشاہ کے اقبال اور عقل کے لئے اِسقدر تعریف پر قناعت نہین کرتے کہ - وہ اقبال مین سکندرِ یونانی - اور عقل مین ارسطوئے ثانی ہے - بلکہ بجائے اِسکے کہتے ہین کہ اگر اوسکا ہمائے عقل - اوجِ اقبال سے سایہ ڈالے - تو ہر شخص کشورِ دانش و دولت کا سکندر - اور ارسطو ہو جاے - بلکہ اگر اُسکے سینہ مین - دلائل عقلی کا دریا جوش مارے - تو طبقۂ یونان کو غرق کر دے - اوّل تو ہُما کی یہہ صفت خود ایک بے بُنیاد فرض ہے - اور وہ بھی اوسی ملک کے ساتھہ خاص ہے - اِسپر اقبال کا ایک فلک الافلاک تیار کرنا - اور اسپر نقطۂ اوج کا دریافت کرنا دیکھئے - وہان پہنچ فرضی ہما کا جانا - دیکھئے - پھر زمین پر اوس خیالی آسمان کے نیچے ایک تدبیر کا یونان بسانا دیکھئے - پھر اِس فرضی ہما کی برکت کا اِسقدر عام کرنا دیکھئے - جس سے دُنیا کے جاہل اِس خیالی یونان مین جا کر ارسطو ہو جائین -

وشاہ بھائی کہا کرتا تھا۔

سیطرح شعرا نے اپنے تصرفاتِ رنگین کے ساتھ اشعارِ فارسی کو رونق دی ہے۔

میر خسرو سو برس پہلے کہتے ہین ع بنشستہ چون در پالکی نہ چرخ کہکشاں آمدہ

ران السعدین مین کہتے ہین۔

خانِ کرہ چہچوے کشور کشا ✦ کزلبِ شاہان کرہ دارد بپا

دہلی کی یاد مین ایک جگہہ کہتے ہین۔

آہی دہلی و آہی بتانِ سادہ ✦ پگ بستہ و چیرہ کج نہادہ

آن دو چشم گردم کہ چو ہندوانِ نماز ✦ ہمہ را بنوکِ مژگان زدہ بر جگر کشادہ

عرفی۔ در چاشتگہ از شبنم گل گرد فشانست ✦ آن باد کہ در ہند اگر آید جگر آید

	سیر گشتم ز کجروئے ایام		ہوسِ سیم و زر نمیدارم
ہوی	سپہر از سرافرازیش در حساب		زچو کہنڈلیش سایہ بر آفتاب
شرف	چو کہنڈی شکوہش اگر سایہ افگند		فیلِ سپہر شانہ بدزدد بزیر بار
طغرا	شوخ سوسن را بگو دل میرباید قشقہ ات		ذات رجپوت است ترسم دست بر چیزے کند
سرو	پان خوردہ بمن دادہ گال آن بت ہندی		این بوسہ بہ پیغام چہ رنگین مزہ دارد
لہوی	شود چہرہ زردِ خورشید آل		دہندش اگر نازنینان گال

ورسہ نثر مین بادشاہ کے لئے کیا خوب کہا ہے بارِ جگت گردنی عالم برخود گرفتہ

بیانِ مذکورۂ بالا سے تمہین اجمالاً معلوم ہوگیا کہ اردو کا درخت اگرچہ سنسکرت اور

بھاشا کی زمین مین اُگا مگر فارسی کی ہوا مین سرسبز ہوا ہے۔ البتہ مشکل یہ ہوئی کہ

بیدل اور **ناصر علی** کا زمانہ قریب گذر چکا تہا۔ اور انکے معتقد باقی تھے۔

وہ استعارہ اور تشبیہ کی لطف سے مست تہے۔ اسواسطے گویا اردو بہاشا مین استعارہ و تشبیہ کا رنگ بہی آیا

سودا۔ قاصدِ اشک آکے خبر کر گیا قتل کوئی دل کا مگر کر گیا

فارسی والے طفلِ اشک باندھتے تھے۔ انہون نے بھی اُسی لڑکا بنایا۔

اور دیکھو اوستادِ مرحوم نے اوسکے لئے دامن کیا خوب تیار کیا ہے۔ ع

طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگان چھوڑ کر

اور ظفر نے کہا ع کیا ہی شریر لڑکے بھہ اوپر تلے کے ہین۔

اور مسعود نے کہا ہے۔

ابھی سے نام خدا کرنے قاصدی نکلا ۔ یہ طفلِ اشک بڑا پانو کا بلی نکلا

بیان کیا کرون اشک کی ابتری کا ۔ یہ لڑکا بد اطوار پیدا ہوا ہے

نہ سمجھنا کہ فارسی زبان ہندی مین تصرفِ حاکمانہ ہی کرتی رہی۔ نہین۔ اُسے بھی بہا

الفاظ لئے بغیر جان نہین ہوا۔ چنانچہ جو الفاظ فارسی اور سنسکرت کے اصلیت مین

متفق ہین اونسے قطع نظر کرکے کہتا ہون کہ سلاطین چغتائیہ کے دفترون مین صدہا لفظ

ہندی کے تھے جو کہ فارسی عبارتون مین بے تکلف مستعمل ہوتے تھے اور اب بھی عہد مذکور

کی تواریخون مین موجود ہین۔

مثلاً جھروکہ درشن اور پھول کٹارہ اور کھپوہ مرصع۔

جہانگیر بادشاہ اپنی توزک مین لکھتا ہے کہ میرا بھائی شاہ مراد کوہستان نقپور سیکری

مین پیدا ہوا تھا اسواسطے میرے والد اُسے پہاڑی راجہ کہا کرتے تھے۔

اور آرام بانو بیگم میری چھوٹی بہن کو بہت پیار کرتے تھے اور اکثر مجھسے کہتے تھے کہ بابا

بجہتِ خاطرِ من باین خواہرِ خود کہ لاڈلۂ من است بعد ازین باید بخوشی سلوک کند

من ناو میکنم۔ نازاو برداشتہ۔ بے ادبی و شوخی نماے اور اگذرانی۔ اسی

باب سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہان بچپن مین اکبر کو شاہ بابا اور جہانگیر

ہی فقرے ہین - اول تو علمائے ہند فی تنور سے طوفان کا نکلنا مانا ہی نہین
بقہ یونان کا اپنے فلسفہ کی تہمت مین تباہ ہونا - وغیرہ وغیرہ - ایسی باتین
روایاتین ہین کہ اگرچہ ہمارے معمولی خیالات ہون مگر غیر قوم بلکہ ہمارے
عام لوگ اوسسے بے خبر ہین - اسلئے بے سمجھائے نہ سمجھین گے - اور جب بات
ان سے کہکر سمجھانیکی نوبت آئی تو لطفِ زبان کجا - اور یہہ نہین تاثیر
مزا وہی ہے - کہ آدہی بات کہی آدہی منہہ مین ہے اور سننے والا بھڑک
ہا - تار باجا اور راگ بوجھا - ان خیالی رنگینیون اور فرضی لطافتون کا
یہہ ہوا کہ جو باتین بدیہی ہین اور محسوسات مین عیان ہین - ہماری
تشبیہون اور استعارون کی پیچ در پیچ خیالون مین اگر وہ بھی عالمِ تصور مین
پڑتے ہین - کیونکہ خیالات کے ادا کرنے مین ہم اول اشیاءِ بے جان کو
جاندار - بلکہ اکثر انسان فرض کرتے ہین - بعد اسکے جانداروں اور عاقلون
کے لئے جو باتین مناسبِ حال ہین - ان بیجانون پر لگا کر ایسے ایسے خیالات
ادا کرتے ہین - جو اکثر ملکِ عرب یا فارس یا ترکستان کے ساتھہ قومی یا مذہبی خصوصیت
رکھتے ہین -

مثلاً رات کو اہلِ محبت کی جلسہ مین اول تو ساقی[1] کا آنا واجب ہے - پھر معشوق
جائے ایک نازنین عورت کے پریزاد لڑکا ہو - اوسکی پیشانی اور رخسارہ سے
نورِ صبح روشن ہے - مگر زلف کی شام بھی برابر مشک افشان ہے صراحی کبھی
سرکشی کرتی ہے - اسی لئے - جگر - خون ہو کر ٹپکتا ہے - کبھی جھکتی ہے - اور خندۂ قلقل
سے ہنستی ہے - کبھی وہی قلقل - حق حق ہو کر یادِ الٰہی مین صرف ہوتی ہے - مگر پیالہ
اپنے کھلے منہہ سے ہنستا ہے - اور اوسکے آگے دامن بھی پھیلاتا ہے - فلک تیرِ حوادث

[1] ساقی عربی لفظ ہے اور ایسا ہے کہ جسکے لئے ہندی لفظ ہے ہی نہین - اسکا سبب یہہ ہے کہ اسملک مین ساقی
اور [illegible] نہین تھی اسلئے اوسکے خیالات بھی نہین تھے -

کا زکش - اور کمانِ کہکشان لگائے کھڑا ہے - مگر عاشق کا تیر آہ اُسکے سینہ کو پار جاتا ہے
پھر بھی زحل منحوس کی آنکھ نہین پھوٹتی کہ عاشق کی صبح مراد روشن ہو -
بھائی محفل مین شمع رقیبِ فانوس مین تاج زر سر پر رکھے کھڑی ہے - اسلئے
پروانہ کا آنا بھی واجب ہے - وہ عاشقِ زار آتے ہی جلکر خاک ہوجاتا ہے چراغ کو رہتا
ہین اور شمع کو عاشق کے غم مین رُلاتے ہین - وہ باوفا عشق کی تپ مین سراپا جلتی
اوسکی چربی گھل گھل کر بہتی ہے - مگر پاے استقامت اُسکا نہین ٹلتا یہانتک کہ سفید
سحری کبھی اگر کافور دیتا ہے اور کبھی تباشیر - شمع[۲۵] کا دل اسلئے بھی گداز ہے کہ
شبِ زندگی کا دامن بہت چھوٹا ہے - لیکن صبح دونو کے ماتم مین گریبان چاک کرتی ہے
عاشقِ بادہ خوار کے لئے مرغِ سحر بڑا موذی ہے - اُسکے ذبح کو ہمیشہ تیغ
تیز رہتی ہے - باد سحر قاصدِ خجستہ گام ہے کہ پیغام یار کا بہت جلد لاتا اور لیجاتا ہے
اسی عالم مین آفتاب کبھی تو پنجۂ شعاع سے آنکھ ملتا سر برہنہ حجرۂ مشرق
سے نکلتا ہے - کبھی فلک کے سبزہ گھوڑے پر سوار کرن کا تاجِ زرنگار سر پر
چمکاتا - شفق کا بھریرا اُڑاتا آتا ہے کیونکہ اپنے حریف شاہِ انجم کی فوج کو پریشان
کرکے فتحیاب آیا ہے -

انھی بنیادون پر جب گلزار کی تنگدستی - یا باغ کی بہار دکھانی ہو تو ایسے خیالات مین
دکھائینگے کہ - شاہد گل کے کان مین قاصد صبا - کچھ ایسا افسون پھونک
گیا کہ - وہ ماری ہنسی کے فرشِ سبزہ پر لوٹ گیا طفلِ غنچہ مسکرا کر اپنے عاشق
بلبلِ شیدا کا دل لُبھاتا ہے - کبھی خزان کا غارتگر آتا ہے تو گل اپنا جام
اور غنچہ اپنی صراحی لیکر روانہ ہوجاتے ہین - اسیطرح ہماری باغبن بہار خود ایک
معشوق ہے - اُسکا چہرہ چمن ہے - گل رخسار ہین - سنبل بال ہین - بنفشہ

[۲۵] شمع عربی مین بمعنے موم ہے - پھر موم بتی کو کہنے لگے - فارس مین اگر چربی کی بھی بتی لگی مگر نام شمع ہی رہا
ہند مین چربی ناپاک ہے اسلئے نہ شمع بتی نہ اوسکا نام تھا - مرغ سحر کے ذبح کا مضمون بھی [illegible]

زلف ہے - نرگس آنکھیں ہیں - وغیرہ وغیرہ -
پھر بہار موسمِ جوانی ہے - درخت جوانانِ چمن ہیں کہ عروسانِ گلشن
سے گلے مل مل کر خوش ہوتے ہیں - شاخیں انگڑائیاں لیتے ہیں - تاکا مسیت
پر اینڈتا ہے - اطفالِ نبات دائیہ بہار کی گود میں پرورش پاتے ہیں -
خضرِ سبزہ کی برکت سے نسیمِ سحری مردۂ ہزار سالہ میں دمِ عیسوی کا کام
دیتی ہے مگر بلبلِ زار عشقِ شاہدِ گل میں اُداس ہے - آبِ روان -
عمرِ گذران ہے - اُسکی موج کی تلوار سے دل کٹتے جاتے ہیں - سرو کے عکس کا
اژدہا نگلے جاتا ہے - شبنم کے آنسو جاری ہیں - بلبل کبھی خوش ہے کہ گل
اُسکا پیارا پاس ہنس رہا ہے - کبھی افسردہ ہے کہ خزاں کا خونریز اُن سبکو
قتل کریگا - یا اُسکے دشمن یعنے گلچین و صیاد اُسے بھانسے نکالینگے - سرو
یا شمشاد کے عشق میں قمری کا گیروا لباس ہے اُسکے نالہ کا آرہ دلوں کو
چیرتا ہے - کبھی عاشقِ زار بھی وہیں آنکلتا ہے - وہ بجائے اپنے معشوق
کے حسرت و غم سے ہم کنار ہے - روتا ہے اور قاصدِ صبا کو پیغام دیتا ہے
کہ میرے تغافل شعار کو ذرا میری حال کی خبر کر دینا -

ملکی وقت
داستا
بھی فار

بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ اِنمیں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو خاص فارس اور
ترکستان کے ملکوں سے طبعی اور ذاتی تعلق رکھتے ہیں - اِسکے علاوہ بعض خیالات میں
اکثر اون داستانوں یا قصوں کے اشارے بھی آگئے ہیں جو خاص ملکِ فارس سے علاقہ
رکھتے تھے - مثلاً بجائے عورت کے لڑکوں کا عشق - اُنکے خط کی تعریف - شمشاد - نرگس
سنبل - بنفشہ - موئے کمر - قدِ سرو وغیرہ کی تشبیہیں - لیلی - شیریں - شمع - گل - سرو وغیرہ
کا حسن - مجنوں - فرہاد - بلبل - قمری - پروانہ کا عشق - فانوس کا برقع - غازہ -

اور بھگونہ - مانی و بھزاد کی مصوری - رستم و - اسفندیار کی بہادری - زلخا
نحوست - سہیل یمن کی رنگ افشانی - مشاہیر فارس و یونان اور عرب کے قصے
ہفتخوان - کوہ الوند - کوہ بے ستون - جوئے شیر - قصر شیرین - جیحون - سیحون -
ہرچند یہ سب معاملات عرب اور فارس سے متعلق ہین مگر اُردو مین بہت سے خیالات
کی بنیاد پر نظم و نثر مین پیدا ہوتے ہین -

تعجب یہ ہے کہ ان خیالون نے اور وہان کی تشبیہون نے اسقدر زور پکڑا کہ اسکے مشابہ جو ہماری
کی باتین تھین انہین بالکل مٹا دیا - البتہ سودا اور سید انشاء کے کلام مین کہین
کہین ہین - اور وہ اپنے موقع پر نہایت لطف دیتے ہین -

غرضکہ اب ہماری انشا پردازی ایک پرانی یادداشت اُن تشبیہون اور استعارون کی
ہے کہ صدہا سال سے ہمارے بزرگون کی دستمال ہوکر ہم تک میراث پہنچی ہین -
ہمارے متاخرین کو نئی آفرین لینے کی آرزو ہوئی تو بڑا کمال یہ ہے کہ کبھی مفت بعد مفت
کبھی استعارہ در استعارہ سے - اُسے اور تنگ و تاریک کیا جس سے ہوا تو یہ ہوا کہ
بہت غور کے بعد فقط ایک وہمی نزاکت - اور فرضی لطافت پیدا ہوگئی کہ جسے محالات
کا مجموعہ کہنا چاہیئے - لیکن افسوس یہ ہے کہ بجائے اسکے کہ کلام اُنکا خاص و عام کے
دلونپر تاثیر کرے - وہ مستعد لوگون کی طبع آزمائی کے لئے ایک دقیق معمے - اور عوام
کے لئے ایک عجیب گورکھ دھندا تیار ہوگیا - اور جواب اونکا یہ ہے کہ - کوئی سمجھے
سمجھے - جو نہ سمجھین وہ اپنی جہالت کے حوالے -

بہاشا کے مقابلے مین دیکھو بہاشا کا انشا پرداز برسات مین اپنا باغ کیونکر لگاتا ہے
درختون کے جھنڈ چھائے ہین - گھن کے پتے ہین - اونکی گھری گھری چھانو ہے - جامن
کے ٹہنیان آم کے پتون مین کھچڑی ہو رہی ہین - کھرنی کی ٹھنیان فالسے کے درخت میں

سکے ایک کنارے مثلاً پشاور سے چلو تو اوّل افغانی ہے۔ اٹک اُترے تو پوٹھواری کچھ آدمی
نہیں۔ جہلم تک داہنے پر کشمیر پکار رہا ہے کہ یوروَلا۔ یوروَلا۔ یعنے ادھر آؤ۔ بائیں پر ملتان
کہتا ہے کہ کہتے گہنیا یعنے کہاں چلے۔ آگے بڑھے تو وہ بولی ہے کہ پنجابی خاص اوسی کو کہتے
ہیں۔ اسکے بائیں پر پہاڑی ایسی زبان ہے کہ تحریر تقریر سب سے الگ ہے۔ تلج اُترین تو
جغرافیت کی کمی سے لوگوں کی وضع ولباس میں بھی فرق شروع ہوتا ہے۔ دلی پہنچے تو اور
ہی سماں بندھا ہوا ہے میرٹھ سے بڑھے تو علیگڈھ میں بھاشا سے ملا جلا پورب کا انداز شروع
ہو گیا۔ کانپور۔ لکھنؤ۔ سے الہ آباد تک یہی عالم ہے۔ جنوب کو ہٹیں تو مارواڑی ہو کر گجراتی
اور دکھنی ہو جاتی ہے۔ پھر ادھر آئے تو آگے بنگالہ ہے۔ اور کلکتہ پہنچکر تو عالم گوناگون۔
خلق خدا۔ اور ملک خدا ہے۔ جس کا امتیاز حدِ اندازہ سے باہر ہے میرے دوستو تم جانتے ہو کہ ہر شے
کی اصلیت اور حسن و قبح کے واسطے ایک مقام ایسا ہوتا ہے جیسے سکہ کے لئے ٹکسال۔ کیا سبب ہے
ہندامین زبان کے لئے دلی ٹکسال تھی؟ — وجہ اسکی یہہ ہے کہ وہ دار الخلافہ تھی۔ دربار ہی
خاندانی اُمرا اور امیرزادے خود صاحبِ علم ہوتے تھے۔ انکی مجلسیں اہلِ علم اور اہلِ کمال
جمع ہوتی تھیں۔ جنکی برکت سے طبیعتیں گویا ہر شے کے سلیقے اور شائستگی اور لطافت و ظرافت
کسب ہوتی تھیں۔ اسیواسطے۔ گفتگو۔ لباس۔ ادب آداب۔ نشست برخاست۔ بلکہ بات
ایسی سنجیدہ اور پسندیدہ ہوتی تھی کہ خواہ مخواہ سب کے دل قبول کرتے تھے۔ ہر شے کے لئے ہمیشہ
نئی تراش اور نئی نئی اصلاحیں۔ اور ایجاد و اختراع وہاں سے ہوتے تھے۔ اور چونکہ دار الخلافہ
ہر شہر کا آدمی موجود تھا۔ اسلئے وہ دلپذیر ایجاد اور اصلاحیں ہر شہر میں جلد عام ہو جاتی
چنانچہ بہادر شاہ سے پہلے تک دلی ہر بات کے لئے سند رہی اور اپنی صفتوں سے لکھنؤ نے سند حاصل کی
خود دیکھکر سمجھ لو کہ دلپسند ایجادوں۔ اور رنگین باتوں کا ایجاد ہونا کسی شہر کی اینٹ پتھر
پر نہیں ہے۔ ہاں شائستہ اور رنگین مزاج لوگ جہاں جمع ہونگے۔ اور دلپذیر باتوں کے

دہلی زبان اُ
لئے کیوں

اب لکھنؤ بھی اس
کا مالک ہے۔

سامان موجود ہونگے وہین سے وہ پھول کہلنے لگین گے - چنانچہ وہی دلی کے لوگ اور اونکی اولاد تھی کہ
تباہی سلطنت اور آبادی لکھنؤ کے سبب سے وہان پہنچے تو چند روز مین ویسی ہی تراشین
نکلنے لگین - لکھنؤ دارالسلطنت ہوگیا - اور اسکے ضمن مین زبان بھی دلی کی اطاعت سے آزاد
ہوگئی - اس آزادی کی - ناسخ - آتش - ضمیر - فصیح وغیرہ اہل کمال نے بنیاد ڈالی - اور انہین
دند - خواجہ وزیر - اور سرور نے خاتمہ کردیا - انہون نے زبان کو بڑی ترقی دی - مگر اکثر انہین
ہوئے کہ جنگل کو صاف کرنے کو اٹھے تھے مگر اوسمین پیالا دہانہ لاؤ الا یعنی صفائی زبان کی جگہ
لغات کی بوجھاڑ کردی - یہانتک کہ لکھنؤ کا ورق بھی زمانہ نے الٹ دیا - اب آفتاب ہماری ملکہ
فاق کا نشان ہے جسکی حکم نہین اونکی قلمرو کے خط سے باہر حرکت کرسکے - ڈاکون اور ریل گاڑیون
نے پوربا سے پچھم تک دوڑ کر بہانت بہانت کا جانور ایک پنجرے مین بند کردیا - دلی برباد لکھنؤ ویران
دونو کے سندی اشخاص کہیں پیوند زمین ہوگئے - کچھ دربدر خاک بسر - اب جیسے اور شہر ویسے ہی لکھنؤ
جیسے چھاونیون کے بازار ویسی ہی دلی بلکہ اوس سے بھی بدتر - کوئی شہر ایسا نہین رہا جسکی لوگون
کی زبان عموماً سند کے قابل ہو - کیونکہ شہر مین ایسے چیدہ اور برگزیدہ اشخاص جنکی کہ وہ شہر
بل سند ہو صرف گنتی کے لوگ ہوتے ہین اور وہ زمانہ کی صدہا سالہ محنتون کا نتیجہ ہوتے
ین انمین سے بہت مرگئے - کوئی بڈھا جیسے خزان کا مارا پتا کسی درخت پر باقی ہے - اور
ہے کی آواز کمیٹیون کے غل اور اخبارون کے نقار خانون مین سنائی بھی نہین دیتی -
ں اب اگر دلی کی زبان کو سند سمجھین تو ہمکو ہر شخص کی زبان کیونکر سند ہوسکتی ہے
ا کا رخ اور دریا کا بہاؤ نہ کسی کے اختیار مین ہے نہ کسی کو معلوم ہے کہ کدھر پھریگا -
لئے نہین کہہ سکتے کہ اب زبان کیا رنگ بدلے گی - ہم بھی جہان کے نافذامین - توکل بخدا
ہے ہین - زمانہ کے انقلابون کو رنگ چمن کی تبدیلی سمجھکر دیکھتے ہین - اور کہتے ہین - آزاد
ت مین جو لکھا تھا سو دیکھا ہے اب ملک اور آگے دیکھئے ابھی کیا کیا ہین دیکھتے

نظم اُردو کی تاریخ

فلاسفۂ یونان کہتے ہین کہ شعر خیالی باتین ہین جنکو واقعیت اور اصلیت سے تعلق نہین۔ قدرتی موجودات۔ یا اُسکے واقعات کو دیکھکر جو خیالات شاعر کے دلمین پیدا ہوتے ہین وہ اپنے مطلب کے موقع پر موزون کر دیتا ہے۔ اس خیال کو سچ کی پابندی نہین ہوتی۔ جب صبح کا نور وظہور دیکھتا ہے۔ تو کبھی کہتا ہے دیگِ مشرق سے دُود اُبلنے لگا۔ کبھی کہتا ہے دریائے سیماب موج مارنے لگا۔ کوئی مشرق سے کافور اُڑا آتا ہے۔ صبح طباشیر بکھیرتی آتی ہے۔ یا مثلاً سورج نکلا۔ اور کرن ابھی اُسمین نہین پیدا ہوئے۔ وہ کہتا ہے سُنہری گیند ہوا مین اُچھالی ہے۔ صبح طلائی تھال سر پر دھرے آتی ہے۔ کبھی مرغان سحر کا غُل۔ اور عالم نور کا جلوہ۔ آفتاب کی چمک دمک۔ اور شعاعون کا خیال کرکے صبح کی دھوم دھام دکھاتا ہے۔ اور کہتا ہے بادشاہِ مشرق سبز خنگِ فلک پر سوار۔ تاج مرصع سر پر رکھے۔ کرن کا نیزہ لئے مشرق سے نمودار ہوا۔ شام کو شفق کی بہار دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔ مغرب کے چھپر کھٹ مین آفتاب نے آرام کیا اور شنگرفی چادر تانکر سو رہا۔ کبھی کہتا ہے۔ جام فلک خون سے چھلک رہا ہے۔ نہین۔ مغرب کے ایوان مین آگ لگ گئی۔ تارون بھری رات مین چاند کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔ لاجوردی چادر مین ستارے ٹنکے ہوئے ہین۔ دریائے نیل مین نور کا جہاز چلا جاتا ہے۔ اور رُوپے کے مچھلیان تیرتی پھرتی ہین۔ غرض ایسی ایسی باتین ہین کہ نہایت لطف دیتی ہین مگر اصلیت سے انہین کچھ بھی غرض نہین ہے۔

وجود اسکے صنعت گاہِ عالم مین نظم۔ ایک عجیب صنعت صنائع الٰہی سے ہے۔ اسے

دیکھکر عقل حیران ہوتی ہے کہ اوّل ایک مضمون کو ایک سطر مین لکھتے ہین - اور نثر مین پڑھتے ہین - پھر اُسی مضمون کو فقط لفظون کے پس و پیش کے ساتھہ لکھکر دیکھتے ہین تو کچھہ اَور ہی عالم ہو جاتا ہے بلکہ اُسمین چند کیفیتین پیدا ہو جاتی ہین -

(۱) - وہ وصفِ خاص ہے کہ جسے سب موزونیت کہتے ہین -

(۲) - کلام مین زور زیادہ ہو جاتا ہے - اور مضمون مین ایسی تیزی آجاتی ہے کہ اثر کا نشتر دلپر کھٹکتا ہے -

(۳) - سیدھی سادھی بات مین ایسا لطف پیدا ہو جاتا ہے کہ سب پڑھتے ہین اور مزے لیتے ہین تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خوشی یا غم و غصہ - یا کسی قسم کے ذوق و شوق کا خیال دلمین جوش مارتا ہے - اور وہ قوت بیان سے ٹکر کھاتا ہے تو زبان سے خود بخود موزون کلام نکلتا ہے - جیسے پتھر اور لوہے کے ٹکرانے سے آگ نکلتی ہے - اسیواسطے شاعر وہی ہے جسکی طبیعت مین یہہ صفت خداداد ہو - قدرتی شاعر اگرچہ ارادہ کرکے شعر کہنے کو خاص وقت مین بیٹھتا ہے مگر حقیقت مین اُسکا دل اور خیالات ہر وقت اپنے کام مین لگے رہتے ہین - قدرت کے کارخانے مین جو چیز اُسکے حواس مین محسوس ہوتی ہے - اور اُس سے کچھہ اثر اُسکی طبیعت اُٹھاتی ہے - وہ ہر شخص کو نصیب نہین خواہ لطف و شگفتگی ہو - خواہ آزردگی یا بیزاری - یہہ ضرور ہے کہ جو کیفیت وہ آپ اُٹھاتا ہے اُسکے لئے ڈھونڈھتا رہتا ہے کہ کیسے لفظ ہون - اور کسطرح اُنہین ترکیب دون تاکہ جو کیفیت اُسکے دیکھنے سے میرے دلپر طاری ہے وہی کیفیت سُننے والون کے دل پر پہنچ جاے - اور وہ بات کہون کہ دلپر اثر کر جاے -

شاعر کبھی ایک حجرہ مین تنہا بیٹھتا ہے - کبھی سب سے الگ اکیلا پھرتا ہے - کبھی کسی درخت کے سایہ مین تنہا نظر آتا ہے - اور اسی مین خوش ہوتا ہے - وہ کیسے ہی خستہ حالی مین ہو

مگر مزاج کا بادشاہ اور دل کا حاتم ہوتا ہے - بادشاہ کے پاس فوج وسپاہ - دفتر ودربار - اور ملکداری کے سب کارخانے اور سامان موجود ہین - اِسکے پاس کچھہ نہین - مگر الفاظ اور معانی سے وہی سامان بلکہ اُس سے ہزارون درجے زیادہ تیار کرکے دکھا دیتا ہے - بادشاہ سالہاسال مین کن کن خطرناک معرکون سے ملک فتح - یا خزانہ جمع کرتا ہے - یہہ جسے چاہتا ہے گھر بیٹھے دیدیتا ہے - اور خود پروا نہین بادشاہ کو ایک ولایت فتح کرکے وہ خوشی نہین حاصل ہوتی جو اسے ایک لفظ کے ملنے سے ہوتی ہے کہ اپنی جگہہ پر موزون سجا ہوا ہو - اور حق یہہ ہے کہ اُسے ملک کی پروا ہی نہین -

---

اس بات مین جو کچھہ مینے اپنی آنکھون سے دیکھا وہ یہہ ہے کہ شیخ ابراہیم ذوق جس مکان مین بیٹھتے تھے تنگ وتاریک تھا - گرمی مین دل دق ہوجاتا تھا - بعض قدیمی احباب کبھی جاتے تو گھبراتے - اور کہتے کہ یہہ مکان بدلو - گھڑی بھر بھی بیٹھنے کے قابل نہین تم کیونکر دن رات یہین کاٹتے ہو؟ - وہ - ہون ہان کرتے اور چپکے ہو رہتے - کبھی مسکراتے - کبھی جو غزل کہتے ہوتے - اُسے دیکھنے لگتے - کبھی اُنکا مُنھہ دیکھتے - خدا نے مکانات - باغ - آرام وآسائش کے سامان سب دیئے تھے - مگر وہ وہین بیٹھے رہے اور ایسے بیٹھے کہ مرکر اُٹھے - اچھا اُنکے قصاید اور غزلین دیکھہ لو - کسی بادشاہ کی سلطنت مین اس شان وشکوہ اور دہوم دہام کے سامان موجود ہین؟ - گویا سلطنت کے سامان سب انہی کا مال تھے کہ جس طرح چاہتے تھے اپنے کام مین لاتے تھے - جب وہ اپنے کلام کو پڑھتے تھے تو بادشاہ کو جو مالک سلطنت ہوتا ہے کچھہ اُنسے زیادہ خوشی نہ ہوتی ہوگی کیونکہ اسے اُنکا فکر بھی رہتا ہے - اُنھین پروا ہی نہین تھی -

جسطرح کوئی زمین اپنی قابلیت کے موافق بے کچھہ نہ کچھہ روئیدگی کے نہین رہ سکتی

اسطرح کوئی زبان اپنے اہل زبان کی حیثیت بموجب نظم سے خالی نہیں رہ سکتی ہے
رو میدگی کی رنگینی اور شادابی اپنی سرزمین کی خاصیت ظاہر کرتی ہے زبانوں
کے سلسلہ میں ہر ایک نظم اپنی زبان اور اہل زبان کی شائستگی۔ اور تہذیب علمی کے ساتھ
لطافت طبع کے درجے دکھاتی ہے۔

زبان اردو کے ظہور پر خیال کرین اور اسکی تصنیفات پر نگاہ کرین تو اسمین نثر سے پہلے
نظم نظر آئیگی۔ اور یہہ عجیب بات ہے کہ ایک بچہ پہلے شعر کہے پھر باتین کرنے سیکھے
ہان۔ نظم جوش طبع تہا اسلئے پہلے نکل پڑا۔ نثر شائستگی کے بوجھ سے گران بار تہی
اپنی ضرورت کے وقت ظہور کیا۔ نثر اردو کی تصنیف ۱۱۴۵ھ سے پہلے نظر نہیں
آتی البتہ نظم کی حقیقت زبانی حکایتون اور کتابی روایتونکی خاک چھانکر یہہ نکلتی ہے کہ
جب برج بہاشا نے اپنی وسعت اخلاق سے عربی فارسی الفاظ کے مہمانونکو جگہ دی تو طبیعتون میں
اس قدرتی رو میدگی نے بہی زور کیا۔ لیکن وہ صدہا سال تک دوہرون کے رنگ مین
ظہور کرتی رہی۔ یعنے فارسی کی بحرین اور فارسی کے خیالات نہ آتے تہے۔

امیر خسرو نے کہ جنکی طبیعت اختراع مین اعلے درجہ صنعت ایجاد کا رکہتی تہی ملک سخن
مین برج بہاشا کی ترکیب سے ایک طلسم خانہ انشا پردازی کا کہولا خالق باری جسکا
خصار آجتک بچونکا طبیعہ ہے کئی بڑی بڑی جلدون مین تہی۔ اسمین فارسی کے بحرون نے
دخل اثر کیا ہے اور اسی سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت کون کون سے الفاظ
مستعمل تہے جو اب متروک ہین۔ اسکے علاوہ بہت سی پہیلیان عجیب وغریب لطائفون
سے ادا کی ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے نمک نے ہندی کے ذائقہ مین کیا لطف
پیدا کیا ہے۔ مکرنی۔ انمل۔ دو سخنے وغیرہ خاص انکے آئینہ کا جوہر ہے۔ ہر ایک کی
مثال لکہتا ہون کیونکہ انسے بہی اسوقت کی زبان کا کچہہ نہ کچہہ پتا لگتا ہے۔

نبولی کی پہیلی

ترور سے ایک تریا اُتری اُسنے بہت جہایا
باپ کا اوسکے نام جو پوچہا آدہا نام بتایا
آدہا نام بتا پر پیارا بوجہ پہیلی مورکھ
امیر خسرو یون کہین اپنے نام نبولی

آئینہ کی پہیلی

فارسی بولی آئینہ
ترکی سوچی پائی نا
ہندی بولے آرسی آے
منہہ دیکہو جو اسے بتاے

ناخن کی پہیلی

بیسون کا سر کاٹ لیا
مارا ناخون گیا

لال کی پہیلی

اندہا گونگا بہرا بولے گونگا آپ کہاے
دیکہہ سفید ہی ہوت انگارا گونگے سے بہر جاے
بانس کا منار رواہ کا باشا۔ باشی کا وہ کہاجا
سنگ ملے تو سر پر رکہین واہ کو راو راجا
سی سی کرکے نام بتایا۔ تا مین بیٹہا ایک
اولٹا سیدہا ہر پہر دیکہو وہی ایک کا ایک
بہید پہیلی مین کہی تو سن لیجیے لال
عربی ہندی فارسی تینون کر دخیال

دلی بلکہ ہندوستان کے اکثر شہرون مین رسم ہے کہ عام عورتین برسات کی بہار مین کہم گڑواتے ہین درخت ہو تو اُسمین جہولا ڈلواتے ہین۔ مل ملکر جہولتے ہین۔ اور گیت گا کر جی خوش کرتے ہین۔ اُنمین شاید کوئی عورت ہو جو یہہ گیت نہ گاتی ہو جو پیا آون کہہ گئے۔ اجہون نہ آے سوامی ہو۔ اے ہو جو پیا آون کہہ گئے۔ آون آون کہہ گئے۔ آئے نہ بارہ ماس۔ اے ہو جو پیا آون کہہ گئے۔ وغیرہ وغیرہ یہہ گیت بہی انہی **امیر خسرو** کا ہے اور **برہ وا راگ** مین لے بہی انہی کی رکہی ہوئی ہے۔ واہ کیا زبانین تہین کہ جو کچہہ اُنسے نکل گیا۔ عالم کو بہایا۔ گویا زمانے کے

دلپر نقش ہوگیا۔ بنانے والون نے ہزارون گیت بنائے۔ اور گانے والون نے گائے۔ آج ہوئے کل بھول گئے۔ ۲ سو برس گذرے۔ یہہ آجتک ہین۔ اور ہر برسات مین ویسا ہی رنگ دیے جاتے ہین۔ اِس حسنِ قبول کو خداداد نہ کہئے تو کیا کہئے۔

بڑی بڑی عورتون کے گانے کے لئے تو ویسے گیت تھے۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیونکو پیا یا سوامی کی یاد مین اسطرح گانا مناسب نہ تھا لیکن دل مین اُمنگ تو وہ بھی رکھتی تھین اُنھین بھی فصل کی بہار منانی تھی۔ اُنکے لئے اَور گیت رکھے تھے۔ چنانچہ ایک لڑکی گویا سسرال مین ہے۔ برسات کی رُت آئی۔ وہ جھولتی ہے۔ اور مان کی یاد مین گاتی ہے۔

اماں میرے باوا کو بھیجو جی۔ کہ ساون آیا۔	یعنے مجھے آکر لیجاے
بیٹی تیرا باوا تو بڈھا ری۔ کہ ساون آیا۔	یعنے وہ کیونکر آسکتا ہے
اماں میرے بھای کو بھیجو جی۔ کہ ساون آیا۔	
بیٹی تیرا بھائی تو بالا ری۔ کہ ساون آیا۔	یعنے بچہ اکیلا اتنی دور کیونکر آئے
اماں میرے مامون کو بھیجو جی۔ کہ ساون آیا۔	یعنے اُسکے لئے تو وہ دو نو مذہبین
بیٹی تیرا مامون تو بانکا ری۔ کہ ساون آیا۔	بھلا وہ میری کب سُنے گا

ذرا غور کرکے دیکھو۔ باوجود علم وفضل اور اعلے درجہ خیالات شاعرانہ کے۔ جب یہہ لوگ پستی کی طرف جھکتے ہے تو ایسے تہ کو پہنچتے ہے کہ زمین کی ریت تک نکال لاتی ہے ان الفاظ وخیالات پر نظر کرو کیسے نیچر مین ڈوبے ہوئے ہین۔ عورتون اور لڑکیونکی فطری خیالات اور دلون کے ارمانونکو کیا اصلی اصلی طور سے ظاہر کرتے ہین۔ مگر ہینونکا انہین موجد کہنا چاہیے۔

مکرنی ۱ - سگری رین موہے سنگ جاگا	بہور بہیئی تب بچھڑن لاگا -
اُسکے بچھڑے بہاٹت ہیا	ای سکھی ساجن - نا سکھی دیا -
مکرنی ۲ - سرب سلونا سب گن نیکا	وا بن سب جگ لاگے پھیکا -
واکے سر پر ہووے کون	ای سکھی ساجن - نا سکھی لون
مکرنی ۳ - وہ آوے تب شادی ہوئے	اُس بن دوجا اور نہ کوئے -
میٹھے لاگے واکے بول	ای سکھی ساجن - نا سکھی ڈھول -

ایک کوئیں پر چار پنہیاریاں پانی بھر رہی تھیں - امیر خسرو کو رستہ چلتے پیاس لگی - کوئیں پر جا کے ایک سے پانی مانگا - اُنمیں سے ایک انہیں پہچانتی تھی - اُسنے اَوروں سے کہا کہ دیکھو کھسرو یہی ہے - اُنہوں نے پوچھا کیا تو خسرو ہے جسکے سب گیت گاتے ہیں - اور پہیلیاں اور مکرنیاں اَنمل سنتے ہیں - انہوں نے کہا - ہاں - اسپر ایک انمیں سے بولی کہ مجھے کھیر کی بات کہدے - دوسری نے چرخہ کا نام لیا - تیسری نے ڈھول - چوتھی نے کتے کا - انہوں نے کہا کہ مارے پیاس کے دم نکلا جاتا ہے - پہلے پانی تو پلا دو وہ بولیں - جبتک ہماری بات نہ کہدیگا نہ پلائینگے - انہوں نے جھٹ کہا -

انمل - کھیر پکائی جتن سے - چرخہ دیا جلا - آیا کُتا کھا گیا - تو بیٹھی ڈھول بجا - لا پانی پلا

اسیطرح کبھی کبھی ڈھکوسلا کہا کرتے تھے کہ وہ بھی انہی کا ایجاد ہے -

ڈھکوسلا - بہادون پکی پیپلی - چوچو پڑی کپاس - بی مہترانی دال پکاؤگی - یا ننگا ہی سو رہوں

دوسخنے - گوشت کیوں نہ کھایا - ڈوم کیوں نہ گایا - گلا نہ تھا

جوتا کیوں نہ پہنا - سنبوسہ کیوں نہ کھایا - تلا نہ تھا

انار کیوں نہ چکھا - وزیر کیوں نہ رکھا - دانا نہ تھا

دوسخنی فارسی اُردو - سودا گر را چہ می باید - بوچے کو کیا چاہیئے - دوکان

تشنہ را چہ می باید۔ طلاب کو کیا چاہیئے۔ چاہ

شکار بچہ می باید کرد۔ قوت مغز کو کیا چاہیئے۔ بادام

موسیقی مین انکی طبیعت ایک مین تھی کہ ہن بجاے پڑی بجتی تھی اسلئے دُہریت کی جگہ **قول و قلبانہ** بنا کر بہت سے راگ ایجاد کئے کہ انھین سے اکثر گیت انکے آجتک ہندستان کے زن و مرد کی زبان پر ہین۔ بہار راگ اور بسنت کے میلے انہی کی طبیعت سے رنگ پکڑا ہے **بین** کو مختصر کرکے **ستار** بھی انہی نے نکالا ہے۔

لطیفہ۔ سلطان جی صاحب کے ہان ایک سیاح فقیر مہمان آئے۔ رات کو دسترخوان پر بیٹھے۔ کہانیکے بعد باتین شروع ہوئین۔ سیاح نے ایسے دفتر کھولے کہ بہت رات گئی ختم ہی نہوئین۔ سلطان جی صاحب نے کچھ انگڑائیان کچھ جمائیان بھی لین۔ وہ سادہ لوح کسیطرح نہ سمجھے۔ سلطان جی صاحب مہمان کی دل شکنی سمجھ کر کچھ کہہ نہ سکے۔ مجبور بیٹھے رہے۔ امیر خسرو بھی موجود تھے۔ مگر بول نہ سکتے تھے۔ کہ آدھی رات کی نوبت بجی۔ اُسوقت سلطان جی نے کہا کہ خسرو یہ کیا بجا؟ عرض کی۔ آدھی رات کی نوبت ہے۔ پوچھا اسمین کیا آواز آتی ہے؟ انھون نے کہا سمجھ مین تو ایسا آتا ہے۔

نان کہ خوردی خانہ برو۔ نان کہ خوردی خانہ برو۔ خانہ برو خانہ برو۔

نان کہ خوردی خانہ برو۔ نہ کہ بدست تو کردم خانہ گرو۔ خانہ برو خانہ برو۔

حرف حرف کی حرکت و سکون پر خیال کرو۔ ایک ایک چوٹ کو کیا پورا پورا ادا کر رہے ہین اور نہ کہ بدست تو کردم خانہ گرو۔ کو دیکھو اسنے کیا کام کیا۔

نقل۔ ایکدن کسی کوچہ مین سے گذر ہوا۔ دُھنیا۔ ایک دُکان مین روئی دُھنک رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ جس دُھنیے کو دیکھو ایک ہی انداز پر روئی دُھنکتا ہے سبب ایک ہی اُستاد کے شاگرد ہین۔ کوئی بولا کہ قدرتی اُستاد نے سبکو ایک ہی انداز پر سکھایا ہے۔ آپنے کہا کہ سکھایا ہے اور ایک حرکت مین بھی تال کو ہاتھ سے نہین جانے دیا

کوئی بولا کہ لفظون مین کیونکر لا سکین؟ فرمایا۔

در ہیئ جانان جان ہم رفت - جان ہم رفت - جان ہم رفت - رفت - رفت - جان ہم رفت ٭ این ہم رفت و آن ہم رفت - آنہم رفت - آنہم رفت - اینہم - آنہم - اینہم آنہم - آنہم رفت ٭ رفتن - رفتن - رفتن دِہ - دِہ دِہ رفتن دِہ - رفتن رفتن دِہ - رفتن دِہ ٭

نقل - محلّہ کے سرے پر ایک بڑھیا ساقن کی دُکان تھی - چھمّو[۲۵] اُسکا نام تھا - شہر کے بیہودہ لوگ وہان بھنگ چرس پیا کرتے تھے - جب یہہ دربار سے پھر کر آتے یا نصرجا گھر سے نکلتے تو وہ بھی سلام کرتی - کبھی کبھی حقہ بھر کر سامنے لے کھڑی ہوتی - یہہ بھی اُسکی دلشکنی کا خیال کرکے دو گھونٹ لے لیا کرتے - ایکدن اُسنے کہا کہ بلا لون - ہزارون غزلین - گیت - راگ راگنی بناتے ہو - کتابین لکھتے ہو - کوئی چیز لونڈی کے نام پر بھی بنا دو - انہون نے کہا بی چھمّو بہت اچھا - کئی دنکے بعد اُسنے پھر کہا کہ بھٹیاری کے لڑکے کے لئے خالق باری لکھدی - ذرا لونڈی کے نام پر بھی کچھہ لکھدوگے تو کیا ہوگا - آپکے صدقے سے ہمارا نام بھی رہجائیگا - اسکے بار بار کہنے سے ایکدن خیال آگیا کہا لو بی چھمّو سنو ؎

اَور دن کی چوپہری[۳۰] باجے چھمّو کی اٹھہ پہری -	یعنی یہہ بادشاہون سے بھی بڑی ہین
باہر کا کوئی آہی نا ہین آئین سارے شہری -	خدمتگار گنوار و نکا کام نہین سفید پوش آتے ہین
صاف صوف کر آگے راکھے جسمین نا ہین توسل	پیالہ بھنگ صاف مصفی حاضر کرتی ہے جسمین تُس تکا نہو
اَور دن کے جہان سینک سماوے چھمّو کے وہان موسل	بھنگڑ فخریہ کہا کرتے ہین کہ وہ ایسی بھنگ بناتی ہے

کہ جسمین گاڑھے پن کے سبب سے سینک کھڑی رہے - آپ مبالغہ کرتے ہین کہ یہہ ایسی بھنگ بناتی ہے کہ جسمین موسل کھڑا رہے خیر انکی بدولت چھمّو کا بھی نام رہگیا - حق یہہ ہے توجسطرح ہرجا نذار کی عمر ہے اسیطرح کتاب کی بھی عمر ہے - مثلاً شاہنامہ کو ۹ سو برس ہوئے سکندر نامہ کو ۷ سو برس سمجھو - گلستان بوستان کو ۶ سو برس کہو - زلیخا کی عمر قریب ۳ سو کے ہوئی - مگر ابتک سب جوان ہین - اُردو مین باغ و بہار - بدر منیر وغیرہ جوان ہین

[۲۵] چھمّو مکسور اول - واو مجہول [۳۰] بادشاہ کے ہان اُس زمانہ مین چوپہری نوبت بجا کرتی تھی -

منشاء عجائب جان طب ہو گیا۔ بہت کتابین اوّل شہرت پاتی ہین۔ پھر گمنام ہو جاتی ہین۔ یہہ گویا بچے ہی تھے کہ مر گئے۔ بہتیری تصنیف ہوتی ہین اور چھپتی ہین۔ مگر کوئی نہین پوچھتا۔ یہہ بچے مرے ہوئے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض کتابون کی عمرین میعادِ معلوم پر ٹھیری ہوئی ہین۔ وہ مدارس سرکاری کی تصنیفین ہین کہ جبتک تعلیم مین داخل ہین تبتک چھپتی ہین۔ اور خواہ مخواہ بکتی ہین۔ لوگ پڑھتے ہین۔ جب تعلیم سے خارج ہو گئین۔ مر گئین۔ کوئی آنکھہ اٹھا کر بھی نہین دیکھتا۔ ع۔

قبولِ خاطر و لطفِ سخن خدا داد است۔ خدا یہہ نعمت نصیب کرے۔

غرض اسی جوشِ طبع اور ہنگامۂ ایجاد مین ایک تازہ ایجاد اور ہوا جسمین ہمارے لئے تین باتین قابلِ لحاظ ہین۔

(۱) معنا مین عاشقانہ سے وہ سلسلہ اشعار کا ہمارے ہاتھہ آیا جسے **غزل** کہتے ہین۔ وہی قافیے۔ یا ردیف اور قافیے دونو کی پابندی۔ اسیطرح اوّل مطلع۔ یا کئی مطلع۔ پھر چند شعر۔ اخیر مین مقطع اور اسمین تخلص

(۲) عروض فارسی نے پہلا قدم ہندوستان مین رکھا۔

(۳) فارسی اور بھاشا کو لون مرچ کیطرح اس انداز سے ملایا ہے کہ زبان پر چٹخارا دیتی ہے۔ اسمین یہہ بات سب سے زیادہ قابلِ لحاظ ہے کہ انہون نے بنیاد عشق کی عورت ہی کی طرف سے قایم کی تھی جو کہ خاصۂ نظمِ ہندی کا ہے۔ مگر یہہ نہین کہہ سکتے کہ اس تعشق کا انقلاب کسوقت ہوا۔ غزل مذکور یہہ ہے۔

زمال مسکین مکن تغافل۔ دورائے نینان بنائے بتیان — دورائے

کہ تاب ہجران ندارم ای جان۔ نہ لیہو کاہے لگائے چھتیان

شبانِ ہجراں دراز چون زلف و روزِ وصلت چو عمر کوتاہ

سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون۔ تو کیسی کاٹون اندھیری رتیان

یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین

کسے پڑی ہے جو جا سُنا دے پیارے پی کو ہمارے بتیان

چو شمع سوزان چو ذرہ حیران ز مہر آن مہ بگشتم آخر

نہ نیند نینا - نہ انگ چینا - نہ آپ آوین - نہ بھیجین پتیان

بحق روز وصال دلبر کہ داد مارا فریب خسرو

سپیت سنگے ورائے راکھون جو جائے پاون پیا کے کھتیان

ابتدائے ایجاد مین ایسا ہی ہوتا ہے - زمانہ مبتدیونکا اصلاح دینے والا ہے - پھر ترائین دیگر اعلیٰ درجہ خوبی و خوش اسلوبی پر پہنچا لیتا ہے - مگر اُسوقت اِسطرف کسی اور نے ایسی توجہ نہ کی کہ جس سے اس طرز کا رواج جاری ہو جاتا - البتہ ملک محمد جائسی نے مثنوی پدماوت کے علاوہ دوہرے اور گیت بھی لکھے اور وہ ایسے اعلیٰ رتبہ کے ہین کہ ڈاکٹر گلکرسٹ صاحب کے تصنیف مین نہایت مدد کرتے ہین تعجب یہہ ہے کہ فارسی کے بحرون مین کوئی شعر اُسکا نہین - دکن مین ایک سعدی گذرے ہین - اُنکا فقط اتنا حال معلوم ہے - کہ اپنے تئین ہندستان کا سعدی شیرازی سمجھتے تھے - اور تعجب ہے کہ مرزا رفیع سودا نے اپنے تذکرہ مین اُنکے اشعار مندرجہ ذیل کو شیخ سعدی شیرازی ہی کے نام پر لکھا ہے -

قشقہ چو دیدم بر رخت گفتم کہ یہہ کا ریت ہے	گفتا کہ دُر ہو باوری - اس شہر کی یہہ ریت ہے
ہمنا تمہین کو دل دیا - تم دل لیا اور دُکھ دیا	ہم یہہ کیا تم وہ کیا - ایسی بھلی یہہ پیت ہے
سعدی کہ گفتہ ریختہ - در ریختہ دُر ریختہ	شیر و شکر ہم ریختہ - ہم ریختہ ہم گیت ہے

کبیر اور تلسی داس وغیرہ کے دوہرے عالم مین زبان زد ہین - مگر وہ فقط اتنے سند کے لئے کارآمد ہین کہ اُس عہد مین فارسی الفاظ کا دخل ہندوؤن کی زبانون پر بھی ہو گیا تھا

انہین اُس نظم سے علاقہ نہین جو فارسی سے آکر اُردو کے لباس مین ظاہر ہوئی۔ اور نکی مالک کو سیدھل کرکے کوشہ مین بٹھادیا۔

حامد۔ کوئی شخص ہوئے ہین اُنکا زمانہ معلوم نہین۔ کہتے ہین کہ حامد باری انہی کی تصنیف ہے۔ اُنکی فقط سات شعر کی ایک غزل دیکھی جسسے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی بزرگ ہین اُسمین سے مطلع پر قناعت کرتا ہون۔

عزم سفر چون کردی ساجن نینون نیند نہ آی جی

قدر وصالت نادانستم تم بن برہ ستائی جی

اگر یہی شعر ہین تو جب سے اب تک بیشمار شاعر پنجاب مین نکل آئینگے۔ یہانکی شاعری اب تک انہی ہیئتون مین جاری ہے۔ لیکن یہ شاعر اور اُنکی شاعری وہ نہین ہے جس سے ہم بحث کرتے ہین

احمد گجراتی ہم عہد و ہم وطن دکنی کے ہین وہ فرماتے ہین۔

گر مینہ نزاشے کسی در زیر سپر غے بند	از اصل خود نماید بردن آخر گلیلا ہوے پر
گر طفلکے بازی گری خوانندہ عالم شود	اصلیکہ دارد کے رود آخر بنور اہوے پر
گر بچہ شیرے کسی باشیر روبہ پرورد	مردیکہ دارد کے رود آخر بگیلا ہوے پر

سیوا۔ ایک مصنف دکن مین گذرا ہے جسنے روضۃ الشہدا کا دکنی زبان مین ترجمہ کیا تھا مرثیے اُسکے اب تک وہانکی امام باڑون مین پڑھے جاتے ہین۔ اور غالب ہے کہ اسطرح کے شاعر اُن عہدون مین بہت ہونگے مگر ایسی شاعری کو علمی شاعری نہین کہہ سکتے۔

نواز نام ایک مصنف نے **فرخ سیر** کے عہد مین **شکنتلا** کا ترجمہ بباشا مین لکھا۔ اس عہد مین نظم اُردو کے ضعف کا یہی سبب ہوگا کہ جو فارسی استعداد اُردو کے اہل زبان ہوتے تھے وہ اُردو کی شاعری کو فخر نہ سمجھتے تھے۔ کچھ کہنا ہوتا تھا تو فارسی مین کہتے تھے البتہ عوام الناس موزون طبع۔ دلکی ہوس پوری کرنے کو جو منہ مین آتا تھا۔ کہی جاتی

تھے۔ جو اہلِ ولایت شاعر ہوتے تھے وہ فارسی شعر کہتے تھے۔ اُردو اُنہین آتی نہ تھی۔ کہتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا تمسخر کرتے ہین۔ چنانچہ مرزا معزّ موسوی خان **فطرت** کہ زبدۂ شعراے ایران اور عمدۂ شعراے عالمگیری سے تھے۔ اور بعد اُنکے قزلباش خان **امید** کے متفرق اشعار دیکھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اُسوقت ٹوٹی پھوٹی زبان تھی اُسسے پورا ادا نکر سکتے تھے چنانچہ **میر** فرماتے ہین۔

از زلفِ سیاہِ تو بدل دوم پری ہے	در خانۂ آئینہ گتا جوم پری ہے

قزلباش خان **امید** باوجودیکہ فارسی مین بڑے نامور ہین۔ اور اہلِ ہند کے ساتھ اُنکے جلسون کی گرمجوشیان بھی مشہور ہین۔ مگر اُردو مین جو اظہارِ کمال کیا وہ یہہ ہے۔

باسن کی بیلتی آج مری آنکھہ سون بری	غصہ کیا و گالی دیا اور دگر لری

اس بات مین سب کا اتفاق ہے کہ نظم موجودہ نے **دکن** سے ظہور کیا۔ چنانچہ میر تقی **میر** نے بھی ایک غزل مین شاعرانہ انداز سے اشارہ کیا ہے۔

خوگر نہین کچھہ یون ہی۔ ہم ریختہ گوئی کے	معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا

اور **قایم** اُنکے ہمعصر نے صاف کہدیا ہے۔

قایم مین غزل طور کیا ریختہ ورنہ	ایک بات لچر سی بزبان دکنی تھی

بہرحال عالمگیر کے عہد مین **ولی** نے اس نظم کا چراغ روشن کیا جو **محمد شاہ** کے عہد مین آسمان پر ستارہ ہو کر چمکا اور **شاہ عالم** کے عہد مین آفتاب[۲۵] ہو کر اوج پر آیا۔

نظم اُردو کے آغاز مین یہہ امر قابلِ اظہار ہے کہ سنسکرت مین ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہین اسیواسطے اُسمین اور پرج بھاشا اُسکے شاخ ہین دو معنین الفاظ اور ایہام پر دو ہرونکی بنیاد ہوتی تھی۔ فارسی مین یہہ صنعت ہے مگر کم۔ اردو مین پہلے پہلے شعر کی بنا اسی پر رکھی گئی۔ اور دورِ اول کے شعرا مین برابر وہی قانون جاری رہا۔ اُس عہد کے چند اشعار

۲۵ آفتاب شاہ عالم بادشاہ کا تخلص تھا۔ وہ خود بڑا مشاق شاعر تھا۔ جسکے چار دیوان اُردو مین موجود ہین

بہی نمونہ کے طور پر لکھتا ہون -

لام نستعلیق کا ہی اُس بت خوشخط کے زلف
ہم تو کافر ہون اگر بندے نہون اسلام کے

کیون نہ ہو ہمسے وہ سجن باغی
قد ہو جسکا خیال کی مانند
تو جو دریا کے پار جاتا ہے
دل مرا دار دار جاتا ہے

تم دیکھو یا نہ دیکھو ہمکو سلام کرنا
یہہ تو قدیم ہی سے سر پر ہمارے کرنا ہے
نہین محتاج زیور کا جسے خوبی خدا دیوے
کہ آخر بد نما لگتا ہے دیکھو چاند کو گہنا -
سج دکھا بانکی نہین چھوڑیگا میرا نقد دل
آج وہ افغان پسر آتا ہی ہی دلپہ پٹھان
نہ دیوے لیکے دل وہ جعد مشکین
اگر باور نہین تو مانگ دیکھو

شاہ حاتم نے بڑی کوشش کرکے ان رنگ آمیزیون سے اردو کو پاک کیا چنانچہ انکی عالمین معلوم ہوگا -

سودا کے عہد مین بہی اس مادہ فاسد کا بقیہ چلا آتا تہا چنانچہ اُنہون نے بہی ایک قصیدہ مین ان بزرگون کی شکایت کی ہی جسکی اشعار مین سے ایک شعر یہہ ہی -

سُو ہو پرورش شانہ تو پہر ہے موسل
رام پور کی ہو کٹاری تو کہین سیتا پہل

مگر لطف یہہ ہی کہ خود بہی موقع پاتے تہے تو کہین نہ کہین کہہ جاتے تہے - چنانچہ فرمایا ہے -

حکاک کا بسر بہی مسیحا سے کم نہین
فیروزہ ہووے مردہ تو دیتا ہے اجلا

اگرچہ وہ انداز پہلی کی نسبت بالکل نہین ہی - پہر بہی جسقدر ہین وہ ایسی زبان پر چڑہی ہوئی ہین کہ جن معنا مین کے ادا کرنیکی ہمین آجکل ضرورت پڑتی ہی اُسکے لیے خلل انداز ہوتے ہین - یہہ بات بہی بہولنی نہ چاہیے کہ جسطرح ایک نوجوان مرغ اپنے پہلے پر جہاڑ کر نئے پر نکالتا جاتا ہے اسیطرح ہماری زبان بہی اپنے الفاظ کو بدلتی چلی آتی ہے - چنانچہ بہت سے لفظ ہین جنکا دور بدور شعرا کے کلام مین اشارہ کیا گیا ہے -

۳ - کہ - ہندی مین کھول کو اور سنسکرت مین اتھہ کو کہتے ہین - سر کے مانو کی جڑ کو ہین ہو سکتی

یہہ اظہار قابلِ افسوس ہے کہ ہماری شاعری چند معمولی مطالب کے پہندون مین پہنسکر گئی ہے - یعنے مضامین عاشقانہ - میخواری مستانہ - بے گل و گلزار وہمی رنگ و بو کا پیدا کرنا - ہجر کی مصیبت کا رونا - وصلِ موہوم پر خوش ہونا - دنیا سے بیزاری اسی مین فلک کی جفا کاری - اور غضب یہہ ہے کہ اگر کوئی اصلی ماجرا بیان کرنا چاہتے ہین - تو بہی خیالی استعارون مین ادا کرتے ہین - نتیجہ جسکا یہہ کہ کچہہ نہین کر سکتے ہین - میرے دوستو! دیکہتا ہون کہ علوم و فنون کا عجایب خانہ کہلاتا ہے اور ہر قوم اپنے اپنے فنِ انشا کی دستکاریان بہی سجای ہوئی ہے - کیا نظر نہین آتا کہ ہماری زبان کس درجہ پر پڑی ہے؟ ہان صاف نظر آتا ہے کہ پا انداز مین پڑی ہے -

ہمارے بزرگون مین سے **دلی** مین اوّل مرزا رفیع **سودا** پہر شیخ ابراہیم **ذوق** نے زبان کی پاکیزگی - الفاظ کی شستگی - اور ترکیب کی چستی سے کلام مین خوب زور پیدا کیا - میر تقی **میر** اور خواجہ میر **درد** نے زار نالی - افسردہ دلی - دنیا سے بیزاری کے مضامین کو خوب ادا کیا **غالب** نے بعض مواقع پر انکی عمدہ پیروی کی مگر معنے آفرینی کے عاشق تہے - اور زیادہ توجہ انکی فارسی پر رہی اسلئے اردو مین غالباً صاف اشعار کی تعداد سو دو سو شعر سے آگے نہ نکلی **جرأت** نے عاشق معشوق کی معاملات - اور دونو کے دلی خیالات کو نہایت خوبی اور شوخی سے بیان کیا **مومن خان** نے باوجود مشکل پسندی کے پیروی کی - لکہنو مین شیخ امام بخش **ناسخ** اور خواجہ حیدر علی **آتش** - رند عظیم آباد **وزیر** وغیرہ نے شاعری کا حق ادا کیا - مگر یہہ خیال کرو کہ فقط زبانی طوطا مینا بنانے سے حاصل کیا؟ - جو شاعری ہمارا ہر قسم کا مطلب اور ہماری دل کا ہر ایک ارمان پورا نہ نکال سکے - گویا ایک ٹوٹا قلم ہے جس سے پورا حرف نہ نکل سکے - دار الخلافہ **دہلی** جو کہ انشا اور شاعری اردو کے لئے دار الضرب تہا وہان **ذوق** اور **غالب** نے رسمی شاعری پر خاتمہ کیا

لکھنؤ مین ناسخ و آتش سے شروع ہوکر۔ رند۔ وزیر۔ صبا تک سلسلہ جاری رہا۔ ایک زمانہ مین مثل مشہور تھی کہ بگڑا شاعر مرثیہ گو اور بگڑا گویّا مرثیہ خوان۔ لیکن لکھنؤ مین ان دونو شاعرونکے صاحب کمال ہی ایسے ہوئے کہ اصلون کو رونق دیدی۔ اسی اعتبار سے کہہ سکتے ہین کہ میر انیس اور مرزا دبیر۔ خاتمہ شعرائے اردو کا ہے۔ اور چونکہ اس فن کے صاحب کمال کا پیدا ہونا نہایت درجہ کی آسودگی اور زمانہ کی قدردانی۔ اور متعدد سامانون پر منحصر ہے اور اب زمانہ کا رنگ اسکے بالکل برخلاف ہے۔ اسلئے ہندوستان کو اس شاعری کی ترقی اور ایسے شعرا کے پیدا ہونے سے بالکل مایوس ہونا چاہیے۔ البتہ کوئی نیا فیشن نکلے۔ پھر اسمین خدا جانے کیا کیا کمال ہون۔ اور کون کون اہل کمال ہون۔

خاتمہ کلام مین عقل کی نجومی سے سوال ہوا کہ اس شاعری کا ستارہ جو نحوست زوال مین آگیا ہے کبھی اوج اقبال پر بھی طلوع کریگا۔ یا نہین؟ جواب ملا کہ نہین۔ پوچھا گیا کہ سبب؟ جواب ملا کہ حکام وقت کی یہہ زبان نہین۔ نہ اُنکے کار آمد ہے۔ اسی لئے وہ اس کے قدردان نہین۔ نہ وہ اسے جانتے ہین۔ نہ اُسکے جاننے کو کچھ فخر جانتے ہین۔ وہان سے ہمارے شعرا کو۔ جھوٹے خوشامدی کا خطاب ملا ہوا ہے۔ اچھا۔ یا قسمت! یا نصیب! جن لوگون کے کلام ہماری زبان کے لئے سند سمجھے جاتے تھے اونکی تو یہہ عزت ہوئی۔ اب اس نیم جان مردہ کے رونے والے چند بڈھے رہے۔ جنکی دردناک آوازین کبھی کبھی آہ سرد کے سرون مین بلند ہوکر سینون مین رہجاتی ہین۔ وہ کبھی دل آسودہ ہوتے ہین تو ایک شاعرہ کرکے مل بیٹھتے ہین اور آپس ہی مین ایک دوسرے کی تعریفین کرکے جی خوش کرلیتے ہین۔ شاعر غریب اپنے بزرگون کی قبرین قایم رکھنے کو اتنے ہی تعریف پر قناعت کرلین۔ مگر پیٹ کو کیا کرین؟ یہہ دوزخ

تو بہت سی تعریف سے بھی نہین بہرتا۔

پہر سوال ہوا کہ کوئی ایسی تدبیر ہے؟ جسسے اِسکے بھی دن پہرین اور پہر ہمارے نظر کا باغ لہلہاتا نظر آئے۔ جواب ملا۔ کہ مان۔ ہمت اور تدبیر کو خدا نے بڑی برکت دی ہے صورت یہی ہے کہ ایشیا مین ایسے کمالون کی رونق حکام کی توجہ سے ہوتی ہے۔ شاعرونکو چاہئے کہ اِسے حاکمونکے کار آمد یا اُنکی پسند کی قابل بنائین ایسا کرینگے تو شعر کہنے والونکو کچھہ فایدہ ہوگا۔ اور جسقدر فایدہ ہوگا اُسیقدر چرچا زیادہ ہوگا۔ اُسیقدر ذہن اور فکر جودت کرینگے۔ اور دلچسپ ایجاد اور خوشنما اختراع نکالینگے اسی کو ترقی کہتے ہین۔

یہہ تو تمنے دیکھہ لیا کہ اُردو مین جو سرمایہ انشا پردازی کا ہے۔ فارسی کی بدولت ہے۔ قدمائے فارس ہر قسم کے مضامین سے لطف اُٹھاتے تہے۔ متاخرین فقط غزل مین منحصر ہوگئے۔ ذی استعداد قصیدے بہی کہتے رہے۔ اُردو والون نے بہی آسان کام سمجھکر اور عوام پسندی کو غرض ٹہراکر حسن وعشق وغیرہ کے مضامین کو لیا اور اسمین کچھہ شک نہین کہ جو کچھہ کیا بہت خوب کیا۔ لیکن وہ مضمون اسقدر مستعمل ہوگئے کہ سُنتے سُنتے کان تہک گئے ہین۔ وہی مقرری باتین ہین۔ کہین ہم لفظون کو پس وپیش کرتے ہین کہین اَدل بَدل کرتے ہین اور کہے جاتے ہین۔ گویا کہائے ہوئے بلکہ اُوردن کے چبائے ہوئے نوالے ہین۔ اُنہین کو چباتے ہین اور خوش ہوتے ہین۔ خیال کرو اسمین کیا مزا رہا۔ حُسن وعشق سبحان اللہ۔ بہت خوب۔ لیکن تا بہ کے؟ حور بہی پاپری گلے کا ہار ہو جائے تو اُجیرن ہو جاتی ہے۔ حسن وعشق سے کہانتک جی گہبرائے اور اب تو وہ بہی سو برس کی بڑہیا ہوگئی۔

ایک دشواری یہہ بہی ہے کہ اِن خیالات کے ادا کرنے کے لئے ہمارے بزرگ الفاظ

ومعانی اور استعارات اور تشبیہوں کے ذخیرے تیار کر گئے ہین اور وہ استعدادہ زبانوں پر روان ہو گئے ہین کہ ہر شخص تھوڑے فکر سے کچھ نہ کچھ کر لیتا ہے اگر اور خیال نظم کرنا چاہے تو ویسا سامان نہین پاتا - البتہ ذہن استعداد شاق چاہین تو کر ہی سکتے ہین - لیکن کم بخت حسن و عشق کے مضمون اُسکے خط و خال - اور بہار و گلزار کے الفاظ اُنکی زبان و دہان مین رچے ہوئے ہین - اگر کچھ کہنا چاہین تو اول اُسے بہلائین - پھر اُسکے مناسب مقام ویسے ہی نرالے استعارے - نئی تشبیہین - انوکھی ترکیبین - اور لفظون کی عمدہ تراشین پیدا کرین - اور یہہ بڑی عرق ریزی اور جان کاہی کا کام ہے - بے ہمتی جو ہماری قوم پر حاکم بالاستیلا رہی ہوئی ہے اُسے اس سے زیادہ رکنے کا موقع کیا ملسکتا ہے -

اس اتفاقی معاملہ نے اور تو جو کیا سو کیا - بڑی قباحت یہہ پیدا کی کہ ارباب زبان نے متفق اللفظ کہدیا کہ اُردو نظم معنا مین عاشقانہ ہی کہہ سکتی ہے اِسے ہر ایک مضمون کے ادا کرنیکی طاقت اور لیاقت باطل نہین - اور یہہ ایک بڑا داغ ہے جو ہماری قومی زبان کے دامن پر لگا ہے سوچتا ہون کہ اسے کون دھوئے اور کیونکر دھوئے؟ - ہان یہہ کام ہمارے نوجوانون کا ہے جو کشور علم مین مشرقی اور مغربی - دونو دریاؤن کے کنارون پر قابض ہو گئے ہین - اُنکی ہمت آبیاری کریگی - دونو کنارون سے پانی لائیگی اور اس داغ کو نہ فقط دھوئے گی بلکہ قوم کے دامن کو موتیون سے بھر دیگی -

آبِ حیات کا پہلا دَور

تمہید

نظم اُردو کے عالم کا پہلا نوروز ہے۔ نفسِ ناطقہ کی روح یعنے شاعری عالمِ وجود مین آئی تہی۔ مگر بچون کی نیند پڑی سوتی تہی۔ ولی نے آکر ایسی میٹہی میٹہی آواز سے غزل خوانی شروع کی ہے کہ اُس بچے نے ایک انگڑائی لیکر کروٹ لی۔ اور اثر اُسکا دفعۃً حرارتِ برقی کی طرح دل دل مین دوڑ گیا۔ گہر گہر شاعری کا چرچہ ہے۔ جس امیر اور جس شریف کو دیکھو شعر کی شوق مین غرق بیٹہا ہے۔ اِن بزرگون کی باتین تو اِنکے شعرون سے سُن بہی سکتے ہو مگر حیران ہون کہ صورت کیونکر دکہا دون۔ اوّل تو حرفون مین تصویر کہینچنی مشکل۔ اُسپر یہ زبان کا آپا ہیچ۔ اُس مرنجکے الفاظ کہان سے لاؤن جو ایسے لوگون کی جیتی جاگتی بولتی چالتی تصویر کہینچ دکہاؤن کہ ادب کی آنکہہ اونکی متانت پر نظر نہین اُٹہا سکتی۔ اور محبت کی آنکہہ اُنکی پیاری حالت پر سے نگاہ نہین ہٹا سکتی۔ دیکہو جلسۂ مشاعرہ کا اُمرا و شرفا سے آراستہ ہے۔ معقول معقول بڈہے اور جوان برابر لمبے لمبے جامے۔ موٹی موٹی پگڑیان باندہے بیٹہے ہین۔ کوئی کٹار ہی باندہے ہے۔ کوئی سیف لگائے ہے۔ بعض وہ کہن سال ہین کہ جنکے بڑہاپے کو سفید ڈاڑہی نے نورانی کیا ہے بعض ایسے ہین کہ عالمِ جوانی مین اتفاقاً ڈاڑہی کو رخصت کیا تہا۔ اب کیونکر رکہین کہ وضعداری کا قانون ٹوٹتا ہے — اسپر خوش مزاجی کا یہہ عالم ہے کہ اُنکے بڑہاپے کی زندہ دلی سے آج نوجوانونکی جوانی پانی پانی ہوتی ہے۔ اِن شوخیون سے اُنہین کچہہ اَور مطلب نہین ہے۔ مگر یہہ کہ اپنے اوپر آپ ہنسین اور اَورونکو خوش کرین۔

اس دور مین ولی تو مجلس کی شمع ہین اور اہل مجلس دلی اور دکن کے شریف و نجیب فصیح زبان ہین کہ جو کچھہ دیکھتے ہین اُسی روشنی سے دیکھتے ہین - انکی زبان ایک ہی سمجھنی چاہیئے - مگر ولی نے اپنے کلام مین ایہام اور الفاظ ذو معنیین سے اِتنا کام نہین لیا - خدا جانے اُنکے قریب العہد بزرگون کو پھر اِسقدر شوق اِسکا کیونکر ہوگیا شاید دُہرون کا انداز جو ہندوستان کی زبان کا سبزۂ خودرو تھا اُسنے اپنا رنگ دکھایا اگرچہ ولی کے بعد دلی مین سینکڑون صاحب طبع دیوان بنانے پر کمر بستہ ہوگئے - مگر مین اِس مشاعرہ مین چند ایسے بزرگون کو لاتا ہون - جنکے نامون پر اُسوقت کے معرکون مین اُستادی کا چتر شاہی سایہ کئے تھا اور غالباً اُس زبان کا نمونہ شعر انداز دکھانے کو اِسقدر کافی ہوگا - اِن بزرگون کے کلام مین تکلّف نہین - جو کچھہ سامنے آنکھون کے دیکھتے ہین اور اُس سے دلمین خیالات گزرتے ہین وہی زبان سے کہدیتے ہین - ایچ پیچ کے خیال - دُور دور کی تشبیہین نازک استعارے نہین بولتے اسیواسطے اشعار بھی صاف اور بے تکلف ہین - اور یہہ دلیل ہے اسبات کی کہ ہر ایک زبان اور اُسکی شاعری جب تک عالم طفولیت مین ہوتی ہے تب تک بے تکلف عام فہم اور اکثر حسب حال ہوتی ہے - اسیواسطے لطف انگیز ہوتی ہے - اسمین شک نہین کہ انکے محاورات قدیمی اور مضمون بھی اکثر سبک اور مبتذل ہونگے - مگر کلام کی سادگی اور بے تکلفی ایسی دل کو بھلی لگتی ہے جیسے ایک حُسنِ خداداد ہو کہ اوسکی قدرتی خوبی ہزارون ناؤ سنگار کا کام کر رہی ہے - مین خود نہین کہتا - فلاسفۂ سلف کا قول سُنتا ہون کہ ہر شے اپنی مختلف کیفیتون مین خوبصورتی اور بدصورتی کا ایک عالم رکھتی ہے - پس انسان وہی ہے کہ جس پیرایہ مین خوبصورتی جوبن دکھائے - یہہ اُس سے کیفیت اوٹھائے - نہ کہ فقط حسینون کے زلف و رخسار مین پریشان رہے خوش نظر اسے

نہین کہتے کہ فقط گل و گلزار ہی پر دیوانہ ہوتے ہے۔ نہین! ایک گہاس کا تنکا بلکہ سُنبل کا نشا خوشنما ہو تو اوسکی نوک جہوک پر بہی پہول ہی کی طرح لوٹ جائے

شمس ولی اللہ

یہہ نظم اُردو کی نسل کا آدم جب ملکِ عدم سے چلا تو اُسکے سر پر اوّلیت کا تاج رکہا گیا جسمین وقت کے محاورہ نے اپنے جواہرات خرچ کئے۔ اور مضامین کی رایج الوقت دستکاری سے مینا کاری کی۔ جب کشورِ وجود مین پہنچا تو ایوانِ مشاعرہ کے صدر مین اُسکا تخت سجایا گیا شہرتِ عام نے جو اُسکے بقاے نام کا ایوان بنایا ہے۔ اُسکی بلندی اور مضبوطی کو ذرا دیکہو اور جو کتابے لکہے ہین اُنہین پڑہو۔ دنیا تین سو برس دور نکل آئی ہے۔ مگر وہ آجتک سامنے نظر آتے ہین۔ اور صاف پڑہے جاتے ہین۔ اس زمانہ تک اُردو مین متفرق شعر ہوتے تہے ولی اللہ کی برکت نے اُسے وہ زور بخشا کہ آج ہند کی شاعری نظمِ فارسی سے ایک قدم پیچہے نہین۔ تمام بحرین فارسی کی اُردو مین لائے۔ شعر کو غزل اور غزل کو قافیہ ردیف سے سجایا۔ ردیف وار دیوان بنایا۔ ساتہہ اِسکے۔ رباعی۔ قطعہ۔ مخمس۔ اور مثنوی کا رستہ بہی نکالا۔ انہین ہندستان کی نظم مین وُہی رُتبہ ہے جو انگریزی کی نظم مین چاسر[1] شاعر کو۔ اور فارسی مین رودکی[2] کو۔ اور عربی مین مہلہل کو۔ وہ کسی کے شاگرد نہ تہے۔ اور یہہ ثبوت ہے فصیح عرب کے قول کا کہ اَلشُّعَرَاءُ تَلَامِیذُ الرَّحْمٰنِ اِسی کو دانائے فرنگ کہتا ہے کہ شاعر اپنی شاعری ساتہہ لیکر پیدا ہوتا ہے۔ ایسے وقت مین کہ ہماری زبان زورِ بیان مین ایک طفل نو رفتار تہی۔ جو اُنگلی کے سہارے بغیر چل نہ سکے۔ پس جتنے قدم کہ آگے بڑہی اِنہی کی پرورش کے سہارے سے بڑہی۔ اُردو زبان اُسوقت سوائے ہندی دُہرون اور بہاشا

[1] چاسر سنہ ۱۳۴۰ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۴۰۰ء مین مرگیا اُسوقت یہان تغلقیہ خاندان کا دَور ہوگا [2] رودکی فارسی کا پہلا شاعر ہے [illegible]

کے مضامین کے اور کسی قابل نہ تھی۔ اُنہون نے اسمین فارسی ترکیبین اور فارسی مضامین کو بھی داخل کیا۔ ولی احمد آباد گجرات کے رہنے والے تھے اور شاہ وجیہ الدین کے مشہور خاندان مین سے تھے۔ انکی علمی تحصیل کا حال ہماری لاعلمی کے اندھیرے مین ہے۔ کیونکہ اِس عہد کی خاندانی تعلیم اور بزرگون کی صحبتون میں ایک تاثیر تھی کہ تھوڑی نوشت خواند کی لیاقت بھی استعداد کا پردہ کھلنے نہ دیتی تھی چنانچہ انکے اشعار سے معلوم ہوگا کہ وہ قواعد عروض کی طرح زبانِ عربی سے ناواقف تھے۔ پھر بھی کلام کہتا ہے کہ فارسیت کی استعداد درست تھی۔ انکی انشاپردازی اور شاعری کی دلیل اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ ایک زبان کو دوسری زبان سے ایسا بے معلوم جوڑ لگایا ہے کہ آج تک زمانہ نے کئی پلٹے کھائے ہین مگر پیوند مین جنبش نہین آئی۔ علم مین درجۂ فضیلت نہ رکھتے تھے مگر کہتے ہین

ایک دل نہین آرزو سے خالی ہر جا ہے محال اگر خلا ہے

یہہ سیر کتاب کا شوق اور علما کی صحبت کی برکت ہے سوزنی کی طبیعت مین بلند پروازی بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگرچہ سودا کی طرح کسی سے دست و گریبان نہین ہوئے مگر اپنے ہم عصرون پر چوٹین کی ہین چنانچہ ناصر علی سرہندی کے معاملہ سے ظاہر ہے +

اگرچہ ایشیا کے شاعرون کا پہلا عنصر مضمونِ عاشقانہ ہے مگر جس شوخی سے اخلاق کی شوخی ظاہر ہو اُسکا ثبوت انکے کلام سے نہین ہوتا۔ بلکہ برخلاف اسکے صلاحیت اور متانت انکا جوہرِ طبعی تھا۔ انکے پاس سیاحی اور تجربہ کا توشہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس عہد مین تھوڑا سفر بھی بڑی سیاحی کی قیمت رکھتا تھا۔ اُسمین یہہ اپنے وطن سے ابوالمعالی کے ساتھ دلی مین آئے۔ یہان شاہ سعد اللہ گلشن کے مرید ہوئے۔ شاید انسے شعر مین اصلاح لی ہو

۱؎ دیکھو تذکرہ حکیم نذرہ اللہ خان قاسم۔ مگر تعجب ہے کہ میر عشقی نے اپنے تذکرہ میں اورنگ آبادی لکھا ہے

۲؎ شیخ سعد اللہ گلشن بھی شاعروں میں تھے۔ اور مرزا بیدل کے معاصر تھے۔ دو شعر فارسی کے ایسے بھی یاد آگئے ہین

گشتم شہید تیغ تغافل نشیدنت — جانم نزد دست بہ دامن الہ نو دیدنت
بگشت میتوان بہ بیدمی دادا — کہ شیخ عکت العین است خرگان را داد

مگر دیوان کی ترتیب فارسی کے طور پر یقیناً انکے اشارہ سے کی۔ انکا دیوان اُس عہد کے مشاعرون کی بولتی تصویر ہے۔ کیونکہ اگر آج دریافت کرنا چاہین کہ اُسوقت کے اُمرا و شرفا کی کیا زبان تہی؟ تو اسکی کیفیت سوا دیوانِ ولی کے اور کوئی نہین بتا سکتا۔ انھی کے دیوان سے ہم اُسوقت اور آجکی زبان کے فرق بخوبی نکال سکتے ہین۔

سون اور سین	سیتی بجائے	سے	بہیتر	"	اندر
کون بہ واو معروف	"	کو	مجہ دل	"	میرا دل
ہمن کون	"	ہم کو	موہن - سیجن - پی - پیتم		معشوق
جگ مینے	"	دنیا مین	انجہوان	"	آنسو کی جمع
برمنے - بجائے برمین - فارسی کا ترجمہ ہے - پیرامنی در بر			بہوان پلکان	"	بہوین پلکین
تجہہ لب کی صفقہ	"	تیرے لب کی صفت	نین	"	آنکہہ
نمن	"	یعنی طرح یا مثل	دہن	"	دہن
جگ	"	جہان - دنیا	مرا	"	میرا
بچن	"	کلام	یوہ	"	یہہ
نت	"	ہمیشہ			
مکہہ	"	منہہ	بعض قافیے مثلاً		
تسبی	بجائے	تسبیح	گہوڑا - موڑا - گورا -		
سہی	"	صحیح	دہڑ - سر -		
بگانا	"	بیگانہ	گہوڑی - گوری		
مرض	"	مرض	اکثر غزلین بے ردیف ہین -		

[1] دیکہو تذکرۂ فایق کہ خاص شعرائے دکن کے حال مین ہے - اور وہین تصنیف ہوا ہے ۔

چونکہ نظمِ فارسی کی روح اُسیوقت اُردو کے قالب مین آئی تھی - اسیواسطے ہندی لفظون کے ساتھہ فارسی کی ترکیبین اور بَر - اور - وَر - بلکہ بعض جگہہ افعالِ فارسی بھی مُنھہ مین کھٹکتے ہین وہ خود دکنی تھے اسلئے اُنکے کلام مین بعض بعض الفاظ دکھنی بھی ہوتے ہین +

آج اُسوقت کی زبان کو سُنکر ہمارے اکثر ہم عصر ہنستے ہین - لیکن یہہ ہنسی کا موقع نہین حوادث گاہ عالم مین ایسا ہی ہوا ہے اور ایسا ہی ہوتا رہیگا - آج تم اُنکی زبان پر ہنستے ہو کل ایسے لوگ آئینگے کہ وہ تمہاری زبان پر ہنسین گے - اس انجمنِ غفلت کے ممبر اگر تھوڑے دیر کے لئے عقل دوربین کو صدرِ انجمن کرلین تو یہہ اُس تدبیر کے سوچنے کا موقع ہے کہ آج ہم کیونکر اپنے کلام کو ایسا کرین جس سے ہماری زبان کچھہ مُدّت تک زیادہ مطبوعِ خلایق رہے - اگرچہ سامنے ہمارے اندھیرا ہے - لیکن پیچھے پھر کر دیکھنا چاہیئے اور خیال کرنا چاہیئے کہ زبان نے جو ترقی کی ہے - تو کن اصول پر اور کس جانب مین قدم رکھتی گئی ہے آؤ ہم بھی آج کے کاروبار اور اوسکے آیندہ حالات کو خیال کرین اور اُسی انداز پر قدم ڈالین - شاید ہمارے کلام کی عمر مین کچھہ برس زیادہ ہوجائین +

شاعرِ قدرت کے دیوان مین ایک سے ایک مضمون نیا ہے مگر یہہ لطیفہ بھی کچھہ کم نہین کہ شاعری کا چراغ تو دکن مین روشن ہو - اور ستارے اِسکے دلّی کے افق سے طلوع ہوا کرین - اُس عہد کی حالت اور بیاشا زبان کو خیال کرتا ہون تو سوچتا رہجاتا ہون کہ یہہ صاحبِ کمال زبان اُردو - اور انشاءِ ہندی مین کیونکر ایک نئی صنعت کا نمونہ دے گیا - اور اپنے پیچھے آنیوالون کے واسطے ایک نئی سڑک کی داغ بیل ڈالتا گیا - کیا اُسے معلوم تھا کہ اسطرح یہہ سڑک ہموار ہوگی اُسپر دُکانین تعمیر ہونگی - لالٹینون کی روشنی ہوگی - اہلِ سلیقہ دکاندار جواہر فروشی کرینگے - اور اُردوی معلّیٰ اِسکا خطاب ہوگا - افسوس یہہ ہے کہ ہماری زبان کے مورخ اور ہمارے شعرا کے تذکرہ نویسون نے

اُنکے ولی اور خدا رسیدہ ثابت کرنیمین تو بڑی عرق ریزی کی لیکن ایسے حال نہ لکھے جس سے اُسکے ذاتی خصائل وحالات مثلاً دنیا داری یا گوشہ گیری - اقامت یا سیاحی - راہِ علم وعمل کی نشیب وفراز منزلین - یا اُسکی صحبتون کی نمزہ نمزہ کی کیفیتین معلوم ہون - بلکہ برخلاف اِسکے سنہ ولادت اور سالِ فوت تک بھی نہ بتایا - اتنا ثابت ہے کہ اُنکا ابتدائے عہد شاید عالمگیر کا آخر زمانہ ہوگا اور وہ مع اپنے دیوان کے سنہ محمد شاہی مین دِلّی پہنچے ✦

قاعدہ ہے کہ جب دولت کی بہتات اور عیش ونشاط مین کچھ نیکی بد خیالات آتے ہین تو صوفیانہ لباس مین ظاہر ہوا کرتے ہین - اُسوقت محمد شاہی دَور نے در و دیوار کو دولت سے مست کر رکھا تھا جس سے کہ تصوّف کے خیالات عام ہو رہے تھے - دوسرے ولی خود فقر کے خاندان عالی سے تھے اور فقیر ہی کے دیکھنے والے بھی تھے - تیسرے زبان اُردو کے والدین یعنے بہا شاہ اور فارسی بھی صوفی ہین - ان چیزون نے انہین تصوّفِ شاعرانہ مین ڈالا - اور دل کی اُمنگ نے پیش قدمی کا تمغا حاصل کرنے کو اُس کام پر آمادہ کیا کہ جو سلف سے اُسوقت تک کسی کو نہ سوجھا تھا - وہ یہی کہ فارسی کے قدم بقدم چلین اور پورا دیوان مرتّب کرین - چنانچہ اُنکے پیر کا اشارہ اِسکی تائید کرتا ہے ✦

غرض جب اِنکا دیوان دِلّی مین پہنچا تو اشتیاق نے ادب کے ہاتھون پر لیا - قدردانی نے غور کے آنکھون سے دیکھا - لذت نے زبان سے پڑھا - گیت موقوف ہو گئے - قوّال معرفت کی محفلون مین اِنہین کی غزلین گانے بجانے لگے - اربابِ نشاط یارون کو سُنانے لگے - جو طبیعت موزون رکھتے تھے اُنہین دیوان بنانے کا شوق ہوا ✦

اگرچہ اس اعتبار سے یہ نہایت خوشی کا موقع ہے کہ عمدہ جوہرِ انسانیت پسندیدہ لباس پہنکر ہماری زبان مین آیا - مگر اِس کوتاہی کا افسوس ہے کہ کوئی ملکی فائدہ اُس سے

ہوا۔ اور اسکی وجہ ہے کہ وہ کسی علمی یا آئینی رستہ سے نہین آیا۔ بلکہ فقیرانہ شوق یا تفریح کی ہوا سے اُڑکر آگیا تہا۔ کاش شاہنامہ کے ڈہنگ سے آتا کہ محمد شاہی عیاشی اور عیش پرستی کا خون بہاتا اور اہل ملک کو پہر تیموری اور بابری میدانون مین لاڈالتا یا تہذیب و شائستگی سے اکبری عہد کو پہر زندہ کر دیتا +

باوجودیکہ اُسکی زبان آج بالکل متروک ہے مگر دیوان ابتک ہر جگہہ ملتا ہی اور بکتا ہے یہان تک کہ پیرس اور لندن مین چہپ گیا ہے۔ اُسمین علاوہ ردیف وار غزلون کے رباعیان۔ قطعے۔ دو تین مخمس۔ قصیدے۔ ایک مثنوی مختصر معرکۂ کربلا کے حال مین ایک شہر سورت کے ذکر مین ہی۔ واسوخت اُس وقت مین نہ تھا۔ اس فخر کا ایجاد میر صاحب کے لئے چہوڑ گئے۔ بادشاہ یا کسی امیر کی تعریف بہی نہین۔ شاید خواجہ میر درد کی طرح تعریف کرنی عیب سمجہتے تہے۔ لیکن کبہی کبہی خواجہ حافظ کی طرح بادشاہ وقت کے نام سے اپنے شعر کو شان و شکوہ دیتے تہے۔ چنانچہ ولی کی تصنیفات مین سے ایک غزل مین کہتے ہین

دل ولی کا لے لیا دلی نے چہین + جا کہو کوئی محمد شاہ سون

رسالۂ نور المعرفت تصوف مین بہی لکہا ہے۔ اُسمین کہتے ہین کہ مین محمد نور الدین صدیقی سہروردی کے مریدون کا خاکپا ہون اور شاہ سعد اللہ گلشن کا شاگرد۔ مگر یہہ نہین لکہا کہ کس امر مین لطیفہ ولی نے اپنے جوش ریختہ گوئی مین ناصر علی سرہندی کو کہ علی تخلص کرتے تہے۔ یہہ شعر لکہا ؎

اُچہل کر جا پڑی جون مصرع برق + اگر مطلع لکہون ناصر علی کون

ناصر علی نے جواب مین لکہا ؎

باعجاز سخن گر اوڑ چلے وہ + ولی ہرگز نہ پہنچے گا علی کون

اب انکے کلام سے اُسوقت کی زبان کا نمونہ دیکہنا ضرور ہے۔ لیکن ہمارے تذکرہ نویسونکا

یہہ تذکرہ فائق۔ مگر شعر مذکور عزیز دکنی کے دیوان مین بہی درج ہے۔ شاید ناصر علی نے اُسی پر چوٹ کی لگی اسلئے جواب مین یہہ شعر کہا

دستور ہے کہ جب شاعر کا حال لکھتے ہین تو اُسکے اشعار انتخاب کرکے لکھتے ہین اور یہہ ظاہر ہے کہ فیضانِ سخن رائیگان نہین جاتا نظیر کے بعض شعرا ایسے ہین کہ میر سے پہلو مارتے ہین - پس اگر نظیر کا ذکر لکھکر اُسکے چند شعر منتخب لکھدئے تو ناواقف سوائے اسکے کہ نظیر کو میر کا ہم پلہ شاعر سمجھے اور کیا تصور کرسکتا ہے - بڑی قباحت اسمین یہہ ہے کہ شاعر مذکور مین اور ہم مین سالہا سال کے عرصے حائل ہین - پس ان شعرون سے اُنکی اصلی قابلیت اور طبیعت کی کیفیت کھلنی مشکل ہو جاتی ہے - مین اُنکے دیوان سے نیک نیتی کے ساتھہ چند غزلین پوری کی پوری لکھدونگا - تاکہ اصلیتِ حال ظاہر ہو جائے ہان - اگر پوری غزلین ہاتھہ ہی نہ آئین تو مجبوری ہے *

تجھہ لب کی صفت لعل بدخشان سے کہون گا
جادو ہے تیری نین غزالان سے کہون گا

دی حق نے تجھے بادشہی حسن نگر کی
یہہ کشور ایران مین سلیمان سے کہون گا

زخمی کیا ہے مجھہ تیری پلکون کی انی نے
یہہ زخم تیرا خنجر بہالان سے کہون گا

بے صبر نہوا ولی اس درد سے ہرگاہ
جلدی سے تیری درد کی درمان سے کہون گا

دیکھنا ہر صبح تجھہ رخسار کا
ہے مطالع مطلعِ انوار کا

یاد کرنا ہر گھڑی تجھہ یار کا
ہے وظیفہ مجھہ دلِ بیمار کا

آرزوئے چشمۂ کوثر نہین
تشنہ لب ہون شربتِ دیدار کا

عاقبت ہوگا کیا معلوم نہین
دل ہوا ہے مبتلا دیدار کا

بلبل و پروانہ کرنا دل کے تئین
کام تھا تجھہ چہرۂ گلنار کا

کیا کہے تعریف دل ہے بے نظیر
حرف حرف اُس مخزنِ اسرار کا

گر ہوا ہے طالبِ آزادگی
بندمت ہو سبحہ و زنار کا

مسند گل منزل شبنم ہوئی
دیکھہ رتبہ دیدۂ بیدار کا

اے ولی ہونا سریجن پر نثار
مدعا ہے چشم گوہر بار کا

بیوفائی نکر خدا سون ڈر
جگ ہنسائی نکر خدا سون ڈر
ہے جدائی مین زندگی مشکل
آجدائی نکر خدا سون ڈر
اوس سون جو آشنائی ڈر کرے
آشنائی نکر خدا سون ڈر
آرسی دیکھکر نہ ہو مغرور
خودنمائی نکر خدا سون ڈر

اے ولی غیر آستانہ یار
جبہہ سائی نکر خدا سون ڈر

جب صنم کو خیال باغ ہوا
طالب نشۂ فراغ ہوا
موج عشاق دیکھہ ہر جانب
نازنین صاحب دماغ ہوا
مان سین تجھہ لبان کو رنج ہوا
جگر لالہ داغ داغ ہوا
دل عشاق کیون نہو روشن
جب خیال صنم چراغ ہوا

اے ولی گلبدن کون باغ مین دیکھہ
دل صد برگ باغ باغ ہوا

جسوقت اے سریجن تو بے حجاب ہوگا
ہر ذرہ تجھہ جھلک سون چون آفتاب ہوگا
مت جا چمن سون لالہ بلبل پہ مت ستم کر
گرمی سون تجھہ نگہہ کی گلگل گلاب ہوگا
مت آئینہ کو دکھلا اپنا جمال روشن
تجھہ مکھہ کی تاب دیکھی آئینہ آب ہوگا
نکلا ہے وہ ستمگر تیغ ادا کو لیکر
سینے پہ عاشقان کے اب فتحیاب ہوگا
رکھتا ہے کیون جفا کو مجھہ پر روا اے ظالم
محشر مین تجھہ سین آخر میرا حساب ہوگا

تجھکو ہوا ہے معلوم اے مست جام خونین
تجھہ انکھڑیان کے دیکھے عالم خراب ہوگا

ہاتف نے یون دیا ہے مجھکو ولی بشارت
اوسکی گلی مین جا تو مقصد شتاب ہوگا

تخت جس بے خانمان کا دشت ویرانی ہوا
سر اوپر اسکے کھولا تاج سلطانی ہوا

تجھہ حسن عالمتاب کا جو عاشق و شیدا ہوا
ہر خوبرو کے حسن کی جلوہ سون بے پروا ہوا

سینہ مین اب مجھ تنگ کو نین کو بسرا ہے وہ
جو تجھہ نین کی جام سون پی کی متوالا ہوا

پایا ہے جگ مین اے ولی وہ لیلئے مقصود کون
جو عشق کی بازار مین مجنون بن رسوا ہوا

لیا ہے جب سون موہنے طریقا خود نمائی کا
چڑھا ہے آرسی پر تب سے رنگ حیرت فزائی کا

کیون کر ہے آلودہ زرنگ سخن صید مراد
ہے علم اوپر معطل صورت شیر طلا

بلہوس رکھتے ہین دایم فکر رنگ عاشقان
ہے مہوس کی صدا سینہ مین تدبیر طلا

یو کناری مکھہ پہ تیری اے زلیخا دش نہین
سون یوسف کو لکھا گر دستحریر طلا

ہوا ہے سیر کا مشتاق بیتابی سون من میرا
چمن سون آج آیا ہے مگر گل پیرہن میرا

خمار ہجر نے جسکے دیا ہے درد دل مجھکو
رکھون نشئہ من انکھیان مین گر وہ مست ناز آوی

عجب نین گر گلان دوڑین پکڑ کر صورت قمری
ادا سون جب چمن بہتر وہ سرو سرفراز آوی

تا حشر رہے بوئی گلاب اوسکے عرق سے
جس برمنے یکبار وہ گل پیرہن آوے

سایہ ہو مرا سبز برنگ پر طوطی
گر خواب مین وہ نوخط شیرین سخن آوے

کھینچین آپس انکھیان سخ جون کحل جواہر
عشاق کی گرد ہاتھہ وہ خاک چرن آوے

ہرگز سخن سخت کو لاوے نہ زبان پر
جس ذہن مین یکبار وہ نازک بدن آوی

پھر تل تجھہ مکھہ کی کعبہ مین مجھے اسود حجر دستا
زنخدان مین تری مجھہ چاہ زمزم کا اثر دستا

دستا (دکھائی دیتا ہے) یعنے نظر آتا ہے - یا معلوم ہوتا ہے - اور یہہ ساری غزل اسی ردیف مین ہے -

شاہ مبارک آبرو

آبرو تخلص مشہور شاہ مبارک - اصلی نام نجم الدین تھا شاہ محمد غوث گوالیاری کی اولاد مین تھے - باوجودیکہ بڈھے شاعر - اور بڑے مشاق تھے - مگر خان آرزو کو اپنا کلام دکھا لیتے تھے - دیکھو اُس زمانہ کے لوگ کیسے منصف اور طالب کمال تھے - یہ اپنے زمانہ مین مسلم الثبوت شاعر زبان ریختہ کے - اور صاحب ایجاد نظم اُردو کے شمار ہوتے تھے وہ ایسا زمانہ تھا کہ - اخلاص - کو - وسواس - اور - دھڑ - کو - سر کا قافیہ باندھ دیتے تھے اور عیب نہ سمجھتے تھے - ردیف کی کچھ ضرورت نہ تھی - البتہ کلام کی بنیاد - ایہام اور ذومعنین لفظون پر ہوتی تھی - اور محاورہ کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے - وہ ایک آنکھ سے معذور تھے - اُنکی اور مرزا جان جانا مظہر کی خوب خوب چشمکین ہوتی تھین - بلکہ اُنھین آنکھ کا بھی اشارہ ہو جاتا تھا - چنانچہ مرزا صاحب نے کہا

آبرو کی آنکھ مین ایک کانٹھ ہے آبرو سب شاعرون کی لٹھ

شاہ آبرو نے کہا -

کیا کرون حق کے کئے کو - کور میری چشم ہے آبرو جگ مین رہی تو جان جانا پشم ہے

شاہ کمال بخاری اُس زمانہ مین ایک بہت بزرگ شخص تھے - اونکے بیٹے پیر کہن تھے - اور پاکباز تخلص کرتے تھے شاہ مبارک کو انسے بہت محبت تھی - چنانچہ اکثر شعرونمین اونکا نام یا کچھ اشارہ ضرور کرتے تھے - دیکھنا کیا مزے کا سجع کہا ہے +

ع عالم ہمہ دوغ است و محمد کہن -

اِنکی علمی استعداد کا حال معلوم نہین - کلام سے ایسا تراوش ہوتا ہے کہ صرف نحو عربی کی جانتے تھے اور مسائل علمی سے بے خبر تھے

اُنکے شعر جب تک پیر کہن - پاکباز کے کلام سے چُہڑے نہ جائین تب تک مزا نہ دینگے اسلئے پہلے ایک شعر اُنکا ہی لکھتا ہون - اُس زمانہ کے خیالات پر خیال کرو -

مجھے درد والم گھیرے ہے نت میری میان صاحب
خبر لیتے نہین کیسے ہو تم؟ میری میان صاحب

آیا ہے صبح نیند سے اُٹھ رسمسا ہوا
جامہ گلے مین رات کا پہولون بسا ہوا

کم مت گنو یہ بخت سیاہ ہونگا رنگ زرد
سونا وہ ہے کہ ہووے کسوٹی کسا ہوا

اندازہ سین زیادہ پٹ ناز خوش نہین
جو خال اپنے حد سے بڑھا سو مسا ہوا

قامت کا سبھہ جگت مین بالا ہوا ہے نام
قد اسقدر بلند تمہارا رسا ہوا

دل یون ڈرے ہے زلف کا مارا ہوا سین
رسی سے اژدہا کا ڈرے جون ڈسا ہوا

ای آبرو اول تون سمجھہ پیچ عشق کا
پھر زلف سے نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

پلنگ کون چھوڑ خالی گود سین اُٹھ گئی بجن میتا
چتر کاری لگے کہانے ہمکو گھر رہو اچیتا

لگائی بینوا کی طرح سین جب وہ چھڑی تمنے
تج اور دنکو لیا ہے ہاتھ اپنے ایک تو میتا

جدائی کے زمانہ کی سجن کیا زیادتی کہیے
کہ اس ظالم کی جو ہمپر گھڑی گذری سو جگ بیتا

لگا دل یار سین تب اسکو کیا کام آبرو ہمین
کہ زخمی عشق کا پھر مانگ کر پانی نہین پیتا

مین سین نین جب ملا سے گیا
دل کے اندر مرے سمائے گیا

نگہ گرم سین مرے دل مین
خوش نین آگ سے لگائے گیا

تیرے چلنے کی سُن خبر عاشق
بھی کہتا ہوا کہ ہائے گیا

سہو کر بولتا تھا مجھہ سیتی
بوجھ کر بات کو چھپائے گیا

آبرو ہجر بیچ مرتا تھا
مکھ دکھا کر اُسے جلائے گیا

یہہ رسم ظالمی کی - دستور ہے کہان کا
دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہے جان کا

ہر یک نگہ مین ہم سین کرنے لگے ہو نوکین
کچھ یو ترے آنکھون نے پکڑا ہے ڈور بانکا

تجھ راہ مین ہوا ہے اب تو رقیب کُتّا — لو پائے کر ہماری آبا نہ ہتا ہے نان کا
خندون کے طور گویا دیوار قہقہا ہے — پھر کر پھرے نہ لڑکا جو اُسطرف کو جہانکا
رستم دہل کے دلمین ڈالے انجھو سو پانی — دیکھے اگر جوان کی تلوار کا جھاکا
فاسق کے دل پہ ڈالی جب نفسِ بدنی بُرکے — رجوا ڑے کی گلی کا تب جا غبار پہانکا

سب عاشقون مین ہمکون مژدہ ہے آبرو کا
ہے قصد گر تمہارے دل بیچ امتحان کا

مت قہر سیتے ہاتھ مین لے دل ہمارے کون — جلتا ہے کیون پکڑتا ہے ظالم انگارے کون
ٹک باغ مین شتاب چلو اے بہارِ حسن — گل چشم ہو رہا ہے تمہارے نظارے کون
مرتا ہون ٹک رہی ہے رمق آ درس دکھا — جا کر کہو ہماری طرف سے پیارے کون
مین آپڑا ہون عشق کے ظالم بہنور کے بیچ — تختہ اوپر چلا دیتے ہین جی کے آرے کون

اپنا جمال آبرو کون ٹک دکھاؤ آج
مدت سے آرزو ہے درس کی بچارے کون

بستم اُس مرد کی کہاتے ہین قسم زوردن کی — تاب لاوے جو کوئی عشق کے جہکجہورونکی
مردوان حسن کے کہتے ہین اُسے دل مُردہ — سانورے چہوڑکے جو چارہ کرے گورونکی
تانہہ کاٹی ہے مرے دل کی ترے انکہان نے — دو پلک نہین یہ کترنی ہے مگر چورونکی
ب شیرین پہ سنہجن کے نہین خطِ سیاہ — ڈار چہوٹی ہے مٹہائی پہ شکر خورونکی
لین سورج مین جون خط شعاع کے شعلے — دیکھ انکہیون مین یہ لال جہک ڈورونکی
وری جبکہ سجی برمین سجن بونٹہ دار — عقل چکر مین گئی دیکھ کے چہب موروںکی

آبرو کون نہین کم ظرف کی صحبت کا دماغ
کسکو برداشت ہے ہر وقت کے نکتورونکی

افسوس ہے کہ مجکو وہ یار بہول جاوے — وہ شوق وہ محبت وہ پیار بہول جاوے

رستم تیری انکہون کے ہووے اگر مقابل — انکہیون کو دیکہہ تیری تلوار بہول جاوے

عارض کے آئینہ پر تمنا کے سبز خط ہے — طوطی اگر جو دیکھے گلزار بہول جاوے

کیا شیخ و کیا برہمن جب عاشقی مین آوین — تسبیح کرے فراموش زنار بہول جاوے

یون آبرو بناوے دل مین ہزار باتان
جب تیرے آگے آوے گفتار بہول جاوے

پانی پت[1] آج چھوڑ جو گنّور تم سے چلے — تو راہ بیچ جائیو جانان سنبہال کے

کنجی اُسکی زبان شیرین ہے — دل میرا قفل ہے بتاسے[2] کا

کیون چہپا ظلمت مین گر اُس لب سے شرمندہ نہ تہا — جان کچہہ پانی مرے ہے چشمہ حیوانکی بیچ

اب دین ہوا زمانہ سازی — آفاق تمام دہریا ہے

تمنے بجاؤنے کو جب ہاتھ بیچ لے لی — مجنون ہو گئے سب یہہ اسطرح کی لَے لی

سجا ہے نرگسی بوٹے کا جامہ — کرے کیونکر نہ مجہ سے چشم پوشی

آبرو کے قتل کو حاضر ہوئی کسکی کمر — خون کرنے کو چلے عاشق پہ تہمت باندہ کر

دو بھوان سے لگے ہین جسکے نین — وہ کہاتا ہے حاجی الحرمین

عزت ہے جوہری کی۔ جو قیمتی ہو جوہر — ہے آبرو ہمنکو۔ جگ مین سخن ہمارا

جہان اُس خو کی گرمی تھی۔ نہ تھی وہان آگ کو عزت — مقابل اُسکے ہو جاتی۔ تو آتش لکڑیان کہاتی

---

[1] پانی پت۔ گنّور۔ سنبہالکہ۔ قصبون کے نام ہین۔ سنبہالکے کی پرانی سرا اب بہی قایم ہے اگلے وقتون مین یہان رستہ لٹتا تہا اور راہزنی اسکی مشہور تھی۔ اور سرا بھی استحکام اور وسعت مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے۔

[2] چہوٹا سا قفل مقدار مین بتاسے کے برابر یا کچہہ اُس سے بڑا ہوتا تہا۔ بتاسے کا قفل کہلاتا تھا۔

اِسی انداز مین حافظ عبدالرحمن خان **احسان** نے ایک شعر کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔

دُختِ رز سے کہا میخانے مین شب رندون نے ۔ آج تو خوب ہی چھٹکے تری سوکن کو لگے

یعنے بہنگیر خانے مین بہنگڑون نے خوب سبزیان گھونٹین اور طرے اُڑائے تم بہی یارون پر نظر عنایت کرو۔

مبارک نام تیرے آبرو کا کیون نہو جگمین ۔ اثر ہے یو ترے دیدار کی فرخندہ فالی کا

نالہ ہمارے دل کا ۔ غم کا گواہ بس ہے ۔ اپنے کے تین شہادت انگشت آہ بس ہے

تمہارے لوگ کہتے ہین ۔ مگر ہے ۔ کہان ہے کسطرح کی ہے؟ ۔ کدہر ہے؟

تخلص **آبرو** بر جا ہے میرا ۔ ہمیشہ اشک غم سے چشم تر ہے

اِس ناتوان کی حالت دہان جا کہے ہے اُزکر ۔ میرا یہہ رنگ رُو ہے گویا کہی کبوتر

کہین میان خفا ہین فقیرونکے حال پر ۔ آتا ہی اُنکو جوش جمالی **کمال** پر[۲۵]

پھرتے تہے دشت دشت دیوانے کدہر گئے ۔ وہ تے عاشقی کے ہائے زمانے کدہر گئے

خدمتگار خان بادشاہی خواجہ سرا تھا ۔ اور سرکار شاہی مین بڑا صاحب اختیار تھا ۔ اکثر بادشاہی نوکر اُسکی سخت گیری ۔ اور بدمزاجی سے دق رہتے تھے ۔ انہین بہی اُس سے کام پڑتا تھا ۔ کبہی آسانی سے مطلب نکل آتا تھا ۔ کبہی دشواری سے ۔ چنانچہ ایک موقع پر یہہ شعر کہا ۔

یار و خدمتگار خان خوجہ اُنکے چیچ ۔ ہے تو مستثنیٰ ۔ ولیکن منقطع

---

[۲۵] جلالی اور جمالی دو قسم کے اسمائے الٰہی ہین اور تیغ کمال بجا ہی اُنکے واہ کا کام ہے ۱۲

شیخ شرف الدین مضمون

مضمون - تخلص - شیخ شرف الدین نام - شیخ فریدالدین شکر گنج کی اولاد مین تھے - جاجمو علاقۂ اکبر آباد وطنِ اصلی تھا دلّی مین آرہے تھے - اصل پیشہ سپاہگری تھا - تباہیِ سلطنت سے ہتھیار کہولکر مضمون باندہنے پر قناعت کی اور زینت المساجد مین ایسے بیٹھے کہ مر کر اُٹھے - اِس عالم مین بھی ایک خوش مزاج - بااخلاق - یارباش آدمی تھے - دورِ اوّل کے اُستادون مین شمار ہوتے تھے - اور اُنھی کا انداز تھا کیونکہ رواج بھی تھا اور خاص و عام اِسی کو پسند کرتے تھے -

اُس زمانہ کے لوگ کسقدر منصف اور بے تکلف تھے - باوجودیکہ مضمون سن رسیدہ تھے اور خان آرزو سے عمر مین بڑے تھے مگر اُنہین غزل دکہاتے تھے اصلاح لیتے تھے - نزاسے دانت ٹوٹ گئے تھے اسلئے خان موصوف اُنہین شاعر بیدانہ کہتے تھے -

مرزا رفیع نے بھی اِنکا عہد پایا تھا - چنانچہ جب انتقال ہوا تو مرزا نے غزل کہی جسکا مطلع و مقطع بھی لکہتا ہون -

لئے مے اُٹھ گیا ساقی - مرا بھی پر ہو پیمانہ — الٰہی کسطرح دیکھون مین اِن آنکھون سے میخانہ
بنائین اُٹھ گئین یارو غزل کے خوب کہنے کی — گیا مضمون دنیا سے رہا سو وا سو تا نہ

اور اِس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اِس صاحب کمال کے کمال نے زمانہ کے دل مین کیا اثر پیدا کیا تھا -

ہائے دلّی خدا تجھے بہشت نصیب کرے - کیسے کیسے لوگ تیری خاک سے اُٹھے اور خاک مین ملگئے - اُستادِ مرحوم نے ایک دن فرمایا کہ شیخ مضمون کے زمانہ مین کوئی امیر باہر سے محل مین آئے - اور پلنگ پر لیٹ گئے - ایک بڑھیا ماما نئی نوکر ہوئی تھی - وہ حقہ بھر لائی اور سامنے رکھا - نواب صاحب کی زبان پر اُسوقت یہ مضمون کا شعر تھا -

ہمنے کیا کیا نہ ترے عشق مین محبوب کیا ✕ صبر ایوب کیا گریہ یعقوب کیا

ہائے بوبی - الٰہی تری امان - اس گھر مین تو آپ ہی پیغمبری وقت پڑ رہا ہے - بچارے نوکرون پر کیا گذرے گی؟ چلو بابا بھاگتے - ۲۲

تعجب یہ ہے کہ اسی مضمون کو مخلص کاشی نے بھی باندھا ہے -

در فراق تو چہا اے بت محبوب کنم ✕ صبر ایوب کنم گریہ یعقوب کنم

کرے ہے دار کو کامل بھی سرتاج ✕ ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج

خط آگیا ہے اُسکے سری ہے سفید ریش ✕ کرتا ہے ابتدا کب بھی وہ ملنے مین نام صبح

کرین کیون نہ شکر لبون کو مرید ✕ کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

ہنسی تیری پیاری پہلجڑی ہے ✕ بھی غنچہ کے دلمین گلجھڑی ہے

میکدہ مین گر سراپا فعل نامعقول ہے ✕ مدرسہ دیکھا تو وہان بھی فاعل مفعول ہے

تیر مژگان برستے ہین مجھ پر ✕ آب پیکان کا اسطرف ہے ڈھال

محمد شاکر ناجی

ناجی - تخلص - سید محمد شاکر نام - شرافت اور سیادت کے ساتھ - کمال شاعری سے اپنے زمانہ مین نامور تھے - اہل سخن نے انہین طبقہ اوّل کے ارکان مین تسلیم کیا ہے -

---

دلی مین عرب مفلس فقیر کسی سے سوال کیا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے - یا الہ رہمن - مفلس ہین - ہم پر پیغمبری وقت پڑا ہے لیللہ کچھ دو - دراصل اسکی یہ تھی کہ جسپر سخت مصیبت پڑتی ہے وہ زیادہ خدا کا پیارا ہوتا ہے - اور چونکہ پیغمبر سب سے زیادہ خدا کے پیارے ہین اسلئے اُن پر زیادہ مصیبتین پڑتی ہین - جو مصیبتین پیغمبرون پر پڑتی ہین - وہ دوسرے پر نہین پڑین - رفتہ رفتہ پیغمبری وقت - اور پیغمبری مصیبت کے سے سخت مصیبت کے ہوگئے - دیکھو - ایسی ایسی باتین اُس زمانہ مین کسقدر عام تھین کہ بڑھیان عورتین اور مائین اُن سے نکتے - اور لطیفے پیدا کرتی تھین - اب اللہ ہی اللہ ہے -

- عمدۃ الملک - امیر خان جو محمد شاہی دربار کے رکن اعظم تھے - یہ اُنکے نعمت خانہ کے داروغہ تھے - شاہ مبارک آبرو نے جہان اُنکے کمال کی تعریف کی ہے وہان اس امر کا بھی اشارہ کیا ہے -

سخن سنجان مین ہوگا آبرو آج نہین شیرین زبان شاکر سیر کا

مگر تیز مزاج اور شوخ طبع بہت تھے - راہ چلتے سے الجھتے تھے اور جسکے گرد ہوتے تھے اُسے پیچھا چھوڑانا مشکل ہوجاتا تھا -

زلف کے حلقہ مین دیکھا جب سے دانہ خال کا مرغ دل عاشق کا تب سے صید ہے اس جال کا
گندمی چہرہ کو اپنے زلف مین پنہان نکر ہندوان سنکر مبادا شور ڈالین کال کا
بنیواؤن سے نہ مل اے مو کمر مت پیچ کھا مونڈ سر لڑکون کو کرتے ہین وہ اپنا بال کا
مہر کی بیجا ہے چرخ بے مروت سے امید پیر زالون سے نہین احسان کرا ایک بال کا
ایکدم ناجی کے تئین آکر جلانی پیار سے جان بلب ہون اے صنم یہ وقت نہین اہمال کا

نہ تھا آرزو دل کنعان سے یوسف ڈرا تھا خواب مین اخوان سے یوسف
نہوتا راہ مین گلبانگ شہرت جو روتا راہ مین خاران سے یوسف
کوئین مین جا پڑا یعقوب کا دل چلا جب نالہ و افغان سے یوسف
زلیخا نے بھائے شیر کے نیل جو رویا درد کے انجوان سے یوسف

جو ناجی ڈر نہوتا معصیت کا
نہ گردن پھیرتا فرمان سے یوسف

دیکھ موہن تیری کمر کیطرف پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
جن نے دیکھی تیری لب شیرین نظر اُن کی نہین شکر کی طرف
ہے محال اُنکا دام مین آنا دل ہے ان سب بتان کا رزکیطرف

تیرے رخسار کی صفائی دیکھ — چشم دانا ہین سنہ کی طرف
جسمین پاکباز ہے ناجی — بدعمل جائینگے سقر کی طرف

اے صبا کہہ بہار کی باتین — اُس بُتِ گلعذار کی باتین
کیسے چھوڑے نگاہ کا شہباز — کیا کرے ہے شکار کی باتین
چھوڑتے کب ہین نقد دل کو صنم — جب یہ کرتے ہین پیار کی باتین

معشوق ملکر آپ سے گر دلبری کرے — گر دیو ہو تو چاہیئے آدم گری کرے
شیشہ اُسیکے آگے بجا ہے کہ رخ مستی — پیالے کو جب لے ہاتھ مین شکر پری کرے
اس قد سے جب چمن مین خرامان ہو تو ای جان — شمشاد و سرو آگے تری چاکری کرے
دشمن ہے دین کا خال سیہ مکھ ادیر ترے — ہندو سے کیا عجب ہے اگر کافری کرے

جو کوئی کہ ناجی صاف کرے دل کا آئینہ
وہ عاشقی کے ملک مین اسکندری کرے

کفن ہو سبز تری گیسو نکے مارونگا — مکان غم ہو ترے در کے بیقرارونگا
رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کب تلک بہلا — چلی جاتی ہے فرمایش کبھی یہ لا کبھی وہ لا

موزون قد اُسکا چشم کی میزان مین جب تلا — طوبیٰ تب اُس سے ایک قدم آدکسا ہوا

اگر ہو وہ بُتِ ہندو کبھو اشنان کو نکلا — بھنورین دیکھ کر جمنا اُسے غوطہ مین جا نکلا

دیکھے ہمصحبت کی دولت سے نرکھ چشم امید — لب صدف کی تر نہین ہرچند گوہر مین ہے آب

بہا سستا ہوا مہنگا نہین موقوف غلّے پر — یہ سب خرمن اُسکے ہین خدا ہے جسکے پلّے پر
انگوٹھی لعل کی کرتی قیامت آج گر ہوتی — جنہون کی آن پہنچی۔ لڑ موے وہ ایک چھلّے پر

اُس رخِ روشن کی جو کوئی یاد مین مشغول ہے — مہر اُسکے روبرو سورج مُکھی کا پھول ہے
نہ ٹوکو یار کو کہ خط رکھا یا منڈاتا ہے — مرے نشّہ کی خاطر لطف سے سبزی بناتا ہے
جہان دل بند ہو ناصح وہان آوے خلل کرنے — رقیب نا ولد ناجی گویا لڑکون کا بابا ہے

نادری چڑھائی اور محمد شاہی لشکر کی تباہی مین خود شامل تھے۔ اُسوقت دربار دہلی کا رنگ۔ شرفا کی خواری۔ پاجیون کی گرم بازاری اور اُسپر ہندوستانیون کی آرام طلبی اور نازپروری کو ایک طولانی مخمس مین دکھایا ہے۔ افسوس کہ اسوقت دو بند اُسکے ہاتھ آئے۔

لڑے ہوئے تو برس بیس اُنکو بیتے تھے — دعا کے زور سے دائی دوا کے جیتے تھے
شرابین گھر کی نکالی مزے سے پیتے تھے — نگار و نقش مین ظاہر گویا کہ جیتے تھے
گلے مین ہنسلیان بازو اُپر طلا کے نال

قضا سے بچ گیا مرنا نہین تو ٹھانا تھا — کہ مین نشان کے ہاتھی اُپر نشانا تھا
نہ پانی پینے کو پایا وہان نہ کھانا تھا — ملے تھے وہان جو لشکر تمام چھانا تھا
نہ ظرف و مطبخ و دُکان نہ غلّہ و بقال

محمد احسن۔ احسن

احسن۔ تخلص۔ محمد احسن نام۔ یہ بھی انھی لوگون کے ہم عصر و ہم زبان ہین۔ چنانچہ ایک غزل اور دو شعر اُنکے ہاتھ آئے وہی لکھے جاتے ہین۔

صبا کیون اگر جاوے ہے تو اُس شوخ دلبر سون — کہ کر کر قول پہ سونگا گیا برسون ہوئے برسون [۲۵]

[۲۵] یعنے بغل سے گیا۔ برسون گذر گئے ۱۲

عجب نہین ابر گر جلتون کو تو جل سون جلا دیگا
گیا ہے یار میرے برسون کہتا ہے کہ مین برسون

یو قاصد وعدہ کرتا ہے جو پرسون کا پھر آوے
کبو تر پھر نہین آتا گلی اُسکی سیتی برسون

ترس تجکو نہین اے شوخ اتنی کیا ہے ترسائی
ترے دیدار کو مین دیدۂ ترسون کہڑا ترسون

ترے تل سون مجھے نت منہہ کا سودا ہے ای ظالم
عجب نہین ہو اگر تو تیل نکسا دے مری سرسون

زلف تیری معطر ہے عطر فتنے سیتی ظالم
الٰہی آبرو رکھیو پڑا ہے کام اُبتر سون

غزل اسطرح سے کہنی بھی احسن تجھ سون بن آوے
جواب اب آبرو کب کہہ سکے مضمون بہتر سون

لام تعلیق کا ہے اُس بُتِ خوشخط کی زلف
ہم تو کافر ہون اگر بندہ نہون اسلام کے

یہی مضمون خط ہے احسن اللہ
کہ حسنِ خوبرویان عارضی ہے

نازک بدن پہ اپنے۔ کرتے ہو تم جو غرہ
موسیٰ کمر نے تجکو فرعون سا بنایا

غلام مصطفیٰ خان یکرنگ

یکرنگ ۔ تخلص ۔ **غلام مصطفیٰ خان** نام ۔ قدیمی تذکرون مین انہین طبقہ اوّل کے شاعرون مین لکھا ہے ۔ مگر یہ لوگ باانصاف ہوتے تھے ۔ اور ہر کام کو حسن تقبیح کو خوب سمجھتے تھے اسلئے باوجود کہن سالی اور کہنہ مشاقی کے آخرِ عمر کلام اپنا مرزا جان جاناں مظہر کو بھی دکھاتے تھے ۔ لیکن جو کلام انکا موجود ہے ۔ بزرگون سے سُنا اور تذکرون مین بھی دیکھا بڑے مشاق تھے اور اپنے وقت مین سب انہین خوش فکر اور باکمال مانتے تھے ۔ اور لطف یہ ہے کہ تخلص کی طرح عالم آشنائی مین بھی یکرنگ یکتا تھے ۔

یکرنگ پاس اور سخن کچھ نہین بساط
جو کہتا ہون دو نین ۔ جو کہو تو نذر کرون

زبان شکن ہے مہدی کا برات
کہ خوبان نے لگائے ہین مجھے ہاتھ

اُس زلف کا یہہ دل گرفتار بال بال
یکرنگ کے سخن ہین خلاف ایک مو نہین

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گل
دلِ بلبل شکستہ کرتا ہے

یکرنگ نے تلاش کیا ہے بہت دلے
مرزا مظہر سا اس جہان مین کوئی میرزا نہین

پارسائی اور جوانی کیون کے ہو
ایک جاگہہ آگ پانی کیون کے ہو

نکہو یہہ کہ یار جاتا ہے
دل سے صبر و قرار جاتا ہے

گر خبر لینی ہے تو لے صیاد
ہاتھ سے یہہ شکار جاتا ہے

— مرزا جانجاناں کی اُستادی اور اپنی شاگردی کا اشارہ ہے۔

جسکے دردِ دل مین کچھہ تاثیر ہے
گر جوان بھی ہے تو میرا پیر ہے

لگے ہین خوب کانون مین بتونکے
سخن یکرنگ کے گویا گہر ہین

اِسکو مت جانو میان آفرین کی طرح
مصطفیٰ خان آشنا یکرنگ ہے

جدائی سے تیری اے صندلی رنگ
مجھے یہہ زندگانی دردِ سر ہے

خدا جانے اِن باتون کو سنکر ہمارے شایستہ زمانہ کے لوگ کیا کہینگے۔ کچھہ تو پروا بھی نکرینگے اور کچھہ واہیات کہکر کتاب بند کر دینگے۔ مگر تم اِن باتون کو ہزل نہ سمجھو۔ ایک پل کے پل آنکھین بند کر لو۔ اور تصوّر کی آنکھین کھولدو۔ دیکھو وہی محمد شاہی عہد کے کہن سال درباری لباس پہنے بیٹھے ہین۔ اور باوجود اُس متانت و معقولیت کے۔ مُسکرا مُسکرا کر آپسمین اشعار پڑھتے ہین۔ اور مزے لیتے ہین۔ کیا اُن نورانی صورتون پر تمہین پیار نہ آئے گا۔ کلام کی تاثیر بیٹھنے دیگی۔ صحبت کا جوش اُنکے ہاتھہ نہ چوم لیگا؟

وہ صورتین الٰہی کس ملک بستیان ہین
اب جنکے دیکھنے کو آنکھین ترستیان ہین

میرے دوستو! غور کے قابل تو یہ بات ہے کہ آج جو تمہارے سامنے اُنکے کلام کا حال ہے

کل آدرون کے سامنے بھی تمہاری کلام کا حال ہوتا ہے - ایک وقت مین جو بات مطبو
خلائق ہو - یہہ ضرور نہین کہ دوسرے وقت مین بھی ہو - خیال کرو - انھی بزرگون کے
جلسہ مین آج ہم اپنی وضع اور لباس سے جائین - اور اپنا کلام پڑھین تو وہ مسنجید
اور برگزیدہ لوگ کیا کہین گے - ایکدوسرے کی طرف دیکھین گے - اور مسکرائینگے
گویا سفلہ اور چھچھورا سمجھینگے - ان بزرگون کو کوئی بات ناپسند ہوتی تھی تو اتنا ہی اشارہ کا
ہوتا تھا اس خیال کی تصدیق اور اُس زمانہ کی وضع و لباس دکھانے کو دریاے لطافت
کی ایک عبارت نقل کرتا ہون سید انشا جنکی کوئی بات ظرافت سے خالی نہین ما
اپنے عہد کے بڈھے میر صاحب کی تقریر ایک کسبی کے ساتھ لکھتے ہین - یہہ دو
دلّی کے رہنے والے ہین - اور لکھنؤ مین باتین کر رہے ہین -

بی نورن کہتی ہین

اجی آؤ میر صاحب! - تم تو عید کا چاند ہوگئے - دلّی مین آتے تھے دو دو پہر رات تک
تھے اور رختے پڑھتے تھے - لکھنؤ مین تمہین کیا ہوگیا کہ کبھی صورت بھی نہین
ابکے کربلا مین کتنا مینے ڈھونڈا - کہین تمہارا اتر آثار معلوم نہ ہوا - ایسا کیجیو کہین
آٹھون[۲۵] مین بھی نہ چلو - تمہین علی کی قسم آٹھون مین مقرر چلیو -

اب جس رنگ سے سید انشا میر صاحب موصوف کی تصویر کھینچتے ہین اول اُسے ملاحظہ فرما
- اور اتنا خیال اور بھی رہے کہ یہہ پُراتم دیرینہ سال - اُس زمانہ کے ایک خوش طبع رنگین
شخص تھے کوئی تقی متقی پرہیزگار نہ تھے - باوجود اسکے تازہ اوضاع و اطوار - اور نئی رفتار
گفتار پر کیا خیالات رکھتے تھے -

بیان صورت میر موصوف اینکہ - سیاہ رنگ - کوتاہ قد - فربہ گردن - دراز گوش -

---

۲۵ آٹھون کو میر لکھنؤ مین بڑی وہم کا ہوتا تھا -

بندش دستار بطور بعض قند سازان کہنہ۔ رنگش سبز یا اگر سبز۔ والا اکثر سفید۔ گاہے گلسرخ ہم در گوشہ
دستار میزنند۔ و جامۂ مصطلح ہندوستان (زجامۂ لغوی) در بر مبارک بسیار پاکیزہ میباشد چون
لباس باریک (ازین جہت کہ برای زنان مقرر است) می پوشند رخت پوشاکی ملازمان شریف
ایشان اکثر گندہ است۔ لیکن قیمت دو نیم روپیہ ایک تہان تمام در یک جامہ صرف میشود۔ چولی زیر
پستان۔ بالای آن دوپٹہ پستولیہ۔ دامن بر زمین جاروب میکشد۔ و مسی ہم بر دندان مبارک میمالند
و پاپوش از سقرلاط زرد۔ و در حاق وسط آن ستارہ از تارہای طلای غیر خالص۔ حالا کہ ہیئت
معلوم شد طرز کلام باکسی باید نشیند۔ میر صاحب فرماتے ہین

اجی بی نورن! یہ کیا بات فرماتی ہو۔ تم تو اپنے جیوڑے کی چین ہو۔ پر کیا کہین جب سے دلی چھوڑی ہے
کچھ جی افسردہ ہوگیا ہے۔ اور شعر پڑھنے کو جو کہو تو کچھ لطف اسمین بھی نہین رہا کہ مجھسے سنئے۔ ریختے مین استاد میان
ولی ہوئے انپر توجہ شاہ گلشن صاحب کی تھی۔ پھر میان آبرو اور میان ناجی اور میان حاتم۔ پھر سب سے بہتر مرزا
رفیع السودا۔ اور میر تقی صاحب۔ پھر حضرت خواجہ میر درد صاحب برد اللہ مرقدہ۔ جو میرے بھی استاد تھے
وہ لوگ تو سب گئے اور انکی قدردانی کرنیوالے بھی جان بحق تسلیم ہوئے۔ اب لکھنؤ کے جیسے چھوکرے ہین ویسے ہی شاعر
ہین۔ اور دلی مین بھی ایسا ہی کچھ چرچا ہے۔ تخم تاثیر صحبت اثر۔ سبحان اللہ یہ کون میان جرات بڑے شاعر
ہین اچھا تو تمہارا رای مان کسدن شعر کہتا تھا اور رضا بہادر کا کونسا کلام ہے۔ اور دوسرے میان مصحفی۔ کہ مطلق
شعور نہین رکھتے۔ اگر پوچھو کہ ضرب زید عمرو۔ کی ترکیب تو ذرا بیان کرو تو اپنے شاگردون کو ہمراہ لیکر لڑنے
آتے ہین۔ اور میان حسرت کو دیکھو اپنا عرق بادیان اور شربت انارین چھوڑ کے شاعری مین آکے قدم کہا
ہے۔ اور میر انشا اللہ خان بچارے میر ماشا اللہ خان کے بیٹے آگے پریزاد تھے۔ ہم بھی گھورنیکو جاتے تھے۔ اب
چند روز سے شاعر بن گئے مرزا مظہر جانجانان صاحب کے روزمرہ کو نام رکھتے ہین۔ اور سب سے زیادہ ایک
اور سنو کہ سعادت یار خان کا بیٹا۔ انور سے ریختہ آپ کو جانتا ہے۔ رنگین تخلص ہے۔ ایک قصہ کہا ہے۔
اس مثنوی کا نام دلپذیر رکھا ہے۔ زنانیونکی بولی اسمین باندھی ہے میر حسن پر زہر کہا ہے۔ ہر چند اس کو حکم

بھی کچھ شعر نہیں پدمنیر کی مثنوی نہیں کہی گویا سانڈنی کا تیل بیچتے ہیں۔ بھلا اسکو شعر کیونکر کہیے بلکہ
لوگ دلی کے لکھنؤ کی رنڈی سے لیکر مرد تک پڑھتے ہیں۔ چلو اسے دامن اٹھاتی ہوئی کرتی ہوئی سنجاتی ہوئی
سو اس بچارے رنگین نے بھی اسی طور پر قصہ کہا ہے۔ کوئی پوچھے کہ بھائی تیرا باپ رسالدار مسلم
لیکن بچارا برچھی بھالے کا چلانے والا تھا۔ تیغے کا چلانے والا تھا۔ تو ایسا قابل کہاں سے ہوا اور شہدے
جو بہت مزاج میں رنڈی بازی سے آگیا ہے۔ تو ریختہ کے تئیں چھوڑ کر ایک ریختی ایجاد کی ہے۔
کہ بھلے آدمیوں کی بہو بیٹیاں پڑھکر مشتاق ہوں۔ اور انکے ساتھ اپنا منہ کالا کرے۔ بھلا یہ کلام کیا ہے
ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کر لو یہاں سے ہے کتے پیسے ڈولی کہار؟
مرد ہو کر کہتا ہے ع کہیں ایسا نہ ہو کمبخت میں ماری جاؤں۔ اور ایک کتاب بنائی ہے اسمیں رنڈیوں کے
نام لکھے ہیں جسمیں اوپر والیاں۔ چھلیں۔ اوپر والا چاند۔ اجلی۔ دھوبن۔ وغیرہ وغیرہ
بزرگوں کو خیال کر کر مصحفی۔ اور سید انشا۔ اور جرات کو اپنی جگہ پر یہ یہ کہتے تھے
پھر ہم اپنی بولی۔ اور اپنی تراش اور ایجادوں کو آپ قبولیت دوام کا سارٹیفکٹ دیکر کسطرح
نادان ہوں؟ جو نئی امت ہمارے بعد آئیگی وہ خدا جانے کیا کچھ میں میکھ نکالیگی۔ خیر
اپنے اپنے وقت پر یوں ہی ہوا ہے اور یوں ہی ہوتا رہے گا۔

خاتمہ

پہلا دور برخاست ہوتا ہے۔ ان مبارک صدر نشینوں کو شکریہ کے ساتھ رخصت کرنا چاہیے
کہ مبارک جانشینوں کے لئے جگہ خالی کر کے اٹھے ہیں۔ ایجاد کے بانی اور اصلاح کے
تھے۔ ملک کی زبان میں جو کچھ کیا اچھا کیا۔ جو کام باقی ہے۔ اچھے نکتہ پرداز
لئے چھوڑ چلے ہیں۔ ہر مکان جلسہ کے بعد درہم برہم معلوم ہوتا ہے مگر یہ اسطرح
کہ جو انکے بعد آئینگے۔ آرائش و زیبائش کے انداز سوچ سوچ کر پیدا کریں گے
گفتگو کا موقع نہیں کہ دو دم کے زیب دینے والے آن پہنچے۔

دوسرا دور

تمہید

اِدور شروع ہوتا ہے - اس فصل مین زبان کے حسنِ قدرتی کے لیے موسم بہار ہے یہ وہ
ہے کہ مضامین کے پھول گلشنِ فصاحت مین اپنے قدرتی جوبن دکھا رہے ہین - حسن
کیا شے ہے ؟ ایک لطفِ خداداد ہے - جسمین بناؤ سنگار کا نام بھی آجائے تو تکلف
سمجھکر سات سات پانی سے دہوئین - انکا گلزار - نیچر کی گلکاری ہے - صنعت کی دستکاری
اگر قلم لگائے تو ہاتھ کاٹے جائین - اسمین تو کلام نہین کہ یہ باکمال بھی ایک ہی
لی کہتی ہین - اور معلوم ہوتا ہے کہ دریائے محبت مین ڈوبے ہوئے ہین - مگر اس
کا وصف کسی زبان سے ادا نہین ہوتا کہ جو کچھ دل مین ہوتا ہے - جون کا تون
دیتے ہین - خیالی رنگون کے طوطے مینا نہین بناتے - ہان طوطی و بلبل کی طرح
لی زبان اور قدرتی الحان لائے ہین - انہون نے اپنے نغمون مین - گٹکری -
پٹی - تان - کسی گویّے سے لیکر نہین ڈالی - تم دیکھنا بے تکلف بولی اور سیدھی
ی باتون سے جو کچھ دل مین آئے گا ایسا بے ساختہ کہدین گے کہ سامنے تصویر کھڑی
گے - اور جب تک سننے والے سنین گے کلیجے پکڑ کر رہجائین گے - اس کا سبب
زنے بے ساختہ پن - جس کے سادہ پن پر ہزار بانکپن قربان ہوتے ہین
لسعا حسن وہی جس مین بے ساختہ پن نکلے ٭ ان کی اصلاح نے بہت سے لفظ
ی کے عہد کے نکال ڈالے مگر پھر بھی بھلے رہے - اور - گھیرے گھیرے - اور -

مرے ہے - بجائے مرتا ہے - اور - دِوانہ - بجائے - دیوانہ - اور - میان ناشے
فقط - جان - کا لفظ - بجائے معشوق موجود ہے - متاخرین اسکی جگہ - جان جاوے
یا - جانا - یا - یار - یا - دوست - یا - دلبر - وغیرہ - وغیرہ - بولنے لگے - گر -
موہن - دورِ دوم مین نرہا - سجن رہا - اور بکل گیا - یعنے جل گیا - اور بل گیا
یعنے صدقہ گیا - اور مَن - بجائے دِل - بھی ہے +

سید انشا ایک جگہ بعض الفاظِ مذکورہ کا ذکر کرکے لکھتے ہین - کہ اِس عہد کی
گفتگو مین اِس قسم کے الفاظ تُہرفا بولتے تھے - پَرَوٹھا - بجائے پراٹھا - اور دِیا
بجائے - آہستہ - یا مُتَوَقِّف - اُور - بمعنے طرف - اور - بھچک - بمعنے حیران
(یہ دو لفظ سودا نے بھی باندھے ہین) اور - تکون - بجائے - کو (یا ایک
اور - جانے ہارا - بجائے - جانے والا - اور - فرمائیتا ہے - بجائے - فرماتا ہے
جانتا ہے - بجائے جاتا ہے

شاہ حاتم

دستور دنیا کا یہ ہے کہ بیٹا باپ کے نام سے اور شاگرد اپنے نامی اُستاد کے نشان
سے رُوشناس ہوتا ہے - مگر اُس **حاتم** کو نصیبے کا بھی حاتم کہنا چاہئے جو اِس
نام سے نشان دیا جائے کہ وہ اُستاد **سودا** کا تھا - خوشا نصیب اُس باپ کے جسکی
نسلِ کمال سے وہ فرزند پیدا ہو کہ خانوادۂ کمال کے لئے باعث فخر شمار کیا جائے
اِن کا تخلص **حاتم** اور شیخ **ظہور الدین** نام تھا - والد کا نام **فتح الدین** رہا
تھا - خود کہا کرتے تھے کہ - **ظہور** میرے تولد کی تاریخ ہے - رہنے والے خاص
شاہجہان آباد کے تھے - یہ معلوم نہین کہ بزرگ اِن کے کہان سے آئے تھے
کسی تذکرہ سے اُن کی علمیتِ تحصیلی کا حال معلوم نہین ہوتا ہے - نہ کچھ اُن کی کلام

رستہ مین قلعہ کے نیچے شاہ تسلیم کا تکیہ تہا وہان کچھ چمن تھے - کچھ درختونکا سایہ تھا
فضا کا میدان تہا - شام کو روز وہان جاکر بیٹھا کرتے تھے - اور چند احباب اور شاگردون کے
ساتھ شعر و سخن کا چرچہ رکھتے تھے چنانچہ ۵۰ برس تک اس معمول کو نباہ دیا - گرمی جاڑا
برسات - آندھی جاڑے - مینہہ جاڑے - وہان کی نشست قضا نہ ہوتی تھی - اہل دہلی کے
قدیمی بزرگونکا دستور تھا کہ جو بات ایک دفعہ اختیار کر لیتے تھے - پھر اُسے مرتے دم تک
نباہ دیتے تھے - اور اسے وضع داری - یا پاسِ وضع کہتے تھے - یہ ایک قانون تھا
کہ آئینِ شریعت کے برابر پہلو مارتا ہوا جاتا تھا - ایسی پابندیان بعض معاملات مین مستقل
بنکر ملک اور اہلِ ملک کے لئے قابلِ فخر ہوتی ہین - اور بعض جزئیات مین - تکلیف بیجا ہوکر
خاندانون اور گھرانون کو بلکہ عام ہوکر ملک کو برباد کر دیتی ہین

شیخ غلام ہمدانی - مصحفی اپنے تذکرہ مین ان کی شاعری کی ابتدا یہ لکھتے ہین کہ سنہ محمد شاہی
عہد مین ولی کا دیوان دکن سے دہلی مین آیا - اُس زمانے کے حال بموجب وہی غنیمت
تھا - اسواسطے خاص و عام مین اُس کا بہت چرچا ہوا

شاہ حاتم کی طبیعتِ موزون نے بھی جوش مارا - شعر کہنا شروع کیا - اور ہمت و لیاقت
سے اُسے انتہا کو پہنچایا - پہلے رمز تخلص کرتے تھے - پھر حاتم ہوگئے - یہ پہلے شعرائے
طبقۂ اول کے منتخب شاعرون مین تھے - اُسوقت بھی زبان اُنکی فصیح - اور کلام بے تکلف
تھا - مگر پھر طبقۂ دویم مین داخل ہوگئے - کلیات اُنکا بہت بڑا ہے - جو اکثر زبان قدیم
کی غزل اور قصائد - اور - رباعیات و مثنوی وغیرہ پر مشتمل ہے - کتب خانہائے قدیم
لکھنو - اور - دہلی مین دیکھا گیا - وہ شاہ آبرو اور ناجی کی طرز مین ہے لیکن آخر عمر مین

ر۲ شاہ تسلیم ایک نیک مرد فقیر تھے اور خود شاعر تھے - چونکہ اُنکا تکیہ بھی ایک دلکشا اور با فضا
مقام تہا اس لئے اکثر شعر و سخن کے شائق بھی صبح شام وہان جاکر بیٹھا کرتے تھے - سعادت یار خان
رنگین - محمد امان - نثار جنکا ذکر - میر کے حال مین ہے - اور اکثر شعرا حاتم کے شاگرد تھے +

کلیاتِ مذکور سے خود انتخاب کرکے ایک چھوٹا دیوان مرتب کیا - اسکا نام دیوان زادہ رکھا - کیونکہ پہلے دیوان سے پیدا ہوا تھا - وہ صاحبزادہ بھی پانچہزار سے زیادہ کا مال بغل مین دبائے بیٹھا ہے - بہرحال یہ کارنامہ انکا استحقاق پیدا کرتا ہے - کہ طبقۂ دوم سے نکالکر طبقۂ سوم کی اولیت کا طرّہ ان کی زیب دستار کیا جائے - یا اُس کا ایک رکن اعظم قرار دیا جائے - انہون نے دیوان زادہ پر ایک دیباچہ بہت مفید لکھا ہے - خلاصہ اُسکا یہ ہے

خوشہ چینِ خرمن سخنورانِ عالم - بصورت محتاج و بمعنے حاتم کہ از سنہ ۱۱۲۹ تا سنہ ۱۱۶۹ کہ چہل سال باشد - عمر درین فن صرف کردہ - در شعرِ فارسی پیرو مرزا صائب و در ریختہ ولی را استاد بداند - اوّل کسیکہ درین فن دیوان ترتیب نمودہ او بود - فقیر دیوان قدیم پیش از اورنگ شاہی در بلاد ہند مشہور دارد - بعد ترتیب آن تا امروز کہ سنہ ۳ عزیز الدین عالمگیر نی باشد - ہر رطب و یابس کہ از زبانِ این بے زبان برآمدہ - داخل دیوانِ قدیم نمودہ ابیات مرتب ساختہ - از ہر ردیف دو سہ غزلے - و از ہر غزل دو سہ بیتے - و رائے مناقب و مرثیہ - و چند مخمس - و مثنوی از دیوانِ قدیم نیز داخل نمودہ بہ دیوان زادہ مخاطب ساختہ - و سرخی غزلیات بسہ قسم منقسم ساختہ - یکے طرحی - دوم فرمائشی - سوم جوابی - تا تفریق آن معلوم گردد - و معاصرانِ فقیر - شاہ مبارک آبرو - و شرف الدین مضمون و مرزا جان جانان مظہر - و شیخ احسن اللہ احسن - و میر شاکر ناجی - و غلام مصطفےٰ یک رنگ ہست و لفظ - در - و بہ - و از - و الفاظ و افعال دیگر کہ در دیوانِ قدیم خود تقیّد دارد - در نیولا از دہ دوازدہ سال اکثر الفاظ را از نظر انداختہ - و الفاظِ عربی و فارسی کہ قریب الفہم و کثیر الاستعمال باشند - و روزمرّۂ دہلی کہ مزایا ایانِ ہند - و فصیحان رند - در محاورہ آرند منظور دارد پھر ایک جگہ کہتے ہین - زبان ہندی بھاکہا را موقوف کردہ محض روزمرّہ کہ عام فہم و خاص پسند باشد اختیار نمود و شمۂ از ان الفاظ کہ تقیّد دارد - بہ بیان مے آرد - چنانچہ

عربی و فارسی مثلاً - تسبیح را تسبی - و صحیح را صحی - و بیگانہ را - بگانا - و دیوانہ را دوانہ - و مانند آن - یا متحرک را ساکن و ساکن را متحرک - مَرَض را - مَرْض - و نیز الفاظ ہندی مثل - نَیَن - و جگ - و نیت - وغیرہ - و لفظ - مرا - و میرا - و ازین قبیل کہ بر آن تبادلت لازم آید - یا بجاے - سی - ستی - یا - اُدھر - را - اودھر - و کدھر - را - کیدھر - کہ زیادتی حرف باشد - یا بجاے - یہ - پہ - یا - یہاں - را - یاں - و وہاں را - واں - کہ در صحیح تنگ بود - یا قافیہ - را - باڑا ہندی - مثل - گھوڑا - و - بورا - و - دھڑو - سر - و مانند آن - مگر ہاے ہوز را بدل کردن با الف کہ از عام تا خاص در محاورہ دارند - بندہ درین امر متابعت جمہور مجبور ہست - چنانچہ - بندہ - را - بندا - و بہ بردہ - را - بردا - و آنچہ ازین قبیل باشد - و این قاعدہ را تا کے شرح دہد - مختصر کہ لفظے غیر فصیح انشاء اللہ نخواہد بود -

مضمون ان کے صاف عاشقانہ عارفانہ ہین - شعر آپس کی باتین - اور زبان شستہ و رفتہ ہے - لیکن لفظ - آپ - اور - یہاں - وغیرہ زاید اکثر ہوتے ہین - غرض اسی دیوان کے دیباچہ مین اپنے شاگردون کی ذیل مین ۴۵ آدمیون کے نام درج کرتے ہین[۳۵] اُنہی مین مرزا رفیع بھی ہین - میان ہدایت کی زبانی روایت ہے - کہ شاہ حاتم جب سودا کی غزل کو اصلاح دیتے تھے تو اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

از ادب صائب خموشم ورنہ ہر دادے	رتبۂ شاگردے من نیست اُستادِ مرا

اور احباب سے کہتے تھے کہ یہ شعر صائب نے میری اُستادی اور مرزا رفیع کی شاگردی کے حق مین کہا ہے - لکھنؤ سے مرزا کے قصیدے اور غزلین آتین تو آپ دوستون کو پڑھ پڑھکر سناتے - اور خوش ہوتے +

۳۵ اردو کے ایک فصیح اور باکمال شاعر تھے - خواجہ میر درد کے ہمعصر تھے اور اُن سے اصلاح بھی لیتے تھے - چنانچہ انہی کا شعر ہے ؎ ہدایت کہا ریختہ جب سے ہمنے - رواج اُٹھ گیا ہند سے فارسی کا سودا کے ذکر مین ایک لطیفہ ان کے حال سے متعلق ہے + صفحہ ۱۷۴

سعادت یار خان رنگین ان کے شاگرد رشید - اپنے مجالس رنگین مین لکھتے ہین - کہ تیسرے پہر کو مین بھی اکثر شاہ صاحب کے پاس شاہ تسلیم کے تکیہ مین حاضر ہوا کرتا تھا ایک دن - میان محمد امان - نثار - لالہ مکند رائے فارغ - مرزے اکبر علی - اکبر وغیرہ چند شاگرد خدمت مین موجود تھے - اور میر بھی نوشقی کے دن تھے - کہ حسب معمول وہان حاضر ہوا - شاہ صاحب نے فرمایا کہ - آج رات کو مطلع کہا ہے

سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے	رات ہم ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے

یان رنگین لکھتے ہین - ابتدا سے میرے مزاج مین چالاکی بہت تھی - اور شعور کم تھا - ہی نادانی سے گستاخانہ بول اٹھا کہ اگر مصرع ثانی مین اس طرح ارشاد ہو تو اچھا ہو

سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے	ہمنے شب ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے

اہ صاحب بہت خوش ہوئے - میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا - اور فرمایا - آفرین آفرین ہو نہار بروا کے چکنے چکنے پات - انشاء اللہ تمہاری طبیعت بہت ترقی کریگی - مشق نہ چھوڑنا اُنکے دوستون مین سے ایک شخص بولے کہ صاحبزادے ! - اُستاد کے سامنے یہ گستاخی زیبا نہ تھی - حضرت نے پھر فرمایا کہ مضایقہ کیا ہے ! واللہ مین دیوان مین اسی طرح لکھونگا بعد اس کے یہ قطعہ پڑھا -

من و آن سادہ دل کہ عیب مرا	ہمچو آئینہ روبرو گوید ؎
نہ چو شانہ بصد زبان و دو رو	پس سر رفتہ مو بمو گوید ؎

اس مین شک نہین کہ یہ نیک نیتی اور دریا دلی شاہ حاتم کی قابل رشک ہے - کیونکہ شعرا مین اپنے لئے خود پسندی - اور دوسرے کے لئے ناتوان بینی - ایک ایسی عادت ہے کہ اگر اسے قدرتی عیب کہین تو کچھ مبالغہ نہین - بلکہ شاگردون کو اُستادون سے دست و گریبان ہوتے دیکھا تو اکثر اسی فن مین دیکھا - یہ وصف یا اس فرشتہ سیرت مین پایا

- یا - مرزا محمد علی - ماہر ہین کہ - مرزا محمد افضل سرخوش کے استاد تھے :

نقل مرزا محمد علی ماہر - عہد عالمگیر مین ایک مشہور اور مسلم الثبوت شاعر اپنے زمانہ کے تھے - اور مرزا سرخوش اُن کے قدیمی شاگرد تھے - مگر طبع مناسب اور کثرتِ مشق سے یہ بھی درجۂ کمال کو پہنچ گئے - مرزا ماہر اکثر فرمایش کرکے اِن سے شعر کہوا لیا کرتے تھے - اور یہ سعادت سمجھکر کہدیا کرتے تھے - سرخوش لکھتے ہین کہ اُنہون نے ایک مثنوی بہاریہ تحفۃ العراقین کے ڈھنگ مین لکھی تھی چنانچہ مطلع مین نے کہکر دیا کہ

اے بر سرِ نامہ گل زنامت		ماران بہار شیخ جامت	

اور میرے ساقی نامہ کے لیے اُنہون نے مطلع کہدیا ؛

بود نامہ نسخہ بخت ادا		کہ بر سرکت جام حمدِ خدا	

پھر لکھتے ہین کہ ایک شب قطب الدین مایل کے ہان شعرا کا جلسہ تہا - چاندنی رات تھی مینہ چھتابی پر بیٹھے تھے - مجھسے شعر کی فرمایش کی مینے اُسی دن مطلع کہا تہا وہ پڑھا -

کے توانم دید زاہد جام صہبا بشکند ۔ مے بر در نگم حبابے گر بدریا بشکند

سب نے تعریف کی اور آدہی رات تک اس کے مصرع لوگون کی زبان پر تھے - حکیم محمد کاظم صاحب تخلص کہ اپنے تئین مسیح البیان بھی کہتے تھے - بار بار یہ شعر پڑھتے تھے - اور کہتے تھے کہ - خدا کی قدرت ہے ہندستان مین ایک شخص پیدا ہو! - اور فارس کی زبان مین ایسے شعر کہے ! - دوسرے دن دانشمند خان کے مکان پر جلسہ ہوا - وہان مین نہ تھا مگر مرزا ماہر موجود تھے - سب نے پھر اس مطلع کا ذکر کیا - اور کہا کہ تمہارا شاگرد کتنا خوش فکر نکلا ہے - اُسکے شعر کی کیفیت مین عجب لطف سے کل رات کٹی - آفرین ہے آپ کی محنت پر خوب تربیت کیا - اُنہون نے کہا کہ وہ میرے شاگرد نہین باہم اتحاد ہے - وہ مجھے شعر دکھاتے ہین مین اُنہین شعر دکھاتا ہون - حکیم نے کہا کہ سرخوش سے بارہا گفتگو آئی وہ باصرار کہتے تھے کہ مین

شاگرد ہون - ماہر نے کہا کہ بزرگ زادہ ہے جو چاہا کہدیا - مجھے اُسکی اُستادی کی لیاقت کب ہے - دوسرے دن مین خدمت مین حاضر ہوا - فرمایا کہ تمنے اپنے تئین میرا شاگرد کیون کہا - مجھے تو فخر ہے کہ تم جیسا شخص میرا شاگرد ہو - مگر دنیا مین ایسے بلند فکر لوگ بہی ہین کہ وہ مجکو اور میرے شعر کو خاطر مین نہین لاتے اُنکی نظرون مین میرے شاگرد کی کیا قدر و منزلت ہوگی - شعرا خدا کے شاگرد ہین انکو کسی کی شاگردی کی پروا نہین - شاہ حاتم کا ایک دیوان فارسی مین بہی ہے - مگر بہت مختصر - مینے دیکہا وہ ۱۱۷۹ھ کا خود اُنکے قلم کا لکہا ہوا تہا غزل ۹۰ صفحے رباعی و فرد وغیرہ ۶ صفحے - ولادت ان کی ۱۱۱۱ھ ہجری مین ہے - اور ۹۶ برس کی عمر مین ماہ رمضان ۱۲۰۷ھ مین دہلی مین فوت ہوئے - اور وہین دلی دروازہ کے باہر دفن ہوئے - مگر مصحفی نے تذکرہ فارسی مین لکہا ہے کہ ۱۱۹۶ھ مین فوت ہوئے اور ۸۳ برس کی عمر پائی -

یار کا مجکو اس سبب ڈر ہے
شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے

دیکہہ سرو و چمن تیرے قد کون
خجل ہے پا بگل ہے بے بر ہے

حق مین عاشق کے تجہہ لبا نکا بچن
قند ہے نیشکر ہے شکر ہے

کیون کے سب سے تجہے چہپا نہ رکہون
جان ہے دل ہے دل کا اختر ہے

مارنے کو رقیب کے حاتم
شیر ہے ببر ہے دہنتر ہے

یہان طالعون سے ملتا ہے پیارا
عبث دیکہے ہے زاہد استخارا

مین پایا ہون ولے تجہ چشم کا بید
نہ مانگونگا کبہی اُن کا اشارا

نہال دوستی کو کاٹ ڈالا
دکہا کر شوخ نے ابرو کا آرا

لیا اُس گلبدن کا ہمنے بوسہ
تو کیا چوما رقیبون نے ہمارا

کئی عالم کئے ہین قتل اُن نے
کرے کیا ایکلا حاتم بچارا

چھپا نہیں جابجا حاضر ہے پیارا
کہان وہ چشم خونریز نظارا

جدا نہیں سب ستی تحقیق کر دیکھہ
ملا ہے سب سے اور سب سے ہے نیارا

مسافر اُٹھہ تجھے چلنا ہے منزل
بجے ہے کوچ کا ہر دم نقارا

مثال بحر موجین مارتا ہے
کیا ہے جسنے اس جگ سون کنارا

سیانے حلق سے یون بہا گئے ہین
کہ جون آتش ستی بہا گئے ہے پارا

سمجھکر دیکھہ سب جگ سیکھہ ہاہی
کہاں ہیگا سکندر کہان ہے دارا

کہین ہین اہل عرفان اُسکو جیتا
جو مر کر عشق مین دنیا سون ہارا

صفا کر دل کے آئینہ کو حاتم
دیکھا چاہے سجن گر آشکارا

جب سنا موتی نے تجھ دندان کے موتی کا بہا
آب مین شرمندگی سون ڈوب جون پانی بہا

مردمان کو دیکھہ کر بسمل تیرے کوچہ کے بیچ
ڈر گیا اور چشم سے آنسو کے چاہے خون بہا

لب تمہارے سرخ ہمنے ناگہ پوچھا تھا لعل
جوہری کہنے لگے یہہ لعل ہیگا بے بہا

حاتم اُس بے مہر نے مجھتی نہ دیکھی غم ستی
جا کنارے بیٹھکر اس غم ستی دریا بہا

آب حیات جاکے کسونے پیا تو کیا
مانند خضر جگ مین اکیلا جیا تو کیا

شیرین لبان سون سنگدلون کو اثر نہین
فرہاد کام کوہ کنی کا کیا تو کیا

جلنا لگن مین شمع صفت سخت کام ہے
پروانہ جون شتاب عبث جی دیا تو کیا

ناسور کی صفت ہے ہوگا کبھی وہ بند
جراح زخم عشق کا آکر سیا تو کیا

محتاجگی سون مجکو نہین ایکدم فراغ
حق نے جہان مین ہم کو حاتم کیا تو کیا

خال اُسکے نے دل لیا میرا
تل مین اُسنے لہو پیا میرا

جان بیدرد کو ملا کیون تہا
آگے آیا میرے کیا میرا

اُسکے کوچہ مین مجکو پہرتا دیکھہ
رشک کہاتی ہے آسیا میرا

نہین شمع و چراغ کی حاجت
زندگی درد سر ہوئی حاتم

دل ہے مجھ بزم کا دیا میرا
کب ملیگا مجھے پیا میرا

کاملون کا یہ سخن مدت سون مجکو یاد ہے
جگ مین بے محبوب جینا زندگی برباد ہے

بندگی سون سرو قد کی ایک قدم باہر نہین
سرو گلشن بیچ کہتے ہین مگر آزاد ہے؟

بے مدد زلفون کے اُسکے حسن نے قیدی کیا
صید دل بے دام کرنا صنعت اُستاد ہے

خلق کہتی ہے بڑا تہا عاشقی مین کوہ کن
تجھ لب شیرین کی حسرت مین ہر اک فرہاد ہے

دل پہنان پہرتا ہے حاتم کا بخت شرمندہ گرد
گو وطن ظاہر مین اُسکا شاہجہان آباد ہے

اے خردمندو مبارک ہو تمہین فرزانگی
ہم ہون اور صحرا ہو اور وحشت ہو اور دیوانگی

بے مروت۔ بے وفا۔ بے دید اے ناآشنا
آشناؤن سے نکر بے رحمی و بیگانگی

ملک دل آباد کیون کرتا ہے حاتم کا خراب
اے میرے بستی! خوش آتی ہے تجھے ویرانگی؟

سراج الدین علیخان آرزو

خان آرزو کو زبان اُردو پر وہی دعوے پہنچتا ہے جو کہ ارسطو کو فلسفہ منطق پر ہے جب تک کل منطقی ارسطو کے عیال کہلائینگے۔ تب تک اہل اُردو خان آرزو کے عیال کہلاتے ہینگے۔ اِنکا دلچسپ حال قابل تحریر تہا۔ لیکن چونکہ فارسی تصنیفات کی بہتون نے انہین کی دیوان اُردو مین نہ لکہنے دیا۔ اسلئے یہان اُنکے باب مین اسقدر لکہنا کافی ہے۔ کہ۔ ن آرزو۔ وہی شخص ہین جنکے دامن تربیت سے ایسے شائستہ فرزند پرورش پاکر ہے جو زبان اُردو کے اصلاح دینے والے کہلائے۔ اور جس شاعری کی بنیاد جگت ردو معنی لفظون پر تہی اُسے کہینچکر فارسی کی طرز اور اُسکے مطالب پر لے آئے۔ یعنے اجانجانان۔ مرزا رفیع۔ میر تقی۔ خواجہ میر درد وغیرہ

خان آرزو۔ اُردو کے شاعر نہ تھے نہ اُس زمانہ مین اسے کچھ کمال سمجھتے تھے۔ البتہ بعض متفرق اشعار کہے تھے۔ وہ زمانہ کی گردشون سے اس طرح تہس نہس ہو کر اُڑ گئے کہ آجکل کے لوگون کو خبر بھی نہین۔ میرے دیوانے دل نے جو اُستادون کی زبان سے لیکر سینہ مین امانت رکھے۔ وہ کاغذ کے سپرد کرتا ہون۔ یقین ہے کہ یہ امانت دار ضایع نہ کریگا۔ خانِ موصوف نے ۱۱۶۹ھ مین رحلت کی۔ اصل وطن انکے بزرگون کا اکبرآباد ہے مگر یہ دلّی سے خاص دل لگی رکھتے تھے۔ چنانچہ لکھنؤ مین انتقال کیا لیکن ہڈیون کی خاک دلّی مین آکر زمین کا پیوند ہوئی۔

آتا ہے ہر سحر اُٹھ تیری برابری کو	کیا دن لگے ہین دیکھو خورشید خاوری کو
اُس تند خو صنم سے جب سے لگا ہون ملنے	ہر کوئی مانتا ہے میری دلاوری کو
تجھ زلف مین لٹک نہ رہی دل تو کیا کرے	بیکار رہے اٹک نہ رہی دل تو کیا کرے
رکھے سیپارہ دل کھول آگے عندلیبونکے	چمن مین آج گویا پھول ہین تیرے شہیدونکے
کھول کر بندِ قبا کو ملکِ دل غارت کیا	کیا حصارِ قلب لبرنے کھلے بندون لیا
اُس[۲۵] زلف سیاہ نام کی کیا دھوم پڑی ہے	آئینہ کے گلشن مین گتا جھوم پڑی ہے
دریائے اشک اپنا جب سر پر اوج مارے	طوفان نوح بیٹھا گوشہ مین موج مارے
مرے شوخ خرابات کی کیفیت نہ کچھ پوچھو	بہارِ حسن کو دی آب اُسنے جب چرس کھینچا
سنان مجھ مست بن پھر خندۂ تلقل نہ ہوگا	گلگون کا شیشہ ہچکیان لیلے کے رو دیگا

باوجودیکہ عزتِ خاندان اور نفس کمالات کی حیثیت سے خانِ موصوف کو اُمرا و غربا سب معزز و محترم سمجھتے تھے۔ اور علم و فضل کے اعتبار سے قاضی القضات کا عہدہ دیا

[۲۵] سودا نے اپنے تذکرہ میں اس شعر کو خان آرزو کے نام سے اسطرح لکھا ہے۔ اور میر انشاء اللہ نے اپنے دریائے لطافت میں خان لیاقت خان امید کے نام پر اسی شعر کو اسطرح لکھا ہے ؎ از زلفِ سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے + در خانۂ آئینہ گتا جوم پڑی ہے ۔ اور بعض تذکرون میں اسی شعر کو میر معز فطرت کے نام سے لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

شاہی سے حاصل کیا مگر مزاج کی شگفتگی اور طبیعت کی ظرافت نے دماغ مین خود پسندی اور تمکنت کی بو نہین آنے دی تہی چنانچہ لطیفہ شاگردون مین ایک نوجوان بچپن سے حاضر رہتا تہا۔ حسن اتفاق سے یہ کہ چہرہ اُسکا نمک حسن سے نمکین تہا۔ وہ کسی سبب سے چند روز نہ آیا۔ لیکن کہین سرراہ بیٹھے تہے کہ وہ اُدہر سے گذرا۔ انہون نے بلایا۔ شاید اُسے ضروری کام تہا کہ وہ عذر کرکے چلا۔ انہون نے پہر روکا۔ اور بلاکر یہ شعر پڑہا کہ لطافت طبع سے اُسیوقت شبنم کیطرح ٹپکا تہا

یہ تازہ بہ غرور لڑکپن مین تو نہ تہا	کیا تم جوان ہوکے بڑے آدمی ہوئے؟

لطیفہ ایک دن کہین مشاعرہ تہا۔ ایک جانب مین چند فہمیدہ اور سخن شناس بیٹھے شعر و سخن سے دماغ تازہ کر رہے تہے۔ ایک شخص نے فغان موصوف کی تعریف کی اور اوسمین بہت مبالغہ کیا۔ حکیم اصلح الدین خانصاحب مسکرائے اور کہا کہ ع آرزو خوب است اما نیست خوب نیست۔ سب ہنسے اور خود خانصاحب دیر تک اس مصرع لطیف کی داد دیتے رہے۔

پیدا کہان ہین ایسے پراگندہ طبع لوگ	افسوس تمکو میر سے صحبت نہین رہی

اشرف علی خان فغان

فغان تخلص۔ اشرف علی خان نام۔ احمد شاہ بادشاہ کے کوکہ تہے۔ بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی کا یہ عالم تہا کہ زبان سے پہلجہڑی کیطرح پھول جہڑتے تہے۔ اسلئے ظریف الملک کو خان خطاب تہا اگرچہ شاعری پیشہ نہ تہے۔ مگر شعر کا مزہ ایسی بری بلا ہے کہ اسکے چٹخارے کے سامنے سارے مزے بے مزہ ہوجاتے ہین۔ چنانچہ وہ ایسے ہی صاحب کمالون مین ہین۔ ابتدا سے مدین شعرگوئی کا شوق ہوا۔ طبیعت ایسی مناسب واقع ہوئی تہی کہ جبہی سے اسکام مین

گجرات احمد آباد کے سادات عظام کے خاندان سے تہے۔ سودا کے دیوان پر جو دیباچہ ہے وہ انہین کا لکہا ہوا ہے۔ خود بہی شاعر تہے۔ اور سید زین العابدین آشنا انکا بیٹا بہی شاعر تہا۔ بعض لطائف فغان موصوف کے سودا کے حال مین لکہے گئے۔ دیکہو صفحہ

نام پیدا کیا۔ مصحفی نے اپنے تذکرہ مین غزلباش خان امید کا شاگرد لکھا ہی مگر انکی اردو ابھی سن چکے شاید فارسی مین اصلاح لی ہو گلزار ابراہیمی مین لکھا ہی کہ ندیم کے شاگرد تھے اور خود بھی جابجا کہتے ہین

ہر چند اب ندیم کا شاگرد ہے فغان	دو دن کے بعد دیکھو اُستاد ہو گیا
دشت جنون مین کیون نہ پھرون ہر چند	اب تو فغان ندیم مرا رہنما ہوا

الغرض جب احمد شاہ درانی کے حملون نے ہندستان کو تہ و بالا کر دیا اور دلی مین دربار کا طور بے طور دیکھا تو مرشد آباد مین ایرج خان انکے چچا کا ستارہ اوج پر تھا انسے ملنے گئے۔ اور وہان سے علاقہ اودہ مین پہنچے۔ اس زمانہ مین دلی کا آدمی کہین جاتا تھا تو لوگ ایسا سمجھتے تھے گویا ہیرزادے آئے۔ بلکہ اُسکی نشست برخاست کو سلیقہ اور امتیاز کا دستور العمل سمجھتے تھے۔ اُسوقت شاہ اودہ بھی نواب وزیر ہی کہلاتے تھے نواب شجاع الدولہ مرحوم حاکم اودہ انکے ساتھ بہت تعظیم سے پیش آئے اور اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نازک مزاج بہت تھے اور زمانہ بھی ایسا تھا کہ ایسے مزاجون کی نزاکتین پیش جاتی تھین۔ چنانچہ ایکدن اختلاط مین انکا کپڑا نواب کے ہاتھ سے جلگیا یہ رنجیدہ ہو کر عظیم آباد چلے گئے۔ وہان جا کر اُس سے زیادہ عزت پائی۔ اور راجہ شتاب رائے کی سرکار مین اختیار اور اقتدار حاصل کیا۔ راجہ صاحب بھی علاوہ خاندانی بزرگی کے اُنکے کمال ذاتی اور شیرین کلامی اور علم مجلسی کے سبب سے نہایت عزیز رکھتے تھے چنانچہ وہین رہے اور باقی عمر خوشحالی مین بسر کر کے دنیا سے انتقال کیا۔

اُنکے کمال کی سند اس سے زیادہ نہین ہو سکتی کہ مرزا رفیع جیسے صاحب کمال اکثر انکے اشعار مزے لے لیکر پڑھا کرتے تھے۔ اور بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ حقیقت مین مرزا کا خود بھی یہی انداز تھا۔ کیونکہ انکے کلام مین بھی ہندی کے محاورے نے فارسیت کے ساتھ نئے لطف سے یکجہتی پائی ہے اور ہر خیال کو لطافت اور چوچلے کے ساتھ ادا کرتے ہین +

انکے جس دیوان سے میری آنکھین روشن ہوئین وہ میرے اُستاد ظاہر و باطن شیخ ابراہیم ذوق کے لڑکپن کا لکھا ہوا تہا۔ اگرچہ فغان کی زبان اُسی زمانہ کی زبان ہے مگر فن شاعری کے اعتبار سے نہایت با اصول اور برجستہ ہے۔ اور الفاظ کی بندش انکی مشق سخن پر گواہی دیتی ہے۔ مقدار مین دیوان درد سے کچہہ بڑا تہا۔ مگر فقط غزلونکا دیوان تہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی طبیعت ایشیا کی شاعری کے لئے نہایت مناسب تہی۔ انکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیزی اور طرّاری کو انکی مزاج سے وہ لگاؤ تہا جو باروت اور حرارت کو۔ لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی زبان مین ایسی تہی جیسی تلوار مین جوہر۔

لطیفہ ایکدن راجہ صاحب کے دربار مین غزل پڑہی جسکا قافیہ تہا۔ لالیان۔ اور۔ جالیان۔ سب سخن فہمون نے بہت تعریف کی۔ راجہ صاحب کی صحبت مین۔ جگنو میان۔ ایک مسخرے تہے۔ انکی زبان سے نکلا کہ نواب صاحب سب قافئے آپنے باندہے مگر تالیان رہ گئین۔ انہون نے ٹالدیا اور کچہہ جواب نہ دیا۔ راجہ صاحب نے خود فرمایا کہ۔ نواب صاحب! سنتے ہو؟۔ جگنو میان کیا کہتے ہین؟ انہون نے کہا کہ مہاراج اس قافیہ کو مبتذل سمجہکر چہوڑدیا تہا اور حضور فرمائین تو اب بہی ہوسکتا ہے۔ مہاراج نے کہا کہ ہان کچہہ کہنا تو چاہئے۔ انہون نے اُسیوقت پڑہا۔

جگنو میان کی دُم جو چمکتی ہے رات کو	سب دیکہہ دیکہہ اُسکو بجاتے ہین تالیان

تمام دربار چمک اُٹہا اور میان جگنو نادم ہوکر رہ گئے۔

افسوس یہہ ہے کہ اس قسم کے لطائف بڑہتے بڑہتے انسے اور راجہ صاحب سے بہی شکر رنجی ہوگئی اُسکی بنیاد یہ ہوئی کہ احمد شاہ دُرّانی نے جو سلطنت پر حملے کئے۔ ایکدن اُسکی دست درازی اور بے اعتدالیونکا ذکر ہو رہا تہا خدا جانے طنز سے یا سادہ مزاجی سے راجہ صاحب نے کہا کہ۔ نواب صاحب! ملکہ زمانی کو احمد شاہ دُرّانی کیونکر لیگیا۔ انہین یہہ بات ناگوار ہوئی

افسردہ ہو کر بولے کہ مہاراج جسطرح سیتاجی کو راون لیگیا تہا اُسی طرح وہ لیگیا۔ اُس دن سے دربار مین جانا چہوڑدیا۔

اُنکی لیاقت اور حسن تدبیر کو اس بات سے قیاس کرسکتے ہین کہ حکام فرنگ سے اُس عالم مین اِسطرح رسائی پیدا کی کہ باقی عمر فارغ البالی اور خوشحالی مین گذاری ۱۸۶۰ء مین وفات پائی اور وہین دفن ہوئے۔

مبتلائے عشق کو اے ہمدمان شادی کہان
آگئے ابتو گرفتاری مین آزادی کہان

کوہ مین مسکن کبہی ہے اور کبہی صحرا کے بیچ
خانۂ اُلفت ہو ویران ہمکو آبادی کہان

ایک مین تو قتل سین خوش ہون ولیکن مجہسوا
عیش ہاویگی مرے قاتل پہ جلادی کہان

کاش آجاوے قیامت اور کہے دیوان حشر
وہ فغان جو ہے گریبان چاک فریادی کہان

خط دیجیو چہپا کے ملے وہ اگر کہین
لینا نہ میرے نام کو اے نامہبر کہین

باد صبا تو ان عقدہ کشا اُسکی ہو جیو
مجہسا گرفتہ دل اگر آوے نظر کہین

اتنا وفور خوش نہین آتا ہے اشک کا
عالم کو مت ڈبوئیو اے چشم تر کہین

میری طرف سے خاطر صیاد جمع ہے
کیا اُڑسکیگا طایر بے بال و پر کہین

تیری گلی مین خاک بہی چہانی کہ دل ملے
ایسا ہی گم ہوا کہ نہ آیا نظر کہین

رونا جہان تلک تہا میری جان رہ چکا
مطلق نہین ہے چشم مین نم کا اثر کہین

باور اگر تجہے نہین آتا تو دیکہہ لے
آنسو کہین ڈہلک گئے لخت جگر کہین

ایذا فغان کے حق مین یہان تک روا نہین
ظالم یہہ کیا ستم ہے خدا سے بہی ڈر کہین

بے فایدہ ہے آرزوے سیم و زر فغان
کس زندگی کے واسطے یہ دردِ سر فغان

جلتے ہین اُس گلی مین فرشتے کے پر فغان
کیونکر بہرے دہان سے ترا نامہ فغان

بوئے کباب سوختہ آتی ہے خاک سے
دامن سے کیا گرا کوئی لخت جگر فغان

ہے بیچ تک تو گرم ہے میرے خورشید رو کا حسن
دیکھے اگر کوئی تو نہ ٹھہرے نظر فغان

کہتے ہیں فصلِ گل تو چمن سے گذر گئی
اے عندلیب تو نہ قفس بیچ مر گئی

تیرے کو تو کیوں کرے ہے مرے اشکِ سرخ کا
تیری کب آستین میرے لہو سے بھر گئی

تیرے کہاں رفیق بصارت ہے چشم کی
دل بھی اُدھر گیا مرے جیدھر نظر گئی

ہے اگر مین یار کو پاؤن تو یون کہون
انصاف کو نچھوڑ مروّت اگر گئی

ہے فغان وہی ہے اسے کیون بھلاؤ
وہ کیا ہوئے بتاک وہ اُلفت کدھر گئی

مجھ سے جو پوچھتے ہو تو ہر حال شکر ہے
یون ہی گذر گئی میری دن بھی گذر گئی

مفت سودا ہے ارے یار کہان جاتا ہے
آ مرے دل کے خریدار کہان جاتا ہے

کج مکن تیغ بکف چین برابرو بیباک
یا الٰہی یہ ستمگار کہان جاتا ہے

سے جاتی ہے اجل جانِ فغان کو اے یار
لیجیو تیر اگر فتار کہان جاتا ہے

صنم بتا تو خدا کا مجھکو کیا نہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

کباب ہو گیا آخر کو کچھ برا نہوا
عجب یہ دل ہے جلا تو بھی بے مزہ نہوا

نگفتگی سے ہے غنچہ کے تیرے پریشانی
بھلا ہوا کبھی کافر تو مجھ سے وا نہوا

ہوا نہین جیا آخر کو نیم بسمل ہو
غضب ہوا میرے قاتل کا مدعا نہوا

بہت ہوا ہون فضیحت بہت ہوا ہون خراب
تیری طفیل اے خانہ خراب کیا نہوا

طرف سے اپنی تو نیکی مین ہے مرا صاحب
مری بلا سے فغان کا اگر بھلا ہوا

ہے بیچ و تاب مجکو ڈسین اب دو کا لیان
ظالم اسی لئے تین نے زلفین تھی پریان

پاندر کو دیکھ کے گرتے ہین اشک چشم
سوراخ دل مین کرتی ہین کانونکی بالیان

کہا کہ یہ تو چھوڑتا ممکن نہین مجھے
چھینے لگا وہ شوخ مرا تب یہ چالیان

رات بیچ رو دھنا ہر دم مین نا خوشی
ہر آن دو کہنا مجھے ہر وقت کا لیا

ایذا ہر ایک طرح سین دینا غرض مجھے	ق	کچھ بس نہ چل سکا تو یہہ طرحین نکالیان
جسنے سبب فراق مین سنتا ہے ای فغان		کیا خاک سو کے حسرتین دلکی نکالیان
یہہ تہا خیال خواب مین میگا یہ روز وصل		آنکھین جو کہلگئین ہی آتین ہین کالیان

خاتمہ

دوسرے دور کے شعرا رخصت ہوتے ہین - سبحان اللہ اس بڑہاپے پر ایسے جوان دل - اس کمال پر ایسے بے تکلف سادہ مزاج - ع - کیا خوب آدمی تہے خدا مغفرت کرے - نہ استعارون کے پیچ نہ تشبیہون کی رنگا رنگی - اپنے خیالات کو کیسی صاف صاف زبان اور سیدہے سیدہے محاورہ مین کہہ گئے کہ آجتک جو سنتا ہے سر دہنتا ہے - انکا کلام قال نہ تہا حال تہا - جو خیال شعر مین باندہتے تہے اسکا عالم انکے دل و جان پر چہا جاتا تہا - یہی سبب ہے کہ جس شعر کو دیکہو تاثیر مین ڈوبا ہوا ہے اسی کو آج اہل فرنگ ڈہونڈتے ہین اور کہتے ہین کہ ہر شئے کی اصلی حالت دکہانی چاہیے - مگر حالت کون دکہائے کہ اپنی حالت بگڑی ہوئی ہے :

صحبت گل ہے فقط بلبل سے کیا بگڑی ہوئی	آجکل سارے چمن کی ہے ہوا بگڑی ہوئی
آدمی کہتے ہین جسکو ایک پتلا کل کا ہے	پہر کہان کل اسکو جب کل ہو ذرا بگڑی ہوئی

دل شکستون کا سخن ہووے نہ کیونکر نادرست
ساز بگڑے ہے تو نکلے ہے صدا بگڑی ہوئی

تیسرا دور

تمہید

اس مشاعرہ مین اُن صاحب کمالون کی آمد آمد ہے جنکی باانداز مین فصاحت آنکھین
ملتی ہے اور بلاغت قدمون مین لوٹی جاتی ہے - زبان اُردو ابتدا مین کچا سونا تھی
بزرگون نے اُسے اکثر کدورتون سے پاک صاف کیا اور ایسا بنا دیا ہے جس سے
ہزارون ضروری کام اور آرایشون کے سامان - حسینونکی زیور - بلکہ بادشاہون
کے تاج و افسر تیار ہوتے ہین - اگرچہ بہت سے مُرصّع کار مینا نگار پیچھے آئے - مگر اس
فخر کا تو لکھا ہار انہین بزرگون کے گلے مین رہا - جب یہ باکمال چمنِ کلام مین آئے تو
اپنے بزرگون کی چمن بندی کی سیر کی - فصاحت کے پھول کو دیکھا کہ قدرتی بہار مین حُسن
خداداد کا جوبن دکھا رہا ہے - چونکہ انہین بھی ناموری کا تمغہ لینا تھا اسلئے بڑون سے
بڑھکر قدم مارنے چاہیے - یہ گرد پیش کے میدانون مین بہت دوڑے سب پھول کام مین
گئے ہوئے تھے - جب سامنے کچھ نہ پایا تو ناچار اپنی عمارتون کو اونچا اُٹھایا - تم دیکھنا
وہ بلندی کے مضمون نہ لائینگے آسمان سے تارے اُتارینگے - قدردانون سے فقط داد نہ لینگے
تحسین لینگے - لیکن نہ وہ پرستش کہ سامری کی طرح عارضی ہوا - انکے کمال کا دامن
ت کے دامن سے بندھا پاؤ گے - یہ اپنی صنعت مین کچھ کچھ تکلف بھی کرینگے مگر ایسا
ے گلاب کے پھول پر شبنم - یا تصویر پر آئینہ - انکا تکلف بھی اصلی لطافت پر کچھ لطف
ہ کریگا - اُسکی خوبی پر پردہ نہوگا - تم میر صاحب اور خواجہ میر درد کو دیکھو گے
مین ڈوبے ہونگے - سودا کا کلام باوجود بلندیِ مضمون اور چستیِ بندش کے
طلسم ہوگا -

اتنی بات کا افسوس ہے کہ اس ترقی مین طبیعت کی بلند پروازی سے اوپر کی طرف رُخ کیا۔ کاش آگے قدم بڑھاتے۔ تاکہ حسن و عشق کی محدود صحن سے نکل جاتے اور اُن میدانون مین گھوڑے دوڑاتے کہ نہ انکی وسعت کی انتہا ہے نہ عجایب و لطایف کا شمار ہے۔ اِس بات کو بھولنا نہ چاہیئے کہ خان آرزو کے فیض صحبت نے ان نوجوانون کے کمال کو اسطرح پرورش کیا۔ جسطرح دایہ اپنے دامن مین ہونہار بچون کو پالتی ہے۔ مینے طبقہ دوم اور سوم کے اکثر استادونکے حال مجمل طور پر حواشی مین لکھدیے ہین اور اکثرونکے نام و کلام سے بھی جام خالی ہے۔ حقیقت مین اُن سب کو زبان اردو کی اصلاح کا حق حاصل ہے۔ لیکن اپنے استادون اور بزرگون سے یہی سُنا کہ مرزا جان جانا۔ سودا۔ میر۔ خواجہ میر درد چار شخص تھے کہ جنہون نے زبان اُردو کو خراط اُتارا ہے۔

ہمارے زبان دانون کا قول ہے کہ ۶۰ برس کے بعد ہر زبان مین ایک واضح فرق پیدا ہوجاتا ہے۔ طبقہ سوم کے اشخاص جو حقیقت مین عمارت اردو کے معمار ہین اُنہون نے بہت سے الفاظ پُرانے سمجھکر چھوڑ دیے۔ اور بہت سی فارسی کی ترکیبین جو مصری کی ڈلیون کی طرح دودھ کے ساتھ منہہ مین آتی تھین اُنہین گھلایا۔ پھر بھی بہ نسبت حال کے بہت سی باتین انکے کلام مین ایسی تھین کہ اب متروک ہین۔ چنانچہ فارسیت کی ترکیبون کے اشعار دیباچہ مین لکھے گئے۔ دیکھو صفحہ ۴۵-۴۶-۴۷

لیکن پُرانے الفاظ جو اب متروک ہین اُنکی مثال کے چند اشعار میر اور مرزا اور خواجہ میر درد کے کلام سے لکھتا ہون پھر بھی انصاف سے نہین گذرا جاتا۔ انمین اپنی اپنی جگہ ایک ایک لفظ ایسا جڑا ہوا ہے جسے اُٹھانا مشکل ہے۔

میر صاحب فرماتے ہین۔

ہوتا تھا مجلس آرا گر غیر کا تو مجھکو	مانند شمع مجلس کا ہیکو تئین جلایا

۲۵ دیکھو صفحہ ۱۲۳ ع یعنی سراج الدین علی خان آرزو۔ دور دوم کے شعرا میں مشہور ہیں

نقاش دیکھہ تو مین کیا نقش یار کھینچا
اُس شوخ کم نما کا نت انتظار کھینچا

دیر و حرم مین کیونکہ قدم رکھہ سکیگا میر
اِدھر تو اُس سے بت پھرا اودھر خدا پھرا

ٹک بھی نہ مڑکے میری طرف تو نے کی نگاہ
ایک عمر تیرے پیچھے مین ظالم لگا پھرا

گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا؟
جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میان خوش رہو ہم دعا کر چلے

رسم قلمرو عشق مت پوچھ تو کہ ناحق
ایکون کی کھال کھینچی ایکون کو دار کھینچا

لوہو لگتا ہے ٹپکنے جو پلک مارون ہون
اب تو یہہ رنگ ہے اِس دیدۂ اشک افشا کا

کیونکر تمھاری بات کرے کوئی اعتبار
ظاہر مین کیا کھو ہو سخن زیر لب ہے کیا

سیمین تنون کا ملنا چاہے ہے کچھہ تمول
شاہد پرستیون کو ہم پاس زر کہان ہے

تا بمقدور انتظار کیا
دل نے اب زور بیقرار کیا

خون جگر ہو بہنے لگا
پلکون ہی پر رہنے لگا

پی پی کے اپنا لوہو رہین گو کہ ہم ضعیف
جون رینگتی نہین ہے اُنھون کے تو کان پر

کیفیتین ہزار ہین اُس کام جان کی بیچ
دیتے ہین لوگ جان تو ایک ایک آن پر

تازہ جھمک تھی شبکو تارون مین آسمان کی
اِس آسیا کو شاید پھرے ہے کنھون نے راہ

زمانے نے مجھہ جرعہ کش کو ندان
کیا خاک و خشت سر خم کیا۔

دل لیکے میری جان کا دشمن ہوا ندان
جس بیوفا سے اپنے تئین پیار ہو گیا

گہے خون جگر گہ اشک گاہے لخت دل یارو
کسی نے بھی کہین دیکھا ہے یہہ بسیار رونے کا

کھا تھا مین نہ دیکھو غیر کی اور
سو اُسنے آنکھہ مجھسے ہی چھپائی۔

اُنھون نے میر صاحب قبلہ ستم کیا
حضرت بھلا کیا مکر و رات کے تئین

باہر نہ آتا چاہ سے یوسف جو جانتا
لے کاروان مرے تئین بازار جائیگا

ہر ذرۂ خاک تیرے گلی کی ہے بیقرار
یہان کونسا ستم زدہ ماٹی مین رل گیا

آتشِ تیزِ جدائی سے یکایک اُس بن
یون جلا دل کہ ننگ جی بھی جلایا گیا

رہے خیال ننگ ہم بھی روسیاہون کا
لگے ہو خون ہت کرنے بیگناہون کا

ہوا اس سے جہان سیاہ تد بھی
نالہ مین مرے اثر نہ ہوگا

مت ریجھ کر کسیکو کہ اپنے تو اعتقاد
دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

بس طبیب اُٹھ جا مرے بالین سے مت دے دردِ سر
کام جان آخر ہوا اب فائدہ تدبیر کا؟

دل کو ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

حیف ہے جنکو وہ اُسوقت مین پہنچا جسوقت
اُن کہے حال اشارون سے بتایا نہ گیا

لگوائے پتھرے اور بُرا بھی کہا کئے
ہمنے حقوق دوستی کے سب ادا کئے

اسیر وحشی کہان ہین اے خوبان
میر کو تم عبث اُداس کیا۔

اِس عہد مین ماضی استمراری جمع مونث مین دو نو فعل جمع لاتے تھے۔ مثلاً عورتین آیا تھین اور گایا تھین۔ اب پہلے فعل کو واحد لاتے ہین۔ مثلاً عورتین آتی تھین اور گاتی بجاتی تھین۔

بارہا وعدونکی راتین آئیان
طالعون نے صبح کر دکھلائیان

جنون میرے کی باتین دشت اور گلشن مین جب چلیان
نہ جو بلبل نے دم مارا نہ چھڑیان بید کی تلیان

اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِس عہد مین ہلنا بالفتح بولتے تھے۔ چنانچہ سودا بھی ایک غزل مین کہتے ہین جسکا قافیہ و ردیف ہے چلتے دیکھا۔ نکلتے دیکھا۔

تیغ تیری کا سدا شکر ادا کرتے ہین
لبکو زخم کے دندان مین ہلتے دیکھا

اسی طرح اکثر اشعار مرزا رفیع کے ہین کہ باوجود محاورۂ قدیمانہ۔ آجکل کے ہزار محاورے اُنپر قربان ہین چنانچہ فرماتے ہین۔

آخدا کے واسطے اس بانکپن سے در گذر
کل مین سودا یون کہا دامان گہکر یار کا

بیوفائی کیا کہون دل ساتھ تجہہ محبوب کی
تیری نسبت تو میان بلبل سے گل نی خوب کی

جبکی دل کو تری زلفون سے میان لاگ لگی
اُسکی آنکہون مین جو رسی بھی ہو تو ناگ لگے

تجہہ عشق مین بیمار ہے وہ زیر چوب گل ہین
نے پہول کی کسی نی جنکو چہڑی لگائی

خبر شتاب لے سودا کے حال کی پیارے
نہین ہے وقت مری جان یہہ تامل کا۔

نہ جانے حال کس ساقی کو یاد آتا ہے شیشہ کا
کہ لے لے ہچکیان جیوڑا نکل جاتا ہے شیشہ کا

نہ جانے یاد کر روتا ہے کسکے دل کی صدمہ کو
کہین ٹکڑا جو سودا کو نظر آتا ہے شیشہ کا

بہو وہ اسقدر نہین آتا ہے کام ناز
مُنہہ پہ خط آچکا مکرو صبح و شام ناز

عالم کو مار رکہا ہے تین باقد دو تا
زاہد یہہ کاٹ ہے تری تیغ دو نیم کا

سودا کہتے تھا یار سے ایکمو نہین غرض
ادہر کہلی جو زلف ادہر دل بکہر چلا

سودا نکل نہ گہر سے کہ اب تجکو ڈہونڈتے
لڑکے پہرین ہین پتہرون سے دامن بہرے ہوئے

تسلی اس دوانے کی نہو جھولی کی پتہرون سے
اگر سودا کو چہڑا ہے تو لڑکو مول لو پہڑیان

نگر آباد ہین بسے ہین گانون
تجہہ بن اُجڑے پڑے ہین اپنے بہانون

بس وفا کا نہین کچہہ ذکر
اب تو سودا کا باجتا ہے تانون

جاتے ہین لوگ قافلے کی پیش و پس چلے
ہے یہہ عجیب سرا کہ جہان آئے بس چلے

اس غزل مین قفس چلے - اور بس چلے قافیہ ہے اسمین کہتے ہین ۲۵

صیاد اب تو کر دے قفس سے ہمین رہا
ظالم پہڑک پہڑک کے پر و بال گہس چلے

صبا سے ہر گہڑی مجکو لہو کی باس آتی ہے
چمن مین آہ گلچین نے یہہ کس بلبل کا دل توڑا

وجب مری رنجش کا جو پوچہتے ہے تو اے جان
موندون گانہ مین کہول کے جون غنچہ دہان کو

داغ تجہہ عشق کا جہکے ہے میرے دل کے بیچ
مہر ذرہ مین درخشان نہوا تہا سو ہوا

تابہ مین اب تک گہسنا - بالفتح بولتے ہین

وے صورتین الٰہی کس ملک بستیان ہین
اب جنکو دیکھنے کو آنکھین ترستیان ہین

بل بے ساقی تیرے بے پروائیان
جانین مشتاقون کی لب تک آئیان

اسی طرح ہندی صفت بھی اب جمع نہین لاتے

ملائم ہوگئین دل پر برہ کی ساعتین کڑیان
بھلا انکھیان کیون مرے جیکے کھلی کی ہو پڑیان

چیز کیا ہون جو کرین قتل وہ انکھیان مجکو
پھیر گئے دیکھ کے منھہ خنجر برآن مجکو

خیال اُن انکھڑیون کا چھوڑ مت دے کبھی بھی
دلا آیا جو تو اس میکدہ مین جام لیتا جا

ناتوانی بھی عجب شی ہے کہ گلشن مین نسیم
نت لئے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے

فارسی کی جمع کو اسوقت سب فصحا عموماً بولتے تھے۔ اب بغیر حالت صفت یا اضافت کے نہین بولتے۔ سودا کہتے ہین۔

سودا غزل چمن مین تو ایسی ہی کہکے لا
گل پھاڑتے سن کر یہ کو دین بلبلان صدا

ہاتھ سے جاتا رہا دل دیکھ محبوبان کی چال
— اور ایک اور جگہہ کہتے ہین۔

یا الٰہی مین کہون کس سے بیتی اپنا احوال
زلف خوبان کی ہوئی ہے مری جی کی جنجال

خوبان۔ اور محبوبان۔ مرزا کی زبان پر بہت چڑھے ہوئے ہین۔

اور خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ فرماتے ہین۔

پرورش غم کی نے یہان تئین تو کی پیکا
کوئی بھی داغ تھا سینہ مین کہ ناسور نہ تھا

تو کب تئین مجھہ سات مری جان ملے گا
ایسا بھی کبھی ہوگا کہ پھر آن ملے گا

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ مین اثر
بیٹھے تو در گذر نکی جو مجھسے ہو سکا

ساقی مری بھی دل کی طرف ٹک نگاہ کر
لب تشنہ تیری بزم مین بھہ جام رہگیا

ای آنسوؤ نہ آؤ کچھہ دل کی بات منھہ تک
لڑکے ہو تم کہین مت افشاے راز کرنا

ہم جانتے نہین ہین ای درد کیا ہے کعبہ
جیدھر ملے وہ ابرو اودھر نماز کرنا

کہا مین مرا حال تم تک بھی پہنچا
کہا تب اُچٹتا سا کچھہ مین سنا تہا

مری دل کو جو ہر دم تو بہلا اتنا ٹوٹا ہے
قصور کے سوا تیری بتا تو اُسمین کیا نکلا؟

جائیے کس واسطے اسی درد میخانی کے بیچ
اور ہی مستی ہی اپنے دل کو پیمانہ کے بیچ

سو بار دیکھیان ہین تیری بے وفائیان
تسپر بھی نت غرور ہی دلمین گناہ کا

جگ مین کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنستے ہی رو دیا ہوگا۔

درد کی ملنے سی اے یار بُرا کیون مانے
اسکو کچھہ اور سوا دید کے منظور نہ تہا

اسی شانہ تو نہ ہو جو دشمن ہماری جی کا
کون دیکھیو نہ ہووی زلفونکا بال بیکا

اگر تجکو چلنا ہے چل ساتھہ میرے
یہہ کب لگ تو باتین بناتا رہیگا

بعد مدت کی درد کل مجھہ سے
مل گیا راہ مین وہ غنچہ دہن

میری اُسکی جو لڑ گئین نظرین
ہو گئے آنکھونمین ہی دو دو بچن

اِنکے عہد مین زبان مین کچھہ کچھہ اصلاح ہو گئی مگر رسم الخط مین بہت کچھہ بزرگون کی میراث باقی تھی۔ ایک مجموعہ میری ہاتھہ آیا کہ سنہ ۱۱۷۰ھ کی تحریر ہی وہ کسی فہمیدہ شخص نے بڑی شوق سے لکھا ہی اُسمین۔ میر سوز۔ تابان۔ فغان۔ سودا۔ خواجہ میر درد۔ انعام اللہ خان۔ خواجہ آبرو۔ میر محمد باقر حزین۔ میر کمال الدین شاعر۔ خواجہ احسن اللہ خان بیان۔ قیام الدین قایم کے دیوانون کی انتخاب غزلین ہین۔ اس سی ثابت ہوتا ہے کہ اُس عہد مین کو علامت مفعول کو ن لکھا جاتا تھا۔ چنانچہ شاہ آبرو۔ اور میر کمال الدین شاعر وغیرہ نے جن غزلون مین کو ردیف ہی اونہین ردیف ن ہی مین لکھا ہی۔ متاخرین نے ن کو دور کیا۔ مگر معلوم ہوتا ہی کہ واو کو معروف ہی بولتے تھے۔ چنانچہ خواجہ میر اثر نے کہ خواجہ میر درد کی بھائی تھے۔ ایک بے ردیف غزل مین مو۔ رو۔

قافیہ رکھا ہے اور کو۔ استفہامیہ باندھا ہے۔ مرزا رفیع نے بھی ایک جگہ ایسا
کہا ہے۔ انکی ایک غزل ہے۔ قفس کو۔ جرس کو۔ نفس کو۔ اسکا مقطع ہے۔
ترغیب نکر سیر چمن کی ہمین سودا ہر چند ہوا خوب ہے وہان لیک ہوس کو؟
۔ ایک غزل ہے۔ ابرو نہین گیسو نہین۔ اسمین کہتے ہین۔
خط سبز اسکا سیہ کچھ رو ہوا میرا سفید خواہش ترک نیاز و ناز دونو کو نہین
شکلے ترک عشق میرا ہنس کے کہتا ہے وہ شوخ نیل بگڑا ہے کہین یارو یقین مجکو نہین
الفاظ مفصلۂ ذیل کی رسم الخط اس عہد مین اسطرح تھی۔

تو	تون	اُسنے	اُلٹے
سے	سین	جسنے	جتنے
اس سے	اُس سین	جی	جیو
مجھے	مجھسین	تجھکو	تجھکون
رنے	تونمین	کسے	کسو
دن	جیون		

حاریہ مذکورۂ بالا جو کہ حقیقت مین ایک محاورۂ مرحوم کے نقش مزار ہین۔ مین
ہین جانتا کہ نئی ہونہار۔ یا جو کچھ اگلے وقتونکی یادگار باقی ہین۔ انہین بڑھکر
ننگ خیالات کو وسعت دینگے۔ مجھے اس لکھنے سے فقط یہی مطلب نہین کہ اُس
رتک زبان پر اسقدر قدامت کا اثر باقی تھا۔ بلکہ ایک بڑی بات کا افسوس
ہر کرنا منظور ہے۔ وہ یہ ہے کہ سودا کی ۷۵ برس کی اپنی عمر۔ اور تخمیناً
۔ ۳۰ برس انکی شاعری کی عمر۔ میر کی ۱۰۰ برس کی عمر۔ شاعری کی ۸۰ ۔ ۸۵
ل کی عمر۔ اور اس بات سے کسیکو انکار نہوگا کہ جو زبان دلی کی انکی اوائل عم

مین تھی وُہی اوسط مین نہ تھی - پھر وُہی اوآخر مین نہ تھی - یقیناً تینون زبانون مین ظاہر اور واضح امتیاز ہوئے ہونگے - مگر چونکہ رسمِ ملک نے دیوانون کی ترتیب حروف تہجی پر رکھی ہے - اِسلئے آج ہم معلوم نہین کرسکتے کہ اُنکے عہد و زمین وقت بوقت مُلکی زبانونمین کیا کیا انقلاب ہوئے یا مختلف وقتونمین خود اُنکی طبیعت کے میلان - اور زورِ کلام کے اُتار چڑھاو کس کس درجہ پر تھے - اِس اندھیرے مین فقط دو شاعر ہمارے لئے چراغ رکھ گئے ہین کہ حسب تفصیل ذیل چند قسمونمین اپنے کلام کو تقسیم کیا -

	اوایلِ عمر	عہدِ جوانی	سن کہولت	پیرانہ سالی
(۱) امیر خسرو -	تحفۃ الصغر -	غرۃ الکمال -	وسط الحیوۃ -	بقیۃ نقیۃ -
(۲) جامی	فاتحۃ الشباب -	واسطۃ العقد -	خاتمۃ الحیوۃ -	

خیر یہہ سمجھ لو کہ جن الفاظ پر ہم لوگون کے بہت کان کھڑے ہوتے ہین یہی اُنکے اوایلِ عمر یا جوانی کے کلام ہین - منشی احمد حسن خانصاحب میر تقی مرحوم کے شاگرد رشید تھے - اِنکی زبانی ڈپٹی کلب حسین خانصاحب مرحوم فرماتے تھے کہ اکثر الفاظ جو میر صاحب پہلے دوسرے دیوان مین کہہ گئے ہین - وہ چوتھے پانچوین مین نہین ہین - جو دوسرے تیسرے مین ہین - وہ پانچوین چھٹے مین نہین - بہرحال اخیر عمر مین اُنکی زبان کا انداز وہ ہوگا جو کہ سید انشا - مصحفی - جرأت کی زبان ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال -

مرزا جانجانان مظہر

گرچہ نظم کے جوش و خروش اور کثرتِ کلام کے لحاظ سے میر - اور سودا کے ساتھ انکا نام لیتے ہوئے تامل ہوتا ہے لیکن چونکہ صانعِ قدرت نے طبیعت کی لطافت اور اصلی نفاست

اور ہر بات مین انداز کی خوبی اور خوبصورتی انکے مزاج مین رکھی تھی - اور زمانہ بھی سب کا ایک تھا - اسکے علاوہ پرانے پرانے تذکرہ نویس لکھتے ہین بلکہ بزرگون کی زبان سے بھی یہی سُنا کہ زبان کی اصلاح اور انداز سخن اور طرز کی ایجاد مین انہین ویسا ہی حق ہے جیساکہ سودا و میر کو - اسیواسطے انکا حال بھی اس سلسلہ مین لکھنا واجب ہے - انکے والد عالمگیر کے دربار مین صاحب منصب تھے - نسب انکا باپ کیطرف سے محمد ابن حنفیہ رض سے ملتا ہے کہ حضرت علی ع کے بیٹے تھے - مان بیجاپور کے شریف گھرانہ سے تھین - دادا بھی دربار شاہی مین صاحب منصب تھے - دادی اسد خان وزیر عالمگیر کی خالہ زاد بہن تھین - پردادا سے اکبر بادشاہ کی بیٹی منسوب ہوئی تھین ان رشتون سے تیموری خاندان کے نواسے تھے - ۱۱۱۱ھ مین جبکہ عالمگیر دکن پر فوج لئے پڑا تھا - انکے والد نوکری چھوڑ کر دلی کو پھرے - یہ کالا باغ علاقہ مالوہ مین ۱۱ رمضان کو جمعہ کے دن پیدا ہوئے - عالمگیر کو خبر گذری - آئین سلطنت تھا کہ امرا کے ہان اولاد ہو تو حضور مین عرض کرین - بادشاہ خود نام رکھین یا پیشتر کئے ہوئے نامون مین سے پسند کر دین - کسیکو خود بھی بیٹا یا بیٹی کر لیتے تھے کہ یہ امور طرفین کے دلون مین اتحاد اور محبت پیدا کرتے تھے انکے لئے ایک وقت پر سند نرتی ہوتے تھے - اور بادشاہ کو انسے وفاداری اور جان نثاری کی امیدین ہوتی تھین شادی بھی اجازت سے ہوتی تھی کبھی مان باپ کے تجویز کو پسند کرتے تھے کبھی خود تجویز کر دیتے تھے غرض عالمگیر نے کہا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے - باپ مرزا جان ہے - اسکا نام ہمنے جان جانان رکھا - پھر اگرچہ باپ نے شمس الدین نام رکھا مگر عالمگیری نام کے سامنے نہ چمکا - مظہر تخلص انہون نے آپ کیا کہ جان جانان کے ساتھ مشہور چلا آتا ہے - مرزا جان بھی شاعر تھے - اور جانی تخلص کرتے تھے -

* تذکرہ گلزار ابراہیمی مین ہے کہ انکا وطن اکبرآباد تھا دلی مین آرہے تھے ؛

۱۷- برس کی عمر تھی کہ باپ مر گئے - اوسیوقت سے مشتِ خاک کو بزرگون کی گوشۂ دامن مین باندہ دیا - ۳۰- برس کی عمر تک مدرسون اور خانقاہون مین جہاڑو دی - اور جو دن بہارِ زندگی کے پھول ہوتے ہین اُنہین بزرگون کے رَوضون پر چڑہا دیا - اُس عہد مین تصوّف کے خیالات ابر کی طرح ہندستان پر چھائے ہوئے تھے چنانچہ قطع نظر کمالِ شاعری کے ہزارہا مسلمان بلکہ ہندو بھی اِنکے مُرید تھے اور دل سے اعتقاد رکھتے تھے - اِنکے باب مین بہت سے لطایف ایسے مشہور ہین کہ اگر آج کسی مین پائے جائین تو زمانہ کے لوگ اچھا نہ سمجھین - لیکن وہ ایک زمانہ تھا کہ صفات مذکورہ داخل فضائل تھین کچھ تو اِس اعتقاد سے کہ ع خطائے بزرگان گرفتن خطاست - اور کچھ اِس سبب سے کہ اگر ایک لطیف اور شفاف سطح پر کوئی داغ ہو اور وہ ایک عمدہ نظرگاہ مین جلوہ گر ہو - تو وہان وہ دھبّا بدنما نہین بلکہ گلکاری معلوم ہوتا ہے اور جسے بُرا معلوم ہو وہ خوش عقیدہ نہین - مین روسیاہ بزرگون کی ہر بات کو چشمِ عقیدت کا سرمہ سمجھتا ہون مگر مقتضائے زمانہ پر نظر کرکے نمونہ پر اکتفا کرنا چاہیئے -

وہ خود بیان کرتے تھے کہ حُسنِ صورت اور لطفِ معنی کا عشق ابتدا سے میرے دل مین تھا - چھوٹے سن مین بھی مصرع موزون زبان سے نکلتے تھے - شیرخوارگی کے عالم مین حُسن کی طرف اِسقدر میلان تھا کہ بدصورت کی گود مین نہ جاتا تھا - کوئی خوبصورت لیتا تھا تو ہمک کر جا پڑتا تھا اور پھر اُس سے لیتے تو بمشکل آتا تھا -

میر عبدالحیٔ تاباں

اِنکے عہد مین - میر عبدالحیٔ تاباں تخلص ایک نوجوان شریف زادہ حُسن خوبی مین اِسقدر شہرۂ آفاق تھا کہ خاص و عام اُسکو یوسفِ ثانی کہتے تھے - گوری رنگت پر کالی کپڑے

بہت زیب دیتے تھے اسلئے ہمیشہ سب پوش رہتا تھا۔ اُسکے حُسن کی یہانتک شہرت پہلی کہ بادشاہ کو بھی دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ معلوم ہوا کہ مکان جنس خان کے پھاٹک مین ہے۔ اور وہ بڑا دروازہ جو کوچۂ مذکور سے بازارِ لاہوری دروازہ مین نکلتا ہے اُسکے کوٹھے پر نشست ہے زمانہ کی تاثیر اور وقت کے خیالات کو دیکھنا چاہیئے کہ بادشاہ خود سوار ہوکر اُس راہ سے نکلے۔ انہین بھی خبر ہوگئی تھی۔ بنے سنورے اور بازار کیطرف موڈا بچھا کر آ بیٹھے۔ بادشاہ جب اُسمقام پر پہنچے تو اسلئے کہ ٹھیرنے کو ایک بہانہ ہو۔ وہان آبِ حیات مانگا۔ اور پانی پیکر دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ الغرض تابان خود صاحبِ دیوان تھے۔ **شاہ حاتم** اور **میر محمد علی حشمت** کے شاگرد تھے۔ اور مرزا صاحب کے مُرید تھے۔ مرزا صاحب بھی چشم محبت اور نگاہ شفقت سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مرزا صاحب بیٹھے ہین۔ اور اُنکی صحبت میں کہ جہان کبھی وعظ و ارشاد۔ اور کبھی نظم و اشعار کا جلسہ رہتا تھا۔ تابان بھی حاضر ہین۔ اور باادب اپنے مرشد کی خدمتمین بیٹھے ہین۔ حضرت اگرچہ محفل ارشاد کی آداب سے گرمجوشی ظاہر نکرتے تھے مگر معلوم ہوتا تھا کہ اُنہین دیکھتے ہین اور مارے خوشی کے باغ باغ ہوئے جاتے ہین۔ **تابان** بھی مرزا جدان تھے۔ اشعار اور لطائفِ نمکین کہتے۔ حضرت سُن سُنکر خوش ہوتے۔ کوئی بات سبکے سامنے کہنی خلاف آداب ہوتی تو جو اہلِ عقیدت مین ادب کا طریقہ ہے اُسی طرح دستبستہ عرض کرتے کہ کچھ اور بھی عرض کیا چاہتا ہون۔ حضرت مُسکرا کر اجازت دیتے۔ وہ کان کے پاس مُنہہ لیجاتے اور چند کلمے چُپکے چُپکے ایسے گستاخانہ کہتے کہ سوا اُس پیارے عزیز کے کوئی نہین کہہ سکتا جسے بزرگون کی محبت نے گستاخ کیا ہو۔ پس حضرت مُسکراتے اور فرماتے کہ درست ہے۔ پھر وہ اُسی قسم کی کچھ اور باتین کہتے۔ آپ پھر فرماتے

ف شاہان دہلی کے کاروبار کے لئے الفاظ خاص مستعمل تھے۔ مثلاً پانی کو آبِ حیات۔ کھانے کو خاصہ۔ سونے کو سکھ فرمانا۔ شاہزادون کے پانی کو۔ آبِ خاصہ۔ اور اسیطرح ہزارون اصطلاحی الفاظ تھے۔

کہ یہ بالکل درست ہے - جب تابان اپنی جگہہ پر آبیٹھتے تو پھر حضرت خود کہتے کہ ایک بات کا تمہین خیال نہین رہا - تابان پھر کان کے پاس منہہ لیجاتے - اُسوقت اُنسے بھی تیز تر کوئی لطیفہ آپ اپنے حق مین کہتے - [25] اور اپنے پیارے عزیز کی ہمزبانی کا لطف حاصل کرتے - نہایت افسوس ہے کہ وہ پھول اپنی بہار مین لہلہاتا گر پڑا (ہائے میری دلی تیری جو بات ہے جہان سے نرالی ہے) جب اُس یوسف ثانی نے عین نوجوانی مین دلون پر داغ دیا - تو تمام شہر نے اُسکا سوگ کہا - میر تقی میر نے بھی اپنی ایک غزل کے مقطع مین کہا ہے -

داغ ہے تابان علیہ الرحمۃ کا چھاتی پہ میر ہو نجات اُسکو بچارا ہمسے بھی تھا آشنا

مرزا صاحب کی تحصیل علمی عالمانہ نہتی مگر علم حدیث کو با اصول پڑھا تھا - حنفی مذہب کے ساتھ نقشبندی طریقہ کے پابند تھے - اور احکام شریعت کو صدق دل سے ادا کرتے تھے - اوضاع و اطوار اور ادب آداب نہایت سنجیدہ اور برجستہ تھے کہ جو شخص اُنکی صحبت مین بیٹھتا تھا ہشیار ہو کر بیٹھتا تھا - لطافت مزاج اور سلامتی طبع کی نقلین ایسی ہین کہ آج سُنکر تعجب آتا ہے - خلاف وضع اور بے اسلوب حالت کو دیکھ نسکتے تھے -

نقل - ایک دن درزی ٹوپی سیکر لایا - اُسکی تراش ٹیڑھی تھی - اُسوقت دوسری ٹوپی موجود نہتی اسلئے اُسیکو پہننا پڑا - مگر سر مین درد ہونے لگا -

نقل - جس چارپائی مین کان ہو اُسپر بیٹھا نہ جاتا تھا گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے - چنانچہ دلی دروازہ کے پاس ایک دن ہوادار مین سوار چلے جاتے تھے - راہ مین ایک بنئے کی چارپائی کے کان پر نظر جا پڑی - وہین ٹھہر گئے اور جب تک اوسکا کان نہ نکلوا لیا آگے نہ بڑھے -

[25] ان باتون پر اور خصوصًا انکے شعر مندرجہ صفحہ کے اوپر تہذیب آنکھ دکھاتی ہے مگر کیا کیجیے - ایشیا کی شاعری کہتی ہے کہ یہ میری صفائی زبان اور طراری کا کرشمہ ہے بس صورت اگر خصوصیت زبان کو نہ ظاہر کرے تو اپنے فرض مین قاصر ہے یا بے خبر ہے -

نقل — ایک دن ایک نواب صاحب کہ اِنکے خاندان کے مُرید تھے ملاقات کو آئے اور خود صراحی لیکر پانی پیا۔ اتفاقاً آبخورا جو رکھا تو ٹیڑھا رکھا۔ مرزا کا مزاج اِسقدر برہم ہوا کہ ہرگز ضبط نہ ہو سکا اور بگڑ کر کہا کہ عجب بیوقوف احمق تھا جسنے تمہین نواب بنا دیا آبخورا بھی صراحی پر رکھنا نہین آتا۔

نقل — **مولوی غلام یحییٰ** — فاضلِ جلیل جنہون نے میرزاہد پر حاشیہ لکھا ہے بہدایت عیسیٰ مرزا کے مُرید ہونے کو دلّی مین آئے انکی ڈاڑھی بہت بڑی اور گھنی تھی جمعہ کے دن جامع مسجد مین ملے اور ارادہ ظاہر کیا۔ مرزا نے انکی صورت کو غور سے دیکھا اور کہا کہ اگر مجھسے آپ بیعت کیا چاہتے ہین تو پہلے ڈاڑھی کو ترشوا کر صورت پہلے آدمیون کی بنائیے پھر تشریف لائیے۔ اللہ جمیلٌ ویحبُّ الجمال — بھلا یہہ بیج کی سی صورت مجکو اچھی نہین معلوم ہوتی تو خدا کو کب پسند آئیگی۔ مُلّا متشرع آدمی ہے گھر مین بیٹھہ رہے تین دن تک برابر خواب مین دیکھا کہ بغیر مرزا کے تمہارا عقدۂ دل نہ کھُلے گا۔ آخر بیچارے نے ڈاڑھی حجام کے سپرد کی اور جیسا خشخاشی خط مرزا صاحب کا تھا ویسا ہی رکھکر مُرید ونمین داخل ہوئے۔

اسی لطافتِ مزاج اور نزاکتِ طبع کا نتیجہ ہے کہ زبان کی طرف توجہ کی اور اُسے ایسا تراشا کہ جو شعرا پہلے گذرے تھے اُنہین پیچھے ہی چھوڑ کر اپنے عہد کا طبقہ الگ کر دیا۔ اور اہل زبان کو نیا نمونہ تراش کر دیا۔ جس سے پُرانا رستہ ایہام گوئی کا زمین شعر سے مٹ گیا۔ اِنکے کلام مین مضامین عاشقانہ عجب تڑپھ دکھاتے ہین اور یہہ مقام تعجب نہین کیونکہ وہ قدرتی عاشق مزاج تھے۔ اور اِنکے کلام مین بہہ مضامین خیال ہین۔ اُنکے اصلِ حال[۲۵] — زبان اُنکی نہایت صاف و شستہ و شفاف ہے۔ اُسوقت کے محاورہ کی کیفیت کچھہ اِنکے اشعار سے اور کچھہ اُس گفتگو سے معلوم ہوگی جو ایک دفعہ بروقت

[۲۵] افسوس ہے اہل وطن کو خیالات پر جنہون نے ایسی ایسی لطافت طبع کی باتین دیکھکر از روئے اعتقاد آخر مین ایک کرتہ اور بڑا یا پہنے۔ قائل ہم جوانے صبیح و ملیح بود کہ بدستش جان سپرد ند۔ یا شاید ایسا ہی ہو۔ عالم الغیب خدا ہے۔

ملاقات اُنسے اور سید انشا سے ہوئی چنانچہ اصل عبارت دریائے لطافت سے نقل کیجاتی ہے

سید انشا اللہ خان اور مرزا جانجانان مظہر کی ملاقات

درزمانیکہ راقم مذنب ہمراہ والد مرحوم مغفور وارد دار الخلافہ بود۔ ازبسکہ آوازۂ فصاحت و بلاغت جناب فیض مآب مرزا جان جانان مظہر علیہ الرحمۃ گوش راقم را مقرِ خود داشت۔ دل بادیدن مستعد تیز شد کہ چرا از دیدار مرزا صاحب خود را اینہمہ محروم می پسندی۔ و مرا از لذتِ جاودانی و عیشِ روحانی کہ در کلامِ معجز نظامِ آنحضرت است بازمیداری چار و ناچار خط را تراش دادہ۔ و جامۂ ململ ڈھاکہ پوشیدہ۔ دستارِ سرخ باندہنو بر سر گذاشتم و دیگر لباس ہم ازین قبیل۔ و از سلاح آنچہ باخود گرفتم۔ کٹارِ بسیار خوبی بود کہ بکمر زدہ بودم۔ باین ہیئت بسواری فیل روانۂ خدمتِ سراپا افادتِ ایشان شدم۔ چون بالائے بام کہ کیول رام بانیہ متصلِ مسجدِ جامع ساختہ پیشکشِ مرزا صاحب کردہ بود بر آمدم۔ دیدم کہ جناب مغفری الیہ با پیراہن و کلاہ سفید و دوپٹہ ناسپالی رنگ بصورتِ سموسہ بر دوش گذاشتہ نشستہ اند بجمال ادب سلامے بر ایشان کردم۔ از فرطِ عنایت و کثرتِ مکارمِ اخلاق کہ شیوۂ ستودۂ بزرگانِ خدا پرست است بجواب سلام ملتفت شدہ برخاستند۔ و سرِ این بے لیاقت را در کنار گرفتہ پہلوئے خود جا دادند۔ [1]

مرزا صاحب کا ایک دیوان فارسی ہے کہ خود ۶۰ برس کی عمر میں ۲۰ ہزار شعر میں سے ایک ہزار شعر انتخاب کیا تھا۔ اسیواسطے اکثر غزلیں ناتمام اور بے ترتیب ہیں اسکو انتہائی درجہ کی منصفی اور سلامتی طبع سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ اپنے اشعار کہ اولاد معنوی ہوتے ہیں۔ کسکا جگر ہے کہ اپنے ہاتھ سے کاٹے۔ فارسی بھی بہت شستہ ہے اور مضامین عاشقانہ ایک انداز کے ساتھ بندھے ہیں۔

[1] اس صحبت میں جو گفتگو ہوئی صفحہ ۳۴ پر لکھی گئی ہے۔

مرا چہ جرم کہ ہر نالہ ام زموزونی — غلط کنند عزیزان بصرفۂ اوستاد

اُردو مین بھی پورا دیوان نہیں غزلیں اور اشعار ہین جو سودا اور میر کی زبان ہے وہی انکی زبان ہے۔ لیکن سودا بہلا کسی خاطر مین لاتے تھے۔ چنانچہ سب آوارہ اور رعایتون کو بالائے طاق رکھکر فرماتے ہین۔

مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ — سودا یقین جان کہ روڑا ہے باٹ کا

آگاہ فارسی تو کہین اُسکو ریختہ — واقف جو ریختہ کے ذرا ہو وہ ٹھاٹھ کا

سکر وہ یہہ کہے کہ نہین ریختہ ہے یہہ — اور ریختہ بھی ہے تو فیروز شاہ کی لاٹھ کا

الفقہ اُسکا حال یہی ہے جو سچ کہون — گنتا ہے دھوبی کا کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

خریطۂ جواہر — ایک مختصر انتخاب اساتذۂ فارس کے اشعار کا ہے کہ اپنی پسند کے بموجب لکھتے گئے ہین۔ وہ حقیقت مین خریطۂ جواہر ہے۔

جبکہ صحرائے فنا مین ۷۹ منزلین عمر کی طے کرکے ۸۰ مین قدم رکھا تو دل کو آگاہی ہونے لگی کہ اب روح کا مسافر بدن کا بوجھہ پھینکا چاہتا ہے۔ چنانچہ خود اکثر تحریرون اور تقریرون مین صاف صاف اظہار کرتے تھے۔

نقل — ایک معتقد کا بیٹا حسنِ اعتقاد سے غزل لیکر آیا کہ شاگرد ہو اور اصلاح لے۔ انھون نے کہا کہ اصلاح کے ہوش و حواس کسے ہین۔ اب عالم کچھہ اور ہے۔ عرض کی کہ مین فقط بطور تبرک سعادت حاصل کرنی چاہتا ہون۔ فرمایا کہ اسوقت ایک شعر خیال مین آیا ہے اسی کو تبرک اور اسیکو اصلاح سمجھہ لو۔

لوگ کہتے ہین مرگیا مظہر — فی الحقیقت مین گھر گیا مظہر

غرض ساتوین محرم کی تھی کہ رات کے وقت ایک شخص ٹھہائی کی ٹوکری ہاتھہ مین لئے آیا دروازہ بند تھا۔ آواز دی اور ظاہر کیا کہ مرید ہون۔ نذر لیکر آیا ہون۔

ف تحفہ اسمین یہہ ہے کہ مرزا صاحب نے ایک دھوبن گھر مین ڈالی تھی۔ ف اکثر حالات اوجیال تاریخ وغیرہ سمرات مظہری سے لئے گئے ہین۔

وہ باہر نکلے تو ایک قرابین ماری کہ گولی سینہ کے پار ہوگئی۔ وہ تو بھاگ گیا۔ مگر انہین زخم کاری آیا۔ تین دن تک زندہ رہے۔ اس عالم اضطراب مین لوٹتے تھے اور اپنا ہی شعر پڑھتے تھے۔

بنا کردند خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

یہہ تین دن نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے گذارے۔ بلکہ جب شاہ عالم بادشاہ کو خبر پہونچی تو بعد تحقیقات کے کہلا بھیجا کہ قاتل نہین ملتا۔ نشان دو تو ہم اُسے سزا دین۔ جواب مین کہا کہ فقیر کشتۂ راہِ خدا ہین۔ اور مُردہ کا مارنا قتل نہین۔ قاتل ملے تو آپ سزا دین۔ یہان بھیجدین۔ آخر دسوین کو شام کے وقت دنیا سے انتقال کیا۔ بہت لوگون نے تاریخین کہین۔ مگر درجہ اول پر میر قمر الدین منت کی تاریخ ہے۔ جسکا مادہ خاص الفاظِ حدیث ہین۔ اور اتفاق یہہ کہ موزون ہین۔ عاش حمیداً + مات شہیداً

اِس قتل کا سبب دِلّی کے خاص و عام مین مشہور تھا کہ بموجب رسم کے ساتوین کو علم اُٹھے تھے۔ یہہ سرِ راہ اپنے بالاخانہ پر خاص خاص مُریدون کو لئے بیٹھے تھے۔ جیسا کہ عوام جُہلا کی عادت ہے شاید طرفین سے کچھ کچھ طعن و تعریض ہوئی ہون! وہ کسی جاہل کو ناگوار ہوئی اُنمین کوئی سنگدل فولاد خان نام۔ سخت جاہل تھا اُسنے یہہ حرکت کی۔ لیکن حکیم قدرت اللہ خان قاسم اپنے تذکرہ مین فرماتے ہین کہ مرزا صاحب اپنے کلام مین اکثر اشعار حضرت علیؑ کی مدح مین کہا کرتے تھے اوسپر بگڑ کر کسی سُنّی نے یہہ حرکت کی۔

نکرد مظہرِ ما طاعتی و رفت بخاک نجات خود بہ تولا ہی بو تراب گذاشت

جدّ مرحوم ایک اردو کا شعر اپنے نام سے پڑھا کرتے تھے۔

ہون تو سُنّی پر علیؑ کا صدق دل سے ہون غلام خواہ ایرانی کہو تم خواہ تورانی مجھے

دِلّی مین چتلی قبر کے پاس گھر ہی مین دفن کر دیا تھا۔ کہ اب خانقاہ کہلاتی ہے۔ قبر پر اُنہی کا شعر لکھا ہے

بلوح تربتِ من یافتند از غیب تحریرے کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

اُستاد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ دُگاڑی کا نشان ہمنے بھی دیکھا تھا۔ کیونکہ رام کے کوٹھے پر ڈیوڑھی کی دیوار [illegible]

تاریخ مرزا رفیع سودا نے بھی کہی ہے۔

مرزا کا ہوا جو قاتل ایک مرتد شوم	اور اونکی ہوئی خبر شہادت کی معلوم
تاریخ از روئے درد یہہ سکے کہی	سودا سے کہا تم جا نجانان مظلوم

اس لکھنے سے مجھے اظہار اس امر کا منظور ہے کہ ہمارے نظم کی ایک خاردار شاخ ہے جسکے پھول تک بے لطفی بھری ہے۔ اور اپنی زمین اور دہقان دونوں کی کثافت طبع پر دلالت کرتی ہے چنانچہ اسمین بھی مرزا رفیع مرحوم سب سے زیادہ بدنام ہیں۔ لیکن حق یہہ ہے کہ انکی زبان سے جو کچھ نکلتا تھا۔ باعث اسکا یا فقط شوخی طبع یا کوئی عارضی جوش ناراضی کا ہوتا تھا۔ اور مادۂ کثافت فقط اتنا ہوتا تھا کہ جب الفاظ کاغذ پر آجاتے تھے تو دل صاف ہو جاتا تھا چنانچہ تاریخ مذکور کے الفاظ دل کی صفائی کا حال ظاہر کرتے ہیں۔ ہمارا زمانہ ایسے مہذب اور شائستہ لوگوں سے آراستہ ہے کہ لفظ ہجو کو گالی سمجھتے ہیں مگر دلوں کا مالک اللہ ہے۔

انکے شاگردوں میں میر محمد باقر حزین۔ بساون لعل بیدار۔ خواجہ احسن اللہ خان بیمار۔ انعام اللہ خان یقین مشہور۔ صاحب دیوان۔ اور اچھے شاعر ہوئے۔ انکی غزلیں تمام و کمال ثبت ہیں جو کچھ میسر دست حاضر تھا۔ درج کیا۔

ہی اب گل کے ہاتھوں سے لٹا کر کاروان اپنا	نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشان اپنا
بد حسرت رہگئی کیا کیا مزے سے زندگی کرتے	اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغبان اپنا
لم سے میان تلک روئیں کہ آخر ہو گئیں رسوا	ڈبایا ہائے انکھوں نے مژہ کا خاندان اپنا
لیبان کی نہ کچھ تقصیر ثابت ہے نہ خوبان کی	مجھے ناحق ستاتا ہے یہہ عشق بدگمان اپنا
رجی جلتا ہے اس بلبل بیکس کی غربت پر	کہ جس نے آسرے پر گل کے چھوڑا آشیان اپنا
تو نے کی سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے	غلط تھا جانتے تھے تجھکو جو ہمدم مہربان اپنا
ہی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو ہے ظالم	کہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جان جان اپنا

[illegible] حکیم صاحب بھی ایک خوش اعتقاد سنت جماعت بزرگ تھے کہتے ہیں کہ کسی نے مارا۔ لوگ کہتے ہیں شیعہ نے مارا۔ [illegible] سودا سے [illegible] تھا۔ جو کچھ بالکل غلط ہے [illegible] دیکھو سودا کے حال میں انکا اور مرزا کا

گرچہ الطاف کے قابل یہہ دلِ زار نتھا
لیکن اِس جور و جفا کا بھی سزاوار نتھا

لوگ کہتے ہین موا مظہر بیکس افسوس
کیا ہوا اُسکو وہ اتنا بھی تو بیمار نتھا

جوان مارا گیا خوبان کے بدلے میرزا مظہر
بھلا تھا یا بُرا تھا زور کچھہ تھا خوب کام آیا

ہمنے کی ہے توبہ اور دھومین مچاتی ہے بہار
ہائے بس چلتا نہین کیا مفت جاتی ہے بہار

لالہ و گل نے ہمارے خاک پر ڈالا ہے شور
کیا قیامت ہے مؤون کو بھی ستاتی ہے بہار

شاخ گل ہلتی نہین یہہ بلبلون کو باغمین
ہاتھ اپنے کے اشارے سے بُلاتی ہے بہار

یہہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے
کہان اسکو دماغ و دل رہا ہے

خدا کے واسطے اسکو نہ ٹوکو
یہی ایک شہر مین قاتل رہا ہے

نہین آتا اسے تکیہ پہ آرام
یہہ سر بانو نسے تیرے ہل رہا ہے

اگر ملئے تو خفت ہے دگر دوری قیامت ہے
غرض نازک دماغون کو محبت سخت آفت ہے

کوئی لیوے دل اپنے کی خبر یا دلبر اپنے کی
کسیکا یار جب عاشق کہین ہو کیا قیامت ہے

توفیق دے کہ شور سے ایک دم تو چپ رہے
آخر مرا یہہ دل ہے آہی جرس نہین

غزلہائے تاباں۔

نہین کوئی دوست اپنا یار اپنا مہربان اپنا
سناؤن کسکو غم اپنا الم اپنا بیان اپنا

بہت چاہا کہ آوے یار یا اس دلکو صبر آوے
نہ یار آیا نہ صبر آیا دیا جی مین ندان اپنا

قفس مین پڑے ہین یہہ عندلیبان سخت بے بس ہین
نہ گلشن دیکھہ سکتے ہین نہ یہہ اب آشیان اپنا

مجھے آتا ہے رونا ایسی تنہائی پہ اے تاباں
نہ یار اپنا نہ دل اپنا نہ تن اپنا نہ جان اپنا۔

رہتا ہون خاک و خون مین سدا لوٹتا ہوا
میرے غریب دل کو الٰہی یہہ کیا ہوا

مین اپنے دلکو غنچۂ تصویر کی طرح
یارب کہو خوشی سے نہ دیکھا کھلا ہوا

ہم گرفتارونکو اب کیا کام ہے گلشن سے ایک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہین آتی ہے بہار

ناصح عبث نصیحت بیہون تو مکر
ممکن نہین کہ چھوٹ سکے دل لگا ہوا

ہم بیکسی پہ اپنی نہ روئین تو کیا کرین
دل سا رفیق ہاے ہمارا جدا ہوا

جفا سے اپنے پشیمان نہ ہو ہوا سو ہوا
تری بلا سے مری جی پہ جو ہوا سو ہوا

سبب جو میری شہادت کا یار سے پوچھا
کہا کہ اب تو اسے گاڑ دو ہوا سو ہوا

یہ درد عشق ہے میرا نہین علاج طبیب
ہزار کوئی دوائین کرو ہوا سو ہوا

بھلے برے کی ترے عشق مین اوڑا دی شرم
ہمارے حق مین کوئی کچھ کہو ہوا سو ہوا

نپائی خاک بھی تابان کی ہمنے پہر ظالم
وہ ایکدم ہی ترے روبرو ہوا سو ہوا

سن فصل گل خوشی ہو گلشن مین آئیان ہین
کیا بلبلون نے دیکھو دھومین مچائیان ہین

بیمار ہے زمین سے اٹھتی نہین عصا بن
نرگس کو تمنے شاید آنکھین دکھائیان ہین

آئینہ روبرو رکھو اور اپنی چھب دکھانا
کیا خود پسندیان ہین کیا خود نمائیان ہین

دیکھے سے آئینہ بھی حیران ہے ترا رو
چہرہ کے بیچ تیرے کیا کیا صفائیان ہین

خورشید گر کہو نہین تو جان ہے وہ پیلا
جو مہ کہون ترا رو اس پہ تو جہائیان ہین

جب پان کھا کے پیارا گلشن مین جا ہنسا ہے
بے اختیار کلیان تب کھل کھلائیان ہین

کہتے تھے ہم کسی سے تم بن نہین ملین گے
اب کسکے ساتھ پیارے وے دلربائیان ہین

عاشق سے گرم ملنا مہربان بھی نہ کہنا
کیا بے مروتی ہے کیا بیوفائیان ہین

افسوس اے صنم تم ایسے ہوئے ہو ابتر
ملتے تو غیر سے جا ہمسے رو کھائیان ہین

قسمت مین دیکھین کیا ہے جیتے رہین مرجائین
قاتل سے ہمنے یارو انکھین لڑائیان ہین

اب مہربان ہوا ہے تابان ترا ستمگر
آئین تری کسی نے شاید سنائیان ہین

مرزا محمد رفیع سودا

سودا تخلص۔ مرزا محمد رفیع نام۔ شہر دہلی کو اُنکے کمال سے فخر ہے۔ باپ مرزا محمد شفیع میرزایان کابل سے تھے۔ بزرگون کا پیشہ سپہ گری تہا۔ مرزا شفیع۔ بطریق تجارت وارد ہندوستان ہوئے۔ ہندکی خاک دامنگیر نے ایسے قدم پکڑے کہ یہین رہے۔ بعض کا قول ہے کہ باپ کی سوداگری سودا کے لئے وجہ تخلص ہوئی۔ لیکن بات یہہ ہے کہ ایشیا کے شاعر ہر ملک مین عشق کا دم بہرتے ہین اور سودا اور دیوانگی عشق کے ہمزاد ہین اسلئے وہ بہی ان لوگون کے لئے باعث فخر ہے چنانچہ اس لحاظ سے سودا تخلص کیا۔ اور سوداگری کی بدولت ایہام کی صنعت رُوکش مین آئی۔

سودا ۱۱۲۵ ہجری مین پیدا ہوئے۔ دہلی مین پرورش اور تربیت پائی۔ کابلی دروازہ کے علاقہ مین اُنکا گہر تہا۔ ایک بڑے پہاٹک مین نشست رہتی تہی۔ وہ دروازہ تباہی دہلی مین تباہ ہوا۔ شیخ ابراہیم ذوق علیہ الرحمۃ اکثر اُدہر ٹہلتے ہوئے جا نکلتے تہے۔ مین ہمرکاب ہوتا تہا۔ مرزا کے وقت کے حالات اور مقالات کے ذکر کرکے قدرت خدا کو یاد کیا کرتے تہے۔

سودا بموجب رسم زمانہ کے اول سلیمان قلیخان **ووا**[۲۵] کے۔ پہر شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے۔ شاہ موصوف نے بہی اپنے دیوان کے دیباچہ مین جو شاگردون کی فہرست لکہی ہے اُسمین مرزا کا نام اسطرح لکہا ہے جس سے فخر کی خوشبو آتی ہے۔ خوشا نصیب اُس اُستاد کے جسکی گود مین ایسا شاگرد پلکر بڑا ہو۔ خان آرزو کے شاگرد نہ تہے مگر اُنکی

[۲۵] مرزا محمد زمان عرف سلیمان قلیخان کے دادا اصفہان سے آئے تہے۔ یہہ دلی مین پیدا ہوئے نواب موسوی خان کے ساتہہ اعزاز سے زندگی بسر کرتے تہے۔ ۳۰۰ سو روپیہ مہینا پاتے تہے اور شعر کہکر دلخوش کرتے۔ دیکہو مصحفی کا شعرای فارسی کا تذکرہ۔

صحبت سے فائدے بہت حاصل کئے - چنانچہ پہلے فارسی شعر کہا کرتے تھے - خان آرزو نے کہا کہ مرزا - فارسی آپ تمہاری زبان مادری نہیں - اسمیں ایسے نہیں ہوسکتے کہ تمہارا کلام اہلِ زبان کے مقابل میں قابلِ تعریف ہو - طبع موزون ہے - شعر سے نہایت مناسبت رکھتی ہے - تم اردو کہا کرو تو یکتائے زمانہ ہوگی - مرزا بھی سمجھ گئے اور دیرینہ سال اُستاد کی نصیحت پر عمل کیا - غرض طبیعت کی مناسبت اور مشق کی کثرت سے دلی جیسے شہر میں انکی اُستادی نے خاص و عام سے اقرار لیا کہ اُنکے سامنے ہی اُنکی غزلیں گھر گھر اور کوچہ و بازار میں خاص و عام کی زبانوں پر جاری تھیں -

جب کلام کا شہرہ عالمگیر ہوا تو شاہ عالم بادشاہ اپنا کلام اصلاح کے لئے دینے لگے اور فرمائشیں کرنے لگے - ایک دن کسی غزل کے لئے تقاضا کیا - انہوں نے عذر بیان کیا حضور نے فرمایا - بھئی مرزا کئے غزلیں روز کہہ لیتے ہو؟ مرزا نے کہا - پیر و مرشد جب طبیعت لگ جاتی ہے دو چار شعر کہہ لیتا ہوں - حضور نے فرمایا - بھئی ہم تو پائخانہ میں بیٹھے بیٹھے چار غزلیں کہہ لیتے ہیں - ماتھہ باندھ کر عرض کی - حضور ویسی بو بھی آتی ہے یہہ کہکر چلے آئے - بادشاہ نے پھر کئی دفعہ بلا بھیجا اور کہا کہ ہماری غزلیں بنا دو ہم تمہیں ملک الشعرا کر دینگے - پھر نہ گئے اور کہا کہ حضور کی ملک الشعرائی سے کیا ہوتا ہے - کریگا تو میرا کلام ملک الشعرا کریگا - پھر ایک بڑا مخمس شہر آشوب لکھا ہے کہا میں آج سیوا کیوں ہے ڈانواں ڈول - بے درد ظاہر میں کہتے ہیں کہ بادشاہ اور دربار بادشاہ کی ہجو کی ہے - غور سے دیکھو تو ملک کی دلسوزی نے اپنے وطن کا مرثیہ کہا ہے -

مرزا دل شکستہ ہو کر گھر میں بیٹھ رہے - قدردان موجود تھے - کچھ پروا نہ ہوئی - انہیں اکثر رؤسا و امرا خصوصاً مہربان خان اور بسنت خان خواجہ سرا تھے - چنانچہ وہی بسنت خان ہیں جنکی تعریف میں قصیدہ کہا ہے -

کل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو	بولا نصیب تیرے سب دولت جہان ہو

حرص کی زبانی دنیا کی دولت اور نعمتوں کا ذکر کرکے خود کہتے ہین کہ اے حرص!

جو کچھہ کہا ہے تونے یہہ تجکو سب مبارک	مین آؤں میرے سر پر میرا بسنت خان ہو

ان لوگون کی بدولت ایسی فارغ البالی سے گذرتی تہی کہ انکے کلام کا شہرہ جب نواب شجاع الدولہ نے لکھنو مین سنا تو کمال اشتیاق سے۔ برادر من مشفق مہربان من۔ لکھکر خط معہ خرچ سفر بہیجا اور طلب کیا۔ انہین دلی کا چھوڑنا گوارا نہوا جواب مین فقط اس رباعی پر حسن معذرت کو ختم کیا۔

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک؟	آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک؟
حاصل یہی اس سے نہ کہ دنیا ہووے؟	بالفرض ہوا یون بہی۔ تو پہر تو کب تک؟

کئی برس کے بعد وہ قدردان مرگئے زمانے بدل گئے۔ سودا بہت کہلائے۔ اُس عہد مین ایسے تباہی زدون کے لئے دو ٹھکانے تہے۔ لکھنؤ یا حیدرآباد۔ لکھنؤ پاس تہا اور فیض و سخاوت کی گنگا بہہ رہی تہی۔ اسلئے جو دلی سے نکلتا تہا اُدہر ہی رُخ کرتا تہا اور اتنا کچھہ پاتا تہا کہ پہر دوسری طرف خیال نہ جاتا تہا۔ اُسوقت حاکم بلکہ وہان کے محکوم بہی جو یا ہی کمال تہے۔ نکتہ کو کتاب کے مولون خریدتے تہے۔

غرض ۶۰ یا ۶۶ برس کی عمر مین دلی سے نکلکر چند روز فرخ آباد مین نواب بنگش کے پاس رہے۔ اُسکی تعریف مین بہی کئی قصیدے موجود ہین وہان سے ۱۱۸۵ھ مین لکھنو پہنچے۔ نواب شجاع الدولہ کی ملازمت حاصل کی۔ وہ بہت اعزاز سے ملے۔ اور انکی آنی پر کمال خورسندی ظاہر کی لیکن یا تو بے تکلفی سے یا طنز سے اتنا کہا کہ مرزا وہ رباعی تمہاری ابتک میرے دل پر نقش ہے اور اُسی کو مکرر پڑہا۔ انہین اپنے حال پر بڑا رنج ہوا اور بپاس وضعداری پہر دربار نہ گئے۔ یہانتک کہ شجاع الدولہ مرگئے۔ اور آصف الدولہ

مسند نشین ہوئے۔

لکھنؤ مین مرزا فاخر مکین زبان فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ انسے اور مرزا رفیع سے بگڑی۔ اور جھگڑے نے ایسا طول کھینچا کہ نواب آصف الدولہ کے دربار تک نوبت پہونچی (عنقریب اسکا حال تفصیل بیان کیا جائیگا) انجام یہہ ہوا کہ علاوہ انعام واکرام کے چھ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ ہوگیا۔ اور نواب نہایت شفقت کی نظر فرمانے لگے اکثر حرم سرا مین خاصہ پر بیٹھے ہوتے۔ اور مرزا کی اطلاع ہوتی فوراً باہر نکل آتے تھے۔ شعر سنکر خوش ہوتے اور انہین انعام سے خوش کرتے تھے۔

جب تک مرزا زندہ رہے نواب مغفرت مآب اور اہل لکھنؤ کی قدردانی سے ہر طرح فارغ البال رہے تقریباً ۷۰ برس کی عمر مین ۱۱۹۵ھ[۲۵] مین دنیا سے انتقال کیا۔ شاہ حاتم زندہ تھے۔ سنکر بہت روئے اور کہا کہ افسوس ہمارا پہلوان سخن مرگیا۔

حکیم قدرۃ اللہ خان قاسم فرماتے ہین کہ اواخر عمر مین مرزا نے دلی چھوڑی۔ تذکرہ دلکشا مین ہے کہ ۶۶ برس کی عمر مین گئے۔ تعجب ہے کہ مجموعہ سخن جو لکھنؤ مین لکھا گیا اسمین ہے کہ مرزا عالم شباب مین وارد لکھنؤ ہوئے۔ غرض چونکہ شجاع الدولہ ۱۱۸۸ھ مین فوت ہوئے۔ تو مرزا نے کم وبیش ۷۰ برس کی عمر پائی۔

انکے بعد کمال بھی خاندان سے نیست ونابود ہوگیا۔ راقم آثم ۱۲۵۸ھ مین لکھنؤ گیا بڑی تلاش کے بعد ایک شخص ملے کہ انکے نواسے کہلاتے تھے۔ بیچارے پڑھے لکھے بھی تھے۔ اور نہایت آشفتہ حال تھے سچ ہے۔ ع میراث پدر خواہی علم پدر آموز۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی	کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزی نیست

انکا کلیات ہر جگہ بکتا ہے اور قدر ومنزلت کی آنکھون سے دیکھا جاتا ہے۔

حکیم سید اصلح الدین خان نے ترتیب دیا تھا اور اسپر دیباچہ بھی لکھا تھا تھوڑی دیر کے لئے

[۲۵] فخر الدین نے تاریخ کہی ہے بولے مصنف دور کرکے فساد ۔ شاعران ہند کا سردار تھا ۱۱۹۵ھ مصحفی نے کہا

پرانے محاوروں سے قطع نظر کرکے دیکھیں تو سرتاپا نظم اور انشاء اردو کا دستور العمل ہے۔ اول قصاید اردو بزرگانِ دین کی مدح میں اور اہل دول کی تعریف میں ہیں۔ اسیطرح چند قصاید فارسی۔ ۴۴ مثنویاں ہیں۔ بہت سی حکایتیں اور لطائف منظوم ہیں۔ ایک مختصر دیوان فارسی کا تمام و کمال۔ دیوانِ ریختہ جسمیں بہت سی لاجواب غزلیں۔ اور مطلع۔ رباعیاں۔ مستزاد۔ قطعات۔ تاریخیں پہیلیاں۔ واسوخت۔ ترجیع بند۔ مخمس۔ سب کچھ کہا ہے۔ اور ہر قسم کے نظم میں ہجویں ہیں۔ کہ جو انکے مخالفوں کے دل و جگر کو کبھی خون اور کبھی کباب کرتی ہیں۔ ایک تذکرہ شعراء اردو کا ہے اور وہ نایاب ہے۔

(رائے قصاید) غزلیں اردو میں پہلے سے بھی لوگ کہہ رہے تھے مگر دوسری طبقہ تک اگر شعرا نے کچھ مدح میں کہا ہے تو ایسا ہے کہ اُسے قصیدہ نہیں کہہ سکتے۔ پس اول قصاید کا کہنا اور پھر اِس دھوم دھام سے اعلے درجہ فصاحت و بلاغت پر پہنچانا انکا پہلا فخر ہے۔ وہ اس میدان میں فارسی کے نامی شہسواروں کے ساتھ عنان در عنان ہی نہیں گئے۔ بلکہ اکثر میدانوں میں آگے نکل گئے ہیں۔ انکے کلام کا زور شور انوری اور خاقانی کو دباتا ہے۔ اور نزاکت مضمون میں عرفی و ظہوری کو شرماتا ہے۔

(رائے مثنویاں) مثنویاں ۴۴ ہیں اور اکثر حکایتیں اور لطائف وغیرہ ہیں وہ سب نظم اور فصاحت کلام کے اعتبار سے انکا جوہر طبعی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر عاشقانہ مثنویاں انکے مرتبہ کے لائق نہیں میر حسن مرحوم تو کیا۔ میر صاحب کے۔ شعلہ عشق۔ اور دریائے عشق کو بھی نہیں پہنچیں۔

(دیوان فارسی) فارسی کے مختصر دیوان میں سب دلیلیں پوری ہیں۔ زور طبع اور اصول شاعرانہ سب قایم ہیں صائب کا انداز ہے مگر تجربہ کار جانتے ہیں کہ ایک زبان کی مشق اور مزاولت دوسری زبان کے اعلے درجہ کمال پر پہنچنے میں سنگ راہ ہوتی ہے۔ چنانچہ

شیخ مصحفی نے اپنے تذکرہ مین لکہا ہے۔ "آخر آخر خیالِ شعر فارسی ہم پیدا کرد مگر از فہم و قلش این امر بعید بود کہ کرد۔ غرض غزلہاے فارسی خود نیز کہ در لکھنؤ گفتہ بقید ردیف ترتیب دادہ داخل دیوان ریختہ نمودہ۔ و این ایجاد اوست"۔

دیوان ریختہ (وقت کی زبان سے قطع نظر کرکے) باعتبار جوہر کلام کے سرتا پا مرصع ہے۔ بہت سی غزلین دلچسپ اور دلپسند بحرون مین ہین کہ اُسوقت تک اردو مین نہین آئی تہین۔ زمینین سنگلاخ ہین۔ اور ردیف قافیے بہت مشکل۔ مگر جس پہلو سے انہین جما دیا ہے۔ ایسے جمے ہین کہ دوسرے پہلو سے کوئی بٹہائے تو معلوم ہو۔

گرمی کلام کے ساتہہ ظرافت جو اُنکے زبان سے ٹپکتی ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ بڑہاپے تک شوخی طفلانہ انکے مزاج مین اُمنگ دکہاتی تہی۔ مگر ہجو ونکا مجموعہ جو کلیات مین ہے اُسکا ورق ورق ہنسنے والون کے لئے زعفران زارِ کشمیر کی کیاریان ہین۔ اُسسے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت کی شگفتگی اور زندہ دلی کسیطرح کے فکر و تردد کو پاس آنے دیتی تہی۔ گرمی اور مزاج کی تیزی بجلی کا حکم رکہتی تہی۔ اور اس شدت کی ساتہہ کہ نہ کوئی انعام اُسے سہما سکتا تہا نہ کوئی خطرہ اُسے دبا سکتا تہا۔ نتیجہ اسکا یہہ تہا کہ ذرا سی ناراضی مین بے اختیار ہو جاتے تہے۔ کچہہ اور بس نہ چلتا تہا۔ جہٹ ایک ہجو کا طومار تیار کر دیتے تہے۔

غنچہ نام انکا غلام تہا۔ ہر وقت حد متین رہتا تہا اور ساتہہ قلمدان لئے پہرتا تہا۔ جب کسی سے بگڑتی تو فوراً پکارتے ارے غنچہ لا تو قلمدان۔ ذرا مین اسکی خبر تو لون۔ یہہ مجہے سمجہا کیا ہے۔ پہر شرم کی آنکہین بند۔ اور بیحیائی کا منہہ کہولکر وہ وہ بے نقط سناتے تہے کہ شیطان بہی امان مانگے۔

عربی و فارسی دو ذخیرہ دار اُردو کے ہین۔ ان کے خزانون مین ہجو ون کے تھیلے بھرے ہین مگر اُسوقت تک اُردو کے شاعر صرف ایک دو شعرون مین دل کا غبار نکال لیتے تھے۔ یہ طرزِ خاص کہ جس سے ہجو ایک موٹا ٹھنا اِس باغ شاعری کا ہوگئی۔ انہی کی خوبیان ہین۔ عالم۔ جاہل۔ فقیر۔ امیر۔ نیک۔ بد۔ کسی کی ڈاڑھی ان کے ہاتھ سے نہین بچی۔ اس طرح پیچھے پڑتے تھے کہ انسان جان سے بیزار ہو جاتا تھا۔ مگر میر ضاحک[1]۔ فدوی۔ مکین۔ بقا[2]۔ وغیرہ اہلِ کمال نے بھی چھوڑا نہین۔ انکا کیا انہین کے دامن مین ڈالا ہے۔ البتہ حسن قبول اور شہرت عام ایک نعمت ہے کہ وہ کسی کے اختیار مین نہین انہین خدا نے دی۔ وہ محروم رہے۔ مرزا نے جو کچھ کہا بچے بچے کے زبان پر ہے انہون نے جو کہا وہ ڈھونڈھنے سے بھی نہین ملتا۔ انہین مین سے ایک

---

[1] میر ضاحک کا حال دیکھو صفحہ ۱۲۵۔ فدوی ۱۵۸ مکین ۱۶۸-۱۷۲۔ شاہدِ ہست شوخ لطیفہ ہوا دیکھو ۱۷۴۔

[2] بقا تخلص بقاء اللہ خان نام۔ اکبر آباد وطن تھا۔ دلّی مین پیدا ہوئے تھے۔ لکھنؤ مین جا رہے حافظ لطف اللہ خوشنویس کے بیٹے تھے۔ اور مرزا اور میر صاحب کے معاصر تھے۔ شاہ حاتم سے ریختہ کی اصلاح لی تھی۔ اور فارسی مین مرزا فاخر کے شاگرد تھے۔ طبیعت فن شعر کے لئے نہایت مناسب تھی۔ اُردو زبان صاف۔ ایک مطلع انکا اہل سخن کے جلسون مین ضرب المثل چلا آتا ہے لاجواب ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۹۷ میر اور سودا۔ دونو کو خاطر مین نہ لاتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہین۔

میر و مرزا کی شعر خوانی نے۔	بس کہ عالم مین دھوم ڈالی تھی
کھول دیوان دونو صاحب کے	ای بقا ہم نے جب زیارت کی
کچھ نہ پایا سوائے اسکے سخن	ایک تو تو کہی ہے ایک ہی ہی

بقا کا باقی حال دیکھو صفحہ ۱۶۱ و ۲۲۷ و ۲۹۷

شہرت ہے کہ ندوی کی طبع موزون ہے مرزا صاحب کی شان میں واقع ہوا ہے۔

کچھ کٹ گئی ہے بیٹی کچھ کٹ گیا ہے ڈورا		دُم داب سامنے سے وہ اُڑ چلا لٹورا	

ع بہڑوا ہے مسخرا ہے سودا سے ہوا ہے۔

مرزا نے جو راجہ نرپت سنگھ کے ہاتھی کی ہجو میں مثنوی کہی ہے اسکو جواب میں بھی کسی شخص نے مثنوی لکھی ہے۔ اور خوب لکھی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

تم ہے فیل معنی کو نکالو		مرے ہاتھی سے دو ٹکر لڑا لو	

سید انشا نے لکھا ہے کہ۔ دو ٹکریں۔ جا بیٹھے۔ مگر یہ سید صاحب کی سینہ زوری ہے۔

ہجوؤں میں ایک ساقی نامہ ہے۔ جسمیں فوقی شاعر کی ہجو ہے۔ اصل میں

---

۱ ندوی اصل میں ہندو تھے کمندر رام نام تھا۔ مسلمان ہو گئے تھے۔ بیجاپور وطن تھا۔ علم کم مگر طبیعت مناسب تھی۔ شعر اُردو کہتے تھے۔ صابر علی شاہ کے شاگرد تھے۔ اور فقیرانہ وضع سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مشاعرہ میں جاتے تو کبھی بیٹھتے۔ کبھی کھڑے ہی کھڑے غزل پڑھتے اور چلے جاتے تھے جب انہوں نے احمد شاہ کی تعریف میں قصیدہ کہا تو بادشاہ نے ہزار روپیہ نقد اور گھوڑا اور تلوار انعام دی۔ انکا بھی دماغ بلند ہوا اور دعوے ملک الشعرائی کا کرنے لگے۔ کچھ مرزا پر اعتراض کئے اسیر مرزا نے انکی اور بیٹے کی ہجو کہی انجام کو ملازمت کی ہجو میں حد سے گذر گئے۔ ندوی نواب صفا بطہ خان کے ہاں نوکر ہو گئے تھے۔ اور اخیر کو انہیں بھی لکھنؤ جانا پڑا۔ انکا دیوان نہایت دلچسپ ہے۔ اور ہر غزل کا خاتمہ پیغمبر صاحب کی نعت یا کسی اور امام کی مدح پر کرتے ہیں۔ زلیخا کا ترجمہ بھی نواب صاحب موصوف کی فرمائش سے نظم کیا ہے۔ گلزار ابراہیمی میں لکھا ہے کہ یہ ایک بد خو و غلط گو تھا۔ مرزا کے مقابلہ کے لئے فرخ آباد میں آیا اور ذلت اُٹھا کر گیا۔

قیام الدین قائم کی ہجو میں تباہ و برگشتہ باوجود خاندانی کے مرزا سے منحرف ہو گئے تھے
جب یہہ ساقی نامہ لکھا گیا تو گھبرائے اور آکر خفا سا ظاہر کر دی۔ مرزا نے ہنسی ہنسی
ڈالا۔ اور نوقی ایک قزلباش شخص کا نام ڈال دیا۔

مرثیہ اور سلام

مرثیے اور سلام بھی بہت کہے ہیں۔ اُس زمانہ میں مرثیوں کی کم کم تھی۔ اُنکو مرثیہ
چو مصرع ہیں مگر مرثیہ گوئی کی انتہا ترقی دیکھکر اونکا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ شاید
اُنہی مرثیوں کو دیکھکر اگلے وقتوں میں مثل مشہور ہوئی تھی کہ۔ بگڑا شاعر مرثیہ گو۔ اور
بگڑا گویا مرثیہ خوان۔ حق یہہ ہے کہ مرثیہ کا شاعر گویا ایک مصیبت زدہ ہوتا ہے کہ اپنا
دُکھڑا روتا ہے۔ جب کسیکا کوئی مرجاتا ہے تو غم و اندوہ کے عالم میں جو بیچارہ کی زبان
سے نکلتا ہے وہ کہتا ہے۔ اُسپر کون بیدرد ہے جو اعتراض کرے وہاں تحت و غلطی اور صنایع
و بدایع کا کیا ٹھہرنا۔ یہہ لوگ نقطۂ اعتقاد مذہبی کو مدنظر رکھکر مرثیے سلام کہتے تھے
اصلی تو اور شعری کا احتیاط کم کرتے تھے۔ اور کوئی اُسپر گرفت بھی نہ کرتا تھا۔ پھر بھی مرزا
کی تیغ زبان جب اپنی اصالت دکھاتی ہے تو دلوں میں چھری چلی جاتی ہے۔ ایک مطلع ہے

نہیں ہلال فلک پر محرم کا	چڑھا ہے چھ پہ تیغا مصیبت و غم کا

ایک اور مرثیہ کا مطلع ہے۔

یارو سنو تو خالق اکبر کے واسطے	انصاف سے جواب دو یہ سر کے واسطے
وہ بوسہ گہ بنی تھی پیمبر کے واسطے	یا ظالمو اُسے برش خنجر کے واسطے

یہہ صاحب کمال چاندپور کے رہنے والے تھے۔ مگر فن شعر میں کامل تھے۔ انکا دیوان ہر گز
میر و مرزا کے دیوان سے نیچے نہیں رکھ سکتے مگر کیا کیجیے کہ قبول عام اور کچھ شے ہے۔ شہرت زبانی
یہہ اول شاہ ہدایت کے شاگرد ہوئے۔ اُنسے ایسی بگڑی کہ پھر کبھی نہ بنی۔ عجب یہہ ہے کہ شاہ موصوف باوجودیکہ
حد سے زیادہ خاکساری طبیعت میں رکھتے تھے۔ مگر انہوں نے بھی ایک قطعہ انکے حق میں کہا۔ یہہ بھی
میر درد کے شاگرد ہوئے۔ انکے حق میں بھی کہہ سنکر الگ ہوئے۔ پھر مرزا کی خدمت میں آئے۔ اور اُنسے بھی
مرزا تو مرزا تھے انہوں نے سیدھا کیا۔

باوجود عیوب مذکورۂ بالا کے جہان کوئی حالت اور زور داد دکھاتے ہین - پتھر دل ہو تو پانی ہوتا ہے - اور وہ ضرور آجکل کے مرثیہ گویون کو دیکھنی چاہئے یہہ لوگ اپنے زور کمال مین آکر اس کوچہ سے نکل گئے ہین[۲۵]

واسوخت - مخمس - ترجیع بند - مستزاد - قطعہ - رباعیان - پہیلیان وغیرہ اپنی اپنی طرز مین لاجواب ہین - خصوصاً تاریخین بے کم و کاست ایسی برمحل و برجستہ واقع ہوئی ہین کہ انکی عدم شہرت کا تعجب ہے - غرض جو کچھہ کہا ہے اُسے اعلیٰ درجۂ کمال پر پہنچایا ہے مرزا کی زبان کا حال نظم مین تو سبکو معلوم ہے کہ کبھی دودھ ہے کبھی شربت - مگر نثر مین بڑی مشکل ہوتی ہے - فقط مصری کی ڈلیان چبانی پڑتی ہین - اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ نثر اُردو ابھی بچہ ہے - زبان نہین کہلی - چنانچہ شعلۂ عشق کی عبارت سے واضح ہے کہ اُردو ہے مگر مرزا بیدل کی نثر فارسی معلوم ہوتی ہے - کتاب مذکور اسوقت موجود نہین لیکن ایک دیباچہ مین اونہون نے تھوڑی سی نثر بھی لکھی ہے اُس سے افسانۂ مذکور کا انداز معلوم ہو سکتا ہے - دیکھو صفحہ ۲۲

کل اہل سخن کا اتفاق ہے کہ مرزا اس فن مین استاد مسلم الثبوت تھے - وہ ایسی طبیعت لیکر آئے تھے جو شعر اور رنگ انشا ہی کے واسطے پیدا ہوئی تھی - میر صاحب نے بھی انہین پر شاعر مانا ہے[۲۵] انکا کلام کہتا ہے کہ دل کا کنول ہر وقت کھلا رہتا تھا - اسپر سب رنگون مین ہر رنگ اور ہر رنگ مین اپنی ترنگ - جب دیکھو طبیعت شعر رش سے بھری اور جوش و خروش سے لبریز - نظم کی ہر فرع مین طبع آزمائی کی ہے اور کہین رکے نہین - چند صفتین خاص ہین جنسے کلام انکا جملہ شعرا سے ممتاز معلوم ہوتا ہے - اول یہہ کہ زبان پر حاکمانہ قدرت رکھتے ہین - کلام کا زور مضمون کی نزاکت سے ایسا دست و گریبان ہے جیسے آگ کے شعلہ مین گرمی اور روشنی - بندش کی چستی اور ترکیب کی درستی سے لفظون کو

[۲۵] لطف یہہ ہے کہ اُس زمانہ کے لوگ سودا کے مرثیونکو کہتے تھے کہ ایسین مرثیت نہین - شاعری ہے - اور رو داخو دیکھو اُنکی بے انصافی سے نالان ہین - [۲۵] دیکھو صفحہ ۲۲۳

اس ورو بست کے ساتھ پہلو بہ پہلو جڑتے ہین گویا ولایتی طپنچہ کی چانپین جڑی ہوئی ہین - اور یہہ خاص اُنکا حصہ ہے - چنانچہ جب اِنکے شعر مین سے کچھہ پہول جائین تو جب تک وہی لفظ وہان نہ رکھے جائین - شعر مزا ہی نہین دیتا - خیالات نازک اور مضامین تازہ باندھتے ہین مگر اُس باریک نقاشی پر اُنکی فصاحت آئینہ کا کام دیتی ہے - تشبیہ اور استعارے اِنکے ہان ہین - مگر اسی قدر کہ جتنا کھانے مین نمک - یا گلاب کے پہول پر رنگینی کے پردہ مین مطلب اصلی کو گم نہین ہونے دیتے -

انکی طبیعت ایک ڈھنگ کی پابند نہ تھی - نئے نئے خیال اور چٹختے قافیے جس پہلو سے جمتے دیکھتے تھے جما دیتے تھے - اور وہی اُنکا پہلو ہوتا تھا کہ خواہ مخواہ سُننے والون کو پہلے معلوم ہوتے تھے - یا زبان کی خوبی تھی کہ جو بات اُس سے نکلتی تھی اُسکا انداز نیا اور اچھا معلوم ہوتا تھا - انکے ہمعصر اوستاد خود اقرار کرتے تھے کہ جو باتین ہم کاوش اور تلاش سے پیدا کرتے ہین وہ اس شخص کو پیش پا اُفتادہ ہین -

جن اشخاص نے زبان اردو کو پاک صاف کیا ہے مرزا کا اُنمین پہلا نمبر ہے - انہون نے فارسی محاورون کو بیباشا مین کھپا کر ایسا ایک کیا ہے جیسے علم کیمیا کا ماہر ایک مادّہ کو دوسرے مادّہ مین جذب کر دیتا ہے - اور تیسرا مادہ پیدا کر دیتا ہے کہ کسی تیزاب سے اُسکا جوڑ کھل نہین سکتا - اُنہون نے ہندی زبان کو فارسی محاورون اور استعارون سے نہایت زور بخشا - اکثر اُنمین سے رواج پا گئے اکثر آگے نہ چلے[۲۵] -

اِنہی کا زور طبع تھا جسکی نزاکت سے دو زبانین ترکیب پا کر تیسری زبان پیدا ہو گئی اور اُسے ایسی قبولیت عام حاصل ہوئی کہ آیندہ کے لئے وہی ہندستان کی زبان ٹھہری جسنے حکام کے دربارون اور علوم کے خزانون پر قبضہ کیا - اسی کی بدولت ہماری زبان فصاحت اور انشا پردازی کا تمغا لیکر شائستہ زبانون کے دربارون

۱ دیکھو صفحہ ۴۶-۴۷

عزت کی کرسی پائیگی اہلِ ہند کو ہمیشہ اہلِ حشمت کے سامنے ادب اور عبودیت کا سر جھکانا چاہئے۔ ایسی طبیعتیں کہاں پیدا ہوتی ہیں کہ پسند عام کے مبغض شناس ہوں اور وہی باتیں نکالیں جن پر قبولِ عام رجوع کرکے سالہا سال کے لئے رواج کا قبالہ لکھدے۔

ہر زبان کے اہلِ کمال کی عادت ہے کہ غیر زبان کے بعض الفاظ میں اپنے محاورہ کا کچھ نہ کچھ تصرف کر لیتے ہیں۔ اسمیں کسی موقع پر قادر الکلامی کا زور دکھانا ہوتا ہے کسی موقع پر محاورۂ عام کی پابندی مطلوب ہوتی ہے۔ یہ خبر کہدیتا ہے کہ غلطی کی پیرائے بھی کہیں کہیں ایسے تصرف کئے ہیں چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں۔

ع۔ جیسے کہتا ہے کوئی ہو ترا صفا صفا۔ ایک غزل میں کہتے ہیں۔

لب و لہجہ ترا سا ہیگا کب خوبان عالم میں	یہ غلط العام ہے جنکو سب مصری کی ہیں ڈلیاں
کل تو مست اس کیفیت سے تھا کہ آتے دیر سے	بہر نظر جو مدرسہ دیکھا سو وہ میخانہ تھا
ساق سیمین کو تری دیکھکے گوری گوری	شمع مجلس میں ہوئی جاتی ہے تھوڑی تھوڑی
اپنے کعبہ کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر	از روئے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہیں

فارسی محاورہ کو بھی دیکھنا چاہئے کہ کس خوبصورتی سے بول گئے ہیں۔ اور دیکھو صفحہ

ہے مجھے فیض سخن اسکی ہی مداحی کا	ذات پر جسکی سبھی کنہ عز و جل
بہت ہر ایک سے ٹکرا کے چلے تھا کالا	ہو گیا دیکھ کے وہ زلف سیاہ فام سفید
خیال ان انکھڑیوں کا چھوڑ مت مرنے کے بعد بھی	دلا آیا جو تو اس میکدہ میں جام لیتا جا
سودا تجھے کہتا ہوں خوبان سے مل اتنا	تو اپنا غریب عاجز دل بیچنے والا
عاشق بھی نامراد ہیں پر اسقدر کہ ہم	دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کرکے ہم

یہاں ردیف میں تصرف کیا ہے کہ ے حذف ہو گئی ہے۔ اسیطرح عاجز میں ع

ع اس غزل کا مطلع دیکھو صفحہ ۴۴

حکیم کی ہجو مین کہتے ہین۔

لکھدیا مجنون کو شیر شتر	کہدیا مستسقی سے جا فصد کر

ایک کہانی مین لکھتے ہین۔

قفنا کا روہ والی نامدار	ہوا درد قولنج سے بیقرار

مندہ

مرزا اکثر ہندی کے مضمون اور الفاظ نہایت لطیف طور پر تضمین کرکے زبان ہندی کی اصلیت کا حق ادا کرتے تہے۔ اس لطف مین یہہ۔ اور سید انشا شامل ہین۔ چنانچہ یہہ فرماتے ہین

ترکش الینڈ سینہ عالم کا چہان مارا	مژگان نے تیرے پیارے ارجن کا بان مارا
محبت کے کرون بیج بل کی مین تعریف کیا یارو	ستم پربت ہو تو اسکو اٹھا لیتا ہی جون رائے
نہین ہی گہر کوئی ایسا جہان اسکو نہ دیکہا ہو	کنہیا سے نہین کچہہ کم صنم میرا وہ ہرجائی
ساون کے بادلون کی طرح سے بہری ہوئی	یہہ وہ نین ہین جنسے کہ جنگل ہری ہوئی
بوندی کے جدہر ہون سے وہ بہرتے ہین ہمگر	لڑکے مجہہ آنسوؤن کے غضب منکرے ہوئی
ای دل یہہ کس سے بگڑی کہ آتی ہی فوج اشک	لخت جگر کی لاش کو آگے دہرے ہوئی

تراش

مرزا خود الفاظ تراشتے تہے اور اس خوبصورتی سے تراشتے تہے کہ مقبول خاص و عام ہوتے تہے۔ آصف الدولہ مرحوم کی تعریف مین ایک قصیدہ کہا ہی چند شعر اسکے لکہتا ہون مضامین ہندی کے ساتہہ الفاظ کی خوبصورت تراش کا لطف دیکہو۔

تیرے سایہ تلے ہے تو وہ مہنت	پشہ کر جائے دیو دد سے لڑنت
نام سن پیل کوہ پیکر کے	بہ چلین جوئے شیر ہو کر دنت
سحر صولت کے سامنے تیرے	سامری بہول جاے اپنی پڑھنت

۲۵ ہندوستان کا قدیم دستور ہی کہ جب سپہ سالار لڑائی مین مارا جاتا تہا تو اسکی لاش کو آگے لیکر تمام فوج کے ساتہہ دہاوا کر دیتے تہے۔ سرہند پر جب دُرّانی سے فوج شاہی کی لڑائی ہوئی اور نواب قمرالدین خان مارے گئے تو میر منو انکے بیٹے نے یہی کیا اور فتحیاب ہوا۔

تیری ہیبت سے ہے فلک کے تئے
کانپتی ہی زمین کیچ گڑنت

تکلی کی طرح بل نکل جاوے
تیرے آگے جو دو کرے اکڑنت

دیکھہ میدانمین تجکو روز نبرد
منہہ پہ راون کے پہوں جا بسنت

تکتک پا اگر سنے تیرے
داب کر دم کہسک چلی ہنونت

آوے بالفرض سامنے تیرے
روز ہیجا کے سوریا سا ونت

تن کا انکے زرہ مین ہیوں حال
مرغ کی دام مین ہو جون پہڑکنت

اسیطرح باقی اشعار ہین۔ مرغ کی پہڑکنت۔ جلکر بہسمنت۔ تیر کی کمان سے سرکنت۔ زمین مین کہدنت۔ گہوڑے کی کڑکنت اور ڈٹنت۔ چودنت (مقابل) دکھنت (ڈر کر دبکنا) روباہ شیر کو سمجہتی ہے کیا پشمنت۔ بچنت (بے فکر)۔ روپیون کی بکہرنت۔ تارون کی چہٹکنت۔ لپٹنت (لپٹنا) پڑہنت (پڑہنا) گہٹنت (گہٹنا) عام شعراے ہند وایران کی طرح سب تصنیفات ایک کلیات مین ہین اسلئے نہین کہہ سکتے کہ کونسا کلام کسوقت کا ہی اور طبیعت نے وقت بوقت کسطرف میل کیا ہی خصوصًا یہہ کہ زبان مین کب کب کیا کیا اصلاح کی ہی۔ یہہ اتفاقی موقع میر صاحب[۲۵] کو ہاتہہ آیا۔ کہ جیہہ دیوان الگ الگ لکہہ گئے۔ متقدمین اور متاخرین کے کلامونکی مقابلہ کرنے والی کہتے ہین کہ انکی دفتر تصنیفات مین ردی بہی ہی۔ اور وہ بہت ہی۔ چنانچہ جس طرح میر صاحب کے کلام مین بہتر نشتر بتاتے ہین۔ انکی زبردست کلام مین سہی تہتر خنجر تیار کرتے ہین۔ اس رای مین مجہے بہی شامل ہونا پڑتا ہی کہ۔ بیشک جو کلام آجکی طرز کی موافق ہی وہ ایسی مرتبہ عالی پر ہے جہان ہماری تعریف کی پرواز نہین پہنچ سکتی۔ اور دلکی پوچہو تو جن اشعار کو پرانے محاورونکی جرم مین ردی کرتی ہین آجکے ہزار محاورے انپر قربان ہین سن لیجیے[۲۶]

[۲۵] مصحفی کے آخر دیوانون سے بہی یہہ فایدہ حاصل کر سکتے ہین۔ [۲۶] دیکھو صفحہ ۱۳۵

گر کیجیے انصاف تو کی زور وفا مین	خط آتے ہی سب ٹل گئے اب پہ مین ہین
تم جنکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے انکی	لیکن ٹک اِدہر دیکھیو ای یار بھلا مین
کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا	ساغر کو میرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

استاد مرحوم کہا کرتے تھے کہ جب سودا کے سامنے کوئی شعر پڑھ دیتا تھا یا اپنی ہی زبان پر آجاتا تھا تو وجد کیا کرتے تھے۔ اور مزے لیتے تھے۔ اِسی انداز کا ایک شعر نظیری کا یاد آگیا اگرچہ فارسی ہے مگر جی نہین چاہتا کہ دوستونکو لطف سے محروم رکھون۔

بوئے یار من ازین سست وفا می آید	گلم از دست بگیرید کہ از کار شدم

حسن معذرت

بہار سخن کے گلچینو! وہ ایک زمانہ تھا کہ ہندی بہاشا کی زمین جہان دُہرونکا سبزہ خود رُو اُگا ہوا تھا وہان نظم فارسی کی تخم ریزی ہوئی تھی۔ اُسوقت فارسی کی بحرونمین شعر کہنا اور اُدہر کے محاورات کو اِدہر لینا۔ اور فارسی مضامین کو ہندی لباس پہنانا ہی بڑا کمال تھا۔ اس صاحب ایجاد نے اپنے زور طبع۔ اور قوت زبانسے صنعتون اور فارسی کی ترکیبون اور اچھوتے مضمونون کو اُسمین ترتیب دیا اور وہ خوبی پیدا کی کہ ایہام اور تجنیس وغیرہ صنایع لفظی جو ہندی دُہرونکی بنیاد تھی اُسے لوگ بھول گئے۔ ایسے زمانے کے کلام مین رطب و یابس ہو تو تعجب کیا۔ ہم اس الزام کا بُرا نہین مانتے۔

اُسوقت زمین سخن مین ایک ہی آفت تو نہ تھی۔ اِدہر تو مشکلات مذکورہ۔ اُدہر پرانے لفظون کا ایک جنگل۔ جسکا کاٹنا کٹھن۔ پس کچھ اشخاص آئے کہ چند کیاریان تراش کر تخم ریزی کر گئے۔ اُنکے بعد والون نے جنگل کو کاٹا۔ درختون کو چھانٹا چمنبندی کو پھیلایا۔ جو اُنکے پیچھے آئے اُنہون نے روش۔ خیابان۔ داربست۔ گلکاری۔ نہال۔ گلبن سے باغ سجایا۔ غرض عہد بعہد اصلاحین ہوتی رہین۔

اور آیندہ ہوتی رہیگی۔ جس زبان کو آج ہم تکمیل جاودانی کا ہار پہنا کر خوش بیٹھے ہین کیا یہہ ہمیشہ ایسی ہی رہیگی؟ کبھی نہین ہم کس منہ سے اپنی زبان کا فخر کر سکتے ہین کیا دور گذشتہ کا سماں بھول گئے۔ ذرا پھر کر دیکھو تو اُن بزرگان متقدمین کا مجمع نظر آئیگا کہ محمد شاہی دربار کی کھڑکی دار پگڑیان باندھے ہین۔ پچاس پچاس گز گھیر کے جامے پہنے بیٹھے ہین۔ وہان اپنے کلام لیکر آؤ۔ جس زبان کو تم نئی تراش اور ایجاد و اختراع کا خلعت پہناتے ہو کیا وہ اسے تسلیم کرینگے؟ نہین ہرگز نہین۔ ہماری وضع کو سفلہ اور گفتگو کو چھچھورا سمجھکر منہ پھیر لینگے۔ پھر ذرا سامنے دوربین لگاؤ۔ دیکھو اُن تعلیم یافتہ لوگ کا لین ڈوری آچکا ہے جو آئیگا اور ہمپر ہنستا چلا جائیگا۔

یہہ چمن یون ہی رہیگا اور ہزارون جانور	اپنی اپنی بولیان سب بولکر اُڑ جائینگے

مرزا قتیل چار شربت مین فرماتے ہین "مرزا محمد رفیع سودا در ریختہ پایۂ ملا ظہوری دارد و غیر از نیکہ زبان ہر دو باہم تخالف دارد فرقے نتوانکرد"۔ مرزا قتیل مرحوم صاحب کمال شخص تھے۔ مجھہ بیکمال نے اُنکی تصنیفات سے بہت فایدے حاصل کئے ہین مگر ظہوری کی کیا غزلین کیا قصاید دونو استعارون اور تشبیہون کی پھندون سے اُلجھا ہوا ریشم ہین۔ سودا کی مشابہت سے تو انوری سے ہے کہ محاورہ اور زبان کا حاکم اور قصیدہ اور ہجو کا بادشاہ ہے۔

یہہ بات بھی لکھنے کے قابل ہے کہ تصوف جو ایشیا کی شاعری کی مرغوب نعمت ہے اُسمین مرزا پھیکے ہین وہ حصہ خواجہ میر درد کا ہے۔

کہتے ہین کہ مرزا قصیدہ کے بادشاہ ہین۔ مگر غزل مین میر تقی کے برابر سوز و گداز نہین یہہ بات کچھہ اصلیت رکھتی ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے سامنے بھی اس بات کی چرچا تھے چنانچہ خود کہتے ہین۔

لوگ کہتے ہین کہ سودا کا قصیدہ ہی خوب اُنکی خدمت مین لئے مین یہہ غزل جاؤنگا
یعنے دیکھو تو سہی غزل کچھہ کم ہے؟

حکیم قدرت اللہ خان قاسم بھی اپنے تذکرہ مین فرماتے ہین "زعم بعضے آنکہ سرآمد شعرائے فصاحت آمامرزا محمد رفیع سودا در غزل گوئی بوے نرسیدہ اما حق آنست کہ ع۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست۔ مرزا دریائیست بیکران۔ و میر نہریست عظیم الشان در معلومات قواعد میر را بر مرزا برتریست۔ و در قوت شاعری مرزا را بر میر سروری"۔

اصل حقیقت یہہ ہی کہ قصیدہ غزل مثنوی وغیرہ اقسام شعر مین ہر کوچہ کی راہ جدا جدا ہے جسطرح **قصیدہ** کے لئے شکوہ الفاظ۔ اور بلندیِ مضامین چستیِ ترکیب وغیرہ لوازمات ہین اسیطرح **غزل** کے لئے۔ عاشق معشوق کے خیالاتِ عشقیہ ذکرِ وصل۔ شکایتِ فراق۔ دردانگیز اور المناک حالت۔ گفتگو ایسی بے تکلف۔ صاف صاف نرم نرم گویا دو ہی دونو بیٹھے باتین کر رہے ہین۔ اُسکی ادا ہی مضامین کے لئے الفاظ بھی اَور ہین۔ اور اُسکی بحرین بھی خاص ہین۔ **میر صاحب** کی طبیعت قدرتی درد خیز۔ اور دل حسرت انگیز تھا کہ غزل کی جان ہی۔ اسلئے اُنکی غزلین ہی ہین اور خاص خاص بحور و قوافی مین ہین مگر اُنکی طبیعت ہمہ رنگ اور ہمہ گیر۔ ذہن براق اور زبان مشاق رکھتے تھے۔ توسنِ فکر اُنکا منہ زور گھوڑے کی طرح جسطرف چاہتا تھا رُک نہ سکتا تھا۔ کوئی بحر اور کوئی قافیہ اُنکے ہاتھ آئے۔ تغزل کی خصوصیت نہین رہتی تھی۔ جس برجستہ مضمون مین بندہ جائے باندھ لیتے تھے۔ بیشک اُنکی غزلون کے بھی اکثر شعر چستی اور درستی مین قصیدہ کا رنگ کہاتے ہین۔

ایک دن لکھنؤ مین میر اور مرزا کے کلام پر دو شخصون مین تکرار نے طول کھینچا۔ دونو خواجہ باسط کے مرید تھے۔ اُنہین کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ فرمائین۔ اُنھون نے

کہا کہ دونو صاحب کمال ہین مگر فرق اتنا ہی کہ میر صاحب کا کلام آہ ہی اور مرزا کا کلام واہ ہی۔ مثال مین میر صاحب کا شعر پڑہا۔

شعر	سرہانے میر کے آہستہ بولو	ابہی ٹک روتے روتے سوگیا ہی	

پہر مرزا کا شعر پڑہا ہے۔

سودا کی جو بالین پہ گیا جوش قیامت	ندام ادب بولا ابہی آنکہہ لگی ہے	

لطیفہ در لطیفہ اسمین ایک شخص جو مرزا کے طرفدار تہے وہ مرزا کے پاس بہی آئے۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ مرزا بہی میر صاحب کے شعر کو سنکر مسکرائے۔ اور کہا کہ شعر تو میر صاحب کا ہے مگر رد خواہی انکی دادا کی معلوم ہوتی ہے۔

رسالہ **عبرۃ الغافلین**۔ طبع شاعر کے لئے سٹیر ہی کا کام دیتا ہی۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا فقط طبعی شاعر نہ تہے بلکہ اس فن کے اصول و فروع مین ماہر تہے۔ اسکی فارسی عبارت بہی زباندانی کے ساتہہ انکی شگفتگی اور شوخی طبع کا نمونہ ہے۔ اُسکی تالیف کا ایک افسانہ ہی۔ اور قابل سننے کے ہے۔ اُس زمانہ مین اشرف علیخان نام ایک شریف خاندانی شخص تہے۔ اونہون نے فارسی کے تذکرون اور اُستادون کے دیوانون مین سے ۱۵ برس کی محنت مین ایک انتخاب مرتب کیا اور تصحیح کے لئے مرزا فاخر مکین کے پاس لے گئے کہ اُن دنون فارسی کے شاعرون مین نامور وہی تہے اُنہون نے کچہہ انکار کچہہ اقرار بہت سے تکرار کے بعد انتخاب مذکور کو رکہا اور دیکہنا شروع کیا۔ مگر جابجا اُستادون کے اشعار کو کہین بے معنے سمجہکر کاٹ ڈالا کہین تیغ اصلاح سے زخمی کر دیا۔ اشرف علی خانصاحب کو جب یہہ حال معلوم ہوا تو گئے اور بہت سی قیل و قال کے بعد انتخاب مذکور لے آئے۔ کتاب اصلاحون سے چہلنی ہو گئی تہی اسلئے بہت رنج ہوا۔ اسی عالم مین مرزا کے پاس لاکر سارا حال بیان کیا اور

انصاف طلب ہوئے - ساتھہ اُسکے یہہ بہی کہا کہ آپ اسے درست کر دیجئے -
انہون نے کہا کہ مجھے فارسی زبان کی مشق نہیں اُردو مین جو چند نقط جوڑ لیتا ہون خدا
جانے دلونمین کیونکر قبولیت کا خلعت پا لیا ہے - مرزا فاخر مکین فارسی دان اور فارسی گو
صاحب کمال ہین - انہون نے جو کچھہ کیا سمجھہ کر کیا ہوگا - آپکو اصلاح منظور ہی تو شیخ علی
حزین مرحوم کے شاگرد شیخ آیت اللہ ثنا - میر شمس الدین فقیر کے شاگرد مرزا بہیجو ذرہ تخلص
موجود ہین - حکیم بوعلیخان مالتف بنگالہ مین - نظام الدین صانع بلگرامی فرخ آباد مین
شاہ نور العین واقف شاہجہان آباد مین ہین - یہہ اُن لوگونکے کام ہین -
جب مرزا نے ان نامور فارسی دانونکے نام لئے تو اشرف علیخان نے کہا کہ ان لوگونکو
تو مرزا فاخر خاطر مین بہی نہین لاتے - غرضکہ اُنکے اصرار سے مرزا نے انتخاب مذکور کو
رکھہ لیا - دیکھا تو معلوم ہوا کہ جو جو باکمال سلف سے آجتک مسلم الثبوت چلے آتے ہین
اُنکے اشعار تمام زخمی تڑپتے ہین - یہہ حال دیکھکر مرزا کو بہی رنج ہوا - بموجب صورت
حال کے - رسالہ عبرت الغافلین لکھا اور مرزا فاخر کی غلط فہمیون کو اصول انشا پردازی
کے بموجب کماحقہ ظاہر کیا - ساتھہ انکے اُنکے دیوان پر نظر ڈالکر اُسکی غلطیان بہی
بیان کین - اور جہان ہوسکا اصلاح مناسب دی -
مرزا فاخر کو بہی خبر ہوئی - بہت گھبرائے - اور چاہا کہ زبانی پیامون سے ان داغونکو
دہو دین چنانچہ بقاء اللہ خان بقا کو گفتگو کے لئے بہیجا وہ مرزا فاخر کے شاگرد
تہے اور بڑے مشاق اور باخبر شاعر تہے - مرزا سے اور ان سے خوب خوب گفتگو مین ہین
اور مرزا فاخر کے بعض اشعار جنکے اعتراضون کی خبر اُڑتے اُڑتے اُن تک بہی پہنچ گئی
تہی - اُنپر رد و قدح بہی ہوئی چنانچہ ایک شعر اُنکا تہا -

گرفتہ بود درین بزم چون قدح دل من	شگفتہ روئے صہبا شگفتہ کرد مرا

مرزا کا اعتراض تہا کہ قدح کو گرفتہ دل کہنا بیجا ہے۔ اہلِ انشا نے ہمیشہ قدح کو کھلے پہول سے تشبیہہ دی ہے۔ یا ہنسی سے کہ اُسے بہی شگفتگی لازم ہے۔ بقا نے جواب مین شاگردی کا پسینہ بہت بہایا۔ اور اخیر کو باذل کا ایک شعر بہی سند مین لائے۔

چہ نشاط بادہ بخشد بمنِ خراب بے تو	بہ دلِ گرفتہ ماند قدحِ شراب بے تو

مرزا رفیع سنکر بہت ہنسے اور کہا اپنے اُستاد سے کہنا کہ اُستاد دونکی شعر دونکو دیکہا کرو تو سمجہا بہی کرو یہہ شعر تو میرے اعتراض کی تائید کرتا ہے۔ یعنے باوجودیکہ پیالہ ہنسی اور شگفتگی مین ضرب المثل ہے اور پیالۂ شراب سامانِ نشاط ہے مگر وہ بہی دلِ افسردہ کا حکم رکہتا ہے۔

غرض جب یہہ تدبیر پیش نہ گئی تو مرزا فاخر نے اَور راہ لی۔ شاگرد لکہنو مین بہت تہے خصوصًا شیخ زادے کہ ایک زمانہ مین وہی مُلک اودہ کے حاکم بنے ہوئے تہے۔ اور سینہ زوری اور سرشوری کے بخار ابہی تک دماغون سے گئے نہ تہے۔ ایک دن سودا تو بیخبر گہر مین بیٹہے تہے وہ بلوہ کرکے چڑہ آئے۔ مرزا کے پیٹ پر چہری رکہدی اور کہا کہ جو کچہہ تمنے کہا ہے وہ سب لو اور ہمارے اُستاد کے سامنے چلکر فیصلہ کرو۔ مرزا کو مضامین کے گل پہول اور بالون کے طوطے مینا تو بہت بنانے آتے تہے مگر یہہ مضمون ہی نیا تہا۔ سب باتین بہول گئے۔ بیچارے نے جزدان غلام کو دیا۔ خود میانے مین بیٹہے اور اُنکے ساتہہ ہوئے۔ گرد وہ لشکرِ شیطان تہا۔ یہہ بیچین تہے۔ چوک مین پہنچے تو انہون نے چاہا کہ یہاں انہین بے عزت کیجئے۔ کچہہ تکرار کرکے پہر جہگڑنے لگے۔ مگر جسے خدا عزت نہ دے اُسے کون بے عزت کرسکتا ہے۔ اتفاقًا سعادت علیخان کی سواری آنکلی۔ مجمع دیکہکر ٹہر گئے۔ اور حال دریافت کرکے سودا کو اپنے ساتہہ ہاتہی پر بٹہا کر لیگئے۔ آصف الدولہ حرم سرا مین دسترخوان پر تہے۔ سعادت علیخان اندر گئے اور کہا کہ بہائی صاحب بڑ

غضب ہے۔ آپکی حکومت! اور شہر مین یہہ قیامت!۔ آصف الدولہ نے کہا۔ کیون بھئی خیر باشد۔ اُنہون نے کہا کہ مرزا رفیع۔ جسکو باواجان نے برادر اور مشفق مہربان کہکر خط لکھا۔ آرزو مین کرکے بلایا اور وہ نہ آیا۔ آج وہ یہان موجود ہے اور اس حالتمین ہے کہ اگر اسوقت مین نہ پہنچتا تو شہر کے بدمعاشون نے اُس بیچارے کو بیحرمت کر ڈالا تھا پھر سارا ماجرا بیان کیا۔

آصف الدولہ فرشتہ خصال گھبراکر بولے کہ بھئی مرزا فاخر نے ایسا کیا تو مرزا کو کیا۔ گویا ہمکو بیعزت کیا باواجان نے اُنہین بھائی لکھا تو وہ ہمارے چچا ہوئے۔ سعادت علیخان نے کہا کہ اسمین کیا شبہہ ہے!۔ اُسیوقت باہر نکل آئے۔ سارا حال سُنا۔ بہت غصے ہوئے اور حکم دیا کہ شیخ زادون کا محلہ اکھڑوا کر پھینکدو۔ اور شہر سے نکلوا دو۔ مرزا فاخر کو جس حال مین ہو اُسی حال سے حاضر کرو۔ سودا کی نیک نیتی دیکھنی چاہیئے۔ ہاتھ باندھکر عرض کی کہ جناب عالی ہملوگونکی لڑائی کاغذ قلم کے میدان مین آپ ہی فیصل ہوجاتی ہے حضور اسمین مداخلت نہ فرماوین۔ غلام کی بدنامی ہے۔ جتنی مدد حضور کے اقبال سے پہنچی وہی کافی ہے۔ خوش مرزا رفیع باعزاز و اکرام و مان سے رخصت ہوئے۔ نواب نے احتیاطاً سپاہی ساتھہ کردیئے۔

حریفون کو جب یہہ راز کھلا تو اُمراے دربار کے پاس دوڑے۔ صلاح ٹھیری کہ معاملہ دیہیہ باجاگیر کا نہین۔ تم سب مرزا فاخر کو ساتھہ لیکر مرزا رفیع کے پاس چلے جاؤ اور خطا معاف کرالو۔ دوسرے دن آصف الدولہ نے سردربار مرزا فاخر کو بھی بلایا اور کہا کہ تمہاری رضا سے بہت نازیبا حرکت ہوئی۔ اگر شعر کے مرد میدان ہو تو اب روبرو سودا کے بجو کہو۔ مرزا فاخر نے کہا۔ این از ما نمی آید آصف الدولہ نے بگڑکر کہا۔ درست۔ این از ما نمی آید۔ این می آید کہ شیاطین خود را بر سر میرزای بیچارہ فرستادید۔ از خانہ

بازار ارش کشیدند و سیخواستند آبرو پیش بخاک ریزند۔ پھر سودا کی طرف اشارہ کیا
بیان کیا دیر تھی۔ فی البدیہہ رباعی پڑھی۔

تو فخر خراسانی و ما ساقط ازو	گوہر بدہان داری و ما ساقط ازو
روزان و شبان ز حق تعالی خواہم	مرکب دہدت خدا و ما ساقط ازو

یہ جھکڑا تو رفع دفع ہوا مگر دور دور سے ہجو نہیں چوٹیں چلتی رہیں۔ لطف یہ ہے
مرزا فاخر کی کہی ہوئی ہجویں کوئی جانتا ہی نہیں۔ سودا نے جو کچھ اُنکے حق میں کہا
ہزاروں کی زبان پر ہے۔

مرزا فاخر مکین اصل میں کشمیری تھے اول مقوت حسین خان کشمیری سے
تھے پھر مطیعاً کشمیری کے شاگرد ہوئے۔ اِنکے کمال میں کلام کی جگہ نہیں۔ صحت الفاظ
لغت میں بڑی کوشش کی تھی۔ دیوان بے رواج نہیں پایا مگر اصل اشعار متفرق
میں ہیں۔ یاد وہ مشہور ہیں کہ اُنہوں نے سودا کے حق میں کہے۔ سودا نے تضمین کر
پالٹ دیئے۔ کچھ اشعار سودا نے عبرۃ الغافلین میں اعتراضوں کی ذیل میں لکھی۔ یہ
معلوم ہوتا ہے کہ کینیت سے خالی نہ تھی۔ زمانہ نے بھی پورا حق اُنکی قدردانی کا ادا کیا۔ یہ
شاگرد مغربیا اور تونگر لکھنؤ اور اطراف میں ہو گئے۔ پیشہ توکل تھا۔ اور بے دماغی سے
رونق دیتے تھے۔

نقل مولوی غلام ضامن صاحب جو تھے کے فاضل تھے۔ ایک دن غزل لیکر گئے کہ مجھے
کیجئے۔ اور اصلاح فرمائیے۔ مرزا فاخر نے ٹالدیا۔ مولوی صاحب نے پھر کہا۔ اُنہوں نے
انکار کیا۔ اور کج خلقی کرنے لگے۔ جو عجز و انکسار کے حق تھے سب مولوی صاحب نے ادا کئے
نہ قبول ہوا۔ ناچار یہ شعر پڑھکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

مرزا مکین مانند و چون بکین ملہ	کین ہست جزو اعظم مرزا مکین ملہ

یہ بھی معلوم ہوا کہ ابتدا سودا کی طرف سے کم ہوتی تھی۔ ہاں۔ کوئی چھیڑ دیتا تھا پھر
بھی حد سے بڑھ جاتے تھے چنانچہ میر ضاحک مرحوم کے حال سے معلوم ہوگا

۲۵ دیکھو صفحہ ۱۸۱

آصف الدولہ ایک دفعہ شکار کو گئے۔ خبر آئی کہ نواب نے بہیلون کے جنگل مین شیر مارا باوجودیکہ ہمیشہ انعام و اکرام کے انبارون سے زیر بار رہتے مگر فوراً کہا۔

یارو یہہ ابنِ مکرم پیدا ہوا دوبارا	شیر خدا کو جسنے بہیلون کے بن مین مارا

نواب کو بہی خبر ہوئی جب پہر کر آئے تو خود شکایت دوستانہ کے طور پر کہا کہ مرزا تمنے ہم کو شیر خدا کا قاتل بنایا؟ ہنسکر کہا کہ جناب عالی۔ شیر تو اللہ ہی کا تہا نہ حضور کا نہ فدوی کا

لطیفہ۔ آصف الدولہ مرحوم کی اتا کی لڑکی خورد سال تہی۔ لیکن بڑی شوخ تہی نواب فرشتہ سیرت کی طبیعت مین ایک تو عموماً تحمل اور بے پروائی تہی۔ دوسرے اسکی مان کا لے کہ پردہ پیا تہا۔ ناز برداری نے اسکی شوخی کو شرارت کر دیا۔ ایک دن دوپہر کا وقت تہا نواب سوتے تہے۔ ایسا غل مچایا کہ یہہ بدخواب ہو کر جاگ اٹہے بہت جہنجہلائے۔ اور خفا ہوتے ہوئے باہر نکل آئے سب ڈر گئے کہ آج نواب کو غصہ آیا ہے خدا خیر کرے۔ باہر آکر حکم دیا کہ مرزا کو بلاؤ۔ مرزا اوسیوقت حاضر ہوئے فرمایا کہ بہئی مرزا اس لڑکی نے مجہے بڑا حیران کیا ہے تم اسکی ہجو کہدو۔ یہان تو ہر وقت مصالح تیار تہا۔ اوسیوقت قلمدان لیکر بیٹھ گئے۔ اور مثنوی تیار کر دی کہ ایک شعر اسکا لکہتا ہون۔

لڑکی وہ لڑکیون مین جو کہیلے	نہ کہ لونڈون مین جا کے ڈنڈ پیلے

خانیم علم
یک رسالہ

ہو فیض سے کسی کے شجرا نکا بار دار	اسواسطے کیا ہے تخلص امیدوار

بیچارے شرمندہ ہو کر چلے گئے۔ قائم تخلص اختیار کیا۔ اور کسی اور کے شاگرد ہوئے انکی طبیعت مین جو شوخیان تہین وہ حقیقت مین اتنی نہ تہین جتنا انہین لوگون نے خطرناک بنا رکہا تہا۔ بے تکے جو انسے لڑتا تہا اُسے خوب خراب کرتے تہے۔ مگر اخلاق و انصاف سے خالی نہ تہے۔

نقل۔ راسخ عظیم آبادی کا دیوان مینے دیکہا ہے۔ بہت سنجیدہ کلام ہے۔ پرانے مشاق ہے اور سب اُدہر کے لوگ انہین اُستاد مانتے تہے۔ مرزا کے پاس شاگرد ہونے کو آئے۔ مرزا نے کہا کوئی شعر سنائیے۔ انہون نے پڑہا۔

ہوئے ہین ہم ضعیف اب دیدنی رو ابہارا ہے	پلک پر اپنی آنسو صبح پیری کا ستارا ہے

مرزا نے اُٹہکر گلے لگا لیا۔ ایسا ہی معاملہ جرات سے ہوا تہا۔

لطیفہ۔ ایک دن میان ہدایت[۳۵] ملاقات کو آئے بعد رسوم معمولی کے آپنے پوچہا کہ فرمائیے میا نصاحب آجکل کیا شغل رہتا ہے۔ انہون نے کہا۔ انکار دنیا فرصت نہین دیتے۔ طبیعت کو ایک مرض یاوہ گوئی کا لگا ہوا ہے۔ گاہے ماہے غزل کا اتفاق ہو جاتا ہے۔ مرزا ہنسکر بولے کہ غزل کا کہنا کیا کوئی ہجو کہا کیجیے۔ بیچارے نے حیران ہو کر کہا کہ ہجو کسکی کہون؟ آپنے کہا کہ ہجو کو کیا چاہیے۔ تم میری ہجو کہو۔ مین تمہاری ہجو کہون۔

لطیفہ۔ ایک ولایتی نے کہ زمرۂ اہل سیف مین معزز ملازم تہا عجب تماشا کیا یعنے سودا نے اُسکی ہجو کہی اور ایک محفل مین اُسکے سامنے ہی پڑہنی شروع کر دی۔ ولایتی بیٹہا سُنا کیا سب ہجو ختم ہوئی اُٹہکر سامنے آبیٹہا۔ اور انکی کمر پکڑ کر مسلسل و متواتر گالیونکا جہاڑ باندہ دیا۔ انہین بہی ایسا اتفاق آجتک نہ ہوا تہا۔ حیران ہو کر کہا کہ خیر باشد خیر باشد جناب آقا اقسام این مقالات شایان شان شما نیست۔ ولایتی نے پیش قبض کمر سے

اجب عورت عالمہ ہوتی ہے تو انکی محاورہ مین کہلی ہین کہ امیدواری ہے یا اللہ کی درگاہ سے امید ہے۔ دیکھو ایک روشنیں دیرینہ سال اس زمانہ کے شعرا سے معتبر مین سے تہے۔ خواجہ میر درد کے شاگرد تہے۔

کھینچکر انکے پیٹ پر رکھہ دی اور کہا۔ نظم خود ت گفتی۔ حالا این نثر را گوش کن۔ ہرچہ تو گفتی نظم بود نظم از ما نمے آید ما بہ نثر ادا کردیم۔

سید انشا نوجوانی

لطیفہ۔ سید انشا کا عالم نوجوانی تہا۔ مشاعرہ مین غزل پڑہی کہ۔

چہڑکی سہی اداسہی چین جبین سہی	سب کچہہ سہی پر ایک نہین کی نہین سہی

جب یہہ شعر پڑہا کہ۔

گر نازنین کہے سے برا مانتے ہو تم	میری طرف تو دیکہئے مین نازنین سہی

سودا کا عالم بہری تہا مشاعرہ مین موجود تہے مسکرا کر بولے درین چہ شک!

ہائے افسوس

نقل۔ ایک دن سودا مشاعرہ مین بیٹہے تہے۔ لوگ اپنی اپنی غزلین پڑہ رہے تہے۔ ایک شریف زادی کی ۱۲-۱۳ برس کی عمر۔ اُسنے غزل پڑہی۔ مطلع تہا۔

دل کے پہپولے جل اُٹہے سینہ کے داغ سے	اس گہر کو آگ لگ گئی گہر کے چراغ سے

گرمی کلام پر سودا بہی چونک پڑے۔ پوچہا۔ یہہ مطلع کسنے پڑہا؟ لوگون نے کہا حضرت یہہ صاحبزادہ ہے۔ سودا نے بہی بہت تعریف کی۔ کئی مرتبہ پڑہوایا اور کہا کہ میان لڑکے جوان تو ہوتے نظر نہین آتے۔ خدا کی قدرت اُنہی دنون مین لڑکا جلکر مرگیا۔

شیخ علی حزین کیساتہہ ملاقات

جبکہ فخر شعرائے ایران زمین **شیخ علی حزین** وارد ہندوستان ہوئے۔ پوچہا کہ شعرائے ہند مین آجکل کوئی صاحب کمال ہے؟ لوگون نے سودا کا نام لیا۔ اور سودا خود ملاقات کو گئے۔ شیخ کی عالی دماغی اور نازک مزاجی شہرۂ آفاق ہے۔ نام و نشان پوچہکر کہا کہ کچہہ اپنا کلام سناؤ۔ سودا نے کہا۔

نادک نے تیرے صید نہ چہوڑا زمانہ مین	تڑپہے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

شیخ نے کہا کہ تڑپہے چہ معنی دارد۔ سودا نے کہا کہ اہل ہند طپیدن را تڑپہنا۔ میگوئید شیخ نے پہر شعر پڑہوایا۔ اور زانو پر ہاتہہ مار کر کہا کہ مرزا رفیع قیامت کردی یکمرغ قبلہ نما باقی

تو وہ آزاہم نگذاشتی۔ یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور بغلگیر ہوکر پاس بٹھایا۔ مگر بعض اشخاص کی روایت ہے کہ شیخ نے کہا "در پوچ گویان ہند بدنیستی"۔

لطیفہ۔ خان آرزو کے مکان پر مشاعرہ ہوتا تھا۔ سودا اُنہوں نے جوان تھے۔ مطلع پڑھا۔

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو	اختر ٹپکے جہانکیں ہیں فلک پر سے زمین کو

یا تو لاعلمی سے یا اُنکی آتش زبانی کے ڈر سے کوئی نہ بولا مگر خان آرزو جسکی دائیہ قابلیت کے دودھ سے مطہر۔ سودا۔ میر۔ درد وغیرہ نوجوانوں نے پرورش پائی ہے اُنہوں نے فوراً یہ شعر پڑھا کہ قدسی کے مطلع پر اشارہ ہے۔

شعر سودا جدید قدسی ہے	چاہئے کہہ رکھیں فلک یہ ملک
آلودہ قطرات عرق دیدہ جبین را	اختر ز فلک می نگرد روے زمین را

سودا بے اختیار اُٹھ کھڑے ہوئے۔ خان صاحب کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور اس تبکریم کے ساتھ خوشی ظاہر کی گویا حقیقتہً خانصاحب نے اُنکے کلام کو مثل حدیث قدسی تسلیم کیا ہے۔ اُنکا ایک آور شعر ایسا ہی ہے۔

بہار بے سپر جام دیار گذری ہے	نسیم تیر سی۔ سینہ کے پار گذری ہے

فارسی مین کوئی اُستاد کہتا ہے کہ۔

بہار بے سپر جام دیار سے گذرد	نسیم ہمچو خدنگ از کنار سے گذرد

مگر اہل تحقیق کا قول ہے کہ ایسی صورت خاص کو سرقہ نہین۔ ترجمہ سمجھنا چاہئے کیونکہ شعر کو شعر ہی مین ترجمہ کرنا بھی ایک دشوار صنعت ہے۔ قطع نظر اسکے اسی مطلع کے بعد آور اشعار کو دیکھو کہ کیا موتی پروئے ہین اور کلیات ایک دریا ہے کہ اقسام جواہر سے بھرا ہوا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس رتبہ کا شاعر ایک مطلع کا محتاج تھا اسلئے چرا لیا۔

ابوالفضل نے ایک مراسلہ مین لکھا ہے۔

[1] دیکھو صفحہ ۱۲۳

وَلَدُ الزِّنَا ست حاسد ہم آنکہ طالع من	وَلَدُ الزِّنَا کش آمد چو ستارۂ یمانی

یہہ شعر قصاید نظامی مین موجود ہے۔ اور اسی مضمون کو عربی مین متنبی کہتا ہے

وَتُنْكِرُ مَوْتَهُمْ وَالنَّاسُ سُهَّالٌ	طَلَعْتُ لِمَوْتِ أَوْلَادِ الزِّنَا بِهِ

ایک مخمس کی وجہ تصنیف۔

نوٹ سودا سے زبان بزبان روایت پہنچی ہے کہ جو غزل فارسی انکی ہجو مین مولوی رت کشمیری نے کہی اور مرزا نے اُسے مخمس کرکے اُسی پر اُلٹ دیا اُسکے مطلع پر خان آرزو نے مصرع لگا دیئے تھے۔ باقی تمام مخمس مرزا کا ہے۔

شعر ناموزون سے تو بہتر ہے کہنا ریختہ	کب کہا مین قتل کر مضمون کسی کا ریختہ
بے حیائی ہے یہہ کہنا سنکے میرا ریختہ	خونِ معنے تار رفیع بادہ پیما ریختہ

آبروئے ریختہ از جوشِ سودا ریختہ

بلبل کی تذکیر و تانیث۔

نقل معتبر لوگون سے سُنا ہوا ہے کہ کسی شخص نے سودا سے پوچھا بلبل مذکر ہے یا مونث مسکرا کر بولے کہ نوع انسان مین ایک ہو تو مرد سے عورت ہو جاتی ہے۔ لفظ کو دیکھو۔ دو موجود ہین[۲۵]۔ لیکن تعجب ہے کہ اُنہون نے ایک جگہ مذکر بھی باندھا ہے۔ چنانچہ غزل ہے اثر لگا کہنے۔ چشم تر لگا کہنے۔ تار نظر لگا کہنے۔ اسمین کہتے ہین کہ

سُنے ہے مرغ چمن کا تو نالہ اے صیاد؟	بہار آنے کی بلبل خبر لگا کہنے

اکثر اہلِ لکھنؤ اب بھی مذکر باندھتے ہین۔ چنانچہ سرور کا شعر ہے۔ [۳۵]

کریگا تو مرے نالون کی ہمسری بلبل	شعور اتنا تو کر جا کے جا نور پیدا

آتش ع۔ سیر چمن کو چلیئے۔ بلبل پکارتے ہین رند۔ ع جانور کا جو ہو شوق تو پالے بلبل۔ مگر حق یہہ ہے کہ اُسوقت تک تذکیر و تانیث لفظون کی مقرر نہین ہوئی تھی بہت سے الفاظ ہین کہ مرزا اور میر صاحب نے اُنہین مذکر باندھا ہے۔ بعد ان کے سید انشا۔ جرات۔ مصحفی سے لیکر آجتک سب مونث باندھتے چلے آتے ہین۔ چنانچہ میر صاحب

تذکیر و تانیث

[۲۵] اب تو ڈیل تانیث ہو گئی۔ اب بھی نہ مونث ہوگی۔ [۳۵] دیوان ص ۲۴۰

کی طرح میرزا سے موصوف ہی فرماتے ہیں۔

کہا طبیب نے احوال دیکھ کر میرا	کہ سخت جان ہے سودا کا آہ کیا کیجے
بتان کا دید میں کرتا ہوں شیخ جسدن سے	حلال تب سے ہے مئی مو ہو میرے دل پر
کریں شمار بھسم دلکے یار داغون کا	تو آ کہ سیر کریں آج دل کے باغون کا
ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا	موسی نہیں جو سیر کرون کوہ طور کا
بسکہ پونچھون ہون میں اپنی چشم خون آلود کو	جامہ کا ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا

جب مرزا رفیع لڑکے تھے اُسوقت میر جعفر زٹلی کا بڑھاپا تھا۔ اگلے وقتون کے لوگ رنگین چھپین جنپر نقاشی کا کام ہوتا تھا اکثر ہاتھ مین رکھا کرتے تھے۔ ایکدن شام کے قریب میر موصوف ایک سبز رنگ جریب ٹیکتے۔ ٹہلنے کو باہر نکلے۔ مرزا بغل مین کتابون کا جزدان لئے سامنے سے آتے تھے۔ اُس زمانہ مین ادب کی بڑی پابندی تھی۔ بزرگون کو سلام کرنا اور انکی زبانسے دعا لینے کو بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ مرزا نے جھک کر سلام کیا۔ انھون نے خوش ہو کر دعا دی۔ چونکہ بچپن ہی مین مرزا کی موزونی طبع کا چرچا تھا۔ میر صاحب کچھ باتین کرنے لگے۔ مرزا ساتھ ہو لئے۔ انھون نے نوخیز طبیعت کے بڑھانے کے لئے کہا کہ مرزا بھلا ایک مصرع پر مصرع تو لگاؤ۔ ع۔ لالہ در باغ داغ چون دارد؟

مرزا نے سوچکر کہا۔ ع۔ عمر کوتاست غم فزون دارد۔ میر صاحب نے فرمایا واہ مرزا دل بھر کے ہو کہے تھے آ کہا گئے

مرزا نے پھر کہا۔ ع۔ از غم عشق سینہ خون دارد۔ میر صاحب نے فرمایا۔ واہ بھئی دل خون ہوتا ہے۔ جگر خون ہوتا ہے۔ بھلا سینہ کیا خون ہوگا؟ سینہ پُر خون ہوتا ہے۔ مرزا نے پھر ذرا فکر کیا اور کہا۔ ع۔ چہ کند سوزش درون دارد۔ میر صاحب نے کہا کہ ہان مصرع تو ٹھیک ہے لیکن ذرا طبیعت پر زور دیکر کہو۔

مرزا دق ہو گئے تھے۔ جھٹ کہدیا۔ ع - یک عصا سبز زیر دارد - میر جعفر مرحوم ہنس پڑے اور جریب اٹھا کر کہا - کیون بیہ ہمسے بھی - دیکھ کہونگا تیرے باپ سے - بازی بازی بریش بابا ہم بازی - مرزا لڑکے تو تھے ہی - بھاگ گئے -

دونو اُستادونکے انداز دیکھو

چند اشعار جنسے میر اور مرزا کے کلام مین امتیاز ہوتا ہے لکھے جاتے ہین - ان شعرونمین دونو اُستادونکی طبیعت برابر لڑی ہے - مگر دونو کے انداز پر خیال کرو -

ہمارے آگے تیرا جب کسی نے نام لیا	دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا	میر
قسم جو کھائیے تو طالع زلیخا کی	عزیز مصر کا بھی صاحب ایک غلام لیا	
چمن مین صبح جو اُس جنگجو کا نام لیا	صبا نے تیغ کا موج روان سے کام لیا	سودا
کمال بندگی عشق ہے خداوندی	کہ ایک زن نے سر مصر ما غلام[۲۵] لیا	
گلا مین جس سے کرون تیری بیوفائی کا	جہان مین نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا	میر
گلا لکھون مین اگر تیری بیوفائی کا	لہو مین حرف سفید ہوا آشنائی کا	سودا
دکھاؤنگا تجھے زاہد اس آفت دین کو	خلل دماغ مین تیرے ہے پارسائی کا	
چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا	جمال یار نے منہ اُسکا خوب لال کیا	میر
برابری کا تیری گل نے جب خیال کیا	صبا نے مارتھپیڑا منہہ اُسکا لال کیا	سودا
دل پہنچا ہلاکت کو بہت کھینچ کسالا	لے یار میرے سلمہ اللہ تعالے	میر
مین دشمن جان ڈھونڈھ کے اپنا جو نکالا	سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالی	سودا
ایک محروم چلے میر ہمی دنیا سے	ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ	میر
سودا جہان مین آکے کوئی کچھ نہ لیگیا	جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لیے	سودا
رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی	میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو	میر
سودا اتری فریاد سے آنکھونمین کٹی رات	اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہین بھی	

[۲۵] چند مقابلہ اسیطرح کے جرات کے حال مین بھی ہین دیکھو صفحہ (۱۴۷ - ۲۴۸)

ہوتی نہین ہے صبح نہ آتی ہے مجکو نیند
جسکو پکارتا ہون وہ کہتا ہے مر کہیں

کفر کعبہ چاہیئے اسلام کی رونق کے لئے
حسن زنار ہے تسبیح سلیمانی کا

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹے شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

مت رنج کر کسیکو کہ اپنے تو اعتقاد
دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جای غم ہے شیخ
یہہ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا

نہ بھول اے ہوا رسی گریار کو تجھ سے محبت ہے
نہین ہے اعتبار اسکا یہہ منہہ دیکھو کی الفت ہے

بگولے سے جسے آسیب اور صرصر سے زحمت ہے
ہماری ناک یون برباد ہوائے ابر رحمت ہے

نیر کے پاس یہہ اپنا ہی گمان ہے کہ نہین
علاوہ گریار مرا اور نہ کہان ہے کہ نہین

دل کے پرزون کو بغل بیچ لئے پھرتا ہون
کچھہ علاج انکا بھی ای شیشہ گران ہے کہ نہین؟

پھر ہر ذرہ مین مجکو ہی نظر آتا ہے؟
تم بھی ٹک دیکھو تو صاحب نظران ہے کہ نہین؟

جرم ہے اسکی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو میان منہہ مین زبان ہے کہ نہین؟

پاس ناموس مجھے عشق کا ہے ای بلبل
ورنہ یہان کونسا انداز فغان ہے کہ نہین

آگے شمشیر تمہاری کے بھلا یہہ گردن
موت سے باریک تر ای خوش مکران ہے کہ نہین؟

بوجھا سودا سے مین اک روز کہ ای آوارہ
تیرے رہنے کا معین بھی مکان ہے کہ نہین؟

یک بیک ہو کے برآشفتہ لگا وہ کہنے
کچھہ تجھے عقل سے بہرہ بھی میان ہے کہ نہین؟

دیکھا مین قصر فریدون کے در اوپر ایک شخص
حلقہ زن ہو کے پکارا کوئی یہان ہے کہ نہین

سینہ مین ہوا نالہ و پہلو مین دل آتش
دھڑکے ہے بڑا دل کہ نہو مشتعل آتش

اشک آتش و خون آتش و پھر لخت دل آتش
آتش سہ برستی ہے بڑی مشتعل آتش

یک لحظہ طرف ہو کے میرے دیدہ و دل سے
تا دم تو سمندر ہے سدا مشتعل آتش

یاقوت نہین ہے وہ ترے لعل سے اے شوخ
جا ڈوب موئی آگ مین ہو کر خجل آتش

داغ آج سے رکھتا نہین ان سنگدلونکا
مدت سے ہوئی ہے مری چھاتی پہ سل آتش

دل عشق کے شعلے سے جو بھڑکا تو رہا کیا
اے جان نکل جا کہ لگی متصل آتش

یک قطرۂ می لے اوڑی سودا کو جگہ سے
بارود کے تودے کو ہے بس ایک تل آتش

دین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش
یہہ سبحہ فراموش وہ زنار فراموش

دیکھا جو حرم کو تو نہین دیر کی وسعت
اس گھر کی فضا کر گیا معمار فراموش

بھولے نہ کبھی دل سے مرا مصرع جانکاہ
نالہ نہ کرے مرغ گرفتار فراموش

دل سے نہ گئی آہ ہوس سیر چمن کی
اور ہمنے کیا رخنۂ دیوار فراموش

یا نالہ ہی کر منع تو - یا گریہ کو ناصح
دو چیز نہ عاشق سے ہو یکبار فراموش

بھولا پھرون ہون آپکو ایک عمر سے لیکن
تجکو نہ کیا دل سے مین زنہار فراموش

دل درد سے کسطرح مرا خالی ہو سودا
وہ ناشنوا حرف مین گفتار فراموش

جو گذری مجھپہ سب اُسسے کہو ہوا سو ہوا
بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا

مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہنچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

کہے ہے سنکے مری سرگذشت وہ بیرحم
یہہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا

خدا کے واسطے آ در گذر گنہ سے مرے
نہوگا پھر کبھی ای تند خو ہوا سو ہوا

یہہ کون حال ہے احوال دلپہ ای آنکھو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دیا اُسے دل و دین اب یہہ جان ہے سودا

پہر آگیے دیکھیے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

ناوک نے تیرے صید نہ چہوڑا زمانہ مین
تڑپہے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

کیونکر نہ چاک چاک گریبان دل کرون
دیکھون جو تیری زلف کو مین دست شانہ مین

زینت دلیل مفلسی ہی ایک کمان کو دیکھہ
نقش و نگار چسپٹ نہین کچھہ اسکے خانے مین

ای مرغ دل سمجھ کے تو چشم طمع کو کھول
تو نے سنا ہے دام جسے - ہے وہ دانہ مین

چلتے ہین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان
تیر مراد پر نہ بٹھایا نشانے مین

پایا ہر ایک بات مین اپنے مین یون تجھے
معنے کو جس طرح سخن عاشقانے مین

دست گرہ کشا کو نہ تزئین کرے فلک
مہندی بندہی نہ دیکھی نگشت شانے مین

ہمسا تجھے تو ایک - ہمین تجھسے ہین کئی
جا دیکھہ لے تو آپ کو آئینہ خانے مین

سودا احد کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے مین

افعی کو یہہ طاقت ہی کہ اُس سے بسر آوے
وہ زلف سیہ اپنی اگر لہر پر آوے

صورت ہمین اُس مہر کی پہچان اگر آوے
ہر ذرہ مین کچھہ اور ہی جہمکا نظر آوے

مجھہ چشم سے اب اشک نہین آنے کا ناصح
آوے بہی غم دل سے تو لخت جگر آوے

پہرتا ہون ترے واسطے مین در بدر ای یار
تجھسے نہ ہوا یہہ کہ کبھو میرے گہر آوے

گویا دل عاشق بہی ہی ایک فیل سیہ مست
رکتا نہین روکے سے کسو کے - جدہر آوے

کہہ کہہ کے دکھہ اپنا مین کیا مغز کو خالی
اتنا نہوا اُسکے ترے چشم بھر آوے

شیشہ نہ کہو راز مرے دل کا تو ای جام
سرگوشی سے اُسکی نہ تری چشم بھر آوے

کہا ہو جو قفس تک سے اب صحن چمن سے
دو برگ لئے گل کے نسیم سحر آوے

سب کام نکلتے ہین فلک تجھ سے ولیکن
میرے دل ناشاد کی امید بر آوے

جب پہونکئے ناقوسِ صنم خانۂ دل شیخ
کعبہ کا ترے وجد مین دیوار و در آوے

نامے کا جواب آنا تو معلوم ہے اب کاش
قاصد کے بد و نیک کی مجھ تک خبر آوے

مین بھی ہون ضعیف اسقدر اے مور کہ وہ آپ
گذرے میرے سر سے جو ترے تا کمر آوے

سب سے کہے دیتا ہون یہہ کہدین کہ پھر آنا
بالین پہ میرے شورِ قیامت اگر آوے

دیتا ہے کوئی مرغِ دل اُس شوخ کو سودا
کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے پر آوے

اب لے تو گیا ہے پر اُسے دیکھیو نادان
پل مین نہ اُڑاتا وہ اگر بال و پر آوے

خوبو نمین دلدہی کی روش کم بہت ہے یہان
خواہان جان جو چاہو تو عالم بہت ہی یہان

غافل نہ رہ تو اہل تواضع کے حال سے
تیغ و کمان کی طرح خم و چم بہت ہی یہان

چشم ہوس اُٹھالے تماشے سے جون حباب
نادیدنی کا دید بس ایکدم بہت ہی یہان

خون جگر بآدم و لوزینہ ہے بگاؤ
صورت معاش خلق کی برہم بہت ہے یہان

آنکھون مین دون اُس آئینہ رو کو جگہ دلے
ٹپکا کرے ہے بسکہ یہہ گہر نم بہت ہی یہان

کہتا ہے حالِ ماضی و مستقبل ایک ایک
جام جہان نما تو نہین جسم بہت ہی یہان

دیکھا جو باغِ دہر تو مانند صبح و گل
کم فرصتی ملاپ کی باہم بہت ہی یہان

آیا ہون تازہ دین بحرم شیخ مجھے
پوجا نماز سے بھی مقدم بہت ہی یہان

سودا کہہ اُس سے دل کی تسلی کے واسطے
گوشہ سے چشم کے نگہ کم بہت ہے یہان

ابراہیم علیخان تذکرہ گلزار ابراہیمی مین لکھتے ہین کہ مرزا غلام حیدر مجذوب مرزا رفیع کے بیٹے ہین اور اب کہ سنہ ۱۱۹۶ھ مین لکھنؤ مین رہتے ہین - درستی فہم اور آشنا پرستی کے اوصاف سے موصوف ہین - حکیم قدرت اللہ خان قاسم فرماتے ہین کہ ایک مغل بچہ خوش اخلاق جوان

ہے۔ مرزا سودا کا متبنیٰ ہے۔ سپاہگری کے عالم مین زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے مربی کی شاگردی کا دم بھرتا ہے۔

عداوت سے تمہاری کچھ اگر ہووے تو مین جانون
بھلا تم زہر دے دیکھو اثر ہووے تو مین جانون

نرا اندیشے کر دو یار کہ شب وصل کی ہووے
تم اپنی زلف کو کہو تو معطر ہووے تو مین جانون

ہمارے تمسے جو عہد وفا ہون۔ انکو تم جانون
مرے پیمان مین کچھ نوع دگر ہووے تو مین جانون

ذرا تم مار کاکل کو مرے لب سے لگا دیکھو
ہزارون سانپ کاٹین پھر اثر ہووے تو مین جانون

خوبان سے جو دل ملا کریگا
ڈرتا ہون یہی کہ کیا کریگا

آوے بھی مسیحا مرے بالین پہ تو کیا ہو
بیمار یہ ایسا تو نہین جسکو شفا ہو

جور و جفا پہ یار کے دل مت نگاہ کر
اپنی طرف سے ہووے جہان تک۔ نباہ کر

خاک و خون مین صورتین کیا کیا نہ لیا دیکھیان
اے فلک باتین تری کوئی پہیلیان دیکھیان

آہ مین اپنی اثر ڈھونڈ رہی ہے اے مجذوب
بید مجنون کی نہ شاخین ہمنے پہلیان دیکھیان

بس اب تیری تاثیر ہے آہ دیکھی
نہ آیا وہ کافر بہت راہ دیکھی

خاموش جو اتنا ہون مجھے گنگ نہ سمجھو
ایک عرض تمنا ہے کہ لب پہ اٹکی ہے

چاہون مدد کسی سے نہ اغیار کے لئے
مین بھی تو یار کم نہین دو چار کے لئے

طوبے تلے مین بیٹھکے روؤنگا زار زار
جنت مین تیرے سایۂ دیوار کے لئے

ہے درد سر ہی بلبل آزاد کی صفیر
موزون ہے نالہ مرغ گرفتار کے لئے

میر تقی مرحوم کی زبان سے انکے بابمین کچھ الفاظ نکلے تھے۔ اُسپر فرماتے ہین۔

اے میر سمجھیو مت مجذوب کو اور دن سا
ہے وہ خلف سودا اور اہل ہنر بھی ہے

اشک آنکھ مین جو عشق سے تا دلمین غم رہے
یہ گھر ہے وہ خراب کہ آتش مین نم رہے

نکلے اگر قفس سے تو خاموش ہم صفیر
صیاد نے سنا یہ ترانہ۔ تو ہم رہے

میر ضاحک

میر مرحوم کو سودا کے دیوان مین بہت مداخلت ہے اور انکے سلسلہ اولاد مین بہی ایسے عالی رتبہ باکمال پیدا ہوئے کہ خود صاحبِ طرز کہلائے۔ اسلئے ابتدا سے دل چاہتا تہا کہ اس خانوادہ سیادت کا سلسلہ مسلسل لکہون مگر پہول نہ ہاتہ آئے جو لڑی پرو دتا۔ اسیواسطے طبع اول مین مقصر رہا۔ بے درد بے انصاف کہ اصولِ فن سے بے خبر ہین۔ کیا جانین انہین اپنے مضامین اخبارون مین چہکانے کے لئے روشنائی ہاتہ آئی۔ اور جہان آور شکائتین چہاپین۔ انہین ایک نمبر شمار یہہ بہی بڑہایا۔ راقم آثم نے اطرافِ مشرقی اور خاص لکہنؤ مین بہی احباب کو لکہا۔ کہین سے آواز نہ آئی۔ البتہ مولوی غلام محمد خان تپش نے اس شفقت کے ساتہہ جوابِ یاس دیا کہ دل مشقتِ تلاش سے رہا ہوگیا۔ اب کہ طبع ثانی کا موقع ہے۔ آرزوے قدیم پہر دل مین لہرائی۔ ناچار برسونکے سوکہے مرجہائے پہول جو دلِ افسردہ کے طاق مین پڑے تہے۔ انہی کا سہرہ بناکر سادات عظام کے روضون پر چڑہاتا ہون۔ اور جس ابتدا تک دست آگاہی نے رسائی کی وہان سے شروع کرتا ہون۔

میر ضاحک مرحوم کا نام سید غلام حسین تہا۔ انکے بزرگ ہرات سے آکر پرانی دلی[۲۵] مین آباد ہوئے۔ خاندان سیادت انکا سندی تہا۔ امامی ہروی کی اولاد مین تہے۔ اور شاعری بہی گہرانے مین میراث چلی آتی تہی۔ میر موصوف نہایت خوشطبع خوش مزاج خندہ جبین۔ ہنسنے اور ہنسانے والے تہے۔ اسیواسطے یہہ تخلص اختیار کیا تہا وضع اور لباس قدمائے دہلی کا پورا نمونہ کا تہا۔ سر پر سبز عمامہ بوضعِ عرب۔ بڑے گہیر کا پائجامہ کہ وہ بہی اکثر سبز ہوتا تہا۔ گلے مین خاک پاک کا کنٹہا۔ داہنے ہاتہہ مین

وضع اور لبا

صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی میر حسن مرحوم کے حال مین لکہتے ہین کہ دلی مین بہجل مسجد کے رہتے تہے۔ اور حکیم قدرت اللہ خان قاسم فرماتے ہین کہ میر مرحوم کی ولادت محلہ سید واڑہ ہوئی کہ پرانی دلی مین ایک محلہ تہا۔

ایک چوڑی - اُسپر کچھہ دھانین کندہ - چنگلی بلکہ اُوڑا انگلیون مین بھی کئی انگوٹھیان - داڑھی کو مہندی لگاتے تھے - بہت بڑی نہ تھی - مگر ریش بچہ منڈاتے تھے - کبھی کبھی ہاتھون کو بھی مہندی ملتے تھے - میانہ قد - رنگ گورا -

دیوان اب تک نظر سے نہین گذرا جسپر کچھہ رائے ظاہر کی جاے - خواص مین جو کچھہ شہرت ہے - اُن ہجو ونکی بدولت ہے جو سودا نے اِنکے حق مین کہین - سلطنت کی تباہی نے انسے بھی دلی چھڑوائی اور فیض آباد کو آباد کیا -

سودا نے جو انکے حق مین گستاخی کی ہے اسکا سبب یہہ ہوا کہ اول کسی موقع پر انہون نے سودا کے حق مین کچھہ فرمایا - سودا خود انکے پاس گئے اور کہا کہ آپ بزرگ - مین خورد - آپ سید - مین آپ کے جد کا غلام - عاصی اس قابل نہین کہ آپ اسکے حق مین کچھہ ارشاد فرمائین - ایسا نہ کیجیے کہ مجھہ گنہگار کے مُنھہ سے کچھہ نکل جائے - اور قیامت کے دن آپکے جد کے سامنے روسیاہ ہون - تلامیذ الٰہی کے دماغ عالی ہوتے ہین - انکی زبان سے نکلا کہ نہین بھئی یہہ شاعری ہے اسمین خوردی و بزرگی کیا - سودا آئین تو کہان جائین پھر جو کچھہ اُنھون نے کہا خدا نہ سنواے - یہہ بھی بزرگون سے سُنا کہ مرزا نے جو کچھہ انکی جناب مین یاوہ گوئی کی ہے میر موصوف نے اُس سے زیادہ خراب و خوار کیا تھا لیکن وہ کلام عجیب طرح سے فنا ہوا -

میر حسن مرحوم اِنکے صاحبزادے سودا کے شاگرد تھے - میر ضاحک کا انتقال ہوا - تو سودا فاتحہ کے لئے گئے - اور دیوان اپنا ساتھہ لیتے گئے - بعد رسم عزا پُرسی کے اپنی یاوہ گوئی پر جو کہ اُس مرحوم کے حق مین کی تھی بہت سے عذر کئے اور کہا کہ سید مرحوم نے دنیا سے انتقال فرمایا تم فرزند ہو جو کچھہ اِس روسیاہ سے گستاخی ہوئی معاف کرو - بعد اسکے نوکر سے دیوان منگا کر جو ہجوین انکی کہی تھین سب چاک کر ڈالین - میر حسن نے بمقتضاے

علو حوصلہ و سعادتمندی اُسیوقت دیوان باپ کا گھر سے منگایا اور جو ہجوین اُنکی تھین وہ پھاڑ ڈالین - لیکن چونکہ سودا کی تصنیف قلم سے نکلتے ہی بچہ بچہ کی زبان پر پھیل جاتی تھی - اسلئے سب قایم رہین - اِنکا کلام کہ اُسی مجلد کے اندر تھا - مفقود ہو گیا سودا کے دیوان مین میر ضاحک مرحوم کی یہہ ہجو جب مین دیکھتا تھا - ع - یارب یہہ دعا مانگتا ہے تجھسے سکندر - تو حیران ہوتا تھا کہ سکندر کا یہان کیا کام؟ میر مہدی حسن فراغ[۲۵] کو خدا مغفرت کرے - انہون نے بیان کیا کہ ایکدن حسب معمول مرزا سلیمان شکوہ کے ہان پائین باغ مین تخت بچھے تھے - صاحب عالم خود مسند پر بیٹھے تھے - شرفا و شعرا کا مجمع تھا - مرزا رفیع اور میان سکندر مرثیہ گو بھی موجود تھے کہ میر ضاحک تشریف لائے اُنکی پرانی وضع اور لباس پر کہ اندنون مین بھی انگشت نما تھی - صاحب عالم مسکرائے - میر صاحب آکر بیٹھے - مزاج پرسی ہوئی حقہ سامنے آیا - اتفاقاً صاحب عالم نے مرزا رفیع سے کہا کہ کچھہ ارشاد فرمایئے (دونو صاحبون کے معاملات تو انہین معلوم ہی تھے خدا جانے چھیڑ منظور تھی یا اتفاقاً زبان سے نکلا) سودا نے کہا کہ مین نے تو اِندنون مین کچھہ کہا نہین - میان سکندر کی طرف اشارہ کیا کہ انہون نے ایک مخمس کہا ہے - صاحب عالم نے فرمایا - کیا؟ سودا نے پہلا ہی بند پڑھا تھا کہ میر ضاحک مرحوم اُٹھکر میان سکندر سے دست و گریبان ہو گئے - سکندر

[۲۵] میر مہدی حسن فراغ - ایک کہن سال شخص - سید انشا کے خاندان سے تھے - میان بیتاب کے شاگرد تھے - فارسی کی استعداد اچھی تھی - اُردو شعر بھی خوب کہتے تھے - اور رموز سخن سے ماہر تھے - ناسخ و آتش کے مشاعرے اچھی طرح دیکھے تھے اور علماء لکھنؤ کی صحبتون مین بیٹھے تھے - اُنکے بزرگ اور وہ ہمیشہ سرکار و نمین داروغہ رہے تھے - اسلئے قدیمی حالات اور خاندانی معاملات سے واقف تھے - بادشاہ بیگم یعنے نصیر الدین حیدر کی والدہ اور ثریا جاہ جنہا گڈھ مین تھے - جب بھی یہہ اور اُنکے بھائی اُنکے ہان داروغہ تھے - اور مرزا سکندر شکوہ کی سرکار مین بھی داروغہ رہے تھے - میان بحر کے قدیمی دوست اور ہم مشق تھے -

بچا سے حیران کہ نہ واسطہ نہ سبب - یہہ کیا آفت آگئی - سب اُٹھہ کھڑے ہوئے - دونو صاحبون کو الگ کیا - اور سودا کو دیکھیے تو کنارہ کھڑے مسکرا رہے ہین (یہہ شان مرد ہے اس مخنس کی)

ہر چند چاہا کہ انکے جلسے اور باہمی گفتگو کے لطائف و ظرائف معلوم ہون - کچھہ تو چند غزلین ہی پوری ملجائین - کوئی کوشش کارگر نہوئی - جب اُن کے چراغ خاندان سید خورشید علی نفیس بھی شائع توجہ دریغ فرمائین تو غیرون سے کیا امید ہو - انہون نے آزاد خاکسار کو آب حیات کی رسید سے بھی شاداب نہ کیا -

تشنہ بودم زدم تیغ تو آبم دادند	وز جواب لب لعل تو جوابم دادند

تاریخ وفات بھی نہ معلوم ہوئی - ممکن نہین کہ باکمال صاحبزادہ نے تاریخ نہ کہی ہو مگر آزاد کو کون بتائے - صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی ۱۱۹۶ھ مین کہتے ہین کہ فیض آباد مین ہین اور دارستگی سے گذران کرتے ہین -

جس تذکرہ مین دیکھا ایک ہی شعر انکا درج پایا -

کیا دیکھے اصلاح ادائی کو دگر نہ	کافی تھا تراحسن اگر ماہ نہ ہوتا

خواجہ میر درد

درد تخلص - خواجہ میر نام - زبانِ اُردو کے چار رکنون مین سے ایک رکن یہ ہین[۲۵] - سلسلۂ مادری اِنکا خواجہ بہاء الدین نقشبندی سے ملتا ہے - خواجہ محمد ناصر عندلیب تخلص - انکے باپ تھے - اور شاہ گلشن صاحب سے نسبت اِرادت رکھتے تھے - خاندان اِنکا دلّی مین بباعث پیری و مریدی کے نہایت معزز اور معظم تھا - علومِ رسمی سے آگاہ تھے کئی مہینے مفتی دولت صاحب سے مثنوی کا درس حاصل کیا تھا - مُلک کی بربادی - سلطنت کی تباہی - آئے دن کی غارت و تاراج کے سبب سے اکثر اُمرا و شرفا کی گھرانے گھر اور شہر چھوڑ چھوڑ کر نکل گئے - اِنکے پاے استقلال کو جنبش نہ آئی - اپنے اللہ پر توکل رکھا اور جو سجادہ بزرگون نے بچھایا تھا اُسی پر بیٹھے رہے - "جیسی نیت ویسی برکت" خدا نے بھی نباہ دیا — دیوان اُردو مختصر ہے - سوا غزلیات - اور ترجیع بند — اور رباعیون کے اور کچھ نہین - قصاید و مثنوی وغیرہ کہ عادت شعرا کی ہے اُنھون نے نہین لکھے باوجود اِسکے سودا میر تقی کی غزلون پر جو غزلین لکھی ہین ہرگز اُن سے کم نہین - ایک مختصر دیوان غزلیات فارسی کا بھی ہے - تصنیف کا شوق اِنکی طبیعت مین خداداد تھا - چنانچہ اول پندرہ برس کی عمر مین حالتِ اعتکاف رسالہ اسرار الصلوٰۃ لکھا - اُنتیس برس کی عمر مین واردات درد نام ایک اور رسالہ لکھا - اور اِس کی شرح مین علم الکتاب ایک بڑا نسخہ تحریر کیا کہ اُسمین ایکسو گیارہ رسالے ہین - نالۂ درد - آہ سرد - دردِ دل - سوزِ دل - شمع محفل وغیرہ جنہین شائق تصوف نظرِ عظمت سے دیکھتے ہین - اور واقعاتِ درد - اور ایک رسالہ حرمتِ غنا مین اِنسے یادگار ہے - چونکہ اُس زمانہ کے خاندانی - خصوص اہلِ تصوف کو شاعری واجب تھی اِسواسطے اِنکے والد کا بھی ایک دیوان مختصر معہ اُسکے شرح کے - اور ایک رسالہ - نالۂ عندلیب موجود

تصنیفات

تفصیل

[۲۵] دیکھو صفحہ ۱۲۳

ہے - اِنکے بہائی - میان سید محمد میر اثر تخلص کرتے تہے - وہ بہی صاحب دیوان تہے بلکہ ایک مثنوی خواب وخیال اُنکی مشہور ہے اور بہت اچہی لکہی ہے - خواجہ میر درد صاحب کی غزل سات شعر ہ شعر کی ہوتی ہے - مگر انتخاب ہوتی ہے - خصوصاً چہوٹی چہوٹی بحرین جو اکثر غزلین کہتے تہے - گویا تلوارون کی آبداری نشتر مین بہر دیتے تہے - خیالات اِنکے سنجیدہ اور متین تہے - کسی کی ہجو سے زبان آلودہ نہین ہوئی - تصوف جیسا اُنہون نے کہا اُردو مین آجتک کسی سے نہین ہوا - میر صاحب نے اِنہین آدہا شاعر شمار کیا ہے - اُنکے عہد کی زبان سُننے چاہو تو دیوان کو دیکہ لو - جو میر - مرزا کی زبان ہے وہی اُنکی زبان ہے -

زمانہ کے بموجب اِنکے کلام مین بہی - نت - یعنے ہمیشہ - اور ٹک - یعنے ذرا - تئین یعنے کو - اور یہان تئین - یعنے یہانتک - اور مجہہ ساتہہ - یعنے میرے ساتہہ - اور ایدہر - کیدہر - جیدہر - نہین - حذف ہ وغیرہ الفاظ موجود ہین - چنانچہ اِس دور کی تمہید مین میر اور سودا کے اشعار کے ساتہہ کچہہ اشعار اِنکے بہی لکہے گئے ہین - دو تین شعر نمونہ کے طور پر یہان بہی لکہتا ہون -

چلئے کہین اُس جاگہہ کہ ہم تم ہون اکیلے گوشہ نہ ملے گا کوئی میدان ملیگا

جاگہہ کے علاوہ اکثر جگہہ کی - کے - اور ہے وغیرہ دب دب کر نکلتے ہین -

ایک لحظہ ذرا بہی وہ اُڑتا چمن کا دید فرصت ندی زمانے نے اتنی شرار کو

اِس سے اعتراض مقصود نہین - وقت کی زبان یہی تہی - سید انشا نے بہی لکہا ہے کہ خواجہ میر اثر مرحوم مثنوی مین ایک جگہہ - وسا - بہی کہہ گئے ہین - اور بڑے بہائی صاحب تلوار کو تروار کہا کرتے تہے - لیکن اِس سے قطع نظر کرکے دیکہا جاتا ہے تو بعض الفاظ پر تعجب آتا ہے چنانچہ خواجہ میر درد کی ایک پُر زور غزل کا مطلع ہے -

دیکہو صفحہ ۲۲۳

قافیہ کا اتحا

مدرسہ یا دیر تہا یا کعبہ یا بتخانہ تہا ہم سبہی مہمان تہے تو آپہی صاحب خانہ تہا
گویا میخانہ کو کثرت استعمال کے سبب سے ایک لفظ تصور کیا - کہ دیر کے حکم مین ہوگیا - ورنہ
ظاہر ہی کہ یہ قافیہ صحیح نہین - اگلے وقتون کے لوگ خوش اعتقاد بہت ہوتے تہے - اسیواسطے

کسی کی نو

جو لوگ اللہ کے نام پر توکل کر کے بیٹہہ رہتے تہے اُنکی سب سے اچہی گذر جاتی تہی - یہی سبب
ہے کہ خواجہ صاحب کو نوکری کی یاد تی سے باہر جانے کی ضرورت نہوئی - دربار شاہی سے بزرگون
کی جاگیرین چلی آتی تہین - امیر غریب خدمت کو سعادت سمجہتے تہے یہ بے فکر بیٹہے اللہ اللہ کرتے
تہے شاہ عالم بادشاہ نے خود انکے ہان آنا چاہا اور اُنہون نے قبول نہ کیا مگر ماہ بماہ ایک

دلکی بے نیا

معمولی جلسہ اہلِ تصوف کا ہوتا تہا - اُسمین بادشاہ بے اطلاع چلے آئے - اتفاقاً اُسدن
بادشاہ کے پاؤن مین درد تہا اسلئے ذرا پاؤن پہیلا دیا - اِنہون نے کہا - یہ امر فقیر کے دابِ
محفل کے خلاف ہے - بادشاہ نے عذر کیا کہ - معاف کیجئے عارضہ سے معذور ہون -
اُنہون نے کہا کہ - عارضہ تہا تو تکلیف کرنی کیا ضرور تہی -

موسیقی مین

مہارت تہی

موسیقی مین اچہی مہارت تہی - بڑے بڑے باکمال گویّے اپنی چیزین بنظرِ اصلاح لاکر سُنایا کرتے
تہے - راگ ایک پُرتاثیر چیز ہے - فلاسفۂ یونان اور حکماے سلف نے اِسے ایک شاخِ ریاضی
قرار دیا ہے - دل کو فرحت اور روح کو عروج دیتا ہے اِسیواسطے اہلِ تصوف کے اکثر فرقون نے
اِسے بہی عبادت مین شامل کیا ہے - چنانچہ معمول تہا کہ ہر مہینے کی دوسری اور ۲۴ کو شہر کے
بڑے بڑے کلاونت - ڈوم - گویّے اور صاحب کمال اہلِ ذوق جمع ہوتے تہے - اور معرفت
کی چیزین گاتے تہے - یہ دن اِنکے کسی بزرگ کی وفات کے ہین - محرم غم کا مہینا ہے اُسمین

مولوی شاہ عبد

صاحب کا

۲ر کو بجائے گانے کے مرثیہ خوانی ہوتی تہی - مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کا گہرانا اور یہ
خاندان ایک محلہ مین رہتے تہے - اِنکے والد مرحوم کے زمانہ مین شاہ صاحب عالمِ طفولیت
مین تہے - ایک دن اُس جلسہ مین چلے گئے اور خواجہ صاحب کے پاس جا بیٹہے - اُن کی

مرید بہت سی کنجنیان بہی تہین - اور چونکہ اُسوقت رخصت ہوا چاہتی تہین - اِسلئے سب سامنے حاضر تہین باوجودیکہ مولویصاحب اُسوقت بجتے تہے مگر اُنکا تبسم اور طرز نظر دیکہہ کر خواجہ صاحب اعتراض کو پا گئے - اور کہا کہ فقیر کے نزدیک تو یہ سب مان بہنین ہین - مولوی صاحب نے کہا کہ مان بہنون کو عوام الناس مین لیکر بیٹہنا کیا مناسب ہے - خواجہ صاحب خاموش ہو رہے -

اِنکے ہان ایک صحبت خاص ہوتی تہی - اُس مین خواجہ میر درد صاحب نالۂ عندلیب یعنے اپنے والد کی تصنیفات اور اپنے کلام کچہہ کچہہ بیان کرتے تہے - ایکدن مرزا رفیع سے سر راہ ملاقات ہوئی خواجہ صاحب نے تشریف لانے کے لئے فرمایش کی - مرزا نے کہا صاحب مجہہ یہ نہین بہاتا کہ سو کوسے کائین کائین کرین اور بیچمین ایک بیدا بیٹہکر چون چون کرے - اُس زمانہ کے بزرگ ایسے صاحب کمالون کی بات کا تحمل اور برداشت کرنا لازمۂ بزرگی سمجہتے تہے - آپ مسکرا کر چپکے ہو رہے -

مرزا نے موصوف نے ایک قصیدہ نواب احمد علی خان کی تعریف مین کہا ہے اور تمہید مین اکثر شعرا کا ذکر اُنہین شوخیون کے ساتہہ کیا ہے جو اُن کے معمولی انداز ہین - چنانچہ اُسکے ضمن مین کہتے ہین -

	در کس کس طرح ہلاتے ہین	کر کے آواز منحنی و حزین	
	اور جو احمق اُنکے سامع ہین	دمبدم اُنکو یون کہین تحسین	
	جیسے سبحان من یرانی پر	لڑکے مکتب کے سب کہین آمین	
	کوئی پوچہے ذرا کہ عالم مین	فخر کس چیز کا ہے اُنکے تئین	
	شعر و تقطیع اُنکے دیوان کی	جمع ہو وے تو جیسے نقش نگین	
	اُسمین بہی دیکہئے تو آخر کار	یا تو اردو ہوا ہے یا تضمین	

اتنی کچھ شاعری یہ کرتے ہین ٭ منج در ـــــ آسمان و زمین ٭

خیر یہ شاعرانہ شوخیان ہین - ورنہ عالم عظمت انکی جو عالم پر چھائی ہوئی تھی اُسکے اثر سے سودا کا دل بھی بے اثر نہ تھا چنانچہ کہا ہے -

سودا بدل کے قافیہ تو اس غزل کو لکھ ٭ اے بے ادب تو درد سے بس دو بدو نہو

نقل - ایکشخص لکھنو سے دلی چلے - مرزا رفیع کے پاس گئے - اور کہا کہ دلی جاتا ہون کسی یار آشنا کو کچھ کہنا ہو تو کہہ دیجیے - مرزا بولے کہ بھائی میرا دلی مین کون ہے - ان خواجہ میر درد کیطرف جا نکلو تو سلام کہدینا - دلی بحث

ذرا خیال کرکے دیکھو مرزا رفیع جیسے شخص کو دلی بھر مین - (اور دلی بھی اُس زمانہ کی دلی) کوئی آدمی معلوم نہوا الا وہ - کیا کیا جواہر تھے - اور کیا کیا جوہری - سبحان اللہ اُستاد مرحوم نے کیا موتی پروئے ہین -

دکھلائے ہمنے آنکھ سے لیکر جو دُرِ اشک ٭ قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

خواجہ صاحب کا ایک شعر ہے - توارد

لطیفہ

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ ٭ بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ ٭

اسی مضمون کا شعر فارسی کا ہے -

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ ای یارم توئی ٭ ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی

جب یہ شعر شاعر نے جلسہ مین پڑھا تو ملا شیدا ایک شوخ طبع - دہن دریدہ شاعر تھے - اُنھون نے کہا کہ اگر سگ در نظر آید - شاعر نے کہا - پندارم توئی - مگر انصاف شرط ہے خواجہ صاحب نے اپنے شعر مین اُس پہلو کو خوب بچایا ہے - ملا شیدا

رباعی

اے درد یہ دردجی کا کھونا معلوم ٭ جون لالہ جگر سے داغ دھونا معلوم

گلزار جھبان ہزار ہوئے لیکن ٭ میرے دل کا شگفتہ ہونا معلوم

شاہ حاتم کی رباعی بھی اسی مضمون مین لاجواب ہے۔

رباعی

ان سیم بدن کے ساتھ سونا معلوم! قسمت مین لکھی ہے خاک سونا معلوم!
حاتم افسوس دے و امروز گذشت فردا کی رہی امید - سونا معلوم!

میر تقی ۱۱ر سودا - اور مرزا جانجانان مظہر انکے ہم عصر تھے - قیام الدین قایم انکا وہ شاگرد تھا جسپر اُستاد کو فخر کرنا چاہئے - اسکے علاوہ ہدایت اللہ خان ہدایت - اور نثار اللہ خان فراق وغیرہ بھی نامی شاعر تھے -

خواجہ صاحب ۲۴ر صفر یوم جمعہ ۱۱۹۹ھ ۶۸ برس کی عمر مین شہر دہلی مین فوت ہوئے - کسی مدیہ اعتقاد نے تاریخ کہی - ع - حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب -

غزلیات

جگ مین آکر ادھر اُدھر دیکھا — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے ہو گئے بدن خالی — جسطرف تو نے آنکھ بھر دیکھا
نالہ فریاد آہ اور زاری — آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
اُن لبون نے نہ کی مسیحائی — ہمنے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

ہمنے کس رات نالہ سر نہ کیا — پر اُسے آہ کچھ اثر نہ کیا
سب کے یہان تم ہو کرم فرما — اسطرف کو کبھی گذر نہ کیا
دیکھنے کو رہے ترستے ہم — نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا
تجھسے ظالم کے پاس مین آیا — جان کا مینے کچھ خطر نہ کیا
کیون بھوین تانتے ہو بندہ نواز — سینہ کو تیر سے سپر نہ کیا

کتنے بندون کو جان سے کھویا
کچھ خدا کا بھی تونے ڈر نہ کیا

آپ سے ہم گذر گئے کب کے
کیا ہے ظاہر مین گو سفر نہ کیا

کونسا دل ہے جسمین خانہ خراب
خانہ آباد تونے گھر نہ کیا

سب کے جوہر نظر مین آئے درد
بے ہنر تونے کچھ ہنر نہ کیا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

رات مجلس مین ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منھ پہ جو دیکھا تو کہین نور نہ تھا

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
مین نے پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

باوجودیکہ یہ وبال نہ تھے آدم کے
وہان پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

پرورش غم کی تری یہان تئین تو کی۔ دیکھا؟
کوئی بھی داغ تھا سینہ مین کہ ناسور نہ تھا

محتسب آج تو میخانہ مین تیرے ہاتھون
دل نہ تھا کوئی کہ شیشہ کی طرح چور نہ تھا

درد کے ملنے سے اے یار برا کیون مانے
اسکو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا

جگ مین کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنسنے مین رو دیا ہوگا

اسنے قصداً بھی میرے نالہ کو
نہ سنا ہوگا گر سنا ہوگا

دیکھئے غم سے اب کے جی میرا
نہ بچے گا بچے گا کیا ہوگا

دل زمانے کے ہاتھ سے سالم
کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا

حال مجھ غم زدے کا جس تس نے
جب سنا ہوگا رو دیا ہوگا

دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہین
کہین غنچہ کوئی کھلا ہوگا

یک بیک نام لے اٹھا میرا
جی مین کیا اسکے آگیا ہوگا

میرے نالون پہ کوئی دنیا مین
لیکن اُسکو اثر خدا جانے
قتل سے میرے وہ جو باز رہا

قطعہ

بن کہئے آہ کم رہا ہوگا
ہوا ہوگا یا ہوا ہوگا
کسی بدخواہ نے کہا ہوگا

دل ہی اسے درد قطرۂ خون تہا
آنسوؤن مین کہین گرا ہوگا

مراجی ہے جب تک تری جستجو ہے
خدا جانے کیا ہوگا انجام اسکا
تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
کیا سیر سب ہمنے گلزار دنیا
کسوکو کسو طرح عزت ہے جگمین
غنیمت ہے یہ دید و اوید یاران

زبان تب تلک ہے یہی گفتگو ہے
مین بے صبر اتنا ہون وہ تند خو ہے
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے
گل دوستی مین عجب رنگ و بو ہے
مجھے اپنے رونے سے ہی آبرو ہے
جہان آنکھ مُندی کئی تین ہون تو ہے

نظر میرے دل کی پڑی درد کس پر
جدہر دیکھتا ہون وہی روبرو ہے

تہمت چند اپنے ذمے دہر چلے
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
کیا ہمین کام ان گلون سے ای صبا
دوستو دیکھا تماشا یہانکا بس
آؤ بس مت جی جلاتب جانئے
شمع کی مانند ہم اُس بزم مین
ڈہونڈتے ہین آپ سے اسکو ترے

جس لئے آئے تہے سو ہم کر چلے
ہم تو اس جینے کے ہاتہون مر چلے
ایک دم آئے ادہر اودہر چلے
تم رہو اب ہم تو اپنے گہر چلے
جب ترا افسون کوئی اُسپر چلے
چشم تر آئے تہے دامن تر چلے
شیخ صاحب چہوڑ گہر باہر چلے

ہم نجانے پائے باہر آپ سے
وہ ہی آڑے آگیا جیدھر چلے

ہم جہان مین آئے تھے تنہا ولے
ساتھ اپنے اب اُسے لیکر چلے

جون شرر ہستی بے بود یہان
بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے

ساقیا یہان لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کسطرف سے آئے تھے کیدھر چلے

ہے غلط گر گمان مین کچھ ہے
تجھ سوا بھی جہان مین کچھ ہے؟

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے
آن مین کچھ ہے آن مین کچھ ہے

لے خبر تیغ یار کہتی ہے
باقی اس نیم جان مین کچھ ہے

ان دنون کچھ عجب ہے دل کا حال
دیکھتا کچھ ہے دھیان مین کچھ ہے

درد تو جو کرے ہے جی کا زیان
فائدہ اس زیان مین کچھ ہے

گلیم بخت سیہ سایہ وار رکھتے ہین
یہی بساط مین ہم خاکسار رکھتے ہین

بسان کاغذ آتش زدہ مرے گلرو
ترے جلے پہنے اور ہی بہار رکھتے ہین

یہ کسنے ہمسے کیا وعدۂ ہم آغوشی
کہ مثل بحر سر اسر کنار رکھتے ہین

ہمیشہ فتح نصیبی ہمین نصیب رہی
جو کچھ کہ اُبھی ہے جی مین سو مار رکھتے ہین

بلا ہے نشۂ دنیا کہ تا قیامت آہ
سب اہل قبر اسی کا خمار رکھتے ہین

جہان کے باغ سے ہم دل سوا پھل پایا
فقط یہی ثمر داغدار رکھتے ہین

اگرچہ دختر رز کے ہے محتسب درپے
جو ہو سو ہو پر اسے اب تو یار رکھتے ہین

ہر ایک شعلۂ غم عشق ہمسے روشن ہے
کہ بیقراری کو ہم برقرار رکھتے ہین

ہمارے پاس ہے کیا جو کرین فدا تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہین

فلک سمجھ تو سہی ہمسے اور گلوگیری
یہ ایک جیب ہے سو تار تار رکھتے ہین

بتون کے جور اُٹھائے ہزار ہا ہمنے
جو اسپہ بھی غلین اختیار رکھتے ہین

بھری ہے آگے جنہون نہین ہوا سے آزادی
حباب واز گلہ بھی اُتار رکھتے ہین

نہ برق ہین نہ شرر ہم نہ شعلۂ سیماب
وہ کچھ ہین پر کہ سدا اضطرار رکھتے ہین

جنہون کے دل مین جگہہ کی ہے نقش حیرت نے
سدا نظر مین وہ لوح مزار رکھتے ہین

ہر ایک سنگ مین ہے تو خوئی بتان پنہان
خنک یہ سب ہین یہ دلمین شرار رکھتے ہین

وہ زندگی کی طرح ایک دم نہین رہتا
اگرچہ درد اُسے ہم ہزار رکھتے ہین

رباعی — پیدا کرے ہر چند تقدس بندا
مشکل ہے کہ حرص سے ہو دل برکندہ
جنت مین بھی اکل و شرب سے نہین ہے نجات
دوزخ کا بہشت مین بھی ہوگا دہندہ

سید محمد میر — سوز

سوز تخلص سید محمد میر نام - وہی شخص ہین جنہین میر تقی[۲۵] نے پاؤ شاعر مانا ہے پرانی دلی مین - قرا دل پورہ ایک محلہ تہا وہان رہتے تہے - مگر اصلی وطن بزرگون کا بخارا تہا - باپ اِن کے سید ضیاء الدین بہت بزرگ شخص تہے - تیر اندازی مین صاحب کمال مشہور تہے - اور حضرت قطب عالم گجراتی کی اولاد مین تہے سوز مرحوم پہلے میر تخلص کرتے تہے - جب میر تقی مرحوم میر کے تخلص سے عالمگیر ہوئے تو اُنہون نے سوز اختیار کیا چنانچہ ایک شعر مین دونو تخلصون کا اشارہ کرتے ہین -

رباعی کے تیسرے مصرع مین - نہیں - دیکر نکلتا ہے - اُس عہد کے شعرا کا عام محاورہ ہے -
[۲۵] دیکھو صفحہ ۲۲۳ - مرصاحب ایک سخن کے بادشاہ تہے جن لفظون نہین چاہا کہدیا مگر بات ٹھیک ہے - دیوان دیکھو - بہتین

کہتے تہے پہلے میر میر تب ذمونی ہزار حیف اب جو کہو ہین سوز سوز یعنے سد اجلا کرو

طرز کلام

جو کچھہ حال انکا بزرگون سے سُنا یا تذکرون مین دیکھا - اُسکی تصدیق انکا کلام کرتا ہے یعنے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبع موزون کے آئینہ کو جسطرح فصاحت نے صفائی سے جلا کی تہی - اسی طرح ظرافت اور خوش طبعی نے اسمین جوہر پیدا کیا تہا - ساتہہ اسکے جسقدر نیکی و نیک ذاتی نے عزت دی تہی - اُس سے زیادہ وسعت اخلاق اور شیرین کلامی نے ہر دل عزیز کیا تہا - اور خاکساری نے سب جوہرون کو زیادہ ترچمکایا تہا - آزادگی کے ساتہہ وضع داری بہی ضرور تہی - جسکا نتیجہ یہ تہا کہ باوجود مفلسی کے ہمیشہ مسند عزت پر صاحب تمکین اور امرا و رؤسا کے پہلو نشین رہے - اور اسی مین معیشت کا گذارہ تہا -

دلی کی مذ

شاہ عالم کے زمانہ مین جب اہل دہلی کی تباہی حد سے گذر گئی تو ۱۱۹۱ھ مین لباس فقر اختیار کیا اور لکھنو چلے گئے - مگر وہان سے ۱۲۱۲ھ مین ناکام مرشد آباد گئے - یہان بہی نصیب نے یاوری نہ کی پہر لکھنؤ مین آئے اب قسمت رجوع ہوئی اور نواب آصف الدولہ ان کے شاگرد ہوئے - چند روز آرام سے نہ گذرے تہے کہ خود دنیا سے گذر گئے - نواب کی غزلون کو دیکھو انہین کا انداز ہے -

صاحب تذکرہ گلزار ابراہیمی لکھتے ہین "اب کہ ۱۱۹۶ھ مین میر موصوف لکھنؤ مین ہین - اب تک ان سید والا تبار سے راقم آثم کی ملاقات نہین ہوئی - مگر اسی برس مین کچھہ اپنے شعر اور چند نفر سے نثر کے اس خاکسار کو بہیجے ہین - میر سوز شخصے بست کہ ہیچکس را از و حلاوتے جز سکوت و اکراہ حاصل نشود - و این نیز قدرت کمال الٰہی ست کہ ہر یکے بلکہ خار و خسے نیست کہ بکار چند بیاید پس اگر منکرے سوال کند کہ ناکارہ محض بیفتاد ست چرا نیست کہ نامش سوختنی است" [۲۵]

حسن خط

خط شفیعا - اور نستعلیق خوب لکھتے تہے - ممالک ایران و خراسان وغیرہ مین قاعدہ ہے - کہ جب شعرا ضروریات سے فارغ ہوتے ہین تو ہم لوگون کی طرح خالی نہین بیٹہتے مشق خط

[۲۵] دو تذکرون مین اس عبارت کو مطابق کیا - کوئی نسخہ مطلب خیز نہ نکلا اسلئے جو کچھہ ملا سید موصوف کا تبرک سمجھکر غنیمت جانا

کیا کرتے ہین - اسیواسطے علے العموم اکثر خوشنویس ہوتے ہین - پہلے یہان بہی یہی دستور تہا اب خوشنویسی تو بالائے طاق بدنویسی پر بہی حرف ہے -

میر موصوف سوار کاری مین شہسوار اور فنون سپاہگری مین ماہر - خصوصاً تیر اندازی مین قدر انداز تہے ورزش کرتے تہے اور طاقتِ خداداد بہی اسقدر تہی کہ ہر ایک شخص اِن کی کمان کو چڑا نہ سکتا تہا - غرض کہ ۱۲۱۳ ہجری مین شہر لکہنؤ مین ۷۰ برس کی عمر مین فوت ہوئے اِن کے بیٹے بہی شاعر تہے - اور باپ کے تخلص کی رعایت سے داغ تخلص کرتے تہے جوانی مین لیسے مرنے کا داغ دیا - اور اِس سے زیادہ افسوس یہ کہ کوئی غزل اُن کی دستیاب نہوئی - خود حسین تہے اور حسنون کے دیکہنے والے تہے آخر غم فراق مین جان دی میر سوز مرحوم کی زبان عجب میٹہی زبان ہے - اور حقیقت مین غزل کی جان ہے - چنانچہ غزلین خود ہی کہے دیتی ہین - اِن کی انشاپردازی کا حسن - تکلف اور صنایعِ مصنوعی سے بالکل پاک ہے - اِس خوشنمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پہول ہری بہری ٹہنی پر کٹورا سا دہرا ہے - اور سبز سبز پتون مین اپنا اصلی جوبن دکہا رہا ہے - جن اہلِ نظر کو خدا نے نظر بازی کی آنکہین دی ہین وہ جانتے ہین کہ ایک حسنِ خداداد کے سامنے ہزارون بناوٹ کے بناؤ سنگار قربان ہوا کرتے ہین - البتہ غزل مین دو تین شعر کے بعد ایک آدہ پرانا لفظ ضرور کہٹک جاتا ہے خیر اُس سے قطع نظر کرنی چاہیئے - ع فکرِ معقول بغرا گلِ بے خار کجاست **غزل** لغت مین عورتون سے باتین چیتین ہین اور اصطلاح مین یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کے ہجر یا وصل کے خیالات کو وسعت دیکر اُس کے بیان سے دل کے ارمان یا غم کا بخار نکالے - اور زبان بہی وہ ہو کہ گویا دو نو آمنے سامنے بیٹہے باتین کر رہے ہین - بس وہ کلام انکا ہے - معشوق کو بجائے جانا کے فقط جان یا میان یا میان جان کہکر خطاب کرنا انکا خاص محاورہ ہے -

مجالسِ رنگین کی بعض مجلسون سے اور ہمارے عہد سے پہلے کے تذکرون سے معلوم ہوتا ہے

کہ انکا کلام صفائی محاورہ اور لطفِ زبان کے باب مین ہمیشہ سے ضرب المثل ہے - ان کے شعر ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے کوئی چاہنے والا اپنے چاہتے عزیز سے بیٹھا باتین کر رہا ہے - وہ اپنی محبت کی باتون کو اس طرح شعر مین باندھتے تھے کہ شعر کی موزونیت کے لئے لفظون کا آگے پیچھے کرنا بھی گوارا نہ سمجھتے تھے - میر تقی کہین کہین ان کے قریب آجاتے ہین پھر بھی بہت فرق ہے - وہ بھی محاورہ خوب باندھتے تھے - مگر فارسی کو بہت نباہتے تھے - اور مضامین بلند لاتے تھے - سودا بہت دور ہین کیونکہ مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے رنگ مین غوطہ دیکر محاورہ مین ترکیب دیتے تھے اور اپنے زورِ شاعری سے لفظون کو پس و پیش کرکے اس بندوبست کے ساتھ جڑتے تھے کہ لطف اسکا دیکھنے ہی سے معلوم ہوتا ہے -

انکی غزل کی توضیح

میر سوز - جیسے سیدھے سیدھے مضمون باندھتے تھے - ویسے ہی آسان آسان طرحین بھی لیتے تھے - بلکہ اکثر ردیف کو چھوڑ کر قافیہ ہی پر اکتفا کرتے تھے - ان کے شعر کا تمام فقط محاورہ کی چاشنی پر ہے - اضافت - تشبیہ - استعارہ - فارسی ترکیبین ان کے کلام مین بہت کم ہین - ان لحاظون سے انہین گویا اردو غزل کا شیخ سعدی کہنا چاہئے اگر اس انداز پر زبان رہتی یعنے فارسی کے رنگین رنگین خیال اسمین داخل نہ ہوتے اور قوتِ بیانی کا مادہ اس مین زیادہ ہوتا تو آج ہمین اسقدر دشواری نہوتی - اب دوہری مشکلین ہین اول یہ کہ رنگین استعارات اور مبالغہ کے خیالات گویا مثل تکیہ کلام کے زبانون پر چڑھ گئے ہین یہ عادت چھڑانی چاہئے - پھر اس مین نئے انداز اور سادہ خیالات کا داخل کرنا چاہئے - کیونکہ سالہا سال سے کہتے کہتے اور سنتے سنتے کہنے والونکی زبان اور سننے والون کے کان اسکے انداز سے ایسے آشنا ہوگئے ہین کہ سادگی مین لطفِ زبان کا حق ادا ہو سکتا ہے نہ سننے والون کو مزا دیتا ہے -

امتیازِ دوم

زیادہ تر سودا نے اور کچھ میر نے اس طریقہ کو بدلا کہ استعارون کو ہندی محاورہ کے ساتھ ملا کر ریختہ متین بنایا - اگر میر و سودا اور ان کی زبان مین فرق بیان کرنا ہو تو یہ کہدو کہ بنسبت عہد

سودا کے دیوان مین اردو کا نوجوان چند سال چھوٹا ہے - اور یہی امر کیا باعتبار مضمون - اور کیا بلحاظ محاورہ قدیم ہر امر مین خیال کرلو - چنانچہ کو کہ علامت مفعول ہے لہو اور کہو کا قافیہ بھی باندھ جاتے تھے - انہون نے سوائے غزل کے اور کچھ نہین کہا - اور اسوقت تک اردو کی شاعری کی اتنی ہی بساط تھی ۱۲ سطر کے صفحہ سے ۳۰۰ صفحہ کا کل دیوان ہے ۲۸۸ سے ۲۸۸ صفحہ غزلیات - ۱۲ صفحہ مین - مثنوی - رباعی - مخمس - باقی واسلام - آغاز مثنوی کا یہ شعر ہے -

دعوے بڑا ہے سوز کو اپنی کلام کا جو غور کیجیے تو ہے کوڑی کے کام کا

نقل ایکدن سودا کے ہان میر سوز تشریف لائے - اُن دنون مین شیخ علی حزین کی غزل کا چرچا تھا جسکا مطلع یہ ہے -

میگر فتیم بجانا سر رہ نگاہے اُو ہم از لطف نہان داشت نگاہے

میر سوز مرحوم نے اپنا مطلع پڑھا -

نہین نکسے ہے میرے دل کی آہ گاہے اے فلک بہر خدا رخصت آہ گاہے

مرزا سنکر بولے کہ میر صاحب بچپن مین ہمارے ہان پتور کی ڈومنیان آیا کرتی تھین - یا تو جب یہ لفظ سُنا تھا یا آج سُنا ہے - میر سوز بچارے ہنسکر چپکے ہو رہے - پھر مرزا نے خود اُسیوقت مطلع کہکر پڑھا -

نہین جن گل ہوس ابر سیاہ گاہے کاہ ہون خشک مین اے برق نگاہے

میان جرأت کی اُن دنون مین ابتدا تھی خود جرأت نکر سکے - ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت! یہ بھی کچھ عرض کیا چاہتے ہین - مرزا نے کہا - کیون بھی کیا؟ - جرأت نے پڑھا -

سر سری اُنسے ملاقات ہے گاہے گاہے صحبت غیر مین گاہے سر راہے گاہے

سب نے تعریف کی اور مرزا موصوف نے بھی تحسین و آفرین کے ساتھ پسند کیا اسی پر ایک اور مطلع

یاد آیا ہے چاہو ظفر کا کہو چاہو ذوق کا سمجھو -

اسطرف بھی تمہین لازم ہے نگاہ گاہے گاہے دمبدم لحظہ بلحظہ نہین گاہے گاہے

تخلص پسند

نقل - کسی شخص نے اُن سے آکر کہا کہ حضرت! ایک شخص آپ کے تخلص پر آج ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ سوز گوز کیا تخلص رکھا ہے ہمین پسند نہین - انہون نے کہنے والے کا نام پوچھا - اُس نے بعد بہت سے انکار اور اصرار کے بتایا - معلوم ہوا کہ شخص موصوف بھی مشاعرہ مین ہمیشہ آتے ہین - میر سوز مرحوم نے کہا خیر کچھ مضائقہ نہین - اب کے صحبت مشاعرہ مین تم مجھسے برسر جلسہ یہی سوال کرنا - چنانچہ اُنہون نے ایسا ہی کیا - اور بآواز بلند پوچھا حضرت آپکا تخلص کیا ہے؟ اُنہون نے فرمایا کہ صاحب قبلہ فقیر نے تخلص تو میر کیا تھا - مگر وہ میر تقی صاحب نے پسند فرمایا فقیر نے خیال کیا کہ اُنکے کمال کے سامنے میرا نام نہ روشن ہو سکیگا ناچار سوز تخلص کیا (شخص مذکور کی طرف اشارہ کرکے کہا) سُنتا ہون یہ صاحب گوز کرتے ہین مشاعرہ مین عجیب قہقہہ اوڑا - لکھنو مین ہزارون آدمی مشاعرہ مین جمع ہوتے تھے - سب کے کان تک آواز نہ گئی تھی - کئی کئی دفعہ کہوا کر سُنا اِدہر شخص موصوف اُدہر میر تقی صاحب دونو چپ بیٹھے سُنا کئے -

شعر خوانی کا انداز

اُنہون نے علاوہ شاعری کے شعر خوانی کا ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا کہ جس سے کلام کا لطف دوچند ہو جاتا تھا - شعر کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود مضمون کی صورت بن جاتی تھی - اور لوگ بھی نقل اُتارتے تھے مگر وہ بات کہان! آواز دردناک تھی - شعر نہایت نرمی اور سوز و گداز سے پڑھتے تھے - اور اُسمین اعضاء سے بھی مدد لیتے تھے - مثلاً شمع کا مضمون باندھتے تو پڑھتے وقت ایک ہاتھ سے شمع اور دوسرے کی اوٹ سے دہین فانوس تیار کرکے بتاتے - بیدماغی یا ناراضی کا مضمون ہوتا تو خود بھی تیوری چڑھا کر دہین بگڑ جاتے - اور تم بھی خیال کرکے دیکھ لو انکے اشعار اپنے پڑھنے کے لئے ضرور حرکات و انداز کے طالب ہین - چنانچہ یہ قطعہ بھی ایک خاص موقع

پر ہوا تہا - اور عجب انداز سے پڑہا گیا -

گئے گہر سے جو ہم اپنے سویرے	سلام اللہ خان صاحب کے ڈیرے
وہان دیکہو کئی طفل پہ ہی رو	ارے رے رے ارے رے رے ارے رے

چوتہا مصرعہ پڑہتے پڑہتے وہین زمین پر گر پڑے گویا پریزادون کو دیکہتے ہی دل بے قابو ہو گیا اور ایسے نڈہال ہوئے کہ ارے رے رے کہتے کہتے غش کہا کر بے ہوش ہو گئے -

ایک غزل مین قطعہ اس انداز سے سنایا تہا کہ سارے مشاعرہ کے لوگ گہبرا کر اٹہہ کہڑے ہوئے تہے -

ادہار سیاہ زلف پیچ کہہ	بتلا دے دل جہان چہپا ہو
گندلی تلے دیکہیو نہ ہو وے	کاٹا نہ ہنسی - ترا برا ہو

پہلے مصرع پہ ڈرتے ڈرتے - بچکر جہجکے - گویا گندلی تلے دیکہنے کو جہجکے ہین - اور جسوقت کہا - کاٹا نہ ہنسی - بس دفعتاً ہاتہ کو چاتی تلے محسوس کر - ایسے بے اختیار لوٹ گئے کہ لوگ گہبرا کر سنبہالنے کو کہڑے ہو گئے (صحیح افعی ہے - محاورہ مین ہنسی کہتے ہین) -

نوازش ایکے شاگرد کا نام ہم لڑکپن مین سنا کرتے تہے اور کچہہ کہتے تہے تو وہ ہی اس انداز مین کہتے تہے - مرزا جب علی سرور صاحب فسانۂ عجائب انکے شاگرد تہے -

مطلع سر دیوان

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ مین لکہتا	بجائے مد بسم اللہ تہ آہ مین لکہتا
محو کو تیرے نہین ہے کچہہ خیال خوب و زشت	ایک ہے اسکو ہوائے دوزخ و باغ بہشت
حاجیو طوف دل مسلمان کرو تو کچہہ ملے	ورنہ کعبہ مین ہمارا ہو گیا بغیر از سنگ و خشت
ناصحا گر یار ہے ہم سے خفا تو تجہہ کو کیا	چین پیشانی ہی ہے اسکی ہماری سرنوشت

سوز نے دامن جو مین پکڑا تو وہ مین چہین کر
کہنے لگا - ان دنون کچہہ زور چل نکلا ہے ہشت

بہادر ہے عشق تیری شوکت و شان
بہائی میرے تو اڑ گئے اوسان

ایک ڈر تھا کہ جی بچے نہ بچے
دوسری غم نے کہائی میری بجان

بس غم یار ایک دن دو دن
اس سے زیادہ نہو جیو مہمان

نہ کہ بیٹھے ہو پاؤن پھیلا کر
اپنے گھر جاؤ خانہ آباد ان

عارضی حسن پر نہ ہو مغرور
میرے پیارے یہ گو ہے یہ میدان

پھر ہے لئے زلف و خال زیر زلف
چار دن تو بھی کھیل لے چوگان

آدر تو اور کچھ کے دو باتین
سوز کہلایا صاحب دیوان

مرا جان جاتا ہے یارو بچا لو
کلیجہ مین کانٹا گڑا ہے نکالو

نہ بہائی۔ مجھے زندگانی نہ بہائی
مجھے مار ڈالو مجھے مار ڈالو

خدا کے لئے میرے اے ہمنشینون
وہ بانکا جو جاتا ہے اسکو بلا لو

اگر وہ خفا ہو کے کچھ گالیان دے
تو دم کہار ہو کچھ نہ بولو نہ چالو

نہ آوے اگر وہ تمہارے کہے سے
تو منت کرو گھیر سے گھیر سے منا لو

کہو ایک بندہ تمہارا مرے ہے
اسے جان کندن سے چلکر بچا لو

جلون کی بری آہ ہوتی ہے پیارے
تم اس سوز کی اپنے حق مین دعا لو

ہوا دل کو مین کہتا کہتا وہ انا
پر اس بے خبر نے کہا کچھ نہ مانا

کوئی دم تو بیٹھے رہو پاس میرے
میان مین بھی چلتا ہون تک کر جانا

مجھے تو تمہاری خوشی چاہئے ہے
تمہین گو ہو منظور میرا کڑھانا

گیا ایکدن اسکے کوچے مین ناگاہ
لگا کہنے چل بھاگ سے پھر نہ آنا

کہان ڈہونڈون ہے ہر کدہر جاؤن یارب
کہین جان کو پاتا نہین ہین ٹہکانا

کہون کس سے حکایت آشنا کی
ستو صاحب یہ باتین ہین خدا کی

دعا دی - تو لگا کہنے کہ دور ہو
سُنی مینے دعا - تیری دعا کی

کہا مینے کہ کچہہ خاطر مین ہوگا
تمہارے ساتہہ جو مینے وفا کی

گریبان مین ذرا منہہ ڈال دیکہو
کہ تمنے اُس وفا برہم سے کیا کی

تو کہتا ہے کہ بس بس چوچ کر بند
وفا لایا ہے وقت تیری وفا کی

عدم سے زندگی لائی تہی بہلا
کہ دنیا جائے ہے اچہی فضا کی

جنازہ دیکہتے ہی سُن ہوا دل
کہ ہے ظالم! وفا کی رہ وفا کی

تجہے ابی سوزؔ کیا مشکل بنی ہے
جو ڈہونڈے ہے سفارش اغنیا کی

کوئی مشکل نہین رہتی ہے مشکل
محبت ہے اگر مشکل کشا کی

دل کے ہاتہون بہت خراب ہوا
جل گیا بل گیا کباب ہوا

اشک آنکہون سے پل نہین تہمتا
کیا بلا دل ہے دلمین آب ہوا

جبکہ نت دیکہتے ہے اب اُن کا
دیکہنا بہی خیال و خواب ہوا

یار اغیار ہوگیا ہیہات
کیا زمانے کا انقلاب ہوا

سارا دیوان زندگی دیکہا
ایک مصرعہ نہ انتخاب ہوا

سوزؔ بیہوش ہوگیا جب سے
تیری صحبت مین باریاب ہوا

عاشق ہوا اسیر ہوا مبتلا ہوا
کیا جانئے کہ دیکہتے ہی دلکو کیا ہوا

سر مشق ظلم تو نے کیا مجھکو واہ واہ
تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

دل تھا بساط مین سو کوئی اُسکو لیگیا
اب کیا کرونگا اے میری اللہ کیا ہوا

پاتا نہین سراغ کرون کسطرف تلاش
دیوانہ دل کدھر کو گیا آہ کیا ہوا

سُنتے ہی سوز کی خبر مرگ خوش ہوا
کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا

آج اس راہ دلربا گذرا
جے پہ کیا جانئے کہ کیا گذرا

آہ ظالم نے کچھ نہ مانی بات
مین تو اپنا سا جے چلا گذرا

اب تو آیا رس خدا کو مان
پچھلا شکوہ تھا سو گیا گذرا

رات کو نیند ہے نہ دن کو چین
ایسے جینے سے اے خدا گذرا

سوز کے قتل پر کمر مت باندھ
ایسا جانا ہے کیا گیا گذرا

یار گر صاحب وفا ہوتا
کیون میان جان کیا مزا ہوتا

ضبط سے میری ہم رہا ہے سرشک
ورنہ ابتک تو بہ گیا ہوتا

جان کے کیا کرون بیان احسان
یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا

روٹھنا تب تجھے مناسب تھا
جو تجھے مین نے کچھ کہا ہوتا

ہان میان جانتا تو میری قدر
جو کہین تیرا دل لگا ہوتا

بلبل کہین نہ جائیو زنہار دیکھنا
اپنے ہی من مین پھولی گی گلزار دیکھنا

نازک ہے دل نہ ٹھیس لگانا اُسے کہین
غم سے بھرا ہے اے میرے غمخوار دیکھنا

شکوہ عبث ہے یار کے جوروں کا ہر گھڑی
غیرون کے ساتھ شوق سے دیدار دیکھنا

سودا کی بات بھول گئی سوز تجھکو حیف
جو کچھ خدا دکھاوے سو لاچار دیکھنا

کچھ کہہ تو قاصد آتا ہے وہ یار
جھوٹے کے منہ میں آگے کہوں کیا

الحمد للہ الحمد للہ
استغفر اللہ استغفر اللہ

یار آتا ہے۔ ترے یار کی ایسی تیسی
آزماتا ہے۔ ترے پیار کی ایسی تیسی

میر محمد تقی میر

میر تخلص محمد تقی نام۔ خلف میر عبد اللہ۔ شرفائے اکبر آباد سے تھے۔ سراج الدین علیخان آرزو۔ زبان فارسی کے معتبر مصنف۔ اور مسلم الثبوت محقق ہندوستان مین تھے۔ گلدار ابراہیمی مین لکھا ہے کہ میر صاحب کا اونسے دور کا رشتہ تھا اور تربیت کی نظر پائی تھی عوام مین اونکے بھانجے مشہور ہین۔ درحقیقت میر عبد اللہ کے تھے مگر اونکی پہلی بی بی سے تھے۔ وہ مرگئین تو خان آرزو کی ہمشیرہ سے شادی کی تھی۔ اسلئے سوتیلے بھانجے ہوئے۔ میر صاحب کو ابتدا سے شعر کا شوق تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد دلی مین آئے اور خان آرزو کے پاس اُنھون نے اور ان کی شاعری نے پرورش پائی۔ مگر خان صاحب حنفی مذہب تھے اور میر صاحب شیعہ۔ اسپر نازک مزاجی غضب۔ غرض کسی مسئلہ پر بگڑ کر الگ ہوگئے۔ بد نظر زمانہ کا دستور ہے کہ جب کسی نیک نام کے دامن شہرت کو ہوا مین اڑتے دیکھتا ہے تو ایک داغ لگا دیتا ہے۔ چنانچہ تذکرہ نشتر عشق مین لکھا ہے کہ خطاب سیادت انہین شاعری

کی درگاہ سے عطا ہوا ۔ کہن سال بزرگون سے یہ بھی سُنا ہے کہ جب اُنہون نے میر تخلص کیا تو اِن کے والد نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو ۔ ایکدن خواہ مخواہ سیّد ہو جاؤ گے اسوقت اُنہون نے خیال نہ کیا ۔ رفتہ رفتہ ہو ہی گئے ۔ سودا کا ایک قطعہ بھی سن رسیدہ لوگون سے سُنا ہے مگر کلیات مین نہین ۔ شاید اِس مین یہی اشارہ ہو ۔

بیٹھے تنور طبع کو جب گرم کر کے میر	کچھ شیر مال سامنے کچھ نان کچھ پنیر

اخیر مین کہتے ہین ۔

میری کے اب تو سارے مصالح ہین مستعد ۔ بٹیا تو گندنا بنے اور آپ کو تھے میر

پھر بھی اتنا کہنا واجب سمجھتا ہون کہ اِن کی مسکینی و غربت اور صبر و قناعت ۔ تقوے و طہارت محضر بنا کر اداے شہادت کرتے ہین کہ سیادت مین شبہہ نہ کرنا چاہئے ۔ اور زمانہ کا کیا ہے ۔ کس کس کو کیا نہین کہتا ۔ اگر وہ سید نہوتے تو خود کیون کہتے ۔

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین ۔ اِس عاشقی مین عزتِ سادات بھی گئی

غرض ہر چند کہ تخلص اُنکا ۔ میر ۔ تھا مگر گنجفۂ سخن کی بازی مین آفتاب ہو کر چمکے ۔ قدردانی نے اُنکی کلام کو جواہر اور موتیون کی نگاہون دیکھا ۔ اور نام کو پھولون کی مہک بنا کر اُڑایا ہندوستان مین یہ بات اِنہی کو نصیب ہوئی ہے کہ مسافر غزلون کو تحفہ کے طور پر شہر سے شہر مین لیجاتے تھے ۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ نحوست اور فلاکت قدیم سے اہل کمال کے سر پر سایہ کیئے ہین ۔ ساتھ اِسکے میر صاحب کی بلند فطری اِس غضب کی تھی کہ دنیا کی کوئی بڑائی ۔ اور کسی شخص کا کمال یا بزرگی اُنہین بڑی نہ دکھائی دیتی تھی ۔ اِس قباحت نے نازک مزاج بنا کر ہمیشہ دنیا کی راحت اور فارغ البالی سے محروم رکھا اور وہ وضعداری اور قناعت کے دھوکے مین اِسے فخر سمجھتے رہے ۔ یہ الفاظ گستاخانہ جو زبان سے نکلے ہین ۔ راقم روسیاہ اِنکی روح پاک سے عفو

قصور چاہتا ہے - لیکن خدا گواہ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا فقط اسلئے ہے کہ جن لوگون کو دنیا مین گزارہ کرنا ہے - وہ دیکھین کہ ایک صاحب جوہر کا جوہر یہ باتین کیونکر خاک مین ملا دیتی ہین - چنانچہ انہین کے حالات و مقالات عنقریب اس بیان کا ثبوت پیش کرتے ہین - اگرچہ دلّی مین شاہ عالم کا دربار - اور امراؤ شرفا کی محفلون مین ادب ہر وقت اُن کے لئے جگہ خالی کرتا تہا - اور اُن کے جوہر کمال - اور نیکی اطوار و اعمال کے سبب سے سب عظمت کرتے تہے - مگر خالی آوابون سے خاندان تو نہین پل سکتے - اور وہان تو خود خزانۂ سلطنت خالی پڑا تہا - اسلئے ۱۱۹۰ھ مین دلّی چہوڑنے پڑی -

جب لکھنؤ چلے تو ساری گاڑی کا کرایہ بہی پاس نہ تہا - ناچار ایک شخص کے ساتہہ شریک ہوگئے اور دلّی کو خدا حافظ کہا - تہوڑی دور آگے چلکر اُس شخص نے کچہہ بات کی - یہ اُس کی طرف سے مُنہہ پہیر کر ہو بیٹہے - کچہہ دیر کے بعد پہر اُس نے بات کی - میر صاحب چین بجبین ہو کر بولے کہ - صاحب قبلہ آپ نے کرایہ دیا ہے - بیشک گاڑی مین بیٹہئے - مگر باتون سے کیا تعلق - اُسنے کہا - حضرت کیا مضائقہ ہے - راہ کا شغل ہے - باتون مین ذرا جی بہلتا ہے - میر صاحب بگڑ کر بولے کہ - خیر - آپ کا شغل ہے - میری زبان خراب ہوتی ہے -

لکھنؤ مین پہنچکر جیسا مسافرون کا دستور ہے - ایک سرا مین اُترے - معلوم ہوا کہ آج یہان ایک جگہہ مشاعرہ ہے - رہ نہ سکے - اُسیوقت غزل لکھی اور مشاعرہ مین جاکر شامل ہوئے - ان کی وضع قدیمانہ - کہڑکی دار پگڑی - پچاس گز کے گہیر کا جامہ - ایک پورا تہان پستولئے کا کمر سے بندہا - ایک رومال پٹہری دار تہہ کیا ہوا اُس مین آویزان - مشروع کا پاجامہ - جسکے عرض کے پائنچے - ناگ پہنی کی انی دار جوتی - جسکی ڈیڑہ بالشت اونچی نوک کمر مین ایک طرف سیف یعنے سیدہی تلوار - دوسری طرف کٹار - ہاتہہ مین

جریب غرض جب داخل محفل ہوئے تو وہ شہر لکھنو - نئے انداز - نئی تراشین - بانکے ٹیڑھے جوان جمع - انہین دیکھ کر سب ہنسنے لگے - میر صاحب بیچارے غریب الوطن - زمانہ کے ہاتھ سے پہلے ہی دل شکستہ تھے - آور بھی دلتنگ ہوئے - اور ایک طرف بیٹھ گئے - شمع انکے سامنے آئی تو پھر سب کی نظر پڑی - اور بعض اشخاص نے پوچھا کہ حضور کا وطن کہان ہے؟ میر صاحب نے یہ قطعہ فی البدیہ کہکر غزل طرحی مین داخل کیا -

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو!	ہمکو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلّی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب	رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے
اُسکو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا	ہم رہنے والے ہین اُسی اجڑے دیار کے

سبکو حال معلوم ہوا - بہت معذرت کی - اور میر صاحب سے عفو تقصیر چاہی - کمال کے طالب تھے صبح ہوتے ہوتے شہر مین مشہور ہوگیا کہ میر صاحب تشریف لائے - رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ مرحوم نے سُنا اور دو سو روپیہ مہینا کر دیا -

عظمت و اعزاز جوہر کمال کے خادم ہین - اگرچہ اُنہون نے لکھنو مین بھی میر صاحب کا ساتھ نہین چھوڑا اگر اُنہون نے بھی بد دماغی اور نازک مزاجی کو جو ان کے ذاتی مصاحب تھے اپنے دم کے ساتھ ہی رکھا - چنانچہ کبھی کبھی نواب کی ملازمت مین جاتے تھے -

نواب آصف الدولہ کی فرمایش

ایک دن نواب مرحوم نے ایک غزل کی فرمایش کی - دوسرے تیسرے دن جو پھر گئے تو پوچھا کہ - میر صاحب! ہماری غزل لائے؟ میر صاحب نے تیوری بدل کر کہا - جناب عالی! مضمون غلام کی جیب مین تو ہرے ہی نہین کہ کل آپنے فرمایش کی آج غزل حاضر کر دے اُس فرشتہ خصال نے کہا - خیر میر صاحب جب طبیعت حاضر ہوگی کہدیجے گا -

میر صاحب کی نازک مزاجی

ایک دن نواب نے بُلا بھیجا - جب پہنچے تو دیکھا کہ نواب حوض کے کنارے کھڑے ہین - ہاتھ مین چھڑی ہے - پانی مین لال سبز مچھلیان تیرتی پھرتی ہین آپ تماشا دیکھ رہے ہین -

میر صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میر صاحب کچھ فرمائیے - میر صاحب نے غزل سنانی شروع کی - نواب سنتے جاتے تھے - اور چہرے کے ساتھ چھیلیون سے بھی کھیلتے جاتے تھے - میر صاحب چین بجبین ہوتے تھے اور ہر شعر پر ٹھہر جاتے تھے - نواب کہے جاتے تھے کہان پڑھیے - آخر چار شعر پڑھکر میر صاحب ٹھیر گئے - اور بولے کہ پڑھون کیا آپ تو چھیلیون سے کھیلتے ہین - متوجہ ہون تو پڑھون - نواب نے کہا جو شعر ہوگا آپ متوجہ کرینگا - میر صاحب کو یہ بات زیادہ تر ناگوار گذری - غزل جیب مین ڈال گھر کو چلے آئے - اور پھر جانا چھوڑ دیا - چند روز کے بعد ایک دن بازار مین چلے جاتے تھے نواب کی سواری سامنے سے آگئی - دیکھتے ہی نہایت محبت سے بولے کہ میر صاحب آپ نے بالکل ہمین چھوڑ دیا - کبھی تشریف بھی نہین لاتے میر صاحب نے کہا بازار مین باتین کرنا آپ شرفا نہین - یہ کیا گفتگو کا موقع ہے - غرض بدستور اپنے گھر مین بیٹھے رہے اور فقر و فاقہ مین گذارہ کرتے رہے - آخر ۱۲۲۵ھ مین فوت ہوئے - اور ستر برس کی عمر پائی - ناسخ نے تاریخ کہی کہ ع واویلا مرد شہ شاعران -

تصنیفات کی تفصیل یہ ہے کہ چھ دیوان غزلون کے ہین - چند صفحے ہین جن مین فارسی کے عمدہ متفرق شعرون پر اردو مصرعہ لگا کر مثلث اور مربع کیا ہے اور یہ ایجاد انکا ہے - رباعیان - مستزاد چند صفحے - ۴ قصیدے منقبت مین اور ایک نواب آصف الدولہ کی تعریف مین - چند مخمس اور ترجیع بند مناقب مین - چند مخمس شکایت زمانہ مین جنسے بعض اشخاص کی ہجو مطلوب ہے - دو واسوخت - ایک ہفت بند ملا حسن کاشی کے طرز پر حضرت شاہ ولایت کے شان مین ہے - بہت سی مثنویان جنکی تفصیل عنقریب واضح ہوتی ہے - تذکرہ نکات الشعرا - شاعران اردو کے حال کا کہ اب بہت کم یاب ہے - ایک رسالہ مسمّی بہ فیض میر - مصحفی اپنے تذکرہ فارسی مین لکھتے ہین "دعوی

شعرِ فارسی ندارد مگر فارسیش ہم کم از ریختہ نیست میگفت کہ سالے ریختہ موقوف کردہ بودم و آن حال دو ہزار شعر گفتہ تدوین کردم۔

رائے غزلون دیوان پر

معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب کو تاریخ گوئی کا شوق نہ تہا۔ علے ہذا القیاس مرثیہ بہی دیوان مین نہین غزلون کے دیوان۔ اگرچہ رطب و یابس سے بہرے ہوئے ہین۔ مگر جو اُن مین انتخاب ہین وہ فصاحت کے عالم مین انتخاب ہین۔ اُردو زبان کے جوہری قدیم سے کہتے آئے ہین۔ ستر اور دو بہتر نشتر ہین۔ باقی میر صاحب کا تبرک ہے۔ لیکن یہ بہتر کی رقم فرضی ہے۔ کیونکہ جب کوئی تڑپتا ہوا شعر پڑہا جاتا ہے۔ تو ہر سخن شناس سے مبالغۂ تعریف مین یہی سُنا جاتا ہے کہ دیکھیے! یہ اُنہین بہتر نشترون مین سے ہے۔ اِنہون نے زبان اور خیالات مین جسقدر فصاحت اور صفائی پیدا کی ہے۔ اُتنا ہی بلاغت کو کم کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ غزل اصول غزلیت کے لحاظ مین سودا سے بہتر ہے۔ اِن کا صاف اور سلجہا ہوا کلام اپنی سادگی مین ایک انداز دکہاتا ہے۔ اور فکر کو بجائے کاہش کے لذت بخشتا ہے۔ اِسیواسطے خواص مین معزز۔ اور عوام مین ہر دل عزیز ہے۔ حقیقت مین یہ انداز میر سوز سے لیا۔ مگر اُن کے ہان فقط باتین ہی باتین تہین۔ اِنہون نے اس مین مضمون داخل کیا۔ اور گہریلو زبان کو متانت کا رنگ دیکر محفل کے قابل کیا۔

بہتر نشتر

قصائد کی کیا کیفیت

چونکہ مطالب کی دقت۔ مضامین کی بلند پروازی۔ الفاظ کی شان و شکوہ۔ بندش کی چستی۔ لازمہ قصائد کا ہے۔ وہ طبیعت کی شگفتگی اور جوش و خروش کا ثمر ہوتا ہے۔ اسیواسطے میر صاحب کے قصیدے کم ہین۔ اور اُسیقدر درجہ مین بہی کم ہین۔ اِنہون نے طالب سخن پر روشن کر دیا ہے کہ قصیدہ اور غزل کے دو میدانون مین دن اور رات کا فرق ہے۔ اور اسی منزل مین آکر سودا اور میر کے کلام کا حال کہلتا ہے۔

امرا کی تعریف مین قصیدہ نہ کہنے کا یہ بہی سبب تہا کہ توکّل اور قناعت۔ اُنہین بندہ کی خوشامد کی

اجازت نہ دیتے تھے - یا خود پسندی اور خود بینی جو انہین اپنے مین آپ غرق کئے دیتی تھی - وہ زبان سے کسی کی تعریف نکلنے نہ دیتے تھے - چنانچہ کہتے ہین اور کیا خوب کہتے ہین -

مجکو دماغ وصف گل و یاسمن نہین	مین جون نسیم باد فروش چمن نہین
کل جا کے ہمنے میر کے در پر سنا جواب	مدت ہوئی کہ یہان وہ غریب الوطن نہین

چند خمس حکایت زمانہ مین بطور شہر آشوب کے کہی ہین اور اُن مین بعض اشخاص کے نام بھی لئے ہین - مگر ایسے کمزور کہے ہین کہ گویا کچھ نہین ہین - یہ سمجھ لو کہ قسام ازل نے اُن کے دسترخوان سے مدح اور قدح کے دو پیالے اُٹھا کر سودا کے ہان دھر دیئے ہین -

واسوخت - دو ہین اور کچھ شک نہین کہ لاجواب ہین - اہل تحقیق نے فغانی یا وحشی کو فارسی مین - اور اُردو مین انہین **واسوخت** کا موجد تسلیم کیا ہے - سینکڑون شاعرون نے واسوخت کہے لیکن خاص خاص محاورون سے قطع نظر کرین تو آجتک اس کوچہ مین میر صاحب کے خیالات و انداز بیان کا جواب نہین -

مناقب مین جو مخمس اور ترجیع بند وغیرہ کہے ہین حقیقت مین حسن اعتقاد کا حق ادا کر دیا ہے - وہ اُنکے صدق دل کی گواہی دیتے ہین -

مثنویان مختلف بحرون مین ہین - جو اصول مثنوی کے ہین وہ میر صاحب کا قدرتی انداز واقع ہوا ہے اسلئے بعض بعض لطف سے خالی نہین - اُن مین **شعلہ عشق** - اور **دریائے عشق** نے اپنی خوبی کا انعام شہرت کے خزانہ سے پایا - مگر افسوس یہ کہ **میر حسن** مرحوم کی مثنوی سے دو نو پیچھے رہین -

جوش عشق مین لطافت اور نزاکت کا جوش ہے مگر مشہور نہوئی **اعجاز عشق** و **خواب و خیال** مختصر ہین اور اُس رتبہ پر نہین پہنچین - **معاملات عشق** اُنسے بڑی ہے مگر رتبہ مین گھٹی ہوئی ہے -

مثنوی شکار نامہ مین نواب آصف الدولہ کے شکار کا اور اُس سفر کا مفصل حال لکھا ہے۔ اگرچہ زبان اچھی نہین مگر کیفیت اور لطفِ محاورہ سے خالی نہین۔ اُسمین جو متفرق غزلین جابجا لگائی ہین وہ عجب لطف دیتی ہین۔

ساقی نامہ

ساقی نامہ بہار یہ لکھا ہے اگرچہ مختصر ہے مگر اعلے درجۂ لطافت و فصاحت پر ہے۔ اِس کے علاوہ بہت سی مختصر مختصر مثنویان ہین۔ ایک مثنوی اپنے مُرغہ کے مرثیہ مین لکھی ہے۔ فرماتے ہین کہ میرا پیارا مرغہ تہا۔ بڑا اصیل تہا۔ بہت خوب تہا۔ اُسپر بلّی نے حملہ کیا۔ مرغہ نے بڑی دلاوری سے مقابلہ کیا۔ اور اخیر کو مارا گیا۔ مثنوی تو جیسی ہے ویسی ہے مگر ایک شعر اُسکے وقت اخر کا نہین بہولتا

مرغہ کا مرثیہ

جُہکا بسوئے قدم سرخرو سِ بیجان کا	زمین پہ تاج گرا ہُدہُد سلیمان کا

مثنوی اپنی بلّی کے حال مین

ایک مثنوی مین کہتے ہین کہ میری ایک بلّی تہی۔ بڑی وفادار تہی۔ بڑی قانع تہی۔ اُس کے بچے نہ جیتے تہے۔ ایک دفعہ ۵ بچے ہوئے۔ پانچون جیسے۔ ۳ بچے لوگ لے گئے۔ دو رہے وہ دونون مادہ تہے۔ ایک کا نام موتی رکہا۔ ایک کا نام مانی۔ موتی ایک میرے دوست کو پسند آئی وہ لیگئے۔ مانی کی مزاج مین مسکینی اور غربت بہت تہی اسلئے فقیر کی رفاقت نہ چہوڑی۔ اُسکے بیان حالات کو بہت طول دیا ہے۔

ایک کُتّا اور ایک بِلّا پالا تہا اُسکی ایک مثنوی لکہی ہے۔

برسات کا سفر

ایک امیر کے ساتہہ سفر مین میرٹہہ تک گئے تہے۔ اسمین برسات کی تکلیف اور رستہ کی مصیبت بہت بیان کی ہے۔ اِس سے یہ بہی قیاس کر سکتے ہین کہ ہمارے ہموطن ہمیشہ سے سفر کو کیسی آفت سمجہتے ہین۔

مثنوی اپنی بکری کے حال مین

ایک بکری پالی۔ اُسکے ۲ تہن تہے۔ بچہ ہوا تو دودہ ایک ہی تہن مین اُترا۔ وہ بہی اتنا تہا کہ بچہ کو پوری نہ پڑتی تہی۔ بازار کا دودہ پلا پلا کر پالا۔ پہر بچہ کی سرزوری اور سرشوری

کی شکایت ہے۔

ایک مثنوی آصف الدولہ مرحوم کی آرایش کتخدائی مین کہی ہے۔ ایک مختصر مثنوی جھوٹ کیطرف سے خطاب کرکے لکھی ہے اور اُسکی بحر مثنوی کے معمولی بحرون سے علیحدہ ہے۔

مثنوی اژدر نامہ کہ اُسکا حال آگے آتا ہے۔ یا اجگر نامہ

ایک مثنوی مختصر برسات کی شکایت مین لکھی ہے۔ گھر کا گرنا اور منہہ برستے مین گھر والون کا نکلنا عجب طور سے بیان کیا ہے۔ اگر خیال کرو تو شاعر کی سوزش طبع کے لئے یہ موقع خوب تہا۔ مگر طبیعت مکان سے بہی پہلے گری ہوئی تہی وہ یہان بہی نہین اُبہری۔ سودا ہوتے تو طوفان اٹھاتے۔

مثنوی تنبیہ الخیال۔ اسمین فن شعر کی عزت و توقیر کو بہت سا طول دیکر کہا ہے کہ پہلے اس فن شریف کو شرفا اختیار کرتے تہے۔ اب پوائج دار ازل بہی شاعر ہوگئے۔ اسمین ایک بزاز کے لونڈے کو بہت خراب کیا ہے۔ اسکے علاوہ کئی اور چہوٹی چہوٹی مثنویان ہین کہ چندان ذکر کے قابل نہین۔

نکات الشعرا شائق شعر کے لئے بہت مفید ہے۔ اُسمین شعرائے اردو کی بہت سی باتین اس زمانہ کے لوگون کے لئے دیکھنے کے قابل ہین۔ مگر وہان بہی اپنا انداز قائم ہے۔ دیباچہ مین فرماتے ہین کہ یہ اُردو کا پہلا تذکرہ ہے[۲۵]۔ اس مین ایک ہزار شاعر کا حال لکھون گا مگر اُن کو نہ لون گا جن کے کلام سے دماغ پریشان ہو۔ ان ہزار مین ایک بیچارہ بہی طعنون اور ملامتون سے نہین بچا۔

ولی۔ کہ بنی نوع شعرا کا آدم ہے اُسکے حق مین فرماتے ہین "وہی شاعریست از

[۲۵] یہ بہی میر صاحب کا دعوے ہے۔ ورنہ اس سے پہلے بہی تذکرے مرتب ہوچکے ہین

شیطان مشہور تر۔ میر خان کمترین[۲۵] ۔ اُسی زمانہ مین ایک قدیمی شاعر دلّی کے تھے اُنہین اس فقرہ پر بڑا غصہ آیا۔ ایک نظم مین اوّل بہت کچھ کہا۔ آخر مین آکر کہتے ہین ۔ ع دلی پر جو سخن لائے اُسے شیطان کہتے ہین ——— یہ تھی مختصر کیفیت میر صاحب کی تصنیفات کی ۔ میر صاحب کی زبان شستہ ۔ کلام صاف ۔ بیان ایسا پاکیزہ ۔ جیسے باتین کرتے ہین ۔ دل کے خیالات کو جو کہ سبکے طبیعتون کے مطابق ہین محاورہ کا رنگ دیکر باتون باتون مین ادا کر دیتے ہین اور زبان مین خدا نے ایسی تاثیر دی ہے کہ وہی باتین ایک مضمون بنجاتے ہین ۔ اسیواسطے اُنمین بنسبت اَور شعرا کے اصلیت کچھ زیادہ قایم رہتی ہے ۔ بلکہ اکثر جگہ یہی معلوم ہوتا ہے گویا نیچر کی تصویر کھینچ رہے ہین ۔ یہی سبب ہے کہ دلون پر اثر بھی زیادہ کرتے ہین ۔ وہ گویا اُردو کے سعدی ہین ۔ ہمارے عاشق مزاج شعرا کی رنگینیان ۔ اور خیالات کی بلند پروازیان ۔ اُنکے مبالغون کے جوش و خروش ۔ سب کو معلوم ہین مگر اسے قسمت کا لکھا سمجھو کہ ان مین سے بھی میر صاحب کو شگفتگی ۔ یا بہار عیش و نشاط ۔ یا کامیابی وصال کا لطف کبھی نصیب نہوا ۔ وہی مصیبت اور قسمت کا غم جو ساتھ لائے تھے اُسکا دکھڑا سناتے چلے گئے ۔ جو آجتک دلون مین اثر اور سینون مین درد پیدا کرتے

عمومی رائے میر صاحب کے کلام پر

حسرت و مایوسی کے خیال

[۲۵] کمترین تخلص ۔ میر خان نام تھا ۔ تخلص مین یہ نکتہ رکھا تھا کہ قوم کے افغان تھے ۔ ترین فرقہ کا نام تھا ۔ کمترین تخلص کیا تھا ۔ بہت سن رسیدہ تھے ۔ شاہ آبرو ۔ اور ناجی کے دیکھنے والون مین تھے ۔ مگر جو تھے طبقہ کے شاعرون مین موجود ہوتے تھے ۔ پرانے سیاہ تھے ۔ کچھ بہت علم بھی نہ تھا ۔ طبقہ اول کے رنگ مین ایہام کے شعر کہتے تھے ۔ خوش مزاج بھی تھے ۔ اور غصیل بھی تھے ۔ اور وقت پر جو سوجھ جاتی تھی اُسمین چوکتے نہ تھے ۔ صاف کہہ بیٹھتے تھے ۔ کوئی اُنکی زبان سے بچا نہین ۔ مگر وہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ علما ۔ شرفا ۔ سب سُنتے تھے اور ہنس ہنس کر برداشت کرتے تھے ۔ وضع بھی دنیا سے نرالی رکھی تھی ۔ ایک بڑی سی گھیر دار پگڑی سر پر باندھتے تھے ۔ لمبا سا دوپٹہ بل دیکر کمر پر لپیٹتے تھے ۔ ایک بلّم ہاتھ مین رکھتے تھے ۔ اپنے اشعار کو میر جعفر مرحوم کی نقل کے کھرچن ہوتے تھے ۔ خود پرچون پر لٹکے کمر مین رکھتے تھے ۔ اُنہون نے جمعہ کو سعد اللہ خانکے چوک کی گذری لگتی تھی ۔ وہان جا کھڑے ہوتے تھے ۔ لڑکے اور شوقین خوش مزاج خاطر خواہ دام دیتے تھے ۔ اور ایک ایک پرچہ خوشی خوشی لیے جاتے تھے ۔

ہین - کیونکہ ایسے مضامین آور شعرا کے لئے خیالی تہے - ان کے حالی تہے - عاشقانہ خیال بہی ناکامی - زار نالی - حسرت مایوسی - ہجر کے لباس مین خرچ ہوئے - ان کا کلام صاف کہدیتا ہے کہ جس دل سے نکلکر آیا ہون وہ غم و درد کا پتلا نہین - حسرت و اندوہ کا جنازہ تہا - ہمیشہ وہی خیالات بسے رہتے تہے - بس - جو دل پر گذرتے تہے - وہی زبان سے کہدیتے تہے - کہ سننے والون کے لئے نشتر کا کام کر جاتے تہے -

ان کی غزلین ہر بحر مین کہین شربت اور کہین شیر و شکر ہین - مگر چہوٹی چہوٹی بحرون مین نقد الحیات بہاتے ہین جو لفظ منہ سے نکلتا ہے - تاثیر مین ڈوبا ہوا نکلتا ہے - مگر یہ بہی بزرگون سے معلوم ہوا کہ شاعرہ یا مرثیہ کی غزلین ایسی ہوتی تہین جیسی کہ اپنی طبزاد طرح مین ہوتی تہین - میر صاحب نے اکثر فارسی کی ترکیبون کو یا ان کے ترجمون کو اردو کی بنیاد مین ڈال کر ریختہ کیا - دیکھو صفحہ ۴۶-۴۷ اور اکثرون کو جون کا تون رکہا - بہت ان مین سے پسند عام کے دربار مین رجسٹری ہوئین - اور بعض نامنظور - معاصرین نے کہین برتا مگر بہت کم چنانچہ فرماتے ہین -

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تہا	پیدا ہر ایک نالہ سے شور نشور تہا
چشم شوق طرف جگہہ ہے دکہاؤ کی	شیر و بقدر یک مژہ تم اس مکان مین
کیا کہئے ہین - عشق کے آپ ہی طرف ہوا	دل نام قطرہ خون یہ ناحق تلف ہوا
دل کہ یک قطرہ خون نہین ہے بیش	ایک عالم کے سر بلا لایا -
ہر دم طرف ہے دل سے مزاج کرخت کا	ٹکڑا میرا جگر ہے کہو سنگ سخت کا
اس کا خرام دیکھ کے جایا نہ جائے گا	اے کبک پہر بحال ہی آیا نہ جائے گا
اپنے ہی دل کو ہو دانشہ تو کیا حاصل قسیم	گو چمن مین غنچہ پژمردہ تجہہ سے کہل گیا
خواہے پیالہ خواہ سبو کر ہمین گلال	ہم اپنی خاک پر تجہے مختار کر چلے

ع حاسی کا محاورہ ہے تو گوئی جگر م پارۂ سنگ سخت است ۱۲

یادِ ایام کہ یہان ترک مشکیبائی تہا
ہر گلی کوچہ مجھے کوچۂ رسوائی تہا

آہ تو کہ یہان سے عاقبت کار جائیگا
یہ قافلہ رہے گا نہ زنہار۔ جائیگا

تصرفات قادر

اسکے علاوہ فارسی کے بعض محاورون اور اُسکی خاص خاص رسمون کا اشارہ بہی کر جاتے تہے کہ انہین بہی پہر کسی نے پسند نہین کیا۔ چنانچہ دیوانہ کو پہول کی چہڑیان مارنے کا ٹوٹکا انہون نے بہی کیا ہے۔ اور داغ جنون بہی دیا ہے۔

جاتی ہے نظر حسن پہ گہ چشم پہ دین
یہان ہمنے پر کاہ بہی بیکار نہ دیکہا

بعض جگہ قادر الکلامی کے تصرف کرکے اپنے زورِ زبان کا جوہر دکہایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین۔

ہر چند ناتوان ہون پر آگیا جو دل مین
دینگے ملا زمین سے تیرا فلک قُلابا

داغ ہے تابان علیہ الرحمہ کا چہاتی پہ مہیر
ہو نجات اُس کی بچارا ہمسے بہی تہا آشنا

ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے
ہمارے عندیہ مین تو ہے وہ پلیت و خبیث

ردیف تا مثناۃ فوقانی کی غزل مین یہ شعر واقع ہوا ہے۔ ایسے تصرفون سے یہ نہین کہہ سکتے کہ انہین اس لفظ کی صحت نہ تہی۔ سمجہنا چاہیئے کہ زبان کے مالک تہے۔ اور محاورہ کو فصاحت پر مقدم سمجہتے تہے۔

اے خوشا حال اُس کا جسکا وہ
حال عمداً تباہ کرتے تہے۔

ہے تزلزل تبون کا کیا معلوم
نکلے پردہ سے کیا خدا معلوم

مین بغیر از خاک مین کب تک ملا کرون
کچہہ ملنے یا نہ ملنے کا تو بہی قرار کر

رہون جا کے مرحضرت یار مین
یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا

کہلا نشی مین جو یکسی کا پیچ اُسکی صبح
سمند ناز کو ایک اور تازیانہ ہوا

آواز ہماری سے نہ رکہ ہم ہین دعا یاد
آویگی بہت ہم سے فقیرون کی صدا یاد

دیکھو صفحہ ۴۰ ۔ ع احمق قتلہ ہی تیکا بچارہ کا مخفف ہے۔ اور ہم سے آشنا تہا بعینہ ترجمہ فارسی محاورہ کا ہے کہ بہ ہمچو ما ما ہمچو شما لیکن اردو مین ہمارا آشنا کہتے ہین ۱۲

سب غلطی رہی بازیٔ طفلانہ کی یکسو
وہ یاد فراموش تھے ہمکو نہ کیا یاد

جز مرتبۂ کل کو حاصل کرے ہے آخر
ایک قطرہ نہ دیکھا جو دریا نہ ہوا ہوگا

ابر اٹھا تھا کعبہ سے اور جھوم پڑا میخانہ پر
بادۂ کشوں کا جھرمٹ ہے گا شیشہ اور پیمانہ پر

کسی شخص نے کہا کہ حضرت - اصل محاورہ فارسی کا ہے - اہل زبان نے ابرِ قبلہ کہا ہے - ابرِ کعبہ نہیں کہا - میر صاحب نے کہا کہ ان قبلہ کا لفظ بھی آسکتا ہے مگر کعبہ سے ذرا مصرع کی ترکیب گرم ہو جاتی ہے - اور یہ سچ فرمایا - جنہیں زبان کا مزا ہے وہی اس لطف کو سمجھتے ہیں - خیال کے لفظ میں جو تصرف میر صاحب نے فرمایا ہے عنقریب واضح ہوگا - اکثر الفاظ ہیں کہ اب مؤنث ہیں - میر صاحب نے انہیں مذکر باندھا ہے -

ملائے خاک میں کس کس طرح کے عالم پنہاں
نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزاروں کا

کل جسکی جان کنی پر سارا جہان تڑپا
آج اُس مریض غم کا ہچکی میں جان تڑپا

احوال خوش اُنہوں کا ہم بزم ہیں جو تیرے
افسوس ہے کہ ہمنے دوران کا نہ بار پایا[1]

بعض جگہ مذکر کو مؤنث بھی کہہ جاتے ہیں -

کیا ظلم ہے اُس خونیٔ عالم کی گلی میں
جب ہم گئے دو چار نئی دیکھیں مزاریں

مثنوی شعلۂ عشق میں کہتے ہیں -

خلق یکجا ہوئی کنارے پر
حشر برپا ہوئی کنارے پر

میر صاحب میانہ قد - لاغر اندام - گندمی رنگ تھے - ہر کام متانت اور آہستگی کے ساتھ - بات بہت کم - وہ بھی آہستہ - آواز میں نرمی اور ملائمت ضعیفی نے ان سب صفتوں کو اور بھی قوی کیا تھا کیونکہ سو برس کی عمر بھی آخر ایک اثر رکھتی ہے - مرزا قتیل متاعرے سے آکر کسی دوست کو خط تحریر کرتے ہیں - اُسمیں جلسہ کے حالات بھی لکھتے ہیں[2] جنجرہ

[1] اسکے علاوہ دیکھو ص ۱۷۷ - [2] دیکھو رقعات قتیل میں رقعہ نمبر ۹۳

میر صاحب باوصف خوشگوئی بدستور بودہ - تمام جسم مبارک ایشان رعشہ داشت - آواز ہم کس نمے شنید - مگر من وخدا کہ غزلہا خوب گفتہ بودند - عادات واطوار نہایت سنجیدہ اور متین اور صلاحیت اور پرہیزگاری نے اُسے عظمت دی تہی - ساتہہ اسکے قناعت اور غیرت حد سے بڑہی ہوئی تہی - اسی کا نتیجہ ہے کہ اطاعت تو درکنار نوکری کے نام کی بہی برداشت نہ رکہتے تہے لیکن زمانہ جسکی حکومت سے کوئی سر نہین اُکسا سکتا اُس کا قانون بالکل اسکے برخلاف ہے - نتیجہ یہ کہ فاقے کرتے تہے - دُکہہ بہرتے تہے - اور اپنی بد دماغی کے سایہ مین دنیا واہل دنیا سے بیزار گہر مین بیٹہے رہتے تہے - ان شکایتون کے جو لوگون مین چرچے تہے - وہ خود بہی اس سے واقف تہے - چنانچہ ایک مخمس شہر آشوب کے مقطع مین کہتے ہین -

بے اعتدالی

حالت تو یہ کہ مجکو غمون سے نہین فراغ	دل سوزش درونی سے جلتا ہے جون چراغ
سینہ تمام چاک ہے سارا جگر ہے داغ	ہے نام مجلسون مین میرا میر بیدماغ

ازبسکہ کم دماغی نے پایا ہے اشتہار

غیرت مزاج اور آزاد طبع

باوجود اسکے اپنے سرمایۂ فصاحت کو دولت لازوال سمجہکر امیر غریب کسی کی پروا نکرتے تہے - بلکہ فقر کو دین کی نعمت تصور کرتے تہے - اور اسی عالم مین معرفت الٰہی پر دل لگاتے تہے - چنانچہ اُنکی اس ثابت قدمی کا وصف کسی زبان سے نہین ادا ہو سکتا کہ اپنی بے نیازی اور بے پروائی کے ساتہہ دنیائے فانی کی مہ بتین جہیلین اور جو اپنی آن تان تہی اُسے لئے دنیا سے چلے گئے - اور جس گردن کو خدا نے بلند پیدا کیا تہا - سید ہا خدا کے ہان لیگئے چند روزہ عیش کے لالچ سے یا مفلسی کے دُکہہ سے اُسے دنیا کے نا اہلون کے سامنے ہرگز نہ جہکایا

خود پسندی

اُنکا کلام کہہ دیتا ہے کہ دلکی کلی اور تیوری کی گرہ کبہی کہلی نہین - باوجود اسکے اپنے ملک خیال کے ایک بلند نظر بادشاہ تہے اور جتنی دنیا کی سختی زیادہ ہوتی - اُسی قدر بلند نظری کا دماغ زیادہ بلند ہوتا تہا سب تذکرے[۲۵] نالان ہین کہ اگر یہ غرور اور بے دماغی فقط اُمرا

[۲۵] دیکہو تذکرۂ حکیم قدرت اللہ خان قاسم مرحوم ۱۲

کے ساتھ ہوتے تو معیوب نہ تھے۔ افسوس یہ ہے کہ اوروں کے کمال بھی انہیں دکھائی نہ دیتے تھے۔ اور یہ امر ایسے شخص کے دامن پر نہایت بدنما دھبا ہے جو کمال کے ساتھ صلاحیت اور نیکوکاری کا خلعت پہنے ہو۔ بزرگوں کی تحریری روایتیں اور تقریری حکایتیں ثابت کرتی ہیں کہ خواجہ حافظ شیرازی اور شیخ سعدی کی غزل پڑھی جاتے تو وہ سر ہلانا گناہ سمجھتے تھے۔ کسی اور کی کیا حقیقت ہے۔ جو اشخاص اُس زمانہ میں قدردانی کے خزانے تھے۔ اُن کے خیالات عالی اور حوصلے بڑے تھے اسلئے بے دماغیاں ان کے جوہر کمال پر زیور معلوم ہوتے ہیں۔ خوش نصیب تھے کہ آج کا زمانہ نہ دیکھا۔

میر قمر الدین منت[1] - دلّی میں ایک شاعر گذرے ہیں کہ علوم رسمی کی قابلیت سے عمائد دربار شاہی میں تھے۔ وہ میر صاحب کے زمانہ میں مبتدی تھے۔ شعر کا شوق بہت تھا اصلاح کے لئے اُردو کی غزل لے گئے۔ میر صاحب نے وطن پوچھا۔ اُنہوں نے سونی پت علاقہ پانی پت بتلایا۔ آپ نے فرمایا کہ۔ سید صاحب۔ اُردو سے مُعلّے خاص دلّی کی زبان ہے۔ آپ اسمیں تکلیف نہ کیجئے۔ اپنی فارسی وارسی کہہ لیا کیجئے۔

سعادت یار خان رنگین نواب طہماسپ بیگ خان قلعدار شاہی کے بیٹے تھے ۱۴-۱۵ برس کی عمر تھی بڑی شان و شوکت سے گئے۔ اور غزل اصلاح کے لئے پیش کی۔ سُنکر کہا کہ صاحب زادے! آپ خود امیر ہیں اور امیر زادے ہیں۔ نیزہ بازی۔ تیراندازی کی کثرت کیجئے۔ شہسواری کی مشق فرمائیے۔ شاعری دل خراشی و جگر سوزی کا کام ہے۔ آپ اسکے درپے نہوں۔ جب اُنہوں نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ آپ کی طبیعت اس فن کے مناسب نہیں۔ یہ آپ کو نہیں آئیگا۔ خواہ مخواہ میری اور اپنی اوقات ضائع کرنی کیا ضرور ہے۔ یہی معاملہ شیخ ناسخ کے ساتھ گذرا۔[2]

دلّی میں میر صاحب نے ایک مثنوی کہی۔ اپنے تئیں اُردو کا مقرر دیا۔ اور شعرائے عصر میں

[1] میر نظام الدین منت اُن کے بیٹے بڑے صاحب کمال اور نامور شاعر تھے۔ ۱۲ [2] دیکھو صفحہ ۲۵۵

سے کسیکو چوہا - کسیکو سانپ - کسیکو بچھو - کسیکو کنکھجورا - وغیرہ وغیرہ ٹھیرایا - ساتھہ اسکے ایک حکایت لکھی کہ دامن کوہ مین ایک خونخوار اژدہا رہتا تہا - جنگل کے حشرات الارض جمع ہوکر اُس سے لڑنے گئے - جب سامنا ہوا تو اژدہے نے ایک ایسا دم بہرا کہ سب فنا ہوگئے - اِس قصیدہ کا نام اجگر نامہ قرار دیا - اور مشاعرہ مین لاکر پڑہا - محمد امان نثار[۲۵] - شاہ حاتم کے شاگردون مین ایک مشّاق موزون طبع تہے - اُنہون نے وہین ایک گوشہ مین بیٹھکر چند شعر کا قطعہ لکہا - اور اُسیوقت سر مشاعرہ پڑہا - چونکہ میر صاحب کی یہ بات کسیکو پسند نہ آئی تہی - اِسلئے اُس قطعہ پر خوب قہقہے اُڑے - اور بڑی واہ واہ ہوئی - اور میر صاحب پر جو گذرتی تہی سو گذری - چنانچہ مقطع قطعہ مذکور کا یہ ہے -

چند بر کرار نے وہ زور بخشا ہے نثار	ایک دم مین دو کرون اژدر کے کلے چیر کر

لکہنو مین کسی نے پوچہا کہ کیون حضرت آج کل شاعر کون کون ہے؟ کہا ایک تو سودا - دوسرا یہ خاکسار ہے اور کچہہ تامّل کرکے کہا - آدہے خواجہ میر درد - کوئی شخص بولا کہ - حضرت! اور میر سوز صاحب؟ چین بجبین ہوکر کہا کہ میر سوز صاحب بہی شاعر ہین؟ اُنہون نے کہا کہ آخر اُستاد نواب آصف الدولہ کے ہین - کہا کہ خیر یہ ہے تو پونے تین سہی - مگر شرفا

پونے تین شا

[۲۵] سعادت اللہ معمار کے بیٹے تہے اور میان اُستا معمار کی اولاد مین تہے جنہون نے دہلی کی جامع مسجد بنوائی تہی - نثار کے بزرگ اور وہ خود عمارت مین کمال رکہتے تہے - نثار شعر بہی خوب کہتے تہے چنانچہ زمینِ سخن مین ریختہ کا دیوانِ ضخیم یادگار چہوڑا ہے - دِلّی آباد تہی تو امرائے شہر کے مکانات اپنے کمال سے مضبوط کرتے تہے - اور عزت سے گذران کرتے تہے - دِلّی تباہ ہوئی تو یہ بہی لکہنو چلے گئے - وہان بہی فن آبائی سے عزت پائی اور ہمیشہ امرا اور رؤسا کی مصاحبت مین زندگی بسر کی - شاہ حاتم کے نامی شاگردون مین تہے - میان رنگین نے بہی مجالس رنگین مین اِنکا ذکر کیا ہے - صاحب دیوان ہین مگر اب دیوان کمیاب ہے - میر صاحب کی اور اُنکی اکثر چہیڑ چہاڑ رہتی تہی -

مین ایسے تخلص ہمنے کبھی نہیں سُنے - میر صاحب کے سامنے مجال کسکی تھی جو کہے کہ - اُن بیچارے نے میر تخلص کیا تھا - وہ آپ نے چھین لیا - ناچار اب اُنھون نے ایسا تخلص اختیار کیا کہ نہ آپ کو پسند آئے نہ آپ اُسے چھینین - دیکھو صفحہ ۲۰۳

لکھنؤ کے چند عمائد و اراکین جمع ہو کر ایکدن آئے کہ میر صاحب سے ملاقات کرین اور اشعار سُنین - دروازہ پر آکر آواز دی لونڈی یا ماما نکلی - حال پوچھکر اندر گئی - ایک بورما لاکر ڈیوڑھی مین بچھایا - اُنھین بٹھایا - اور ایک بڑا ماسا حقہ تازہ کرکے سامنے رکھ گئی - میر صاحب اندر سے تشریف لائے - مزاج پُرسی وغیرہ کے بعد اُنھون نے فرمایشِ اشعار کی - میر صاحب نے اوّل کچھ ٹالا - پھر صاف جواب دیا کہ صاحب جو میرے اشعار آپ کی سمجھ مین نہین آئینگے اگرچہ ناگوار ہوا مگر منظر آداب و اخلاق اُنھون نے اپنی رسائی طبع کا اقرار کیا - اور پھر درخواست کی - اُنھون نے پھر انکار کیا - آخر اُن لوگون نے گران خاطر ہو کر کہا کہ حضرت! انوری و خاقانی کا کلام سمجھتے ہین - آپ کا ارشاد کیون نہ سمجھین گے - میر صاحب نے کہا کہ یہ درست ہے مگر اُن کی شرحین - مصطلحات - اور فرہنگین موجود ہین - اور میرے کلام کے لئے فقط محاورۂ اہل اُردو ہے - یا جامع مسجد کی سیڑھیان اور اُس سے آپ محروم - یہ کہکر ایک شعر پڑھا -

عشق بُرے ہے خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا	دل کا جانا ٹھیر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

اور کہا آپ بموجب اپنی کتابون کے کہین گے کہ خیال کی ی کو ظاہر کرو - پھر کہین گے کہ ی تقطیع مین گرتی ہے - مگر یہان اِس کے سوا جواب نہین کہ محاورہ یہی ہے - جب نواب آصف الدولہ مرگئے سعادت علی خان کا دور ہوا تو دربار جانا چھوڑ چکے تھے - وہان کسی نے طلب نہ کیا - ایک دن نواب کی سواری جاتی تھی - یہ تحسین کی مسجد پر سیڑھیون پر بیٹھے تھے - سواری سامنے آئی - سب اُٹھ کھڑے ہوئے -

میر صاحب اُسیطرح بیٹھے رہے۔ سید انشا خواصے مین تھے۔ نواب نے پوچھا کہ انشا یہ کون شخص ہے؟ جسکی تمکنت نے اُسے اُٹھنے بھی نہ دیا۔ عرض کی جنابعالی یہ وہی گدائے متکبر ہے جسکا ذکر [illegible] مین اکثر آیا ہے۔ گزارے کا وہ حال اور مزاج کا یہ عالم۔ آج بھی فاقہ ہی سے ہوگا۔ [illegible] ادت علیخان نے اگر خلعتِ بحالی اور ایک ہزار روپیہ دعوت کا بھجوایا۔ جب چوبدار لیکر [illegible] ا۔ میر صاحب نے واپس کر دیا اور کہا کہ مسجد مین بھجوائیے یہ گنہگار اتنا محتاج نہین۔ سعا[illegible]ت علیخان جواب سُنکر متعجب ہوئے مصاحبون نے پھر سمجھایا غرض نواب کے حکم سے سید انشا خلعت لیکر گئے اور اپنی طرز پر سمجھایا کہ نہ اپنے حال پر۔ بلکہ عیال پر رحم کیجئے۔ اور بادشاہِ وقت کا ہدیہ ہے۔ اِسے قبول فرمائیے۔ میر صاحب نے کہا کہ صاحب! وہ اپنے ملک کے پادشاہ ہین۔ مین اپنے ملک کا پادشاہ ہون۔ کوئی ناواقف اسطرح پیش آتا تو مجھے شکایت نہ تھی۔ وہ مجھسے واقف میرے حال سے واقف۔ اسپر اتنے دنون کے بعد ایک دس روپیہ کے خدمتگار کے ہاتھ خلعت بھیجا۔ مجھے اپنا فقر و فاقہ قبول ہے مگر یہ ذلت نہین اُٹھائی جاتی۔ سید انشا کی لسانی اور لفاظی کے سامنے کسکی بات پیش جاسکتی۔ میر صاحب نے قبول فرمایا۔ اور دربار مین بھی کبھی جانے لگے۔ نواب سعادت علیخان مرحوم اُنکے ایسی خاطر کرتے تھے کہ اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دیتے تھے۔ اور اپنا پیچوان پینے کو عنایت فرماتے تھے۔

نواب صاحب کیتقد[illegible] کرتے تھے

میر صاحب کو بہت تکلیف مین دیکھکر لکھنؤ کے ایک نواب اُنھین مع عیال اپنے گھر لیگئے اور محلسرا کے پاس ایک معقول مکان رہنے کو دیا۔ کہ نشست کے مکان مین کھڑکیان باغ کی طرف تھین۔ مطلب اِس سے یہی تھا کہ ہر طرح اُن کی طبیعت خوش اور شگفتہ رہے۔ یہ جسدن وہان آکر رہے کھڑکیان بند پڑی تھین۔ کئی برس گذر گئے اُسیطرح بند پڑی رہین۔ کبھی کھول کر باغ کیطرف نہ دیکھا۔ ایک دن کوئی دوست آئے۔ اُنھون نے کہا کہ اِدھر باغ ہے آپ کھڑکیان کھولکر

مصروفیت حیا[illegible] اور عالمِ محویت

کیون نہین بیٹھتے؟ میر صاحب بولے کہ کیا اِدہر باغ بہی ہے؟ اُنہون نے کہا کہ اسی لئے نواب آپ کو یہان لائے ہین کہ جی بہلتا رہے اور دل شگفتہ ہو۔ میر صاحب کے پہٹے پُرانے مسودے غزلون کے پڑے تہے اُنکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ مین تو اس باغ کی فکر مین لیٹ لگا ہوا ہون کہ اُس باغ کی خبر بہی نہین۔ یہ کہکر چپکے ہو رہے۔

کیا محویت ہے! کئی برس گذر جائین۔ پہلو مین باغ ہو۔ اور کہڑکی تک نہ کہولین۔ خیر۔ ثمرہ اِسکا یہ ہوا کہ اُنہون نے دنیا کے باغ کی طرف نہ دیکہا۔ خدا نے اُن کے کلام کو وہ بہار دی کہ سالہا سال گذر گئے۔ آجتک لوگ ورق اُلٹتے ہین اور گلزار سے زیادہ خوش ہوتے ہین۔

اُستاد مرحوم ایک دیرینہ سال شخص کی زبانی بیان کرتے تہے۔ کہ ایک دن میر صاحب کے پاس گئے۔ کھلتے جاڑے تہے۔ بہار کی آمد تہی۔ دیکہا کہ ٹہل رہے ہین۔ چہرہ پر افسردگی کا عالم ہے۔ اور رہ رہکر یہ مصرع پڑہتے ہین۔ ع۔ ایسے ہی دن بہار کے یون ہی گزر گئے۔ یہ سلام کرکے بیٹہہ گئے۔ تہوڑی دیر بعد اُٹہے۔ اور سلام کرکے چلے آئے۔ میر صاحب کو خبر بہی نہ ہوئی۔ خدا جانے دوسرے مصرع کے فکر مین تہے۔ یا اس مصرع کی کیفیت مین محو تہے۔

گورنر جنرل۔ اور اکثر صاحبان عالیشان جب لکہنؤ مین جاتے تو اپنی قدر دانی سے یا اس سبب سے کہ اُنکی میر منشی اپنے علوِ حوصلہ سے ایک صاحب کمال کی تقریب واجب سمجہتے تہے۔ میر صاحب کو ملاقات کے لئے بلاتے۔ مگر یہ پہلو تہی کرتے اور کہتے کہ مجہ سے جو کوئی ملتا ہے تو یا مجہ فقیر کے خاندان کے خیال سے یا میرے کلام کے سبب سے ملتا ہے۔ صاحب کو خاندان سے غرض نہین۔ میرا کلام سمجہتے نہین۔ البتہ کچہ انعام دینگے۔ ایسی ملاقات سے ذلت کے سوا کیا حاصل۔

نزاکت طبع

محلہ کے بازار مین عطار کی دکان تہی - آپ بہی کبہی کبہی اُسکی دکان پر جا بیٹہتے تہے - اسکا نوجوان لڑکا بہت بناؤ سنگار کرتا رہتا تہا - میر صاحب کو بُرا معلوم ہوتا تہا - اسپر فرماتے ہین -

کیفیتین عطار کے لونڈے مین بہت ہین
اِس نسخہ کی کوئی نہ رہی ہمکو دوا یاد

بقا کے شعر سے توارد -

کسی وقت طبیعت شگفتہ ہوگئی ہوگی - جو فرماتے ہین -

میر کیا سادے ہین بیمار ہوئے جسکے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہین

اِسی عہد مین بقاء اللہ خان بقا نے دو شعر کہے -

ان آنکہون کا نت گریہ دستور ہے
سیلاب سے آنکہون کے رہتی ہین خرابی مین

دوآبہ جہان مین یہہ مشہور ہے
گڑی جو میرے دلکی بستی ہین دوآبے مین

میر صاحب نے خدا جانے سنکر کہا یا توارد ہوا -

وہی دن گئے کہ آنکہین دریا سے بہتیان تہین
سو کہا پڑا ہے اب تو مدت سے یہہ دوآبہ

اسپر بقا نے بگڑ کر یہہ قطعہ کہا -

میرے گر تیرا مضمون دوآبے کا لیا
یا خدا میری آنکہون کو دوآبہ کر دے

ای بقا تو بہی دعا دے جو دعا دینی ہو
اور بینی کا یہہ عالم ہو کہ تر بینی ہو

لیکن میر صاحب نے اسی کوچہ مین ایک مضمون اور نکالا ہے کہ وہ سب سے الگ ہے -

مین راہ عشق مین تو آگے ہی دو دلا تھا
پر پیچ پیش آیا قسمت سے یہہ دوراہا

بقا نے اور مضامین بہی میر صاحب کے باب مین صرف کئے ہین انہین سے ایک قطعہ ہے -

میر صاحب پہر اس سے کیا بہتر
لیکے دیوان پکارتے پہرئے

اِس مین ہووے جو نام شاعر کا
ہر گلی کوچہ کام شاعر کا

توبہ زاہد کی توبہ تلی ہے
بگڑی اپنی سنبہالئے گا میر

چلے بیٹہے تو شیخ چلی ہے
اور بستی نہین یہہ دلی ہے

۳۵ - دیکہو بقا کا حال صفحہ ۱۵۷ مین -

کسی اُستاد کا شعر فارسی ہے ۔

بہ گردِ تربتم امشب ہجومِ بلبل بود	اگر چراغ مزارم زروغنِ گل بود

میر صاحب کے شعر مین بھی اِس رنگ کا مضمون ہے مگر خوب بندھا ہے ۔

جائے روغن دیا کرے ہے عشق	خون بلبل چراغ مین گل کے

شیخ سعدی کا شعر ہے ۔

دوستان منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم	باید اول بہ تو گفتن کہ چنین خوب چرائی
چاہنے کا بھی یہ خوبان جو دھرتے ہین گناہ	اُنسے بھی پوچھو کوئی تم اتنے کیوں پیارے ہوئے
دست خواہم زد بدامانِ سکندر روزِ حشر	شوخ لیلی زادہ ام زار شکِ مجنون کردہ است
دیکھ آئینہ کو یار ہوا محو ناز کا	خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا
زندگی بر گردنم افتاد بیدل چارہ نیست	شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن
گوشہ گیری اپنے بس مین ہے نہ ہے آوارگی	کیا کرین اے میر صاحب بندگی بیچارگی

محمد امان نثار ۔ میر صاحب کے شعرون پر ہمیشہ شعر کہا کرتے تھے ۔ اُن کا شعر ہے

ہم آگے ہی سمجھے تھے وہ گھر کو سدھاریگے	جس وقت گجر باجا تھا مرا ٹھکانا تھا
بہوؤن تئین تم جسدم سیج نکلے تھے ایک چرا	اُسدن ہی تمہین دیکھے ماتھا مرا ٹھنکا تھا

اکثر اشعار مین میر اور مرزا کے مضمون لڑ گئے ہین ۔ اِس رتبہ کے شاعرون کو کون کہہ سکتا ہے کہ سرقہ کیا ۔ دوسرے ایک عہد تھا ۔ ایک شہر تھا ۔ اُسیوقت غُل مچتا دیکھو صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۴ و ۲۲۴ ان دونون بزرگون کے کلام مین چشمکین ہوتی تھین ۔ چنانچہ مرزا فرماتے ہین ۔

نہ پڑھیو یہ غزل سودا تو ہرگز میر کے آگے	وہ ان طرزون سے کیا واقف وہ انداز کیا سمجھے
سودا تو اِس غزل کو غزل در غزل ہی لکھ	ہونا ہے تجھکو میر سے اُستاد کیطرف

[۱] دیکھو صفحہ ۲۲۳ [۲] یعنی جسدن تم بہوؤن تک جھکا ہوا بانکا چیرا باندھ کر نکلتے تھے اُسدن ہم سمجھ گئے کہ اب

میر صاحب فرماتے ہین۔

طرف ہونا میرا مشکل ہے میرا اس شعر کو فن مین | یہ ہین سودا کبھی ہوتا ہے سو جاہل کیا جانے

مرزا رفیع سودا - خواجہ میر درد - مرزا جان جانان مظہر - قائم - یقین وغیرہ ان کے ہمعصر ہے اور مصحفی - جرات اور میر انشا اللہ خان نے آخر عہد مین ظہور کیا۔

میر صاحب کے بیٹے لکھنو مین ملے تھے - باپ کے برابر نہ تھے - مگر بدنصیبی مین فرزند خلف تھے - ایک پیر مرد بے پروا مستغنی المزاج تھے - میر عسکری نام - میر کلو مشہور تھے عرش تخلص تھا - خود شاعر صاحب دیوان تھے - اور چند شاگرد بھی تھے - ایک شعر انکی غزل مشاعرہ کا لکھنو مین زبان زد خاص و عام ہے۔

آسیا کہتی ہے ہر صبح باواز بلند | رزق سے بہتا ہے رزاق دہن چکی

میر صاحب کی غزلین

برقع کو اٹھا چہرہ سے وہ بت اگر آوے | اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

اے ناقۂ لیلی دو قدم راہ غلط کر | مجنون نہ خود رفتہ کبھو راہ پر آوے

ٹک بعد میرے میرے طرفدارون کہنے تو | کوئی بھیجو ظالم کہ تسلی تو کر آوے

کیا ظرف ہے گردون تناک حوصلہ کا جو
آشوب فغان کے مرے عہدے سے برآوے

لیکن نہین آرام دے بیتابی جگر کی | جب تک پلک پر کوئی ٹکڑا نظر آوے

مت ممتحن باغ ہو اے غیرت گلزار | گل کیا کہ جسے آگے ترے بات کر آوے

کھلنے مین تیرے منہ کی کلی پھاڑے گریبان | ہلنے مین ترے ہونٹون کے گلبرگ تر آوے

ہم آپ سے جاتے رہے ہین ذوق خبر مین | اے جان طلب آمدہ تا خبر آوے

کہتے ہین تری کوچہ سے میر آنے کہو ہے
جب جائے وہ خانہ خراب اپنے گھر آوے

ہو جی مین غزل در غزل اے طبع یہ کہیو
شاید کہ نظیری کے بھی عہدے پہ آوے

جب نام ترا لیجیے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنیکو کہان سے جگر آوے

تلوار کا بھی مارا خدا رکھے ہے ظالم
یہ تو ہو کوئی گور غریبان مین در آوے

میخانہ وہ منظر ہے کہ ہر صبح جہان شیخ
دیوار پہ خورشید کا مستی سے سر آوے

کیا جانین وہ مرغان گرفتار چمن کو
جن تک کہ بصد ناز نسیم سحر آوے

تو صبح قدم رنجہ کرے تک تو ہے ورنہ
کسواسطے عاشق کی شب غم بسر آوے

ہر سو سر تسلیم رکھے صید حرم ہین
وہ صید فگن تیغ بکف تا کدھر آوے

دیوار و نسے سر مارتے پھرنیکا گیا وقت
اب تو ہے مگر آپ کبھو در سے آوے

واعظ نہین کیفیت میخانہ سے آگاہ
یک جرعہ بدل ورنہ یہ مندیل دھر آوے

صناع ہین سب خوار از انجملہ ہین بھی
ہے عیب بڑا اسمین جسے کچھ ہنر آوے

آہ وہ کہ تو بیٹھا ہے سر راہ پہ زنہار
کہیو جو کبھو میر بلاکش ادھر آوے

مت دست محبت مین قدم رکھ کہ خضر کو
ہر گام پہ اس رہ مین سفر سے حذر آوے

کوفت سے جان لب پر آئی ہے
ہمنے کیا چوٹ دل پہ کھائی ہے

لکھتے رقعہ لکھے گئے دفتر
شوق نے بات کیا بڑھائی ہے

آرزو اس بلند بالا کی
کیا بلا میرے سر پہ لائی ہے

دیدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

ہے تصنع کہ لعل ہین وہ لب
لینے ایک بات سی بنائی ہے

۲۵ امیر خسرو کا شعر ہے ؎ ہرنا ہوان صحرا مرخور نہادہ برکف ٭ بامید این کہ روزے بہ شکار خواہی آمد ۔

دل سے نزدیک اور اتنا دور
کسیے اُسکو کچھ آشنائی ہے

بے ستون کیا ہے کوہکن کیسا
عشق کی زور آزمائی ہے

جس مرض مین کہ جان جاتی ہو
دلبرون ہی کی وہ جدائی ہے

یان ہوئے خاک سے برابر ہم
وہان وہی ناز و خودنمائی ہے

ایسا موتے ہے زندگی جاوید
رفتۂ یار تہا جب آئی ہے

مرگِ مجنون سے عقل گم ہے میر
کیا دِوانے نے موت پائی ہے

کبھی مین جان بلب تہے ہم دور سے بتان سے
آئے ہین پھر کے یارو ابکے خدا کے یان سے

تصویر کے سے طائر خاموش رہتے ہین ہم
جی کچھ اُچٹ گیا ہے اب نالہ و فغان سے

جب کوندتی ہے بجلی تب جانب گلستان
رکھتی ہے چھیڑ میری خاشاک آشیان سے

کیا خوبی اُسکے مُنہ کی لے غنچے نقل کریے
تو تو نہ بول ظالم بُو آتی ہے دہان سے [۲۵]

آنکھون ہی مین رہے ہو دل سے نہین گئے ہو
حیران ہون یہ شوخی آئی تمہین کہان سے

سبزانِ باغ سارے دیکھے ہوئے ہین اپنے
دلچسپ کا ہیکو ہین اُس بیوفا جوان سے

کی اُشت و شو بدن کی جسدن بہت سے اُٹھے
دھوئے ہین ہاتھ مینے اُسدن سے اپنی جان سے

خاموشی ہی مین ہمنے دیکھی ہے مصلحت اب
ہر ایک سے حال دل کا قدرت کہا زبان سے

اتنی ہی بدمزاجی ہر لحظہ میر تمکو
الجھا ہے زمین سے جھگڑا ہے آسمان سے

اے نکیلے یہ تہی کہان کی ادا؟
کُب گئی جی مین تیری بانکی ادا

جادو کرتے ہین ایک نگاہ کے بیچ
ہائے رے چشمِ دلبران کی ادا

بات کہنے مین گالیان دے ہے
مُنتظر ہو میرے بدزبان کی ادا

۲۵ میر سوز مرحوم نے بھی یہ مضمون خوب باندھا ہے ؎ دھوئی کیا تہا گل نے اُس رخ سے رنگ دبوکا - ماہین صبا نے دہو لین شبنم نے منہ مین تہوکا +

دل چلے جائے ہین خرام کے ساتھ
دیکھی چلنے مین اُن بتان کی ادا

خاک مین ملکے میر ہم سمجھے
بے ادائی تھی آسمان کی ادا

سخن مشتاق ہے عالم ہمارا
بہت عالم کرے گا غم ہمارا

پڑھینگے شعر درد لوگ بیٹھے
رہے گا دیر تک ماتم ہمارا

ہمین ہے مرجع آدم اگر خاک
کدھر جاتا ہے قدِ خم ہمارا

زمین و آسمان زیر و زبر ہین
نہین کم حشر سے اودھم ہمارا

کسو کے بال برہم دیکھتے میر
ہوا ہے کام دل برہم ہمارا

جان[۲۵] اپنا جو ہم نے مارا تھا
کچھ ہمارا اسی مین وارا تھا

کون لیتا تھا نام مجنون کا
جبکہ عہدِ جنون ہمارا تھا

کوہ و فرہاد سے کہین آگے
سر مرا اور سنگِ خارا تھا

ہم تو تھے محو دوستی اُس کے
گو کہ دشمن جہان ہمارا تھا

لطف سے پوچھتا تھا ہر کوئی
جب تلک لطف کچھ تمہارا تھا

آستان کی کسو کے خاک ہوا
آسمان کا بھی کیا ستارہ تھا

یاؤن چھاتی پہ میر سر رکھ چلنا
یان کبھو اُسکا یون گذارہ تھا

موسمِ گل مین ہم نہ چھوٹے حیف
گشت تھا دید تھا نظارہ تھا

اُسکے ابرو جو ٹک جھکے ادھر
قتل کا تیغ سے اشارہ تھا

عشق بازی مین کیا موئے مین میر
آگے ہی بھی اُنھون نے مارا تھا

[۲۵] اوس زمین اکثر استاد جان کو ذکر کرتے تھے۔

آیا ہے ابر جب کا قبلہ سے تیرا تیرا
مستی کے ذوق مین ہین آنکھین بہت سی خیرا

خجلت سے اُن لبون کی پانی ہو بہ چلے ہین
قند و نبات کا بھی نکلا ہے خوب شیرا

مجنون نے حوصلے سے دیوانگی نہین کی
جاگہہ سے اپنی جانا اپنا نہین وتیرا

اُس راہ زن سے ملکر دل کیونکے کہو نہ بیٹھین
انداز و ناز اُچکے غمزہ اُٹھائی گیرا

کیا کم ہے ہولناکی صحراے عاشقی کی
شیرون کو اسجگہہ پر ہوتا ہے قصر پیرا

آئینہ کو بھی دیکھو پر ٹک اِدھر بھی دیکھو
حیران چشم عاشق دیکھے ہے جیسے ہیرا

نیت پہ سب بنا ہے یان مسجد اک پڑی تھی
پیر مغان مُوا سو اُسکا بنا خلیرا

ہمراہ خون تلک ہو ٹک پاؤنکے چھوئے سے
ایسا گناہ مجھسے وہ کیا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لوہو سینہ جو اُن کا چیرا

مت صبح و شام تو پئے ایذائے میر ہو
ایسا نہو کہ کام ہی اُس کا اخیر ہو

ہو کوئی بادشاہ کوئی یان وزیر ہو
اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو

جنت کی منت اُنکے دماغون سے کب اُٹھے
خاک رہ اُسکی جنکے کفن کا عبیر ہو

کیا لوآب و تاب سے ہو بیٹھین کار عشق
سو کہو جگر کا خون تو روان جوئے شیر ہو

چھاتی قفس مین داغ سے ہو کیون نہ رشک باغ
جوش بہار تھا کہ ہم آئے اسیر ہو

یان برگ گل اُڑاتے ہین پر کالۂ جگر
جا عندلیب تو نہ مری ہم صفیر ہو

اُسکے خیال خط مین کسی یان دماغ حرف
کرتی ہے بے مزہ جو قلم کی صریر ہو

زنہار اپنی آنکھ مین آتا نہین وہ صید
پھوٹا دو سار جسکے جگر کا نہ تیر ہو

ہوتے ہین میکدے کے جوان شیخ جی بُرے
پیر در گذر یہ کرتے نہین گو کہ پیر ہو

کسطرح آہ خاک مذلت سے مین اُٹھون
اُفتادہ تر جو مجھسے مرا دستگیر ہو

ے یہ اور کئی شعر مندرجہ انکے دیوانون مین دیکھو اسیطرح لکھے تھے اسلئے حرف بحرف لکھے گئے۔

حد سے زیادہ جور و ستم خوشنما نہین
ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو

دم بھر نہ ٹھیرے دلمین نہ آنکھونمین ایک پل
اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو

ایسا ہی اُسکے گھر کو بھی آباد دیکھیو
جس خان و مان خراب کا یہ دل مشیر ہو

تسکینِ دل کیواسطے ہر کم بغل کے پاس
انصاف کرئے کب تئین مخلص حقیر ہو

ایک وقتِ خاص حق مین مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صاحب قبلہ فقیر ہو

دل پر خون کی ایک گلابی ہے
عمر بھر ہم رہے شرابی سے

جی ڈہا جاے ہے سحر سے آج
رات گذرے گی کس خرابی سے

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اُسکی آنکھون کی نیم خوابی سے

مرقع اُٹھتے ہی چاند سا نکلا
داغ ہون اُسکی بیحجابی سے

کام تھے عشق مین بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

دل عجب شہر تھا خیالون کا
لوٹا مارا ہے حسن والون کا

جی کو جنجال دلکو ہے الجھاؤ
یار کے حلقہ حلقہ بالون کا

موئے دلبر سے مشکبو ہے نسیم
حال خوش اُسکے خستہ حالونکا

نہ کہا کچھ نہ آپھرا نہ ملا
کیا جواب اُن مرے سوالونکا

دم نہ لے اُسکی زلفون کا مارا
میر کاٹا جئے نہ کالون کا

ہے غزل میر یہ شفائی کی
ہمنے بھی طبع آزمائی کی

اُسکے ایفائے عہد تک نہ جیے
عمر نے ہمسے بیوفائی کی

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

اسی تقریب اُس گلی مین رہے
منتین ہین شکستہ پائی کی

دلمین اُس شوخ کی نہ کی تاثیر
آہ نے آہ نارسائی کی

زور و زر کچھ نہ تھا تو باری میر
کس بھروسے پہ آشنائی کی

ہو گئی شہر شہر رسوائی
اے مری موت تو بھلی آئی

یک بیابان برگ صورت برگ
مجھ پہ ہے بیکسی و تنہائی

نہ کھینچ تجھ سے ایک جا نقاش
اُسکی تصویر وہ ہے ہرجائی

سر رکھون اُسکے پاؤن پر لیکن
دست قدرت مین کہان پائی

میر جب سو گیا ہے دل تب سے
مین تو کچھ ہو گیا ہون سودائی

اہلی شیرازی کے شعر پر مصرع لگا کر مثلث کا ایجاد اپنی زبان مین دکھاتے ہین۔

کل تک تو فریبندہ ملاقات تھی پہلی

امروز یقین شد کہ نداری سر اہلی
بیچارہ ز لطف تو بدل داشت گمان ہا

کیا کہوں مین عاشق و معشوق کا راز و نیاز

ناقہ را میراند لیلی سوئے خلوت گاہ ناز
ساربان در رہ حدی میخواند و مجنون میگریست

ایک مثلث سید انشا کا یاد آگیا۔ کیا خوب مصرع لگایا ہے۔

اگرچہ سینکڑون اُسجا پہ تھے کھڑے زن و مرد

نشد قتیل دلیکن کہ یک کس از سر درد
سر ہر نعش من خستہ جان بجنباند

مربع پانچوین دیوان مین ہے

؎ آتش نے بھی خوب کہا ہے ؎ آنکھین نہین ہین چہرہ پہ تیرے فقیر کے + دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کے لئے +

جو اسے قاصد وہ پوچھے میر بھی ادھر کو چلتا تھا؟	تو کہیو جب چلا تھا میں تب اُسکا دم نکلتا تھا
سدا افسوس بیتابی سے تھا کل قتل میں میرے	تڑپتا تھا ادھر میں۔ یار اودھر ہاتھ ملتا تھا

مربع فارسی پر

سکندر ہے نہ دارا ہے نہ کسرا ہے نہ قیصر ہے	یہ بیت المال ملک بیوفا بے وارثا گھر ہے
نہ در جانم ہوا باقی نہ اندر دل ہوس ماندہ	بیا ساقی کہ این ویرانہ از بسیار کس ماندہ

خاتمہ

رات آخر ہو گئی مگر جلسہ جما ہوا ہے اور وہ سماں بندھ رہا ہے کہ ہر دل سے صدا آتی ہے ع

یا الٰہی تا قیامت بر نیاید آفتاب

اِس شاعرہ کے شعرا کا کچھ شمار نہیں۔ خدا جانے یہ کتنے ہیں۔ اور آسمان پر تارے کتنے ہیں سُننے والے ایسے مشتاق۔ کہ شمع پر شمع پانی ہوتی ہے مگر اُنکے شوق کا شعلہ دھیما نہیں ہوتا یہی آواز چلی آتی ہے کہ

ساقیا یہاں لگ رہا ہے چل چلاؤ	جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

آزاد۔ بہولتے ہو؟ دلوں کی نبض کس نے پائی ہے؟ جانتے نہیں کہ دفعۃً اُکتا جاتے ہیں پھر ایسے گھبرا جاتے ہیں کہ ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔ بس اب باقی داستان فردا شب ایلو صبح ہو گئی طول کلام کو ملتوی کرو۔

عزیزو دستِ سخن ہو دیا کہ سوتے ہو	اُٹھو اُٹھو کہ بس اب سر پہ آفتاب آیا

چوتھا دور

تمہید

قہقہون کی آوازین آتی ہین - دیکھنا اہل مشاعرہ آن پہنچے - یہہ کچھہ اور لوگ ہین ع
اِنکا آنا غضب کا آنا ہے * ایسے زندہ دل اور شوخ طبع ہونگے کہ جنکی شوخی اور طراریِ طبع
بارِ متانت سے ذرا نہ دبے گی - اتنا ہنسین اور ہنسائینگے کہ مُنہہ تہک جائینگے - مگر نہ ترقی
کے قدم آگے بڑہائینگے - نہ اگلی عمارتون کو بلند اوٹھائینگے - اُنہین کوٹھون پر کود قہقہانے
پہرینگے - ایک مکان کو دوسرے مکان سے سجائینگے - اور ہر شے کو رنگ بدل بدل کر دکہائینگے
وہی پھول عطر مین بسائینگے - کبھی ہار بنائینگے کبھی طُرّے سجائینگے - کبھی اُنہین کو پھولون
کی گیندین بنا لائینگے اور وہ گُلبازی کرینگے کہ ہولی کی جلسے گرد ہو جائینگے - اِن خوش نصیبون
کو زمانہ بھی اچہا ملیگا - ایسے قدردان ہاتھ آئینگے کہ ایک ایک پھول اِنکا چمن زعفران
کے مول بکے گا -

اس دور مین میان رنگین سب سے نئے گلدستے بنا کر لائے اور اہل جلسہ کے سامنے سجائے یعنے
ریختہ مین سے ریختی نکالی - ہم ضرور کہتے کہ ہندوستان کی عاشقانہ شاعری نے اپنے
اصل پر رجوع کی - لیکن چونکہ پہلی کلام کی بنیاد اصلیت پر تھی اور اسکی بنیاد فقط یارون
کے ہنسنے ہنسانے پر ہے اسلئے سوائے تمسخر کے اور کچھہ نہین کہہ سکتے - بلکہ اگر لکھنؤ کے قیصر باغ
اور وہان کے معاملات کی تخم ریزی دیوان رنگین اور دیوان سید انشا کو کہین تو کچھہ
بدگمانی یا تہمت مین داخل نہین - اگرچہ اصل ایجاد میان رنگین کا ہے مگر سید انشا نے
بھی اسکو کچھہ زیادہ ہی سگہڑاپا دکہایا ہے -

اِن صاحب کمالون کے عہد مین صدہا باتین بزرگون کی متروک ہوگئین - پھر بھی جسقدر باقی ہین وہ اشعارِ مفصلۂ ذیل سے معلوم ہونگی - البتہ شیخ مصحفی کے بعض الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہین بزرگون کی میراث سے محبت زیادہ ہے - سید انشا - اور جرات نے اِنمین سے بہت کچھ چھوڑ دیا - مگر - نت - ٹک - انکھڑیان - زور (بینے بت) بے تکلف بولتی ہین اور - واچھڑے - بہتیرے - جھکڑا - اجی - سید موصوف کا انداز خاص ہے - ہان انہون نے کلام کا انداز ایسا رکھا ہے کہ جو چاہتے ہین سو کہہ جاتے ہین نہین معلوم ہوتا کہ انکا روزمرہ بھی ہے یا مصنوعی ہین کرتے ہین بہرحال چند شعر لکھتا ہون جنسے معلوم ہو کہ اُسوقت تک کیا کیا قدیمی محاورے باقی تھے جو اب متروک ہین اور باقی الفاظ اِن بزرگون کی غزلون سے معلوم ہونگے جو اِنکے حال کے بعد لکھی گئی ہین چنانچہ شیخ مصحفی کہتے ہین

اودامن اوٹھا کے جا نوالے	ٹک ہمکو بھی خاک سے اوٹھا لے
تربت پہ میری پائے حنائی نہ رکھ میان	کر رحم اب تو قبر مین آتش فشان نہو
شب ہجر صحرائے ظلمات نکلی	مین جب آنکھہ کھولی بہت رات نکلی
تو اے مصحفی اب تو گرم سخن ہو	شب آئین دراز اور بہت رات نکلی
دل میری سوک مین مت کر تو برادر میلا	یہان سمجھہ جاتے ہین ہوتا ہے جو تیور میلا
ہے لطف سیر شب ماہ اُن حسینون مین	جنہون کے رہتی ہے انشان جنی جبینون مین

انہون کو صاحب خرمن بھی سمجھتے ہین
جو مصحفی کے ہین کہلاتے خوشہ چینون مین

باغبان ہے مجھے کیا کام تیری گلشن سے	ہرتے پھرتے کبھی امید ہر بھی مین آجاتا ہون
ہون تو گھڑی پون کی مثل حباب	لیکن آب و ہوا کے ہاتھ مین ہون
تم جو پوچھو ہو سدا حال رقیبان ہے	یہہ ہنسی خوب نہین اے گل خندان ہے

حیران سی جو نگاہین رہجاتیان ہین تیری
کیا آنکہین آرسی سے شرماتیان ہین تیری

اُس گل کی باغ مین جو حنا نے چلائی بات[۲۵]
غنچہ نے مسکرا کے کہا ہمنے پائی بات

شہرت بزیر آسمان رکہتی تھی حاتم کی سخا
اُسکا نہین ملتا نشان کیا جانے وہ کیدہر گئی

تن کے نشیمن سی سفر دشوار اُسی آیا نظر
سو بار جانِ مضطرب اید ہر گئی اودہر گئی

ناسور داغِ سینہ کو ماءُ الحیات اپنا سمجہہ
تن خاک کا بہرڈہیر ہے کجلا جو یہہ اشک گر گئی

گویا زمین کربلا تھی قتل گاہ عاشقان
جو بدلی آئی اسطرف یاران بچشم تر گئی

بکہیر دی جو وہ زلفون کو اپنی مکہڑی پر
تو ماری شرم کے آئی ہوئی گہٹا پہر جائے

مصحفی نظمِ غزل مین ہی یہہ کسکا مقدور
جو جو طرزین کہ ہم ایجاد کیا کرتے ہین

نرگس نے گل کی دید کو آنکہین جو کہولیان
کچہہ جی مین جو سمجہہ گئین کلیان نہ بولیان

دہشت نے حیلہ جو ہے رکہانت مسیح کو
آخر نہ پٹیان میری زخمون کی کہولیان

مین ہی جانون ہون جو کچہہ مجہسی ادائین کی ہین
تیری آنکہون نی جفائین سی جفائین کی ہین

کیا روٹھ گیا مجہسے میرا یار اب آہے
کیون آنکہہ ملاتا وہ نہین کچہہ تو سبب ہی

نہ تیرے حسن کے دن اور نہ بہارین وہ رہین
نہ وہ جالی نہ وہ محرم نہ ازارین وہ رہین

منہہ نہ کہولے کبہی گہر آکے میری حوریون نے
جب تلک بیٹہی رہین رونٹ ہی ہی وہ رہین

تیرے بن ہمنی نہ دیکہا کبہی پریون کیطرف
گو خط و خال کو نت اپنے سنوارے وہ رہین

دم شماری ہی اب انجام ریاکاری شیخ
نہ وہ تسبیح کے دانے نہ شمارین وہ رہین

ملگئے خاک مین کیا کیا نہ دفینان بزرگ
نہ وہ لوحین نہ مجمر نہ مزارین وہ رہین

ای خوشا حال انہون کا کہ جو کوچہ مین تیرے
خاک پنڈی پہ ملے بیٹہے ہین آسن مارے

[۲۵] بات چلائی - وہی آمد و مہ والی بات ہے

اور سید انشا اللہ خان کہتے ہین

دشتِ جنون مین اے ولے ویلا
سونے نہ پائے ٹک پاؤن پھیلا

انکھڑیان سرخ ہوگئین جیسے
دیکھہ لیجے کمال بوسہ کا

ٹک آنکھہ ملاتے ہی کیا کام ہمارا
تسپر یہہ غضب پوچھتے ہو نام ہمارا

ایک چھوڑا نہ زندہ جان تو نے
ٹھور رکھا سبھونکو ہان تو نے

بہلہ رے یہہ دماغ سمجھا ہے
آپ کو شاخِ زعفران تو نے

جو ہو تہہ اپنے سبزہ کا گھوڑا لگا
تو سلفے کا اور اسپہ کوڑا لگا

اجی چشم بد دور نام خدا
تمہین کیا بھلا سرخ جوڑا لگا

چہرہ مریض غم کا تیرے زرد ہی سوہے
عیسے کہنے دوا نہ رہی درد ہی ہوہے

نکل کے وادی وحشت سے دیکھہ اے مجنون
کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقہ لیلا

ہے نام خدا واچھڑی کچھہ زور تماشا
یہہ آپ کی رنگت

گات ایسی غضب قہر پھبن اور جھکڑا
اللہ کی قدرت

اور جرات کہتے ہین

نالۂ موزون سے مصرع آہ کا چسپان ہوا
زور یہہ مطلع میرا سر دفتر دیوان ہوا

جنہون کے نامے پہنچتے ہین یار تک ذرا
انہین کا کاش کہ جرات بھی نامہ بر ہوتا

وہ ایک تو ہے بہبوکا سا تسپہ اے جرات
اکڑا تکڑا ہے قیامت ہے بانکپن کی سی

دیکھنا ٹک یاد ہین ہمکو بھی کیا عیاریان
تیری خاطر کرتے ہین غیرون کی خاطرداریان

بہ گیا جون شمع تن سارا اگر اچھا ہوا
نت کے رونے سے چھٹی اے چشم تر اچھا ہوا

سبھی انعام نت پاتے ہین اے شیرین ہم تجھسے
کبھی تو ایک بوسہ سے ہمارا منہہ بھی میٹھا کر

جبر اسکو نہین کرنا کوئی
کہ میان! مفت ہے مرنا کوئی

کسی گل کے لئے تم آپ گل ہو گل نہ کہا ہو جی
ابھی ننھا کلیجا ہے نہ داغ اسکو لگاؤ جی

قطعہ

آتشِ عشق کو سینہ مین عبث بھڑکایا
اب کہو کھینچون ہون مین آہِ شرربار کہ تو

کل واقفِ کار اپنے سے کہتا تھا وہ یہہ بات
جرأت کے جو گھر رات کو مہمان گئے ہم

کیا جانئے کمبخت نے کیا ہمپہ کیا سحر
جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

تم اور کسی شہر چلے ہو تو بس اپنے
عالم ہی وہ نظرون مین نہین ہمارے نگر کا

یا ہم ہی نہین ہین یا نہین غیر
اودھر کو جو تو نظر کرے گا

ہر دم جو اپنے سامنے وہ گلعذار ہے
جیدھر کو آنکھ اٹھاتے ہین باغ و بہار ہے

کھینچ کر آہ جو مین ہاتھ جگر پر رکھا
دامن اُسنے بھی اوٹھا دیدۂ تر پر رکھا

تھی میری شکل کل اُس بن یہہ گلستان بیچ
جیسے بیٹھے خفقانی کوئی زندان کے بیچ

لے چلے غیر کو گھر اپنے بلا سین سے تم
انکھڑیون سے کبھی یون ہم کو اشارہ نہوا

جس بہ نت تیغ کھچی اور سدا جور رہے
تو ہی انصاف کر اب کیونکہ وہ ٹھہور رہے

جرأت یہہ غزل سُن کر بہ تغیر قوانی
تکلیف سخن گوئی کی دی پھیر کسی نے

اِس غزل مین ایک غزل تو اور جرأت پڑھ سنا
زور ہی لذت ہمین تو دی تیری اشعار نے

یار کا آستان پایا ہے
زور دل نے مکان پایا ہے

شیخ قلندر بخش جرأت

جرأت تخلص - شیخ قلندر بخش مشہور - اصلی نام بھیجو امان تھا - اکبرآبادی مشہور ہین مگر باپ اِنکے حافظ امان - خاص[۲۵] دلی کے رہنے والے تھے - ہر تذکرہ مین لکھا ہے کہ اِنکے خاندان کا سلسلہ رای امان محمد شاہی سے ملتا ہے - اور امان کا لفظ اکبری زمانہ سے

[۲۵] رای مان کا کوچہ دلی کے چاندنی چوک مین انہین کے نام سے مشہور رہا -

انکے خاندان کے ناموں کا خلعت چلا آتا ہے۔ حکیم قدرت اللہ خان قاسم فرماتے ہیں کہ انکے بزرگ دربار شاہی میں دربانی کی خدمت رکھتے تھے۔ **لطیفہ** بزرگوں کا قول سچ ہے کہ اگر کسی کے والدین اور بزرگوں کی لیاقت اور حیثیت دریافت کرنی ہو تو اُسکے نام کو دیکھ لو۔ یعنے جیسی لیاقت ہوگی ویسا ہی نام رکھیں گے۔ حقیقت حال یہہ ہے کہ راے امان محمد شاہی عہد میں دربان تھے اگرچہ اُس زمانہ کے دربان بھی آج کل کے بڑے بڑے عہدہ داروں سے بہتر ہوتے تھے مگر زیادہ تر وجہ شہرت کی یہہ ہوئی کہ جسوقت نادر شاہ نے قتل عام کا حکم دیا تو بعض اشخاص نے ننگ و ناموس کا پاس کرکے جان کا خیال نہ کیا اور اپنے اپنے گھر کا بندوبست رکھا نادری سپاہی جب وہاں پہنچے تو تلوار کا تلوار سے جواب دیا۔ اسمیں طرفین سے جانیں ضایع ہوئیں۔ اسکے بعد جب نادری مقتولوں کی اور اُنکے اسباب قتل کی تحقیقات ہوئی تو وہ لوگ پکڑے آئے۔ اُنمیں راے امان بھی تھا چنانچہ شال بٹکوں سے اُنکے گلے گھونٹے اور مار ڈالا[۲۰]۔

جرأت۔ میاں جعفر علی حسرت[۱] کے شاگرد تھے۔ علاوہ فن شاعری کے نجوم میں ماہر تھے اور موسیقی کا بھی شوق رکھتے تھے۔ چنانچہ ستار خوب بجاتے تھے۔ اول نواب محبت خان خلف حافظ رحمت خان نواب بریلی کے سرکار میں نوکر ہوئے۔ میر انشا اللہ خان کی اور انکی صحبتیں بہت گرم رہتی تھیں چنانچہ حسب حال یہہ شعر کہتا تھا

بسکہ گلچین تھے سدا عشق کے ہم بستان کے ہوئے نوکر بھی تو نواب محبت خان کے

۱۲۱۵ھ میں لکھنؤ پہنچے اور مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں ملازم ہوئے۔ ایکدفعہ تنخواہ کو دیر ہوئی۔ حسن طلب میں ایک غزل کا مقطع لکھا۔

جرأت اب بند ہے تنخواہ تو کہتے ہیں یہہ ہم کہ خدا دیوے نہ جبتک تو سلیمان کب دے

[۱] دیکھو نادر نامہ عبدالکریم۔ [۲] حسرت بھی نامی شاعر تھے مگر اصلی پیشہ عطاری تھا۔ دیوان موجود ہے پہلی مرتبہ کا دار آثار۔ مرزا رفیع نے اسمیں ہم شان میں فرمایا کہ آپ کا سلسلہ [illegible] ہمدانہ کا آندھی ہے اور اڑا دیتی ہے [illegible]

فارسی کی ضرب المثل ہے - تا خدا ندہد سلیمان کے دہد - میان جُرأت کی حال مین بلکہ
ساری کتاب مین افسوس کی بات ہے تو یہہ ہی کہ عین جوانی مین آنکھون سے معذور
ہوگئے - بعض کہتے ہین کہ یہہ حادثہ چیچک سے ہوا مگر استاد مرحوم نے ایکدن فرمایا کہ
بہتی زمانہ کی دو آنکھین ہین لیکی کی آنکھہ نے اِنکے کمال کو بڑی قدر دانی سے دیکھا
بدی کی آنکھہ نہ دیکھہ سکی - اور ایک بدنما داغ اُنکے دامن پر دکھایا - مشہور کرتے
ہین کہ پہلے وہ اصلی اندہے نہ تھے بعض ضرور لوگون سے کہ شوخیِ عمر کا مقتضے ہے
خود اندہے بنے - رفتہ رفتہ اندہے ہی ہوگئے - (تفصیل اجمال بہ عبرت احوال)
بزرگون کا قول ہے کہ شرافت و نجابت غریبی پر عاشق ہے - دولت اور نجابت آسمان
سوکن ہے - یہہ حق ہے اور سبب اسکا یہہ ہے کہ شرافت کے اصول و آئین غریبون
ہی سے خوب نبہتے ہین - اِمارت آئی قیامت آئی - دولت آئی شامت آئی - میان
جرأت کی خوش مزاجی - لطیفہ گوئی - مسخراپن کی حد سے گذری ہوئی تھی - اور
ہندستان کے امیرون کو نہ اس سے ضروری کوئی کام - نہ اِس سے زیادہ کوئی نعمت ہے
کہتے ہین مرزا قتیل - سید انشا کا - اور انکا یہہ حال تھا کہ گہر مین رہنے نہ پاتے تھے
آج ایک امیر کے ہان ہین - دوسرے دن دوسرے امیر آئے - سوار کیا اور ساتھہ لیگئے
۴ ۵ دن وہان رہے - کوئی اور نواب آئے - وہانسے وہ لیگئے - جہان جائین -
آرام و آسایش سے زیادہ عیش کے سامان موجود - رات دن قہقہے اور چہچہے - ایک
بیگم صاحب نے گہر مین اِنکی چٹکلے اور نقلین سُنین - بہت خوش ہوئین اور نواب صاحب
سے کہا کہ ہم بہی باتین سُنین گے - گہر مین لاکر کہانا کہلاؤ - پردے یا چلمنین چٹ گئین
اندر وہ بیٹہین باہر یہہ بیٹہے - چند روز کے بعد خاص خاص بی بیون کا برائے نام پردہ
رہا - باقی گہر والے سامنے پہرنے لگے - رفتہ رفتہ یگانگی کی یہہ نوبت ہوئی کہ آپ ہی باتین

کیونکر آنکھون سے معذور ہوگئے

تفصیل اجمال بہ عبرت احوال

رہنے لگین - گہر مین کوئی دادا نانا - کوئی ماموں چچا کہتا - شیخ صاحب کی آنکھین دکھنی آئین - چند روز ضعف بصر کا بہانہ کرکے ظاہر کیا کہ آنکھین معذور ہوگئین - مطلب یہہ تہا کہ اہل حسن کو دیدار سے آنکھین سکہہ پائین - چنانچہ بے تکلف گہر مین جانے لگے اب پردہ کی ضرورت کیا - یہہ بہی قاعدہ ہے کہ میان بیوی جس مہمان کی بہت خاطر کرتے ہین - نوکر اُس سے جلنے لگتے ہین - ایک دن دوپہر کو سوکر اُٹہے شیخ صاحب نے لونڈی سے کہا کہ بڑی آفتابے مین پانی بہر لا - لونڈی نہ بولی - اُنہون نے پہر پکارا - اُسنے کہا کہ بیوی جا حضور مین لیگئی ہین انکے مُنہہ سے نکل گیا کہ غضب دوانی ہوئی ہے - سامنے تو رکھا ہے - دیتی کیون نہین - بیوی دوسرے دالان مین تہین - لونڈی گئی اور کہا کہ وُہی بیوی یہہ مُوا کہتا ہے کہ وہ بندہ اندہا ہے یہہ تو خاصہ سُنجکہا ہے - ابہی میرے ساتہہ یہہ واردات گذری - اُسوقت یہہ راز کہلا مگر اسمین شبہہ نہین کہ آخر آنکہون کو رو بیٹہے ؎

مزن فالِ بد کاور دحالِ بد مبادا کسی کو زند فالِ بد

جرأت اگرچہ علومِ تحصیلی مین ناتمام تہے - بلکہ زبان عربی سے ناواقف تہے لیکن اس کوچہ کے رستون سے خوب واقف تہے - اور طبع موزون طوطی و بلبل کی طرح ساتہہ لائے تہے - آخرِ عمر تک لکہنؤ مین رہے اور وہین ۱۲۲۵ ہجری مین فوت ہوئے شیخ ناسخ نے تاریخ کہی -

جب میان جرأت کا باغ دہر سے	گلشنِ فردوس کو جانا ہوا		
مصرعِ تاریخ ناسخ نے کہا	ہائے ہندستان کا شاعر مُوا ۱۲۲۵		

کلام ہر جگہہ زبان پر ہے - دیوان تلاش سے مل جاتا ہے اُسمین ہر طرح کی غزلین ہین رباعیان - چند مخمس - واسوخت - چند ہجوین - اور تاریخین ہین - دیوان مین طب

یا بس بہت نہین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو اُستادون کے طریقے پائے ہین اُنہین سلیقہ سے
کام مین لائے ہین۔ اُسپر کثرتِ مشق نے صفائی کا رنگ دیا ہے کہ سب کوتاہیون کا پردہ ہوگیا
اور اِنہین خود صاحب طرز مشہور کردیا۔ اِنکی نکتہ یابی اور سخن فہمی کی بڑی دلیل یہہ ہے کہ قصیدہ
وغیرہ اقسامِ شعر پر ہاتھہ نہ ڈالا۔ بلکہ زبان فارسی کی طرف خیال بھی نہین کیا مناسب
طبع دیکھکر غزل کو اختیار کیا اور اُمرا اور ارباب نشاط کی صحبت نے اُسے اور بھی چمکایا۔
اُنہون نے بالکل میر کے طریقے کو لیا۔ مگر اُسکی فصاحت و سادگی پر ایک شوخی اور بانکپن
کا انداز ایسا بڑھایا جس سے پسندِ عام نے شہرتِ دوام کا فرمان دیا۔ عوام مین کمال کی دھوم
مچ گئی۔ اور خواص حیران رہ گئے۔ اِنکی طرز اِنہین کا ایجاد ہے۔ اور آج تک اِنہین کے لئے
خاص ہے۔ جیسی اُسوقت مقبول خلایق تھی آج تک ویسی ہی چلی آتی ہین خصوصیت اُسمین
یہہ ہے کہ فصاحت اور محاورہ کی جان ہے۔ فقط حُسن و عشق کے معاملات ہین۔ اور عاشق
و معشوق کے خیالات گویا اُسمین شراب ناب کا سُرور پیدا کرتے ہین۔ اُنکی طبیعت غزل
کے لئے عین مناسب واقع ہوئی تھی۔ حریف۔ ظریف۔ خوش طبع عاشق مزاج تھے۔
البتہ استعدادِ علمی اور کاوشِ فکری۔ شاعری کا جزِ اعظم ہے اِنکی طبیعت بجائے
محنت پسند ہونے کے عشرت پسند تھی۔ تعجب یہہ ہے کہ زمانہ نے شکر خوری کو شکر دیکر تمام
عمر قدردان اور نازبردار امیرون مین بسر کردی۔ جہان رات دن اسکے سوا اور چرچا
ہی نہ تھا۔ اگر اُنکی طبیعت مین یہہ باتین نہ ہوتین اور وہ استعدادِ علمی سے طبیعت
مین زور اور فکر مین قوتِ غور پیدا کرتے تو اِتنا ضرور ہے کہ اصنافِ سخن پر قادر
ہوجاتے مگر پھر یہہ لُطف اور شوخیان کہان۔ بلبل مین شوریدہ مزاجی نہوتی تو یہہ
چہچہے کب ہوتے۔ نہین گلہائے بہاری تمہاری ہوا پر ہوتے تو فصل بہار کے مزے کب
ہوتے۔ بات یہہ ہے کہ طبیعت مین تیزی اور طرّاری تھی مگر نزلے کا زور اور طرف

قصیدہ نہ ڈالا

غزل مین

جاگرا تھا یہی سبب ہے کہ کلام مین بلند پروازی۔ لفظون مین شان شکوہ اور معنون مین دقت نہین۔ جسنے قصیدہ تک نہ پہنچنے دیا اور غزل کے کوچہ مین لا ڈالا۔ اُس عالم مین جو جو باتین اُسپر اور اُنکے دلپر گذرتی تہین سو کہہ دیتے تہے۔ مگر ایسی کہتے تھے کہ ابتک دل پھڑک اُٹھتے ہین۔ مشاعرہ مین غزل پڑہتے تھے تو جلسے کے جلسے لوٹ لوٹ جاتے تہے۔ سید انشا باوجود بعض و کمال رنگا رنگ کی بہروپ بدلکر مشاعرہ مین دہوم دہام کرتے تہے۔ وہ شخص فقط اپنی سیدہی سادہی غزل مین وہ بات حاصل کر لیتا تھا۔

مرزا محمد تقی خان ترقی کے مکان پر مشاعرہ ہوتا تھا۔ اور تمام امرائے نامی و شعرائے گرامی جمع ہوتے تہے۔ میر تقی مرحوم بھی آتے تہے۔ ایک دفعہ جرأت نے غزل پڑہی۔ اور غزل بھی وہ ہوئی کہ تعریفوں کے غل سے شعر تک سنائی نہ دیئے۔ میان جرأت بانو اُس جوش سرور مین جو کہ اس حالت مین انسان کو سرشار کر دیتا ہے۔ باشوخی مزاج سے میر صاحب کے چہیڑنے کے ارادہ سے ایک شاگرد کا ہاتھ پکڑکے اُنکے پاس آکر بیٹھے اور کہا کہ حضرت! اگرچہ آپ کے سامنے غزل پڑہنی بے ادبی اور بے حیائی ہے مگر خیر اس بیہودہ گوئی کی آپ نے سماعت فرمائی؟ میر صاحب تیوری چڑہا کر چپکے ہو رہے جرأت نے پہر کہا۔ میر صاحب کچہہ ہون ہان کرکے پہر ٹال گئے جب انہون نے یہ تکرار کیا تو میر صاحب نے جو الفاظ فرمائے وہ یہہ ہین کیفیت اسکی یہہ ہے کہ تم شعر تو کہہ نہین جانتے ہو اپنی چوما چاٹی کہہ لیا کرو۔ میر صاحب مرحوم شاعرون کو ابو الآبا تھے کیسے ہی الفاظ مین فرمائین مگر جوہری کامل تھے جواہر کو خوب پرکہا۔ اسمین کچہہ شبہہ نہین کہ عاشق و معشوق کی رازو نیاز اور حسن و عشق کے معاملون کو جس شوخی اور چوچلے سے اُنہون نے برتا ہے وہ انہین کا حصہ تہا۔ آج تک دوسرے کو نصیب نہین ہوا۔ میر اور سودا کی غزلون پر اکثر غزلین لکہی ہین۔ اُنکی کلام ملوک الکلام تہے مگر یہہ اپنی شوخی

سے جو لطف پیدا کر جاتے ہین تڑپھا جاتے ہین -

برقع کو اوٹھا چہرہ سے وہ بت اگر آئے	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے	میر
اس دل کی تفِ آہ سے کب شعلہ برآئے	بجلی کو دمِ سرد سے جسکے حذر آئے	سودا
ہرگز نہ مرادِ دلِ معشوق برآئے	یارب نہ شبِ وصل کی پیچھے سحر آئے	مصحفی
اُس پردہ نشین سے کوئی کسطرح برآئے	جو خواب مین بھی آئے تو منہہ ڈھانک کر آئے	جرأت
ناقصِ کل صفا کیش سے مطلب برآئے	جو کور ہو عینک سے اُسے کیا نظر آئے	ذوق بعالم نوجوا
فردوس مین ذکر اوس لبِ شیریں کا کر آئے	پانی دہنِ چشمہ کوثر مین بھر آئے	
اب کر کے فراموش تو ناشاد کروگے	پر ہم جو نہ ہونگے تو بہت یاد کروگے	میر
جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے	یہہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے	سودا
ہے کسکا جگر جسپہ یہہ بیداد کروگے	لو ہم تمہین دل دیتے ہین کیا یاد کروگے	جرأت
مدعی مجھکو کھڑے صاف برا کہتے ہین	چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین	میر
تو نے سودا کو تئین قتل کیا کہتے ہین	یہہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین	سودا
آئینہ رخ کو تیرے اہلِ صفا کہتے ہین	اسپہ دل اٹکے ہے میرا اسے کیا کہتے ہین	جرأت

سودا کا ایک مطلع مشہور ہے - استاد مرحوم اُسپر جرأت کا مطلع پڑھا کرتے تھے - ایک مصرع یاد ہے دوسرا بھول گیا - اب سارا دیوان چھان مارا - نہین ملتا - معلوم ہوتا ہے کہ زبان بزبان یہان تک آپہنچا وہان دیوان مین نہ درج ہوا - ناسخ اور آتش کے اکثر اشعار کا یہی حال ہے - معتبر اشخاص کی زبانی سُن چکا ہون جو خود اُنکے مشاعرون مین شامل ہوتے تھے مگر دیوانون مین وہ اشعار نہین ملتے - استاد مرحوم کے صدہا شعرون کا حال راقم آثم جانتا ہے کہ خود یاد ہین یا ایک دو زبانون پر ہین یہہ رہین تو فراموشی کا مال ہے کارساز کریم اُنکے مجموعہ کو بھی تکمیل کو پہنچائے - سودا کا مطلع ہے -

کہہ دیکھہ تو ستم سے ستیغ تو دہر دے
پیارے یہہ ہمین سے ہو ہرکاری دہر دے

پہلا مصرع یاد نہین دوسرا حاضر ہے
ہر شہر ہی دہر رسمی ہرکاری دہر دے

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا

چمن مین صبح جو اس جنگجو کا نام لیا
صبا نے تیغ کا موج روان سے کام لیا

پاس جا بیٹھا جو مین کل اک تیری ہمنے
رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا
جمال یار نے منہ اسکا خوب لال کیا

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار تھپیڑا اُنکو اسکا لال کیا

جو تیغ یار نے خونریزی کا خیال کیا
تو عاشقون نے بھی منہ اسکا خوب لال کیا

طائر شہرت نے ابھی پر پرواز نہ نکالے تھے جو مرزا رفیع اور میر سوز کے جلسہ مین ایک لطیفہ ہوا دیکھو صفحہ ۲۰۰ سچ ہے شاعر اپنی شاعری ما کے پیٹ سے لیکر نکلتا ہے۔ انکی کلام مین بعض نکتے ایسے بھی ہین کہ جن پر خاص لوگون کی نظرین اٹکتی ہین مثلاً

ہو کے آزردہ جو وہ ہم سے پرے پھرتے ہین
ہاتھ ہم اپنے کلیجہ پہ دہرے پھرتے ہین

مصرع گرم ہے لیکن پرے پرے پھرتے ہین کہتے تو محاورہ پورا ہو جاتا۔

کبھی وہ چاند کا ٹکڑا ادھر بھی آ نکلے
ذرا تو دیکھہ منجم میرے ستارے ملا

دیکھا دی تسکل کہ دیوار در سے سر اپنا
کہان تلک کوئی تیرے قرار پر مارے

ہجوم داغ نے یہہ کی ہے تن پہ گلکاری
کہ پہنے ہون تن عریان لباس پہلکاری

ظہور اللہ خان نوا سے کسی معاملہ مین بگاڑ ہو گیا تھا۔ انہون نے انکی ہجو مین ایک ترجیع بند کہا۔ اور حقیقت مین بہت خوب کہا۔ جسکا شعر ترجیع یہہ ہے

ظہور حشر نہو کیون جو کلچہ ڈن گنجی
حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی

خان موصوف نے بھی بہت کچھہ کہا مگر اُسنے شہرت نہین پائی چنانچہ انکی ترجیع بند کا

فی الحال یہی ایک شعر یاد ہے -

رات کو کہنے لگا جورو کے منہہ پر ہاتہہ پھیر + قدرتِ حق سے لگی ہی ہاتہہ اندھے کے بٹیر

کریلا

۲۵ کریلا - ایک پرانتم بھانڈ دلی کا رہنے والا - نواب شجاع الدولہ کے ساتہہ گیا تھا اور اپنے فن مین صاحب کمال تھا - ایک دن کسی محفل مین اُسکا طایفہ حاضر تھا - شیخ جرأت بھی وہان موجود تھے - اُسنے نقل کی - ایک ہاتہہ مین لکڑی لیکر - دوسرا ہاتہہ اندہے کی طرح پھڑہایا - ٹٹول ٹٹول کر پھرنے لگا - اور کہنے لگا کہ حضور شاعر بھی اندہا شعر بھی اندہا مضمون بھی اندہا -

صنم سنتے ہین تیری بھی کمر ہے + کہان ہی کسطرف کو ہی کدہر ہے

شیخ صاحب بہت خفا ہوئے مگر یہہ بھی سیہ انشا اور مرزا قتیل کے جتھے کے جزِ اعظم تھے گھر آکر اُنہون نے بھی اُسکی ہجو کہدی اور خوب خاک اوڑائی اُسے سنکر کریلا بہت کڑوایا چنانچہ دوسرے جلسہ مین پھر اندہے کی نقل کی چنانچہ اوسیطرح لاٹھی لیکر پھرنے لگا - انکی ایک غزل ہے -

امشب تیری زلفونکی حکایات ہی واللہ + کیا رات ہی کیا رات ہی کیا رات ہی واللہ

ہر رات کے لفظ پر لکڑی کا سہارا بدلتا تہا - کیا رات ہی کیا رات ہی کیا رات ہی واللہ

اِس غزل کی ہر شعر کا دوسرا مصرع ایک ہی ڈہنگ پر ہی - چنانچہ ساری غزل کو اسیطرح

---

۲۵ عہد محمد شاہی اور اُس سے پیش و پیش کا زمانہ خوشحالی کے لحاظ سے بہشتی زمانہ تھا - دربار سے جو امیر کسطرف جاتا تہا وہ ضروری چیزین اور کاروبار کے آدمی دلی سے اپنے ساتہہ لیجاتا تہا - تاکہ ہر کام - ہر رسم - ہر بات اور کارخانے کا محاورہ وہی ہو - جو دار الخلافہ کا ہے - نواب سراج الدولہ مرشد آباد کی صوبہ ہوکر گئے تو علاوہ منصبداروں اور ملازموں کے - کئی بھانڈ - دو تین گویے - دو تین رنڈیان - ایک دو بھگتنی - دو تین نان بائی - ایک دو کنجڑے - اور بہڑ بونجے تک بھی ساتھ لیگئے - اور وہ ایسا وقت تہا کہ دلی کا بہڑ بونجا بھی دس - بارہ - روپیے مہینے بغیر دلی سے نہ نکلتا تہا -

۲۶ یہہ شعر شاہ مبارک آبرو کا ہے - ظہور اللہ خان نواب ۱۱۷۳ ہجری مین مر گئے -

محفل مین پڑہتا پھرا۔ شیخ صاحب اور بھی غصہ ہوئے اور پھر اگر ایک ہجو کہی ترجیع بند تھا
اگلا ہوئے بگلا ہوئے۔ ساون مس کریلا ہوئے

اُسکو بھی خبر ہوئی۔ بہت جلا بھنا۔ پھر کسی محفل مین ایک زچا کا سوانگ بھرا اور ظاہر
کیا کہ اسکے پیٹ مین بھنتا گھس گیا ہے خود مُلّا بنکر بیٹھا اور جسطرح جنات اور سیانون
مین لڑائی ہوتی ہے اسیطرح جھگڑتے جھگڑتے بولا کہ ارے نامراد کیون غریب مان کی
جان کا لاگو ہوا ہے۔ جرأت ہے تو باہر نکل آ کہ ابھی جلا کر خاک کر دون۔ آخر اب کی
دفعہ اُنہون نے ایسی خبر لی کہ کریلا خدمت مین حاضر ہوا خطا معاف کروائی اور
کہا کہ۔ مین اگر آسمان کے تارے توڑ لاؤنگا تو بھی اسکا چرچا وہین تک رہیگا
جہان تک دائرۂ محفل ہے آپکا کلام مُنہہ سے نکلتے ہی عالم مین مشہور ہو جائیگا اور
پتھر کی لکیر ہوگا کہ قیامت تک نہ مٹیگا۔ بس اب میری خطا معاف فرمائیے۔

اگرچہ یہہ روایت کہن سال لوگون سے سُنی ہے۔ مگر کئی نسخے کلیات کی نظر سے گزرے
جو ہجو اوسمین ہے وہ ایسی نہین ہے جسپر ایک بھانڈ اسقدر گھبرا جائے کہ آکر خطا
معاف کرائے۔

لطیفہ۔ ایک دن میر انشاء اللہ خان۔ جرأت کی ملاقات کو آئے۔ دیکھا تو
سر جھکائے بیٹھے کچھ سوچ رہے ہین۔ اُنہون نے پوچھا کہ کس فکر مین بیٹھے ہو؟ جرأت
نے کہا کہ ایک مصرع خیال مین آیا ہے۔ چاہتا ہون کہ مطلع ہو جائے۔ اُنہون نے
پوچھا کیا ہے؟ جرأت نے کہا کہ خوب مصرع ہے مگر جب تک دوسرا مصرع نہوگا تب تک
نہ سناؤنگا۔ نہین تو تم مصرع لگا کر اُسے بھی چھین لوگے۔ سید انشا نے بہت اصرار
کیا۔ آخر جرأت نے پڑھ دیا۔ ع اُس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی +
سید انشا نے فوراً کہا کہ ع اندھی کو اندھیرے مین بہت دور کی سوجھی +

جرأت ہنس پڑی اور اپنی لکڑی اٹھا کر مارنے کو دوڑے - دیر تک سید انشا آگے آگے بھاگتے پھرے اور یہ پیچھے پیچھے ٹٹولتے پھرے - اللہ اکبر! کیا شگفتہ مزاج لوگ تھے - کیا خوشدلی اور فارغ بالی کے زمانے تھے -

لطیفہ جرأت کا نام

سید انشا نے انکے نام کا معمّے کہا تھا - سر بوندی نگوڑی گجراتن - لطیفہ اسمین یہ تھا کہ گجراتن انکی ماں کا نام تھا -

نواب محبت خان کے مختار نے ایک دفعہ جاڑے مین معمولی پوشاک دینے مین کچھ دیر کی - جرأت نے رباعی کہکر کھڑے کھڑے خلعت حاصل کیا -

رباعی

مختار سی یہ آپ کیجئے گا نہ گھمنڈ	کہتے ہین جسے نوکری ہے بیخ ارنڈ
سردائی دلائیے ہماری ورنہ	تم کہاؤگے گالیان جو ہم کہائینگے ٹھنڈ

غزل

لگ جا گلے سے تاب اب اے نازنین نہین	ہے ہے خدا کے واسطے منت کرین نہین
کیا ترک کے وہ کہے ہے جو ٹک اس سے لگ چلون	بس بس پرے ہو شوق یہ اپنے تئین نہین
پہلو مین کیا کہین جگر و دل کا کیا ہے رنگ	کس روز اشک خونی سے تر آستین نہین
فرصت جو پاکے کہئے کہو درد دل سو ہائے	وہ بدگمان کہے ہے کہ ہم کو یقین نہین
آتش سے پھک رہی ہے میری تن بدن مین آہ	جب سے کہ روبرو وہ رخ آتشین نہین
اس بن جہان کچھ نظر آتا ہے اور ہی	گویا وہ آسمان نہین وہ زمین نہین
کیا جانے کیا وہ اسمین ہے لوٹے ہے جسپہ دل	یون اور کیا جہان مین کوئی حسین نہین
سنتا ہے کون کس سے کہون درد بیکسی	ہمدم نہین ہے کوئی میرا ہمنشین نہین
ہر چند ہے بہ لطف شب ماہ سیر باغ	اندھیر پر یہی ہے کہ وہ مہ جبین نہین
آنکھون کی راہ نکلے ہے کیا حسرتون سے جی	وہ روبرو جو اپنے دم واپسین نہین

طوفانِ گریہ کیا کہیں کس وقت ہم نشین
موج سرشک تا فلکِ ہفتمین نہیں

حیرت ہے مجکو کیونکہ وہ جرأت ہے چین کر
جس بن قرار جی کو ہمارے کہیں نہیں

امشب کسی کامل کی حکایات ہے واللہ
کیا رات ہے۔ کیا رات ہے کیا رات ہے واللہ

دل چین لیا اُسنے دکھا دستِ حنائی
کیا ہات ہے کیا ہاتھ ہے کیا ہات ہے واللہ

عالم ہے جوانی کا جو اُبھرا ہوا سینہ
کیا گات ہے کیا گات ہے کیا گات ہے واللہ

دشنام کا یا یا جو مزہ اوسکی لبون کر
صلوات ہے صلوات ہے صلوات ہے واللہ

جرأت کی غزل جسنے سُنی آہ کہا واہ
کیا بات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے واللہ

طرح مشاعرہ کا مشزاد ہے مصحفی اور سید انشا نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ہر ایک کے حال مین دیکھکر مقابلہ کرو۔ انہون نے سراپا باندھا ہے۔

جادو ہے نگہہ جہب ہے غضب قہر ہے مکھڑا
اور قد ہے قیامت
نازنگیِ دین وہ بُت کافر ہے سراپا
اللہ کی قدرت

اٹھکیلی ہے رفتار مین گفتار کی کیا بات
ہر بات جُگت ہے
اور رنگِ رُخِ یار ہے گویا کہ بھبوکا
پھر تسپہ ملاحت

ہین بال یہہ بکھرے ہوئے مکھڑے پہ وہ ہوان
جون دود بشعلہ
حُسن بتِ کافر ہے صدائی کا جھکڑا
ٹک دیکھو صورت

ابرو فنِ خونریزی مین اسکی ہین غضب طاق
شمشیر برہنہ
انکھون کا یہہ عالم ہے کہ آنکھون سے نہ دیکھا
افسون ہے اشارت

کان ایسے کہ کانون سے سُنے ویسے نہ ابتک
نے آنکھون سے دیکھی

زمین جہی پھیری ہے ایاب حیرت

بینی یہہ خوش اسلوب کہ نتھنون کی پھڑک دیکھہ — تڑپے ہے دو عالم

ہے اس کو لب یار کے بوسہ کی تمنا — ارمان ہے حسرت

دانتون کی صفا کیا کہون موتی کی لڑی ہے — لب لعل کے ٹکڑے

مسی ہی ملا تسمہ پر کہی پان کا بیڑا — سو شوخی کی رنگت

دل خون کری وہ دست حنا بستہ پہر اسمین — ستمگر کی پھبن ہائے

ہے وضع تعسادی سی یہ کیا کیا نہین پیدا — شوخی و شرارت

اس ابھری ہوئی گات کی کیا بات جسی دیکھہ — سب ہاتھ ملین ہین

اور ہائے رے ہر بات مین گردن کا وہ ڈورا — ہے دام محبت

گلشن مین پھرے ٹک تو وہین آتش گل کی — گرمی سی عرق آئے

ہر گام پہ چلنے مین کمر کھائے ہے لچکا — اللہ رے نزاکت

ہین قہر سرین گول وہ اور ہائے کہون کیا — رانون کی گدازی

فرق اسمین نہین فرق سی لے تا بہ کف پا — ہے طرفہ لطافت

ہے عشوہ و انداز و ادا ناز و کرشمہ — اور گرمی و شوخی

ہر عضو پہ آنکھہ اٹکے وہ کافر ہی سراپا — ایک موہنی صورت

بھولے سی جو ہم نام لین تو رک کی کہی لو — اس نام کو کم لو

پہر اسمین جو رک جائیے تو جھٹ سی یہہ کہنا — بس دیکھہ لی چاہت

جرأت یہہ غزل گرچہ کہی ایسی ہے تو نے — ہے خوب سراپا

پر کہکے وہ اشعار کر اب اسکو دو غزلا — ہو جس سے کہ وحشت

جز بیکسی و یاس نہین ہی کوئی جس جا — ہے اپنی وہ تربت

افسوس کرے کون بجز دست تمنا ہوں تشنہ حیرت

جو میں نے کہا اُس سے دکھا مجھکو رُخ اپنا بس دے نہ اذیت
تو کیا کہوں کس شکل سے جھنجلا کے وہ بولا تو دیکھے گا صورت

یہ راہ کی اُسکی کہ بس چھا گئی یکبار آنکھوں پہ سپیدی
پیمان گسل آیا نہ وہ دے وعدۂ فردا تا صبح قیامت

سودائے محبت جو نہیں ہے تجھے اے دل تو پھر مجھے بتلا
کیوں چاک کئے اپنے گریبان کو ہے پھرتا آنکھوں پہ ہے وحشت

سو بار زبان گرچہ میری کٹ گئی جوں شمع اور پھر ہوئی پیدا
پر محفل قاتل میں میرے منہ سے نہ نکلا یک حرف شکایت

اب گھر میں بلانے سے اگر آتی ہیں سو سوچ بدنام سمجھ کر
آواز ہی تو در پہ مجھے آ کے سنا جا از راہ مروت

آلودہ ہوا خون سے دامن قاتل بسمل ہے جو تڑپا
افسوس صد افسوس کہ یہ تو نے کیا کیا؟ اے ننگ محبت

جو ولہ شوق سے ہو مضطر و بیتاب نکلا ہی پڑے دل
کیا قہر ہے کیا ظلم ہے محبوب گر اوسکا ہو صاحب عصمت

کیا خاک رہیں چین سے بیچینی کے مارے بس ہے یہ پریشا
ہم ہو گئے جس کے وہ ہوا ہے نہ اپنا کیا کیجئے قسمت

چپ ان دنوں رہتا ہے جو وہ صورت تصویر کچھ آور ہے خفقان
لگ جائے پھر اس سے میرے کیوں دل کو نہ دھڑکا ہے موجب حیرت

دیکھ عجب ہم تو مصیبت میں پھنسے ہیں ایک پردہ نشیں کو

لے جانے کا ہرار وہے مقصد در ہمارا — نے رہنے کی طاقت

یا مجکو بلاتا تہا وہ یا آئے تہا مجہہ پاس — صحبت کی تھی گرمی

اب اُسکو خدا جانے دیا کسنے یہہ بہڑکا — جو ایسی ہی نفرت

لے نام میرا کوئی تو وہی سنکر ہون بدنام — گن گن کو وہ قاتل

بیرحمی و بیدردی سی پروا ہو نہ اصلا — سن مرگ کی حالت

آنا میرا سن در پہ کہین گہر سے چلا جائے — دیکہون تو نہ دیکہے

اور کوئی سفارش جو کرے میری تو کیا کیا — کہینچے وہ ندامت

گر خواب مین دیکہے مجہے تو چونک اوٹہے اور — پہر موند نہ آنکہین

آواز جو میری سی سنے تو وہین گہبرا — کہانی لگے دہشت

افسوس کہ گردون نے عجب رنگ دکہایا — نقشا ہی وہ بدلا

لے جان میری! خانۂ تن سی تو نکل جا — ہو جائے فراغت

کس منہہ سی کرون عشوہ گری اُسکی بیان میں — اللہ رے ادائین

مل بیٹہے ہم اور وہ کبہی قسمت سی جو یکجا — طرفہ ہوئی صحبت

بیتاب ہو لگ چلنے کا جو مینے کیا عزم — دے بیٹہا وہ گالی

کچہہ آور کیا قصد تو کس ناز سے بولا — بل بے تیری جرأت

اجل گر اپنی خیال جمال یار مین آئے — تو پھر بجائے فرشتہ پری مزار مین آئے[۲۵]

بہلا پہر اُسکو اُٹہانے مین کیون نہ دیر لگے — کسکی موت کسیکے جو انتظار مین آئے

بیک کرشمہ جو بے اختیار کر ڈالے — وہ عشوہ ساز کسی کے کب اختیار مین آئے

پس از فنا جو تیری دل جلے کی خاک اُڑے — تو مضطرب سا دہوان ایک نظر غبار مین آئے

خراب کیونکہ نہ ہو شہر دل کی آبادی — ہمیشہ لوٹنے والے ہی اس دیار مین آئے

۲۵ کس دہوم دہام کی غزل تہی۔ مگر۔ آئے۔ کہین واحد ہی۔ کہین جمع ہو گیا ہے

فغان پہر اسکی ہو لبریز یاس سے نکہ زاہ
بزیر دام جو مرغ چمن بہار مین آئی

بلائین لے لے کی ہونے لگون نثار تو بس
کہی ہے ہنس کے وہ ایسی جی اب پیار مین آئی

نہ پوچھ مجھسے وہ عالم کہ صبح نیند سے اوٹھ
جب انکھڑیون کو وہ ملتی ہوئی خمار مین آئی

نہ کیونکہ حد سے فزون تر ہو رتبہ گریہ
کہ اب تو حضرت دل چشم اشکبار مین آئی

نہین نہ دہان سے اگر مجھکو گالیان لاکھون
وہ دینے غیرت گل ایک کیا ہزار مین آئی

مگر نہ کہیئے کہ مضطر ہو تو نہ کیونکہ بھلا
وہ دوڑ دوڑ تمہارے نہ رہگزار مین آئی

اوٹھے جہان سے نہ جرات اوٹھا کے درد فراق
الہی موت بھی آئی تو وصل یار مین آئی

یاد آتا ہے تو کیا پہر ناہون گہبرایا ہوا
چنپئی رنگ اوسکا اور جوبن وہ کدہ رایا ہوا

بات ہی اول تو وہ کرتا نہین مجھسے کبھی
اور جو بولے بھی ہے کچھ منہ سے تو شرمایا ہوا

جاکے پہر آؤن نہ جاؤن اوس گلی مین دوڑ دوڑ
پر کرون کیا مین نہین پہرتا ہے دل آیا ہوا

بے سبب جو مجھسے ہے وہ شعلہ خو سرگرم جنگ
مین تو ہون حیران کہ یہ کسکا ہے بہڑکایا ہوا

وہ کرے عزم سفر تو کیجیو دنیا سے کوچ
ہے ارادہ دلمین مدت سے یہ ٹہرایا ہوا

نوک مژگان پر دل پژمردہ ہے یون سرنگون
شاخ پر جہک آئی ہے جون پھول مرجہایا ہوا

جاؤن جاؤن کیا لگایا ہے اجی بیٹھو رہو
ہون مین اپنی زیست سے آگی ہی اکتایا ہوا

تیری دوری سے یہ حالت ہو گئی اپنی کہ آہ
عنقریب مرگ ہر ایک اپنا ہمسایا ہوا

کیا کہین اب عشق کیا کیا ہمکو کرتا ہے سلوک
دلپہ بیتابی کا ایک پتلا ہے جھلایا ہوا

ہے قلق سے دل کی یہ حالت تیری اے جرات کہ ہے
چار سو پہرتا ہون اپنے گہر مین گہبرایا ہوا

حکم بار مجلس اب جرات کو بھی ہو جائے جی
یہ بیچارہ کب سے دروازہ پہ ہے آیا ہوا

نہ جواب لیکر قاصد جو پھر اشتاب الٹا
مین زمین پہ ہاتھ مارا بہ صد اضطراب الٹا

دم وصل اُسنے رُخ سے جو نہ ٹک نقاب اُلٹا
ہمین لگ گیا دم اُسدم بہ صد اضطراب اُلٹا

تیرے دور مین ہو میکش کوئی کیا فلک کہ تیری
وہ ہی شکل جون دہرا ہو قدحِ شراب اُلٹا

یہہ وفا کی مینے تسپر مجھی کہتے بے وفا ہو
میری بندگی ہے صاحب یہہ بلا خطاب اُلٹا

میری بخت ہین وہ روکش کہ وہ وہی جو وعدۂ شب
تو پہنچکے تا بہ مغرب پھر ہی آفتاب اُلٹا

کسے نسخہ مین پڑہی تہا وہ مقام دلنوازی
مجھی آتے جون ہی دیکھا ورقِ کتاب اُلٹا

وہ بہا کے کاسۂ سر میرے خون مین شکل کشتی
کہی ہے کہ دیکھو نکلا یہہ مُو احباب اُلٹا

میرے دل نے داغ کہایا جو یہہ بوے سوختہ ہی
یہہ جلا بس ایک پہلو نہ گیا کباب اُلٹا

غزل اور پڑہ تو جرأت کہ گیا جو یہانسے گہر کو
تو کلام سُنتے تیرا مین پھر اشتاب اُلٹا

مین تڑپھ کی سنگِ تربت بصد اضطراب اُلٹا
میری قبر پر وہ اگر جو پھر اشتاب اُلٹا

میرے سو سوال سُنکر وہ رہا خموش بیٹھا
نہین یہہ بہی کہنے کی جا کہ ملا جواب اُلٹا

جو رکہے ہے بخت وازوں وہ غنی سی مل ہو مفلس
کہ رہی بہ آب دریا قدح حباب اُلٹا

شب وصل یہہ قلق تھا پہ وہ سو گیا تو منہہ سی
نہ ذرہ بھی مین[1] دوپٹا ذرہ حجاب اُلٹا

ہمین ہی خیال اسکا کہ جو آیا خواب مین وہ
تو زبان پہ اُسکی ڈر سی نہ وہ ہمنی خواب اُلٹا

اسی در تک آؤنگا مین کہ نہین ہی دل کہی مین
مجھی پھیرتے عبث ہو زرہِ عتاب اُلٹا

طلب اُس سی کل جو مَی کی تو بہرا ہوا زمین پر
مجھی شوخ نے دکھا کر قدح شراب اُلٹا

جو کنار مقصد اپنی لگی بہ کے ناؤ گاہے
تو ہوا تھپیڑ ماری لگے بہنے آب اُلٹا

کسی تذکرہ مین پڑہی میرے شعر جو لگا وہ
تو ہوا لیے وون ہی جرأت ورق کتاب اُلٹا

[1] دیکھو یہان بہی علامت فاعلیت (نے) محذوف ہی اور یہہ پرانا جوہر ہی

اس سے بہت سے کیا یہ ملاقات ہیں
دل کو تو ہو ہی رہو رات ہیں

کیا بات کوئی اس بت عیار کی سمجھو
بولے ہے جو ہمسے تو اشارات کہیں اور

اس ابر میں پاؤں میں کہاں دختر رز کو
رہتی ہے مدام اب تو وہ بدات کہیں اور

جس رنگ میری چشم سے برسے ہے پڑا خون
اس رنگ کی دیکھی نہیں برسات کہیں اور

گھر اسکو بلا نذر کیا دل تو وہ جرات
بولا کہ یہ بس کیجے مدارات کہیں اور

جب یہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ آئے ہوئے
کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے

آپ سے میں تو نہ جاؤں پہ کروں کیا کہ وہیں
دل بیتاب لئے جاتے ہے دوڑائے ہوئے

گھر میں بے یار ہے مشکل اپنی یہ دل کو ہمراہ
دو گنہ گار ہوں جوں قید میں بٹھلائے ہوئے

آئے ہو دست بقبضہ ہو تو پھر دیر ہے کیا
سر تسلیم کو ہم بیٹھے ہیں نہوڑائے ہوئے

آج بھی اسکو جو آنے کی نہ ٹھہری تو بس آہ
دم کو بیٹھیں گے جو دلمیں ہیں ٹھیرائے ہوئے

پیرہن چاک ترے در پہ جو کل کرتا تھا
آج لوگ اسکو لئے جاتے ہیں کفنائے ہوئے

مردنی پھر گئی منہ پہ میری جبکی خاطر
رنگ رو کیا وہ پڑے پھرتے ہیں چمکائے ہوئے

ابر تصویر کی مانند ہم اوس محفل میں
رو نہیں سکتے یہ آنکھوں میں ہیں اٹکائے ہوئے

لوگ گر ہمسے یہ کہتے ہیں کہ چلتی ہو جی نماز
اپنے بیگانے سب اس بزم میں ہیں آئے ہوئے

دل میں تب سوچکے اس بات کو رو دیتے ہیں
کیا کہیں انسے کہ ہیں ہم تو نکلوائے ہوئے

کر کے موزوں انہیں جرات غزل ایک اور بھی پڑھ
دل میں جو تانے مضامین ہوں ٹھہرائے ہوئے

خوف کچھ کھاتی ہی بیدار ہم ائی وائی ہوئے
شب کو تم خواب میں پھر آئے تو گھبرائے ہوئے

بے خودی پر نہ ہمارے مستحب ہو کوئی
آئیں کیا آپ میں جی ہم ہیں کہیں آئے ہوئے

رہا اور اسمین لطف ای ہے پہر حضرت دل
رشک کی جا ہی غرض شہر خموشان بھی کہی وہ ہان
دیکھیو شوخی کہ کوچہ مین دل عاشق کو
جوش وحشت سی گریبان کو کر چاک ہم آہ
جام دیتی نہین مجھکو جو دم بادہ کشی
حسرت ای ہمنفسان سیر چمن مفت گئی
دور چھوڑا ہمین گلشن سی یہہ رونے کی جا

اشک سرخ آنکھون مین پہر ہو جو چمکا ہی ہوا
سو تو کیا چین سی ہم پاؤن کو پھیلائی ہوئے
کیسی اٹھکیلی سی جاتا ہی وہ ٹھکرائی ہوئی
سرخ آنکھین کئی کیا بیٹھی ہین جھنجلائی ہوئے
یہہ تو فرماؤ کہ تم کس کی ہو بہکائی ہوئے
نخل بستان سی قفس مین کئی لٹکائی ہوئے
کہ سزاوار اسیری بھی نہ ہم ہائی ہوئے

دم رخصت کہے جرأت کوئی اس کافر سی
اک مسلمان کو کیون جاتی ہو تڑپائی ہوئے

میر حسن

حسن تخلص - میر غلام حسن نام - خاص دہلوی تھے - پرانی دلی مین سید واڑہ ایک محلہ تھا - وہان پیدا ہوئی تھے - عالم شباب مین والد کے ساتھ فیض آباد گئی[۲۵] اور نواب سرافراز جنگ خلف نواب سالار جنگ کی سرکار مین ملازم ہوئی - کچھہ مدت مقام مذکور مین رہے پہر لکھنؤ مین آگئی - خندہ جبین شگفتہ مزاج ظریف طبع تھی اور اسمین تہذیب و شائستگی کو کبھی ہاتھہ سے نہ دیتی تھے - میانہ قد - خوش اندام - گورا رنگ - جملہ قوانین شرافت اور آئین خاندانمین اپنی والد کے پابند تھی - اتنا تھا کہ ڈاڑھی منڈاتے تھی - اللہ اللہ عہد جوانی بھی ایک عالم رکھتا ہے ع جوانی کجائی کہ یاد آت بخیر سر پر بانکی ٹوپی - تن مین تن زیب کا انگرکھا - پہنسی ہوئی آستینین - کمر سے دوپٹا بندھا ۔

[۲۵] پہلے فیض آباد حاکم نشین شہر تھا - لکھنؤ ایک قصبہ تھا - آصف الدولہ مرحوم کو اسکی آباد کرنے کا شوق ہوا - زیادہ تر یہان رہنے لگے - انکی سبب سی امرا کو بھی یہان رہنا پڑا اور عمارات کا تعمیر کرنا واجب ہوا مگر دو گھر سے ایک قدم یہان رہتا تھا اور ایک قدم وہان ۔

رہے ایک بانکپن ہی دامنی میں نہ دیا کر ۔ بڑھا دو چین ابرو پر ادائے کج کلاہی کا
جب تک دلی میں رہے پہلے اپنے والد سے پھر خواجہ میر درد سے اصلاح لیتے رہے اور دلی
میں جاکر میر ضیاء الدین ضیا کے شاگرد ہوئے۔ اور مرزا رفیع سودا کو بھی غزل کہا کی
لکھنؤ میں آکر انکے کلام نے شہرت کا رنگ اوڑھایا۔ انکے اشعار غزل کے اصول
میں گلاب کے پھول ہیں۔ اور محاورات کی خوش بیانی مضامین عاشقانہ کے
رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے میر سوز کا انداز بہت ملتا ہے۔ اہل تذکرہ کہتے ہیں کہ
قصیدہ اس رتبہ پر نہ تھا۔ اور کچھ اسکا تعجب نہیں کیونکہ دونوں کوچوں میں
مسافت بعید کا فاصلہ ہے۔

حقیقت سحر البیان بے نظیر اور بدر منیر کا قصہ بے نظیر لکھا۔ اور اس مثنوی کا
نام سحر البیان رکھا زمانہ نے اسکی سحر البیانی پر تمام شعرا اور تذکرہ نویسوں سے
محضر شہادت لکھوایا۔ اسکی صفائی بیان اور لطف محاورہ اور شوخی مضمون
اور طرز ادا۔ اور ادا کی نزاکت۔ اور جواب و سوال کی نوک جھوک حد توصیف سے
باہر ہے۔ اسکی فصاحت کے کانوں میں قدرت نے کیسی سناوٹ رکھی تھی کیا اسی
سو برس آگے والوں کی باتیں سنائی دیتی نہیں؟ کہ جو کچھ اسوقت کہا صاف
وہی محاورہ اور وہی گفتگو ہے جو آج ہم تم بول رہے ہیں۔ اس عہد کے شعرا کا
کلام دیکھو! ہر صفحہ میں بہت سے الفاظ اور ترکیبیں ایسی ہیں کہ آج متروک اور
مکروہ سمجھی جاتی ہیں۔ اسکا کلام (سوا چند الفاظ کے) جیسا جب تھا ویسا ہی آج
دلپذیر و دلکش ہے۔ کیا کہتا ہوں؟ آج کسکا منہ ہے جو ان خوبیوں کے ساتھ
شعر بھی موزون کر سکے۔ خصوصاً ضرب المثل (کہاوت) کو اس خوبصورتی
سے شعر میں سلسل کر جاتے ہیں کہ زبان چٹخارے بھرتی ہے اور نہیں کہہ سکتی

یہہ بیاسیوہ سے - عالم جن سے جلت لرو - مرزا رفیع - سودا - اور شاعرون نے
سرتاج میر تقی میر نے بہی کئی کئی مثنویان لکہین - فصاحت کے کتب خانہ مین اسکی
الماری پر جگہ نہ پائی - کتاب مذکور ہر گہر - ہر دوکان بلکہ اُسکے اشعار ہر زبان پر
جاری ہین اسلئے یہان درج کرنے کی ضرورت نہین -

ہماری ملک سخن مین سینکڑون مثنویان لکہی گئی مگر اُنمین فقط دو نسخے ایسے نکلے
جنہون نے طبیعت کی موافقت سے قبول عام کی سند پائی ایک سحر البیان
دوسرے گلزار نسیم اور تعجب یہہ کہ دونو کے رستے بالکل الگ الگ ہین
اسواسطے آزاد کو واجب ہے کہ کچہہ لکہے اور اہل سخن سے اپنی رائے کی صحت و سقم کا حال پوچہے
مثنوی حقیقت مین ایک سرگذشت یا بیان ماجرا ہے - جسے تاریخ کا شعبہ سمجہنا چاہئے
اسواسطے اُسکے اُصول مین لکہا ہے کہ چاہئے نہایت سلیس گفتگو مین ہو جسطرح ہم تم
باتین کرتے ہین -

میر حسن - مرحوم نے اُسے لکہا اور ایسی صاف زبان - فصیح محاورے - اور میٹہی
گفتگو مین - اور اس کیفیت کے ساتہہ ادا کیا جیسے آب روان - اصل واقعہ کا
نقشہ آنکہون مین کہیچ گیا - اور اُنہی بالوں کی آوازین کانون مین آنے لگین جو اُسوقت
وہان ہو رہی تہین - باوجود اسکے اصول فن سے بال بہر ادہر یا اُدہر نہ گرے -
قبول عام نے اُسے ہاتہون مین لیکر آنکہون پر رکہا - اور آنکہون نے دل و زبان
کے حوالہ کیا - اُسنے خواص اہل سخن کی تعریف پر قناعت نہ کی بلکہ عوام جو حرف
بہی نہ پہچانتے تہے - وظیفون کی طرح حفظ کرنے لگے - ارباب نشاط نے محفلون مین
اُسکی نغمہ سرائی کرکے لوگونکو لُٹایا اور رُلایا -

پنڈت دیا شنکر نے گلزار نسیم لکہی اور بہت خوب لکہی - اسکا رستہ اُس سے

بالکل الگ تہا - کیونکہ پنڈت صاحب نے ہر مضمون کو تشبیہہ سے پردہ اور استعارہ
کے بیچ مین ادا کیا - اور وہ ادا معشوقانہ خوش ادائی نظر آئی - اُسکے بیچ وہی بانکپن
کی ہڑ ہین جو پریزادین بانکا دوپٹا اوڑہکر دکہاتی ہین اور اکثر مطالب کو بہی
اشارون اور کنایون کے رنگ مین دکہایا ہے - باوجود اسکے زبان فصیح - اور
کلام شستہ اور پاک ہے - اختصار بہی اس مثنوی کا ایک خاص وصف ہے جسکا ذکر
کرنا واجب ہے کیونکہ ہر معاملہ کو اسقدر مختصر کرکے ادا کیا ہے جس سے زیادہ ہو نہین
سکتا - اور ایک شعر بیچمین سے نکال لو تو داستان برہم ہو جاتی ہے - ان باتون
کے لحاظ سے واجب تہا کہ کتاب خاص پسند ہوتی - باوجود اسکے عام و خاص سب
مین شہرت پائی - اُسکے نکتون اور باریکیون کو سمجہین یا نہ سمجہین مگر سب لیتے ہین
اور پڑہتے ہین - جتنی سمجہہ مین آتی ہے - اُسی پر خوش ہوتے ہین اور لوٹے جاتے ہین -
مثنوی مذکور جب پہلے اُنہون نے لکہی تو بہت بڑی تہی - خواجہ آتش اپنے اُستاد
کے پاس اصلاح کو لیگئے اُنہون نے کہا - بہیا اتنی بڑی کتاب کو دیکہیگا کون؟ وہ
بنا وہ یک کا قانون یہان بہی جاری کرو (اس کنایہ مین یہ اشارہ تہا کہ پنڈت صاحب فوج
شاہی مین منشی تہے - اور بموجب قانون حکومت کے سب کی تنخواہون مین دہ یکی کاٹ لیتے تہے - گہر
ہر مین اس شکایت کا چرچا تہا - یہ مثنوی مذکور لیگئے - اور اختصار کیا تو ایسا نچوڑا کہ عطر نکال لیا)
ایک موقع پر میر حسن مرحوم کا سفر - شاہ مدار کی چڑیون کے ساتہہ مطابق پڑا چنانچہ سفر
مذکور کا حال ایک مثنوی کے قالب مین ڈہالا ہے - اسمین فیض آباد کی تعریف اور لکہنؤ
کی ہجو کی ہے[1] - اُس سے یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت عورتون کی پوشاک وہان کیا تہی
اور چڑیون کے اوڑہنے والون کی جزئیات رسوم کیا کیا تہے - یعنے یہ مثنوی ولی کی تباہی
سے پہلے دیکہی تہی - اب نہین ملتی - لوگ بہت تعریف لکہتے ہین مگر حق یہ ہے کہ بدمنیر کو نہین پہنچتی

[1] فی الحقیقت اسوقت لکہنؤ ایسی ہی حالت مین تہا

دیوان اب نہین ملتا - حکیم قدرۃ اللہ خان قاسم فرماتے ہین کہ انواع سخن سے لبریز ہے - صاحب گلزار ابراہیمی ۱۱۹۶ھ مین کہتے ہین کہ سید موصوف نے اپنا کلام مجھے بھیجا ہے - اور جو خط لکھا ہے اُسکی اصل عبارت یہہ ہے "از سائر اقسام اشعار - ابیاتِ مدوّنۂ من ہشت ہزار بیت است - تذکرۂ در ریختہ ہم نوشتہ - و اصلاحِ سخن از میر ضیا گرفتہ ام - مدتیست کہ از دہلی وارد لکھنؤ گشتہ با نواب سالار جنگ و خلف ایشان ملقب بہ نوازش علیخان سرافراز جنگ بہادر میگذرانم" افسوس خدا نے رشید اولاد دی مگر کسی نے اپنے بزرگ کے نام کو روشن کرنے کا خیال نہ کیا - اسکی کئی سبب ہوئے - بیٹو نکو نہ زمانہ نے وسعت دی - نہ حصول ثواب نے فرصت دی اور اُسوقت چھاپہ بھی کلکتہ سے اِسطرف نہ آیا تھا - پوتے میر انیس مرحوم وغیرہ ہوئے - اُنہین انکے پاک اعتقاد اور حسن نیت نے مبارک زمانہ دیا اور زمانہ نے ایسے بلند درجہ پر بٹھایا - جہانسے دادا کا کمال بہت چھوٹا نظر آیا - وہ یہہ بھی سمجھتے تھے کہ ہمارا ذاتی کمال دادا کی تعریف اور شہرت سے بے نیاز ہے - یہہ سب درست لیکن موجودہ نسل چند روز کے بعد - اور آیندہ نسلین مدت تک افسوس کرینگی - زمانہ بدلگیا اور بدلتا جاتا ہے - وہ وقت تو گیا - پھر یہہ وقت بھی نہ پائینگے آج یہہ نوبت ہے کہ پانچ غزلین بھی پوری نہ ملین جو اس کتاب مین درج کرتا - خلاصہ کلام یہہ کہ ۱۲۱۰ھ اول محرم کو دار فانی سے رحلت کی - مفتی گنج مین نواب قاسم علیخان کے باغ کے پچھواڑے دفن ہوئے - عمر کا حال نہ کھلا - لکھتے ہین کہ ۵۰ برس سے زیادہ پائی - دو صاحبزادون نے نام پایا - میر خلیق - میر خلق - شیخ مصحفی نے تاریخ کہکر حقِ آشنائی ادا کیا - "تاریخ"

چون حسن آن بلبلِ خوش داستان رو ازین گلزارِ رنگ و بو بتافت

بسکہ شیریں بود لطفش مصحفی | شاعر شیریں زبان مادح یافت

غزل

جو چاہو آپ کو تو اُسے کیا نہ چاہیئے | انصاف کر تو چاہیئے پھر یا نہ چاہیئے
مجھ ایسا تجھکو چاہے نہ چاہو عجب نہیں | تجھ سا جو چاہے مجھکو تو پھر کیا نہ چاہیئے
کسکو سُنا کے کہتے ہو مین چاہتا نہین | اب کیون جی ہم بُرے ہوئے اچھا نہ چاہیئے
گر پاس تیرے بیٹھون تو معذور رکھ مجھے | جس جا پہ شمع ہو تو پروانہ چاہیئے
عیش و وصال و صحبت یاران فراغ دل | اس ایک جان کے لئے کیا کیا نہ چاہیئے
دیتے ہو تم دکھائی جو ہمراہ غیر کے | اس طرح عرض تمہین دیکھا نہ چاہیئے

اب جیسے اک حسن سے ہنسے تھے تو ہنس لیئے
پر اسطرح ہر ایک سے ٹھٹھا نہ چاہیئے

یہ طرفہ تر کہ تیری سنبھلتی نہین زبان | اور تیرے سامنے میری چلتی نہین زبان
میرا تو دل جلا تیری باتون سے شمع رو | تو بھی تو دیکھ کیا تری جلتی نہین زبان
کل عہد کچھ کیا تھا۔ دیا قول آج کچھ | پھر کہیو تو کہ میری بدلتی نہین زبان
سرگرم سوز عشق رہی ہے یہ مثل شمع | تن گھل گیا ہے اور پگھلتی نہین زبان

سو سو طرح سے کرتا ہون تقریر مین حسن
عہدہ سے حال دل کے نکلتی نہین زبان

وہ جب تک کہ زلفین سنوارا کیا | کھڑا اُسپہ مین جان وارا کیا
ابھی دلکو لیکر گیا میرے آہ | وہ چلتا رہا مین پکارا کیا
قمار محبت مین بازی سدا | وہ جیتا کیا اور مین ہارا کیا
کیا قتل اور جان بخشی بھی کی | حسن اُسنے احسان دوبارہ کیا

سید انشا اللہ خان

انشا تخلص۔ سید انشا اللہ خان نام۔ بیٹے حکیم میر ماشا اللہ خان کے تھے۔ اگرچہ خاندان کے اعتبار سے بھی نامی گرامی شخص تھے۔ مگر انکی اپنی ناموری نے باپ کے نام کو بلکہ تمام خاندان کو نئی شہرت سے جلوہ دیا۔ بزرگ انکے ہندستان میں نجف اشرف سے آئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ خطۂ کشمیر کے سادات صحیح النسب سے ہیں وہاں کسی زمانہ میں سمرقند سے آئے تھے۔ پھر دلی میں آکر سکونت اختیار کی۔ رفتہ رفتہ امرائے شاہی میں داخل ہوئے اور بعض انمیں طبل و نقارہ سے بلند آوازہ ہوئے۔ بموجب پیشۂ خاندانی کے میر ماشا اللہ خان دربار شاہی میں طبیب تھے اور زمرۂ امرا میں داخل تھے انکے خاندان کی خوبیوں اور گھر کے چال چلن کو دلی اور لکھنؤ کے شرفا سب مانتے تھے۔ ادنے نمونہ یہ ہے کہ انکے ہاں عورتوں کی پوشاک گھر میں دھوتے تھے یا جلا دیتے تھے دھوبی کو نہ دیتے تھے۔ کہ نامحرم کے ہاتھ میں عورتوں کا لباس نہ جائے

غرض سلطنت چغتائیہ کے ضعف میں میر ماشا اللہ خان کو مرشد آباد جانا پڑا وہاں بھی اعزاز و اکرام سے رہے اور جسطرح اگلے وقتوں میں خاندانی امیرزادے تعلیم پاتے تھے اسیطرح سید انشا کو سب ضروری علوم و فنون سے ماہر کیا۔ باپ کے لئے مثال دے سکتے ہیں کہ عزیز بیٹے کو اس خوبصورتی سے تعلیم کیا مگر بیٹا جو جوہر دار

---

[1] مصدر تخلص کرتے تھے۔ مصدر۔ اور انشا کی مناسبت قدرتی واقع ہوئی۔ مصدر بدیہہ گوئی میں مشہور تھے۔ ایک شعر انکا بھی یاد رکھنا چاہئے ؎ خدا کرے کہ مرا مجھ سے مہربان نہ پھرے ۔ جہاں پھرے تو پھرے پردہ جانجان نہ پھرے۔ اخلاق۔ مروت۔ سخاوت میں آشنائے بیگانہ کے ساتھ برابر تھے۔ امیر الامرا نواب ذوالفقار خان کے عہد میں دلی میں آئے تھے۔ اسوقت سامان امارت کے ساتھ دو ہاتھی بھی ساتھ تھے۔ مرشد آباد میں نواب سراج الدولہ کی رفاقت میں تھے تو ۱۸ ہاتھی دروازہ پر جھومتے تھے۔ سید انشا وہیں پیدا ہوئے تھے۔

طبیعت اپنے ساتھ لایا تھا اُسکی کوئی مثال نہین ہی۔ جب یہہ ہونہار نونہال تعلیم کے
چمن سے نکلا تو ہر ریشہ مین کونپل پتے پھول پھل کی قوائے مختلفہ موجود تھین اسطرح
کہ جس سرزمین پر لگے وہین کی آب و ہوا کے بموجب بہار دکھلانے لگے۔ ایسا طباع
اور عالی دماغ آدمی ہندستان مین کم پیدا ہوا ہوگا۔ وہ اگر علوم مین سے کسی ایک فن
کیطرف متوجہ ہوتے تو صدہا سال تک وحید عصر گنے جاتے۔ طبیعت ایک ہیولے تھی کہ
ہر قسم کی صورت پکڑ سکتی تھی۔ باوجود اسکی شوخی اسقدر کہ سیماب کی طرح ایک جا قرار
نہ تھا۔ چنانچہ کلیات ان سب مراتب کے لئے محضر شہادت ہی۔ انکی طبیعت جو شیر کی
طرح کسی کا جھوٹا شکار نہ کھاتی تھی۔ پیشہ آبائی پر نہ مائل ہوئی۔ لیکن چونکہ ایسے
رنگا رنگ خیالات کا سوائے شاعری کے اور فن مین گزارہ نہین اسلئے شاعری کیطرف
جھکے جسقدر انہین ربط خداداد تھا۔ اس کوچہ مین بھی اپنا رستہ سب سے جدا نکالکر
داخل ہوئے۔

انہون نے کسی سے اصلاح نہین لی۔ والد کو ابتدا مین کلام دکھایا۔ حق یہ ہی کہ شعر
شاعری کا کوچہ جہان سے نرالا ہی۔ جو لوگ ذہن کے بھدے ہین اُنکے لئے تو اُستاد
کی محنت ہی برباد ہی۔ مگر یاد رہے کہ جسقدر بلندی زیادہ تیز و طباع ہوتا ہی
زیادہ اُستاد کا محتاج ہی۔ جیسے ہونہار بچھیرا۔ کہ اچھے چابک سوار کے کوڑے تلے
نکلتا ہی جب ہی جوہر نکالتا ہی۔ نہین تو بے ڈھنگے ہاتھ پاؤن مارتا ہے بلکہ بدہو جاتا
ہے۔ اسیطرح تیز اور نوجوان طبیعت زبردست اُستاد کے قلم کے نیچے نہ نکلے تو
گمراہ ہو جاتی ہی۔ چنانچہ پرکھنے والون نے عرفی کے کلام مین بھی کھوٹ نکالی ہی
الغرض جب ہندستان مین تباہی عام ہوئی تو سید انشا مرشدآباد سے دلی مین
آئے اُسوقت دلی کا دربار ایک ٹوٹی پھوٹی درگاہ اور سجادہ نشین اُسکے شاہ عالم بادشاہ

[1] ذہین بن طالب علمی کرتے تھے مگر ساتھ ہی گانے کا بھی شوق تھا۔ کافیہ حفظ کرتے تھے اور سنا
جاتے تھے مگر اُنکا لفظ کلمہ لفظ۔ وسمع لعنی مفرد اور مفرد اور ۔

تھے - شاہ موصوف نے کہ خود بھی شاعر تھے - خواہ قدردانیِ شاعرانہ سے خواہ اُس نظرِ شفقت سے جو بادشاہوں کو اپنے خانہ زادوں سے چاہئے (اور یہ خاندان تیموریہ کا خاصّہ تھا) اِس نوجوان پر خلعتِ عزت کے ساتھ شفقت کا دامن اُڑھایا - سید انشا اہلِ دربار میں داخل ہوئے - چنانچہ اپنے اشعار کے ساتھ لطایف و ظرایف سے کہ ایک چمن زعفران تھا گل افشانی کر کے محفل کو اُلٹا اُلٹا دیتے تھے - اور یہ عالم ہوا کہ شاہ عالم کو ایک دم جُدائی اُنکی ناگوار ہو گئی -

سید انشا اہل دلی کی معیت

دلّی میں اُسوقت - سودا - اور میر - جیسے لوگ نہ تھے - مگر بڑے بڑے شوقین تھے - کہ اُنہی بزرگوں کے نام لینے والے تھے - مثلاً حکیم ثناء اللہ خان فراق شاگرد میر درد - حکیم قدرت اللہ خان قاسم شاگرد خواجہ میر درد و شاہ ہدایت - میاں شکیبا شاگرد میر - مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد سودا - میر قمر الدین منّت والد میر ممنون ساکن سونی پت - شیخ ولی اللہ محب[۲۵] وغیرہ حضرات تھے کہ دربار شاہی سے خاندانی اعزاز رکھتے تھے - اور خاص و عام اُنہیں چشمِ ادب سے دیکھتے تھے - اگرچہ یہ لوگ نوشت خواند میں پختہ اور بعض انمیں سے اپنے اپنے فن میں بھی کامل ہوں مگر وہ جامعیت کہاں اور جامعیت بھی ہو تو وہ بچارے بڑے ہی پُرانے لکیروں کے فقیر - یہ طبیعت کی شوخی - زبان کی طرّاری - تراشوں کی نئی پہبن - ایجادوں کا بانکپن کہاں سے لائیں - غرض رشک بھی تلامیذ رحمانی کا خاصّہ ہے یا تو غریب الوطن نوجوان کو بے رفیق و بے یار سمجھکر کہن سال مشاقوں نے کچھ تعریضیں کیں - یا یہ کہ مشاعرہ میں اس بلند نظر کے حسبِ دلخواہ اُسکے کلام کی عزت نہوئی - بہرحال سید انشا کو شبہہ ہوا کہ میری مخالفت پر سب دلّی والے موافق ہو گئے -

مرزا عظیم کا معرکہ

اگرچہ یہ بزرگ بھی پُرانے مشّاق تھے مگر وہ نوجوان شہباز جسکے سینہ میں علوم و فنون کے

۲۵ سودا کے شاگرد تھے - اقسامِ سخن سے دیوان آراستہ کیا تھا - مرزا سلیمان شکوہ کی غزل بنایا کرتے تھے - وہ لکھنؤ گئے تو چند روز بعد یہ بھی گئے - اور وہیں دنیا سے گئے ۱۲

زور بہرے تھے - اور طرّاری اور بڑائی کے بازو اُڑائے لیے جاتے تھے - کسی کو خاطر
مین کب لاتا تھا خدا جانے طرفین نے زبان سے کیا کچھ کہا ہوگا - مگر غزلون کی مقطع میں
فخریہ جتکین ہونے لگیں - اور ساتھ ہی نکتہ چینی کی عینکین لگ گئین - انہین مرزا عظیم بیگ
تھے کہ سودا کے دعوی شاگردی اور پرانی مشق کے گھمنڈ نے انکا دماغ بہت بلند کردیا
تھا - وہ فقط شعر و کا علم رکھتے تھے مگر اپنے تئین ہندستان کا صائب کہتے تھے اور خصوصًا
ان معرکون مین سب سے بڑھکر قدم مارتے تھے - چنانچہ وہ ایک دن میر انشا اللہ خان
کے پاس آئے اور غزل سُنائی کہ بحر رجز مین تھی - مگر ناواقفیت سے کچھ مستعمل مین
بھی جا پڑی تھے - سید انشا بھی موجود تھے - تاڑ گئے - حد سے زیادہ تعریف کی
اور اصرار سے کہا کہ میرزا صاحب اسے آپ مشاعرہ مین ضرور پڑھین - مدعی کمال کہ مغز
سخن سے بیخبر تھا اُسنے مشاعرہ عام مین غزل پڑھ دی - سید انشا نے وہین
تقطیع کی فرمائش کی اُسوقت اس غریب پر جو کچھ گذری سو گذری مگر سید انشا
نے اسکے ساتھ سبکو لے ڈالا - اور کوئی دم نہ مار سکا - بلکہ ایک مخمس بھی پڑھا
جس کا مطلع یہہ ہے -

گر تو مشاعرہ مین صبا آجکل چلے — کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے — پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے
بحر رجز مین ڈال کے بحر رمل چلے

اگرچہ مرزا عظیم بیگ نے بھی گھر جا کر اسی مخمس کی طرح مین اپنی بساط بموجب دلکا بھڑاس
نکالا مگر وہ مشت بعد از جنگ تھی - چند بند اُسکے انتخابًا لکھتا ہون - کیونکہ اُنکے
بند بسبب بے لطفی اور نادرستی کے قابل تحریر بھی نہین - مرزا عظیم بیگ
کہتے ہین *

* نواب امین الدولہ معین الملک ناصر جنگ عرف مرزا امیر سو - امیر تخلص خلف وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ
چند روز دلی مین آکر رہے تھے - اخلاق - مروت - سخاوت مین ایسے تھے جیسا کہ وزیرزادون کو ہونا چاہیے
مشاعرہ مین شعرا اور اکثر امرا و شرفا کی ضیافت بھی کرتے تھے - انہی کے ہان یہ معرکہ ہوا تھا ۱۲

وہ فاضل زمانہ ہو تم جامع علوم — تحصیل صرف و نحو سے جنکی مچی ہے دھوم
رمل و ریاضی حکمت و ہیئت جفر نجوم — منطق بیان معانی کہین سب زمین کو چوم
تیری زبان کے آگے نہ دہقان کا ہل چلے

ایک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق — دیوان شاعرون کے نظر سے رہے طاق
ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہے طاق — ہر چند ابھی نہ آئی ہے فہمید جفت و طاق
ٹنگڑی تلے سے عرفی و قدسی نکل چلے

تھا روز فکر مین کہ کہون معنی و مثال — تجنیس و ہم رعایت لفظی و ہم خیال
فرق رجز رمل نہ لیا مینے گو سنبھال — نادانی کا مرے نہ ہو دانا کو احتمال
گو تم بقدر فکر یہی کر حمل چلے

نزدیک اپنے آپ کو کتنا ہی سمجھو دور — پر خوب جانتے ہین مجھے جو ہین ذی شعور
وہ بحر کونسی ہے نہین جسپہ یہان عبور — کب میری شاعری مین پڑے شبہ سے قصور
بنکر قمل نکالنے کو تم خلل چلے

موزونی و معانی مین پایا نہ تمنے فرق — تبدیل بحر سے ہوئی بحر خوشی مین غرق
روشن ہے مثل مہر یہ از غرب تا بہ شرق — شہ زور اپنے زور مین گرتا ہے مثل برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنو کے بل چلے

کم ظرفی سے تمہین تو یہی آئی ہے اُمنگ — کیجے نمود خلق مین اب کر سخن کی جنگ
اپنے تئین تو بخشتے آتا ہے یار ننگ — اتنا بھی کہئے حوصلہ فوارہ سان تنگ
جلو ہی بہر جو پانی مین گز بہر اچھل چلے

کیون جنگ گفتگو کو تم اُٹھہ دوڑے اس قماش — کرتے جو بہاری پانچہ ہوتا نہ پردہ فاش
پر سمجھین کب یہہ بات جو کندی ہون ناتراش — تیغ زبان کو میان مین رکھتے تم اپنے کاش

پھر تو مرزا کا یہہ عالم ہو گیا کہ حکیم صاحب کے سنائے بغیر۔ مصرع کسی کو سامنے نہ پڑھتے۔ سناتے وقت کہتے۔ یارا دیوار گوش دارد۔ اور چپکے چپکے پڑھا کرتے ۱۲

ناحق جو تم ازار سے باہر نکل چلے

اب سید انشا کو طائر فخر کی بلند پروازی اور زیادہ ہوئی - ہر غزل میں مضامین فخریہ کا جوش ہونے لگا - یہاں تک کہا کہ میرا اور ان لوگوں کا کلام ایسا ہے جیسے کلام الٰہی اور مسیلمۂ کذاب کا اَلْفِیْلُ مَا اَلْفِیْل -

مشاعرہ میں بادشاہ بھی اپنی غزل بھیجا کرتے تھے اور بادشاہوں کا کلام جیسا ہوتا ہے وہ ظاہر ہے - سید انشا نے حضور میں عرض کی کہ فلاں فلاں اشخاص حضور کی غزل پر تمسخر اور مضحکہ کرتے ہیں - بادشاہ اگرچہ اُن خانہ زادانِ قدیم پر ہر طرح قدرت رکھتے تھے - مگر اتنا کیا کہ مشاعرہ میں غزل بھیجنی موقوف کر دی - یاروں کو بھی خبر لگ گئی - نہایت رنج ہوا چنانچہ بعد اسکے جو مشاعرہ ہوا تو اسمیں کمریں باندھ باندھ کر آئے - اور ولی اللہ محب نے یہ قطعہ پڑھا[۱]

مجلس میں چلے جاتے ہیں جھگڑا شعرا کا — ایسے ہی کسی صاحب توقیر کے آگے
یہ بھی کوئی دانش ہے کہ پہنچے یہ قضایا — اکبر تئیں یا شاہ جہانگیر کے آگے

مرزا عظیم بیگ نے کہا کہ بابا میں نے اپنے عرضِ حال میں اپنے اُستاد کے ایک شعر پر قناعت کی ہے کہ ابھی تضمین ہو گیا -

عظیم اب گو ہمیشہ سے ہے یہ شعر کہنا شعار اپنا — طرف ہر ایک سے ہو بحث کرنا نہیں ہے کچھ اختیار اپنا
کئی سخن باز کہنہ گویوں میں ہو نہ اعتبار اپنا — جنہوں کی نظر میں ہم سبک ہیں یا انہیں کو وقار اپنا
عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھوں پہ ڈالا جو بار اپنا

دریائے موج کے آگے گھاس پھوس کی کیا حقیقت تھی - سید انشا غزل فخریہ کہکر روتے تھے وہ پڑھی جسکا ہر شعر دلوں پر توپ گولہ کا کام کرتا تھا -

ایک طفلِ دبستان ہے فلاطون مرے آگے — کیا منہ ہے ارسطو جو کرے چون مرے آگے

[۱] یہ مشاعرہ ایک خطرناک معرکہ تھا - حریفوں کی تیغ و تفنگ اور اسلحۂ جنگ سنبھالے تھے - بہادر بند اور دستہ دار کو ساتھ لیا تھا - ہر کوئی ادھر اُدھر لڑ رہا تھا اور بزرگانِ دین کی نیازیں مان مان کر مشاعرہ

کیا مال بہلا قصر فریدون مرے آگے
کانپی ہے پڑا گنبد گردون مرے آگے

مرغانِ اولی اجنحۃ مانندِ کبوتر
کرتے ہین سدا عجز سے غون غون مرے آگے

منہہ دیکھو جو نقار چھپے پیل فلک بھی
نقار ہی بجا کر کہے دون دون مرے آگے

ہون وہ جبروتی کہ گروہِ حکما سب
چڑیون کی طرح کرتے ہین چون چون مرے آگے

بولے ہی یہی خامہ کہ کس کس کو مین باندہون
بادل سے چلے آتے ہین مضمون مرے آگے

مجرے کو مرے خسرو پرویز ہو حاضر
شیرین بھی کہے آکے بلا لون مرے آگے

کیا آکے ڈراوے مجھے زلفِ شب یلدا
ہے دیوِ سفید سحری جون مرے آگے

وہ مارِ فلک کاہکشان نام ہے جسکا
کیا دخل جو بل کھا کے کرے فون مرے آگے

بعد ازین حکیم میر قدرت اللہ خان قاسم کے سامنے شمع آئی۔ انہون نے اتنا کہا کہ سید صاحب ذرا اس الفیل ما الفیل کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ میر مشاعرہ کو خیال ہوا کہ سید انشا کی ہجو کہی ہوگی۔ مبادا شرفا مین بے لطفی حد سے بڑھ جائے اسیوقت اٹھے کہ دونو مین صلح کروا دین۔ سید انشا نے بھی شرافت خاندانی اور علوِ حوصلہ کو کام کیا اٹھکر حکیم صاحب کے گلے لپٹ گئے اور کہا حضرت حکیم صاحب! آپ میرے بنی عم۔ اسپر صاحبِ علم۔ صاحبِ فضل۔ خاک بدہنم۔ بہلا مین آپ پر طنز کرونگا۔ البتہ مرزا عظیم بیگ سے شکایت ہے کہ وہ خواہ مخواہ بد دماغی کرتے ہین۔ اور داد دینی تو درکنار۔ شعر پر سر تک نہین ہلاتے۔ آخر کس برتے پر۔ غرض کہ سبکی صلح پر خاتمہ ہو گیا [۲۵]

[۲۵] نواب کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ پہلے مسند تکیہ لگا کر جلسہ مین بیٹھا کرتے تھے مرزا عظیم بیگ نے اپنے دوستون سے کہا کہ ہمین کیا غرض ہے جو مسند نشینون کے جلسون مین جا کر حاشیہ نشین بنین۔ نواب نے بہت عذر سے کہلا بھیجا کہ آپ صاحب تشریف لائین کچھ مضایقہ نہین تین بھی احباب کے ساتھ چاندنی پر بیٹھون گا اسدن سے مسند اوٹھا ڈالی ہر چند اکثر اعزہ اور شرفا نے کہا۔ ہرگز نہ مانا سب کے برابر بیٹھتے رہے ۱۲

دلی مین اگرچہ بادشاہ اُسوقت فقط بادشاہِ شطرنج تھا یہان تک کہ مال و دولت کے ساتھہ غلام قادر نابکار نقدِ صارت تک بھی لے گیا تھا۔ مگر یہ اپنا مطلب ہزار طرح سے نکال لیتے تھے۔ مثلاً جمعرات کا دن ہوتا تو باتین کرتے کرتے دفعتہً خاموش ہوتے اور کہتے کہ۔ پیر و مرشد غلام کو اجازت ہے؟۔ بادشاہ کہتے۔ خیر باشد کہان؟ کہان؟۔ یہ کہتے حضور آج جمعرات ھے۔ غلام۔ نبی کریم جائے۔ شاہِ دین و دنیا کا دربار ھے کچھہ عرض کرے۔ شاہ عالم بہ ادب کہتے کہ ہان ہان بھئی ضرور جایئے۔ سید انشا اللہ خان ہمارے لئے بھی کچھہ عرض کرنا۔ یہ عرض کرتے کہ حضور! غلام کی اور آرزو کونسی ھے؟ یہی دین کی آرزو یہی دُنیا کی مُراد!۔ یہ کہکر پھر خاموش ہوتے۔ بادشاہ کچھہ اور بات کرنے لگتے۔ ایک لمحہ کے بعد پھر یہ کہتے کہ پیر و مرشد! پھر غلام کو اجازت ہو بادشاہ کہتے کہ ہین آئے بھئی میر انشا اللہ خان ابھی تم گئے نہین؟ یہ کہتے کہ حضور بادشاہ عالیجاہ کے دربار مین غلام خالی ہاتھہ کیونکر جائے۔ کچھہ نذر و نیاز۔ کچھہ چراغی کو تو مرحمت ہو!۔ بادشاہ کہتے ہان بھئی درست درست! مجھے تو خیال ہی نہین رہا۔ جیب مین ہاتھہ ڈالتے اور کچھہ روپے نکالکر دیتے۔ میر انشاء اللہ خان لیتے اور ایک دو فقرہ دعائیہ کہکر پھر کہتے کہ حضور دوسری جیب مین دست مبارک جائے تو فدوی کا کام چلے کیونکہ وہان سے پھر کر بھی تو آنا ھے۔ بادشاہ کہتے کہ ہان ہان بھئی سچ ہے سچ ھے۔ بھلا وہان سے دو دو کھجورین تو کسیکو لاکر دو۔ بال بچے کیا جانین گے کہ تم آج کہان گئے تھے اگرچہ ان فقرون سے یہ کام نکال لیتے تھے۔ لیکن پھر کب تک؟ آخر دلی سے دل اُچاٹ ہوا۔ لکھنؤ مین آصف الدولہ کی سخاوتون نے حاتم کے نام کا خاتمہ کردیا تھا اور لوگ بھی کمال کے ایسے جویا تھے کہ جو دلی سے گیا پھر نہ آیا اسلئے اُدھر کا رخ کیا

جاتے ہی علم و فضل کے زور اور کمال کے شور سے تو پنجانے لگا دی کہ تمام شاعر سے
گونج اُٹھے - اور اُسی نمکخواری قدیم کے سلسلہ سے مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار
مین پہنچے - وہ شاہ عالم کے بیٹے تھے باپ دادا کے خانہ زادون پر شفقت واجب تھی
اسکے علاوہ شاعر بھی تھے چنانچہ عام اہل دہلی کے علاوہ شعرا کا مجمع دونو وقت اُنکے
ہان رہتا تھا - سودا - میر ضاحک - میر سوز - وغیرہ کا ورق - زمانہ اُلٹ چکا تھا -
مصحفی جرات - مرزا قتیل وغیرہ شاعرون اور شعر فہمون کے جلسے رہتے تھے - جو محفل
ایسے گلشن فصاحت کے گلدستون سے سجائی جائے وہان کی رنگینیان کیا کچھ ہونگی -
جی چاہتا تھا کہ اُنکی باتون سے گلزار کھلا دون - مگر اکثر پھول ایسے فحش کے کانٹون
مین اُلجھے ہوئے ہین کہ کاغذ کے پُرزے ہوئے جاتے ہین - اسلئے صفحہ پر پھیلاتے
ہوئے ڈر لگتا ہے -

پہلے مرزا سلیمان شکوہ مصحفی سے اصلاح لیا کرتے تھے - جب سید انشا پہنچے تو
مصحفی کا مصحف طاق پر رکھا گیا - بزرگون سے سُنا اور طرز کلام سے بھی معلوم
ہوتا ہے کہ شاہزادہ موصوف کے سر دیوان کی غزل اور اکثر اور غزلین بھی سید ممدوح
کی اصلاح کی ہوئی یا کہی ہوئی ہین - چنانچہ پہلا ہی مطلع اس مطلب کو روشن کرتا ہے

دل آپ تو عشق کے دریا مین ڈالا توکلت علی اللہ تعالی

کیونکہ سید انشا ایسی تضمینون کے بادشاہ تھے -

خان علامہ

سید انشا اگرچہ شاہزادہ موصوف اور تمام امرا و رؤسا کے دربار مین معزز و مکرم تھے
مگر ہمت عالی کا عقاب ہمیشہ اپنے پرونکو دیکھتا رہتا تھا - وہان تفضل حسین خان

۱؎ بلکہ وزیر علی خان کی مسند نشینی مین انکی مختاری داخل تھی اور بہروز علیخان کا اخراج اور سعادت علیخان کی مسند نشینی بھی انہی کی حسن تدبیر سے ہوئی تھی - انہون نے انگریزی اور لاطینی زبان بھی سیکھی تھی نیوٹن صاحب کو ڈفرنسل وغیرہ کا ترجمہ فارسی مین کہا تھا اور کئی دفعہ کلکتہ گئے تھے ۱۲

ایک شخص تھے کہ بعد ابوالفضل اور سعد اللہ خان شاہجہانی کے علامہ کا خطاب اگر ہوا تو انکے لیے تسلیم ہوا ہے وہ اپنے علم اور حسن تدبیر سے ادھر معتمد سرکار انگریزی کے اُدھر رکن سلطنت لکھنؤ کے اور مشیر تدبیر سعادت علیخان کے تھے انکی صحبت ایک مجموعہ فضل و کمال کا تھا۔ وہان سید انشا بھی جایا کرتے تھے وہ بھی انکی لیاقت اور خاندان کے لحاظ سے پہلو عزت مین جگہ دیتے تھے اور فکر مین تھے کہ کوئی مناسب حال صورت نکالین ایک دن جوش تقریر مین سید انشا ایک لفظ بول گئے کہ اسکے دو معنی تھے مگر اُردو مین جو معنی ہین وہ اس قابل نہین کہ اسے جلسون مین ذکر آئے۔ چونکہ یہ خود بھی مزاج شناسی کے ارسطو تھے اسلئے کہتے تو کہہ گئے مگر خان علامہ کی نظر تاڑ کر بولے کہ زبان مار داڑھی مین بیوقوف کو کہتے ہین۔ انھون نے کچھ سوچ کر کہا کہ خیر خانصاحب انداز معلوم ہوگیا جلد کچھ صورت ہوجائیگی۔ انشا اللہ تعالے دوسرے ہی دن سعادت علیخان سے انکے خاندان کی بزرگی اور انکے ذاتی کمالات کا ذکر کرکے کہا کہ انکی صحبت مین ان کا ہونا شغل صغیر و کبیر سے بہتر ہوگا۔ وہ سنکر مشتاق ہوئے۔ دوسرے دن خان صاحب۔ سید انشا کو لیگئے۔ اور ملازمت ہوتے ہی ایسے شیر و شکر ہوئے کہ پھر نواب کو اُن کے سوا کسیکی بات مین مزا ہی نہ آتا تھا۔

اسمین شک نہین کہ تہذیب طبعی کی آگ اور شوق انتظام نے نواب کے دماغ کو خشک کردیا تھا۔ مگر جیتی جان کے لیے شگفتگی کا بھی ایک وقت ضرور ہوتا ہے اور سید انشا تو وہ شخص تھے کہ ہر بزم مین گلدستہ اور ہر چمن مین پھول چنانچہ کوئی خاص خدمت نہین حاصل کی مگر دربار دار ہی کے ساتھ ہر دم کی مصاحبت

۲۵ یہ جیوٹ کے رہنے والے اور عبدالحکیم سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ بستو دیگر

تھی - اس عالم مین انھون نے عامۂ خلائق خصوصًا اہل کمال اور اہل خاندان کی کار برآری سے نیکی اور نیکنامی کی دولت کمائی کہ جس سے زیادہ کوئی خزانہ نہین ہو سکتا - ہزارون کو مراتب اعلے پر پہنچا دیا - مگر آپ شاعر ہی رہے - چنانچہ عنقریب ان کے حال سے کچھ اشارے معلوم ہونگے -

زمانہ کا دستور ہے کہ صحت مین سے بیماری اور زندگی مین سے موت پیدا کر دیتا ہے - اسی مصاحبت سے ہنسی ہنسی مین مخالفت پیدا ہو گئی - جسکا انجام یہ ہوا کہ وہ چہکتا ہوا بلبل اپنے گھر کے پنجرے مین بند کیا گیا[۲۵] - اور وہان سے اس گمنامی کے ساتھ زمین کا پیوند ہوا کہ کسیکو خبر نہوئی - بسنت سنگھ نشاط کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے - "تاریخ"

خبر انتقال میر انشا — دل غمدیدہ تا نشاط شنفت
سال تاریخ او ز جان اجل — عرفی وقت بود انشا گفت

تصانیف کی تفصیل

انکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیفات کا ذخیرہ بہت کچھ ہوگا مگر جو میری نظر سے گزرا ہے - انمین سے ایک **کلیات** ہے اسمین (۱) اردو غزلون کا دیوان تمام و کمال (۲) دیوان ریختی - اور ریختی مین پہیلیان - اور مستزاد - طلسمات کے نسخے قواعد پشتو (۳) قصائد اردو - حمد - نعت - مدح بزرگان دین - مدح بادشاہ دہلی اور تعریف امرا مین

[۲۵] دونو گمنام گہرون کے لڑکے تھے اور ساتھ پڑھتے پہرتے تھے - عبدالحکیم اگرچہ اول سبق مین پیش قدم تھے مگر قسمت کے یہی پیش قدم نکلے - یہان تک کہ بڑھتے بڑھتے شاہجہان کے وزیر ہو گئے اور علامہ کا خطاب علم و فضل کی شہرت پر طرّہ ہوا - سوائے نام کے کوئی تصنیف کا نشان نہین چھوڑا - البتہ شاہجہان نامہ مین ایک مراسلہ انکا لکھا ہوا ہے مگر علامہ ابوالفضل کی کلام سے نسبت بھی نہین - چنبوٹ مین ایک مسجد ہے اسکے منار ہلائے سے ہلتے ہین - کہتے ہین کہ سنگ لرزان کے ہین - ۲۵ قتیل کے رقعون سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵ مین وہ موقوف ہو کر خانہ نشین ہوئے تھے - مگر معلوم نہین ہوتا کہ یہی آخری خانہ نشینی تھی - یا بعد اسکے پہر بحال ہو گئے -

(۴) قصاید بزبان فارسی (۵) دیوان غزلہائے فارسی تمام ہے مگر مختصر ہے
(۶) مثنوی شیر برنج فارسی ہین (۷) مثنوی فارسی بے نقط اسکی سرخیون کی
بہی مصرع بے نقط ہین (۸) شکار نامہ نواب سعادت علیخان کا بزبان فارسی
(۹) ہجوین - گرمی - بہڑون - کہٹملون - مکہیون - پسوؤن - وغیرہ کی شکایت
مین - اور متفرق اشخاص کی ہجوین (۱۰) مثنوی عاشقانہ (۱۱) ہاتھی اور
چنچل پیاری ہتھنی کی شادی (۱۲) متفرق اشعار - معمے - رباعیان - قطعے
فارسی اُردو وغیرہ - تاریخین جنمین اکثر باتین قابل یاد رکہنے کے ہین - پہیلیان
چیستانین (۱۳) دیوان بے نقط (۱۴) ماتہ عالِ زبان عربی کی فارسی مین
(۱۵) مُرغنامہ اُردو مین - مُرغبازی کے قواعد مثنوی کے طور پر لکہے ہین - مگر
جو اپنے تمسخر کے قواعد ہین وہ اسمین بہی نہین بہولے -

۲ **دریائے لطافت** قواعد اُردو - منطق - معانی - بیان وغیرہ مین -

۳ **ایک داستان** نثر اُردو مین ایسی لکہی ہے کہ ایک لفظ بہی عربی
فارسی کا نہین آنے دیا - باوجود اسکے اُردو کے رتبہ سے کلام نہین گرا - ہان وہی
چو چلے - وہی پہبلین اُسمین بہی چلی جاتی ہین - مقدار مین ۵۰ صفحہ کی ہوگی تہوڑی
عبارت نمونہ کے طور پر لکہتا ہون -

اب یہان سے کہنے والا یون کہتا ہے - ایک دن بیٹہے بیٹہے یہہ بات اپنے دہیان
چڑہی - کوئی کہانی ایسی کہے جسمین ہندی چہٹ اور کسی بولی کی پٹ نہ ملے
باہر کی بولی اور گنواری کچہہ اُسکے بیچ مین نہو - تب میرا جی پہول کر کلی کے روپ کہلے
اپنے ملنے والونمین سے ایک کوئی بڑے پڑہے لکہے پرانے دہرانے ٹہاگ بڑے
ڈہاگ یہہ کہڑا آگ لائے - سر ہلا کر منہہ تہتا کر - ناک بہون چڑہا کر - گلا پہلا کر - لال لال

انھیں پتھرا کر لگے کہنے - "یہہ بات ہوتی دکھائی نہیں دیتی - ہندوی پن بھی
نہ نکلے - اور بیا کہا پن بھی نہ ٹھس جائے - جیسے بھلے مانس اچھے لوگ آپسمیں
بولتے چالتے ہیں - جون کا تون وہی سب ڈول رہے اور چہاون کسیکی نہ پڑے
یہہ نہیں ہونے کا" - میں نے اُنکی ٹھنڈی سانس کی پہانس کا ٹھوکا کہا کر جھنجلا کر
کہا - میں کچھہ ایسا بڑ بولا نہیں جو رائی کو پربت کر دکھاؤں اور جھوٹ سچ بولکر
انگلیاں نچاؤں - اور بے سُری بے ٹھکانے کی اُلجھی سُلجھی تانیں لئے جاؤں -
مجھسے نہ ہو سکتا تو بھلا مُنہہ سے کیوں نکالتا - جس ڈھب سے ہوتا اس بکھیڑے کو
ٹالتا - اب اس کہانی کا کہنے والا یہاں آپکو جتاتا ہے - اور جیسا کچھہ اُسنے لوگ
پکارتے ہیں - کہہ سُناتا ہے - اپنا ہاتھہ مُنہہ پر پھیر کر موجھونکو تاؤ دیتا ہوں اور
آپکو جتاتا ہوں - جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاو بتاؤں - اور راؤ چاؤ - اور
کود پھاند - اور لپٹ جھپٹ دکھاؤں آپکے دھیانکا گھوڑا جو بجلی سے بھی بہت
چنچل اچپلاہٹ میں ہے - دیکھتے ہی ہرن کے روپ اپنی چوکڑی بھول جائے - چونکا

گھوڑے پہ اپنے چڑھ کے آتا ہوں تیز — کرتب جو جو ہیں سب دکھاتا ہوں تیز
اُس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی — کہتا جو کچھہ ہوں کر دکھاتا ہوں میں

دیوان اُردو

غزلوں کا دیوان - عجب طلسمات کا عالم ہے - زبان پر قدرتِ کامل
بیان کا لطف - محاوروں کی نمکینی - ترکیبوں کی خوشنما تراشیں دیکھنے کے
قابل ہیں - مگر یہ عالم ہے کہ ابھی کچھہ ہیں ابھی کچھہ ہیں - جو غزلیں یا غزلوں
میں اشعار با اصول ہو گئے وہ ایسے ہیں کہ جواب نہیں - اور جہاں طبیعت اُور
طرف جا پڑی وہاں ٹھکانا نہیں - غزلوں میں غزلیت کے اصول کی پابندی
نہیں - سبب یہ ہے کہ وہ سخن آفرین ایک ذخیرہ وافر مضامین و الفاظ کا

اپنے پاس رکھتا تھا۔ اُس سے جس قسم کی مخلوق چاہتا تھا پیدا کر لیتا تھا۔
جس مشاعرہ میں اُنہوں نے یہ غزل طرح کی پڑھی ہے۔

لگا کے برف میں ساقی صراحی مے لا جگر کی آگ بجھے جلد جس سے وہ شے لا

کُل پانچ شعر کی غزل تھی۔ جرات اور مصحفی تک موجود تھے۔ مگر سب نے غزلیں ہاتھ سے رکھدیں کہ اب پڑھنا بے حاصل ہے۔ ایک مستزاد کی طرح میں جب اُنہوں نے مسلسل تین غزلیں پڑھیں تو مشاعرہ میں ایک قیامت برپا ہوگئی تھی مصحفی و جرات جب بھی موجود تھے اور غزلیں اب بھی حاضر ہیں۔ یہ عالم ہے جیسے شمع زیور کے سامنے تنکوں کا کھیل۔ جرات ایک موقع پر کہتے ہیں۔

اب تلک آنکھوں میں ساقی ہے نشہ چھایا ہوا چنپئی رنگ اُسکا اور جوبن وہ گدرایا ہوا

اور سید انشا کہتے ہیں۔

برق چشمک زن ہے ساقی ابر ہے آیا ہوا جام مے دے تو کدھر جاتا ہے مچلایا ہوا[۲۵]

ریختی کا شوخ رنگ سعادت یار خان رنگین کا ایجاد ہے مگر سید انشا کی طبع رنگین نے بھی موجد سے کم مسکھرا پا نہیں دکھایا۔ یہ ظاہر ہے کہ عیش و نشاط اور صحبت ارباب نشاط ایسی پلید باتوں کے حق میں وہ تاثیر رکھتی ہے جو نباتات کے حق میں کہاں اثر کرتی ہے۔ چنانچہ دلی کے فاقہ مستوں میں کم اور لکھنؤ میں قرار واقعی ترقی اسکی ہوئی۔ قطع نظر وضع اور لباس کے۔ جان صاحب کا دیوان اسکا نمونہ موجود ہے۔ اِس صورت میں زنانہ مزاجی۔ اور بے ہمتی۔ اور بزدلی جو عام لوگوں میں پیدا ہوئی اُسکا ایک محرک اُسی ایجاد کو سمجھنا چاہیئے۔ اِس انداز میں جو پہیلیاں اور طلسمات کے نسخے لکھے ہیں اُن کا انداز بیان عجیب لطف دکھاتا ہے ہندستان کی مختلف زبانیں اُنکے گھر کی لونڈی ہیں۔ ابھی پنجاب میں کھڑی ہیں۔

---

۲۵ مقطع نے تو خاتمہ کردیا ہے دل لگایا ہے کہیں انشا نے شاید دوستو۔ اندنوں آتا نظر ہے سخت گھبرایا ہوا

ابھی پورب مین بیٹھے باتین کرتے ہین - ابھی برج باشی ہین - ابھی مرہٹے - ابھی کشمیری - ابھی افغان - سب زبانون مین کچھہ نہ کچھہ کہا ہے - یہان پوربی کے دو شعر ہین وہ لکھتا ہون کہ قریب الفہم ہین - مطلع و مقطع پوربی

سُپتہکری مین پہکر بہی مُہبت آئے کے جہاؤ میان کو بہنو پہ جو ٹپکیں گہائے کے

افسانہ کہان میان بڑی پہاں جہین ہیز صدن پڑہین ہین جن ستی طلبلم آئے کے

انکے الفاظ جو موتی کی طرح ریشم پر ڈہلکتے آتے ہین اسکا سبب یہی کہہ سکتے ہین کہ قدرتی فصاحت اور صفائی کلام کے سبب سے ہے - اور کلام کا بند و بست جو آرگن باجے کی کساوٹ رکہتا ہے یہ بندش کی چستی اور استخوان بندئے الفاظ کی خوبی ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ انکی زبان جو فصاحت کا سانچہ ہے اُس سے اگر بے معنی الفاظ بہی ترکیب کہا کر نکلتے ہین تو مزا ہی دیتے ہین - یہ زیادہ تر اُن ہجوون سے ثابت ہوتا ہے جو شیخ مصحفی کے معرکون مین لکہین اور یہان شدتِ فحش کے سبب سے قلم انداز ہوئین -

رائے قصائد پر

قصائد بڑی دہوم دہام کے ہین - الفاظ کی شکوہ طبیعت کی بلند پروازی کی کوئی حد نہین مگر سید ہے چلتے چلتے ایک ایسی چال بدلتے ہین کہ انسان حیران رہ جاتا ہے - وہ یہی بات ہے کہ اپنی زبان دانی کے جوش اور قوتِ بیانی کے مزے مین آکر کبہی کوئی شوخ مضمون کبہی کوئی خوش آیندہ ترکیب اور نئی تراش ایسی سوجہہ جاتی ہے کہ اُسے باندہے بغیر نہین رہ سکتے - اور وہان قصیدہ کی متانت اور وقار کے اصول ہاتھ سے جاتے رہتے ہین - اسمین کبہی تو کلام مین شوخی اور ایک قسم کا بانکپن پیدا ہو جاتا ہے اور کبہی مبتذل ہو جاتا ہے - مگر پہر لطف یہ ہے کہ قدرتی لذت جو زبان مین ہے وہ کلام کو بدمزہ نہین ہونے دیتی - اور اسیواسطے

جس دربار یا جلسہ مین قصیدہ پڑہتے تھے سبحان اللہ اور واہ وا کہنے کے سوا سننے والون کو ہوش نہ تہا - اِس بے اعتدالی کا یہہ سبب تہا کہ طبیعت مین طاقت بہت تھی مگر اُسپر قابو نہ تہا - اِن قصیدون مین مزا وہان آتا ہے جہان ممدوح کی تعریف کرتے کرتے دفعتہً کہتے ہین کہ دار الخ ایران سجہے ایران مین بیٹہا کہہ رہا ہے اور جہٹ چند شعر فارسی کے اسطرح کہجاتے ہین گویا ایک آغائے تازہ ولایت آیا اور اپنے چنین وچنان کے ساتہہ شیرۂ شیراز کے دو دو گہونٹ سبکو پلا گیا - اِسکے برابر گویا ایک عَرَبُ العَرَبا جبہ پہنے - عبا اور عمامہ سجے سامنے اکڑا ہوتا ہے پہر شاہ بخارا ترکستان سے ترکی مین آواز دیتا ہے - اور ساتہہ ہی سالیجاہ کابل اپنی افغانی مین یہ کہتا ہے - اور برج کی گوپیان یون کہتی ہین - اور پنجاب مین جہنگ سیالے کی جٹیان یون کہتی ہین - وغیرہ وغیرہ - غرض اِس بیان کی کیفیت انکے دیوان کے دیکہنے سے معلوم ہوتی ہے - **فارسی** مین وہ انتہای درجہ کی قدرت رکہتے تہے - اُسمین جب نظم یا نثر کہتے تہے تو یہی معلوم ہوتا تھا گویا بلبل شیراز سامنے بول رہا ہے - مگر قباحتِ مذکور کا پردہ یہان زیادہ تر کہلتا ہے - کیونکہ لفاظی کا لشکر انکے آگے مسلح حاضر ہے - مضمون چاہین تو آسمان سے تارے اُتار لائین - مگر فارسی قصائد مین بہی طبیعت کو روکتے نہین - قصیدہ کے اُصول کو کہو کر - محاورہ کی نکینی اور بول چال کی شوخی سے کلام مین مزا پیدا کرتے ہین - اور بیشک اِس مطلب مین کامیاب ہوتے ہین - کیونکہ ادائے مطالب اور فصاحتِ کلام کے لحاظ سے اِس زبان پر بہی قدرتِ کامل رکہتے ہین - ایک قصیدہ بے نقط کو بہت سی صنعتون سے مرصع کرکے زورِ طبع دکہایا ہے - بلکہ بڑے فخر کے ساتہہ اُسکا نام مطوّرُ الکلام رکہا ہے - اور اِسپر اُنہین خود بہی بڑا ناز ہے -

دیوان فارسی

دیوان فارسی کا یہی حال ہے - باتون ہی باتون کا مزا ہے جس غزل کو دیکھو گویا دو ایرانی ہین کہ کھڑے باتین کر رہے ہین - اور فقط مسخراپن مضمون کو دیکھو تو کچھ بھی نہین - یہ سب کچھ ہے مگر لطفِ زبان اور خوبیِ بیان کی تعریف نہین ہو سکتی - اور اسمین کچھ شبہہ نہین کہ اگر چند ساعت کے لئے اپنے رفیقِ طبعی یعنے تمسخر سے جدا ہوتے اور ذرا زبان کو قابو مین رکھتے تو خدا جانے اپنے زمانے کے خاقانی و انوری ہوتے - یا سعدی و خسرو - چنانچہ ایک ایرانی تازہ وارد کو کسی موقع پر نظم مین رقعہ لکھکر بھیجا ہے - اُس سے قدرتِ زبان اور لطفِ بیان کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت گھر سے نکلنا بند تھا - رقعۂ منظوم -

تو اے نسیم سحر گہ ز جانبِ انشا — برو بخدمت حاجب علیِ شیرازی
سلامِ شوق رسان و بگو بعجز و نیاز — کہ می سزد بکمالِ تو ہر قدر نازی
بلے ز نفخۂ روح القدس مدد داری — ازان مسیح زمان و سراسر اعجازی
ہمائے عالمِ قدسی - سہیم تو عنقاست — چو طایرانِ بہشتِ برین خوش آوازی
قصیدہ و غزل فی البدیہات دیدم — علوِ مرتبہ داری بلند پروازی
کسی بہ پیشِ تو دیگر چہ لافِ شعر زند — بفکرِ سعدیِ شیراز را تو انبازی
بسانِ رستم دستانی اے نکو کردار — بہر طرف کہ کنی قصد رخش می تازی
ہنوز قید نداری چو سرو آزادی - — بہر کجا کہ دلت میکشد سرافرازی
تو سر بہ مُہر نہ ہمچو نامۂ شاہان — اگرچہ فقرۂ مخصوصِ مطلب رازی
باین جریمہ کہ حاضر بخدمت نشدم — توقع اینکہ ز چشم خودم نیندازی
بدونِ حکمِ وزیر الممالک اے آقا - — چسان کنم حرکت نوکری است یا بازی
نماز روزہ معاف است عذر اگر باشد — بگو برائے چہ دیگر بشکوہ پردازی

بعید نیست پئے سیر اگر بخانۂ من — قدم گذاری و گاہی ز لطف بنوازی

عربی مین بھی وہ خاموش نہ تھے۔ چنانچہ یہ قطعے نمونہً دکھاتے ہین۔

قطعہ	سَكَتَ الْحَبِيبُ مَتَانَةً جُلَسَائُهُ يَتَحَيَّرُونَ	بَقِيَ التَّلَذُّذُ سَادِبًا وَبَنِي عَمُوْنَ مُحَالِبًا
قطعہ	رَبِّ عَلَيَّ رَحْمَتَكَ الْوَافِيَةَ اَنْتَ مُغِيثُ الْفُقَرَاءِ الْصَّبَّا	اَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعَافِيَةَ عَافِيَةً كَافِيَةً شَافِيَةً

عربی فقرے اس خوبی سے تضمین کرتے ہین جیسے انگوٹھی پر نگینہ۔ چنانچہ سرِ دیوان غزل کا مطلع ہے۔

صفا بر تب کریم یہان وہ ہر ایک تیرا ہے مبتلا	کہ اگر اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ تو کہے تو کہدین ابھی بَلٰی
اے عشق مجھے شاہدِ اصلی کو دکھا لا	ثُمَّ خُذْ بِيَدِي وَفَّقَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى
مجھے کیا ملائکِ عرش سے مجھے عشق تیرا ہے اے خدا	بہت انکو لکھون تو وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى
بہاتا ہے یہ بھوک پیاس سب کچھ سہنا	اور روزون مین انتظارِ مغرب رہنا
آپسمین سحر گہی کی چہلین اور پھر	يَا لَصَّوْمِ غَدًا نَوَيْتُ اُن کا کہنا

رباعی	آرام و نشاط و عیش کردند نجوم با دختر رز پیر مغان عقد بست	اسباب و قبول جلگی شد معلوم قَدْ قُلْتُ قَبِلْتُ يَا لَصَّدَاقِ الْمَعْلُوْمِ
رباعی	مین کوچہ عشق کی جو کرتا ہون سیر ہر گام مری زبانیہ جاری انشا	آرام مین اور اسمین تو ذاتی ہے بیر رَبِّ يَسِّرْ ہے اور تَمَّمْ بِالْخَيْرِ

مثنوی شیر برنج فارسی زبان مین مولانا روم کی طرز مین لکھی ہے۔ مگر نہین معلوم ہوتا کہ تمسخر کرتے ہین یا تتبع کرتے ہین۔ کیونکہ زبان کہین فقط روزمرہ ہے۔ کہین عالم جبروت اور لاہوت سے پرے کے الفاظ لاکر لفاظی کرتے ہین۔ اور جا بجا

عربی زبان - کہین شعر کہین مصرع ہوتے جاتے ہین - مضامین فقط ظرافت کی باتین اور حکایاتین ہین - اُنہین نظم کرکے معرفت و طریقت مین لاتے ہین - غرض کھیر مین لون ڈالکر تصوف کو تمسخر کر دیا ہے - مگر یہ بچپن کا کلام معلوم ہوتا ہے

شکار نامہ سعادت علیخان کا فارسی مین ہے - زبان کی شیرینی - اور ترکیب کی چستی - اور اُسمین طبیعت کی شوخیون نے جو لطف پیدا کیا ہے - دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - اِس مقام پر چند شعر لکھے بغیر نہین رہ سکتا -

شکار نامہ

اینکہ کنون میگذرد در شمار	بست فزون از دو صد و یکہزار
ساختہ در خامۂ انشا وطن	چند ہزار آہوئے مشک ختن
بہ کہ کنون صید مضامین کنم	بار گئی ناطقہ را زین کنم

در تمہید کلام

از مدد شیر خدائے ودود	صورت عنقائے طرب پر کشود
ذہن و ذکا رقص چو طاؤس کرد	مست شدہ آہوئے صحرا نورد
طائر اقبال بہ نشو و نما	سایہ فگن گشت بسان ہما
خیز دلا صبح سعادت دمید	فصل گل و باد بہاری وزید

در تعریف حضور پرنور

اشرف خیل وزرائے زمان	ناظم ملک ہمہ ہندوستان
صفدر و منصور و سخی و شجاع	بست کمر از پے قتل سباع
تاختہ از خانہ بہ عزم شکار	کرد برو برج اسد جان نثار

در تعریف خیمہ و خرگاہ و نوبت و نقارہ وما یتعلق بذالک

تا که بزد خیمهٔ زرین طناب — آمده در برج حمل آفتاب
گشت ز نقاره صدائے بلند — زنده بمان - زنده بمان - سلامت گزند
وز دهل نقره برآمد بجوش — تا بتوان دنا بتوان - همان خروش
حلقهٔ صید است در آئین من — دین من و دین من و دین من
واشده زینسان دهن کرنا — باد بدن - باد بده - باد دعا
دشمن این خانه جگر خون بود — دون بود و - دون بود و - دون بود
عیش برون از حد اندازه شد — رسم کهن از سر نو تازه شد
غلغلهٔ کوس به کیوان رسید — آب شده زهرهٔ دیو سفید
کوه چو غریدن پیلش شنید — صورت خرطوم وی از دور دید
گفت برون آمده از زیر ابر — صور سرافیل پئے صید ببر
وقت همانست که سیمرغ قاف — بگذرد از قلهٔ لاف و گزاف
آنچه ندیدست فریدون بخواب — جمله مهیا است ورا در رکاب
چونکه بدید اینهمه عظم و شکوه — لرزه برافتاد بر اندام کوه

تاریخ

فوج ظفر موج باین عز و جاه — گرد رسانید چو بر اوج ماه
شوکتش انشا بخط زر نوشت — فقرهٔ تاریخ مظفر نوشت
۱۳۳۰

تعریف اسپ

خود چو بر اسپ عربی بر نشست — آمده بر فوج غزالان شکست
اسپ چه اسپ اشهب باد صبا — اسپ مگو شهپر خرگلگون قبا
اسپ باین شوخی دلچسپ گو — حور بگو - اسپ مگو - اسپ گو؟

اسپ مدن لمعۂ شرق است این	اسپ کجا چشمکِ برق است این
پیش رو جودتِ طبع سلیم	گام نہد بر بر و دوشِ نسیم
زیب دہِ کوہ و بیابانِ نجد	قیس اگر بنگرد آید بہ وجد
سیرت لیلی رسدش در خیال	با ہمہ چالاکی و حسن و جمال
بندش ار نادرِ کشورستان	وصف کند با ہمہ ایرانیان

آگے نادر کی زبانی جو اشعار ہین وہ ترکی مین کہے ہین اور پہر مطلب شروع کیا ہے

ہجوین اُردو مین ہین۔ خیال کرلینا چاہئے کہ جنہین بانکین غزل اور قصیدہ مین سیدہا سیدہا نہین چلنے دیتا اُنہون نے وہان کیسا کچہہ رنگ اُڑایا ہوگا۔

مثنوی عاشقانہ مختصر ہے اور کوئی بات اُسکی قابلِ اظہار نہین۔ ایک ہتہنی اور چنچل پیاری ہتہنی کی حکایت کہین انگریزی سے انکے ہاتہہ آگئی ہے۔ نظر بازی کی آنکہہ خود ایسے مضامین کی تاک مین رہتی تھی۔ یہ تو تیار مال تہا۔ غرض اُسکی شادی جسکے سامان سے کی ہے وہ تماشا دیکہنے کے قابل ہے۔

متفرق اشعار۔ قطعے۔ خطوطِ منظوم۔ اور رباعیان اور پہیلیان۔ جیسا نین لطایف سے دیوان مالامال ہین۔ مگر بنیاد سبکی تمسخر پر ہے۔ طالبِ کمال کو سمجہہ جاہیئے کہ بہت کچہہ اسمین قابل لینے کے ہے اور بہت کچہہ پہلات۔

دیوان بے نقط ایک معمولی طبع آزمائی ہے اسمین کوئی بات قابل تحریر نہین

مثنوی مائتہ عامل زبان عربی کی نظم فارسی مین ہے۔ اگرچہ وہ بڈہے ہوکر بہی بچون سے آگے دوڑتے تہے مگر یہہ بھی اوائل عمر کی معلوم ہوتی ہے۔ [1]

دریائے لطافت قواعدِ اُردو مین ہے۔ اِس کتاب مین بھی اگرچہ اندازِ کلام مین وہی تمسخر اور شوخی ہے۔ مگر یہ پہلی کتاب قواعدِ اُردو کی ہے جو ہمارے

[1] ایک مختصر مثنوی مین پشتو زبان کے قواعد نظم کئے ہین ۱۲

اہل زبان نے اردو مین بھی ہی۔ اسمین اول اردو بولی والوں سے
فرقہ کی زبانون کے نمونے دکھائے ہین۔ اور انمین حق زبان دانی اور سخن فہمی
کا ادا کیا ہے۔ پھر قواعد بیان کئے ہین اور ظرافت سے لیکر فحش تک کوئی بات باقی
نہین چھوڑی۔ لیکن طالب فن اسمین سے بھی اکثر نکتے ایسے حاصل کر سکتا ہی کہ
چند روز کے بعد ڈھونڈے گا اور نہ پائیگا۔

بعد اسکے کئی بابون مین۔ عروض۔ قافیہ۔ منطق۔ معانی۔ بیان وغیرہ فروع
بلاغت کو زبان اردو مین لائے ہین۔ یہ مرزا قتیل کی تصنیف ہی۔ مگر اس حمام
مین سب ننگے تھے انکے مان بھی سوائے شہدین کے دوسری بات نہین۔ پھر بھی حق
یہ ہے کہ جو کچھ ہی لطف سے خالی نہین ہی۔ عروض مین انکے اصول اور قواعد لکھے
ہین۔ مگر تقطیع مین۔ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگہ کہتے ہین۔ پری خانم
پری خانم۔ پری خانم۔ پری خانم۔ اور فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن چت لگن چت لگن چت لگن چت لگن
اور مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن بی جان پری خانم بی جان پری خانم اور
فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن چت لگن پری خانم چت لگن پری خانم
اصطلاحین بھی نئی نئی رکھی ہین۔ چنانچہ نظم کی قسمون مین مثلث کا نام تکڑا۔ اور
مربع کا نام چوکڑا رکھا ہی۔ وغیرہ وغیرہ۔ منطق مین بھی اپنی اصطلاحین الگ
نکالی ہین۔ چنانچہ

علم	گیان	نسبت ثبوتیہ	مان لینا
علم حصولی	پردھیان	نسبت سلبی	توڑ
علم حضوری	آپ گیان	بدیہی	پرگٹ
تصور	دھیان	نظری	گپت

تصدیق .. .. جون توں	تسلسل .. .. .. الجھا سوت
موضوع .. .. بول	دور .. .. ہیر پھیر
محمول .. .. بہرپور	مطابقت .. .. .. ٹھیک ٹھیک
رابطہ .. .. جوڑ	تضمنی .. .. کہیر
نسبت .. .. ملاپ	التزامی .. .. .. اوپری لگاؤ
قضیہ .. .. بات	

اسی طرح معانی بیان وغیرہ مین۔

ہندی اور ملکی خصوصیتون کے مضامین کو سودا نے بہت اچھی طرح سے باندھا ہے مگر سید انشا نے بھی اچھلتے کودتے خوب قدم مارے ہین - اور یہ بات لطف سے خالی نہین - کیونکہ اپنے ملک کے ہوتے - عرب سے نجد - ایران سے بے ستون اور قصر شیرین - توران سے جیحون و سیحون کو ہندستان مین لانا کیا ضرور تھے - ایسی باتون سے فصاحت مین دشواری اور اشکال پیدا ہوتے ہین - چنانچہ سید موصوف کہتے ہین -

ہندی اور ملکی خصوصیتین

لیا گر عقل نے منھ مین دل بیتاب کا گٹکا	تو جوگی جی دھرا رہجائیگا سیماب کا گٹکا
صنم خانے مین جب دیکھا بت و ناقوس کا جوڑا	لگا ٹھاکر کے آگے ناچنے طاؤس کا جوڑا
ملے پاری سے جو ہڑتال کر کر راکھ کا جوڑا	تو تانبے سے جی اگلین کوئی تو ہی لاکھ کا جوڑا
نہین کچھ بھید سے خالی یہ تلسی داس جی صاحب	لگایا ہے جو ایک بھونری سے تمنی آکھ کا جوڑا
لپٹ کر کشن جی سے رادھکا ہنسکر لگین کہنے	ملا ہے چاند سے ایلو اندھیرے پاکھ کا جوڑا
یہ سچ سمجھو کہ انشا ہے جگت سیٹھ اس زمانہ کا	نہین شعر و سخن مین کوئی اسکے ساکھ کا جوڑا

اے عشق اجی آؤ مہاراجونکے راجہ ڈنڈوت ہے تمکو

کرتے ہو تم لاکھون کروڑون ہی سے چٹ اک ان مین بیٹھ

یہ جو بہنت بیٹھے ہین راوما کے گنڈ پر
اوتار بن کے گرتے ہین پریون کے جھنڈ پر

ہے نور بصر مردمک دیدہ مین پنہان مانند کنہیا
سو اشک کے قطرون سے بڑا اکیلے ہی چھرٹ اور انکھین ہین بھیگ

دل سنم زدہ بیناجیون نے لوٹ لیا
ہمارے قبلہ کو وہابیون نے لوٹ لیا

سنایا راز کو قصہ جو ہیر رانجھے کا
تو اہل درد کو پنجابیون نے لوٹ لیا

یون چلے مژگان سے اشک خونفشان کی سیدھی
جیسے بہڑ اوچ چلے بالے میان کی سیدھی

اور مقطع کی اکڑ مکڑ دیکھنے کے قابل ہے۔

رستمانہ دیکھ انشا کو قشون شاہ مین
سب یہ کہتے ہین کہ آئی سیستانی سیدھی

پہن اگر جیب نگاہ سنج تذہج جمال طرز خرام آہو
نہو دین اس بت کے گریجاری تو کیون ہو میلے کا نام آہو

غرض کل تصنیفات کی ہیئت مجموعی دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ نئی نئی تصرف اور ایجادون کے لحاظ سے سید انشا فن انشا کی قلمرو مین بادشاہ علی الاطلاق تھے اور اس اعتبار سے انہین اردو کا امیر خسرو کہین تو بیجا نہین۔ بلکہ قصیدہ طور الکلام مین جہان صنایع مختلفہ کی ذیل مین انہون نے ایک مصرع لکھا ہے کہ تین زبانون مین پڑھا جاتا ہے۔ وہان فخر کی موجیون پر خوب تاؤ دئے ہین اور کہا ہے کہ امیر خسرو نے تین لفظ کا ایک جملہ ایسا لکھا تھا اور فخر کیا تھا مجھے ایسا پورا مصرع ہاتھ آیا۔ یہ فقط ممدوح کی مدح کی برکت ہے اگرچہ آج یہ صنعتین بیکار ہین۔ مگر اس احسان کا شکریہ کس زبان سے ہو کہ ہماری زبان مین نئی نئی تشبیہین۔ شگفتہ استعارون کو رستے کھولے۔ اس سے بڑھکر یہ کہ

[illegible] سبوری سے سامنے ہوتا ہے جو کہ [illegible]
مین اسکے اشارے معلوم ہونگے۔

اسمین بھی کچھ کلام نہین کہ جو جو تصرف یا ایجاد کئے اُنمین بعض جگہہ سینہ زوری بھی ہے مگر خوش ادائی اور خوش نمائی مین کچھ شبہہ نہین۔ درحقیقت اِنکی تیزیٔ طبع نے عالمِ وجود مین آنے کے لئے بھی تیزی دکھائی۔ اگر وہ سو برس بعد پیدا ہوتے تو ہماری زبان کا فیشن نہایت خوبصورتی سے بدلتے۔ دیکھو وہ قصیدہ جو اُنہون نے جارج سوم کے تہنیتِ جشن مین کہا ہے۔

تصرفات [illegible]
سینہ ز[illegible]

انہین سو[illegible]
پیدا ہو[illegible]
تہا۔

قصیدہ در تہنیتِ جشن

گلیان پھولونکی تیار کر اے بوئے سمن
کہ ہوا کھانیکو نکلین گے جوانان چمن

عالمِ اطفالِ نباتات پہ ہوگا کچھ اور
گورے کالے سبھی پہنین گے نئے کپڑے پہن

کوئی شبنم سے چھڑک بالونپہ اپنے پوڈر
کرسی ناز پہ جلوہ کی دکھاویگا پہین

شاخِ نازک سے کوئی ہاتھ مین لیکر ایک کیتس
ہوا آگے سب سے نکالیگا نرالا جوبن

نسترن بھی نئی صورت کا دکھاویگا رنگ
کوچ پر ناز کے جب پاؤن رکھیگا بن ٹھن

اپنے گیلاس شگوفہ بھی کرین گے حاضر
آکے جب غنچۂ گل کھولینگے بوتل کے دہن

اہلِ نظارہ کی آنکھون مین نظر آوینگے
باغ مین نرگس شہلا کے ہوائی چتون

اور ہی جلوے نگاہونکو لگین گے دینے
اُودی بانات کی کُرتی سے شکوہِ سوسن

پتے ہل ہل کے بجاوینگے فرنگی طنبور
لالہ لاویگا سلامی کو بنا کر بلٹن

کھینچکر تارِ رگِ ابرِ بہاری سے کئی
خود نسیمِ سحر آوے گی بجاتے ارگن

اپنی سنگینین چمکتی ہوئی دکھلاوینگے
آپڑے گی جو کہین نہر پہ سورج کی کرن

نے نوازی کے لئے کھولکر اپنی منقار
آکے دکھلاویگی بلبل بھی جو ہے اُسکا فن

آرزو کے جو گران ڈیل ہین ہونگے سب جمع	انکر اپنا بگل بجا نکیگا جب شکہدر سن
آئینگا نذر کو شیشہ کی گھڑی لیکر حباب	یاسمین پتونکی پیشیں مین چلیگی بن ٹھن
بخت آویگی نکل کہول کلی کا کمرا	ساتھ ہولیگی نزاکت بھی جو ہے اُسکی بہن
حوض صندوقِ فرنگی سے مشابہ ہونگے	اُسمین ہو دینگے پریزاد بھی سب عکس نگین

ایک جگہہ گہوڑے کی تعریف مین کہتے ہین -

ہے اِس آفت کا سبک سیر کہ راکب اُسکا حاضری کہا ہے جو کلکتہ تو لندن مین ٹہین

اُن کا پڑہنا بہی ایک انداز خاص رکہتا تہا جس سے شعر کی شان اور لطف کلام دوبالا ہو جاتا تہا یہانتک کہ اکثر اشخاص مشاعرہ مین اپنی غزل اُنسے پڑہوایا کرتے تہے - کیونکہ اُنکی زبان آتشِ تاثیر کی چقماق تہی اُس سے نکلکر گرمیٔ سخن ایک سے دو چند بلکہ وہ چند ہو جاتی تہی - بیشک اُنہین میر و مرزا کے صاف کیے ہوئے رستے ہاتھ آئے مگر ان رستون مین اُچہلنے کودتے ایسے بے باک اور بے لاگ جاتے ہین جیسے کوئی اچہا پہکیت منجہے ہوئے ہاتہہ نذار کے پہکتا جاتا ہے -

دیوان دیکہنے سے انکے حالات و عادات کی تصویر سامنے کہچ جاتی ہے - جبکہ وہ مشاعرہ مین آتے تہے یا دربار کو جاتے تہے - ایک طرف آداب معقولیت سے سلام کیا - ایک طرف مسکرا دیا - ایک طرف منہہ چڑا دیا - کبہی مقطع مرد معقول - کبہی دلی کے بانکے - کبہی آدہی ڈاڑہی اُڑا دی - کبہی چار ابرو کی صفائی بتا دی

کلیات کو دیکہو تو یہی حالت اشعار کی ہے - اور اسمین شک نہین کہ تفریح تضحیک کے اعتبار سے کسی جلسہ مین اُنکا آنا بہانڈ کے آنے سے کم نتہا پس مصحفی نے اُنکی ہجویات کے ضمن مین کچہہ جہوٹ نہین کہا - ع ۔ اللہ کہ شاعر نہین تو بہانڈ ہے بہڑوے -

اگرچہ جس محدود دائرہ مین ہمارے فارس وہند کے شعرا پابزنجیر پہر رہے ہین
یہ بیچارے بہی دوڑتے پہرتے ہین - پہر بہی وہ شعرائے رائج الوقت کے اصولِ
معزونہ مین عاشقانہ مضامین کے پابند نہین - اسکا ایک سبب یہ بہی تہا کہ اول
تو اکثر غزلین اور قصائد انکے سنگلاخ زمین مین ہوتے تہے - پہر اُسمین قافیہ
ایسے کڈب لیتے تہے کہ عاشقانہ مضمون کم آسکتے تہے اسیواسطے قانونِ کلام یہ
رکہتا تہا کہ کیسا ہی قافیہ ہو اور کیسا ہی مضمون جس برجستہ پہلو سے بندہ جائے
چہوڑنا نہین چاہئے - ساتھ اسکے یہ ہے کہ شاعر کو زیادہ تر کام عوام سے ہوتا ہے -
جنہین مضامین عشقیہ کے بعد کچہہ لطف ہے تو ظرافت مین ہے - اسلئے انکی طبیعت
جو اسی آسمان کی زہرہ ہے ہر آن نیا جلوہ دیتی تہی - چنانچہ پابند اُن رسوم و
قیود کے اپنے گہر بیٹہکر جو چاہین سو کہین - وہ جب یارون کے جلسہ مین یا مشاعرہ
کے معرکہ مین آکر فانوسِ جادو روشن کرتے تہے تو تحسین اور واہ واسے دہوان
دہار ہوکر محفل بلبون ہوجاتی تہی حق یہ ہے کہ وہ اپنے طرز کے آپ بانی تہے - اور آپ
ہی اُسکا خاتمہ کر گئے -

انکی کلام بے اعتدالی علمی کے سبب

لوگ کہتے ہین کہ سید انشا کا کلام ہر ایک مقام پر قابل سند نہین - یہ بات درست ہے
مگر انکی بے اعتدالیان کچہہ جہالت کے سبب سے نہ تہین - بلکہ عمداً تہین - یا بے پروائی
کے سبب سے تہین کہ اپنے طبع وقاد اور جامعیتِ استعداد کے سامنے قواعد اور
اہل قواعد کو خاطر مین نہ لاتے تہے - سچ ہے کہ انکے جوشِ کمال نے تیزیٔ طبع کے تیزاب
سے اصول اور قواعد کو پانی پانی کردیا - الفاظ اور محاورات مین بہت سے تصرف
کئے - یہ تصرف اگر صرف معدود مقامون مین ہوتے تو شکایتین نہوتین کیونکہ
اُس زبان آور سے زیادہ قادرِ زبان اور زبان دان کون ہے - خصوصاً

اور وہ نشۂ کمال کا مست کسی کے کہنے کی پروا بھی نہ کرتا تھا - بلکہ جب کوئی شامت کا مارا گرفت کر بیٹھتا تھا تو کبھی سند سے - کبھی دلائل بجا و بیجا سے - اور ساتھ ہی ہجو دن کے تو پنجاون سے چاند ماری کا نشانہ بن جاتا تھا - بہرحال انکے کلام سے واقفِ حال اور طالبِ کمال بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے - اکثر اچھوتے ایجاد ہین کہ گلِ نوبہار کیطرح سر پر رکھنے کے قابل ہین - بہت سے تھوڑی سی تبدیلی یا تراش سے انوکھے ہو جاتے ہین - بہت سے وہ ہین جن پر سوا اسکے کچھ نہین کہہ سکتے کہ ع خطائے بزرگان گرفتن خطاست -

لوگ کہتے ہین کہ سید انشا کا کلام رنڈاپہ ہے اور جو اسمین ہزل ہے نہ بقدر نمک ہے

---

۱ اسکا سبب یہ تھا کہ انکے بزرگونکو سرکار سے شہدونکی تقسیم وظایف کی خدمت سپرد تھی - انکے بھائی جب دلی مین آئے تو وہ بھی ایک پاری کا کٹھا گلے مین پہنتے تھے - اور وضع بھی اُسی قسم کی رکھتے تھے - چنانچہ میر انشا اللہ خان نے آزادون کی انداز مین ایک مسترد کہکر داد زباندانی کی دی ہے - اور غزلون مین بھی اسی طرز کا پرتو دکھایا ہے - دریائے لطافت مین شہدے کی تحقیق سید انشا خود فرماتے ہین - شہدہ شخصے را گویند کہ از بیہنگی سر و پا - و کشیدن بار دیگری بر دوش و سر و خطا بہائے - او - آبلے - او بلے - بچا - ایسے تیسے - چند الفاظ فحش لکھے ہین وغیرہ وغیرہ عار داشتہ باشد و اگر یک روپیہ یا اشرفی یا قطعہ ہائے جواہر در مکانے گزاشتہ باشند - و شہدہ دران تہا بر دو دنگیا نے ہم نباشد - ہرگز دست بہیچ چیز نخواہد برد - و انبوہ این فرقہ متصل مسجد جامع دار الخلافہ خصوصاً چاوڑی بافتہ میشود - بلکہ کمال شہدہ ہمین است کہ او را شہدۂ جامع مسجد گویند - و برائے شہدہ ہا نامہائے عجب و لہجہ عرب بود - گنج - جما - بدھوا - نتوا - روسن چراغ - دھوا - راجو خان - نہال بیگ - میر آسو - بڑی خوجی - تسبیح رانجھ - ابو المالی یعنی ابو المعالی - دھنول محمد کیسو دراز - امینت اسمائے متبرکہ - حالا طرز گفتار باید شنید چونکہ انکی گفتگو مین فحش فاحش تھا اسلئے احتراز کیا گیا غرض شہدے بھی عجیب چیز ہین ذرا نام نکلا گیا تھا پھر صفحہ خراب کرتے

بلکہ غذا کی مقدار سے بڑہی ہوئی ہے - یہ بات بہی درست ہی - مگر اسکا سبب یہ ہی
کہ وقت حاکم جابر ہے - اور پسند عام اُسکا واضع قانون ہے - اُسوقت شاہ اُمرا
سے لیکر گدا اور غربا تک انہین باتون سی خوش ہوتے تھے - اور قدر دانی یہ
کہ ادنے ادنے نظمون پر وہ کچہہ دیتے تہے جو آجکل کے مصنفون کو کتابون پر
نصیب نہین ہوتا - سید انشا اگر یہ نکرتے تو کیا کرتے - پیٹ کو کاٹ کر کہان
پہینک دیتے - ہنگامۂ ہستی کے جو امرا اسے بہی ایک قسم کا کمال سمجہتے ہین کہ کسی
رستہ مین درماندہ نہین - جو پتہر سدِ راہ ہو - اُسے ٹہوکر مار کر ہٹائین - اور
آگے نکل جائین - انصاف کی آنکہین دیکہہ رہی ہین کہ جو کچہہ وہ کامل ہزار فن کر
گیا ہے - ہر ایک کا کام نہ تھا - نواب مصطفی خان شیفتہ کا گلشن بیخار
جب دیکہتا ہون تو خار نہین - کٹار کا زخم دل پر لگتا ہی - سید موصوف کی حال مین
لکہتے ہین - ہیچ صنف را بطریقہ راسخہ شعرا نگفتہ - یہہ بہی کہہ سکتے ہین کہ
اُنہون نی اِن رستون مین قدم کیون رکہا جو ایسی کیچڑ مین دامن آلودہ ہوئی
لیکن شہرستانِ تجارب کی سیر کرنے والے جانتے ہین کہ جب رواج عام کا راجہ
ہولی کہیلتا ہی تو بڑے بڑے معقول وضعدار اشخاص اُسکی چہینٹین فخر سمجہکر
سر و دستار پر لیتے ہین - پس وہ اور اُن کے معاصر مُلک چہوڑ کر کہان نکل جاتی؟
یہین رہنا تہا اور انہین لوگون سی لیکر گذران کرنی تھی اور لطف یہہ تہا کہ

بے اعتدالیو
کا عذر معقوا

۲۵ ایک شعر پر سید انشا اور شیخ مصحفی مین شکر رنجی ہو گئی - اور طبیعتون کی شوخی نی زبانون کی
بیباکی کے ساتہہ ملکر بڑے بڑے معرکے کیے - اُسوقت آصف الدولہ شکار مین تہے - چنانچہ
اُنہون نے اپنے لکہنؤ مین ہونے پر ہزارون افسوس کیے اور بڑی اشتیاق سی اُن ہجوون
کو منگا کر سُنا اور انعام بہیجے - فی الحقیقۃ ایک ایک مصرع اُنکا ہنسی اور قہقہون کا منتر ہی
لیکن آج اگر انہین کوئی لکہہ بہی دی تو عدالت با انصاف مین مجرم ہو کر جوابدہی کرنی پڑتی ہی

کہ اسمیں بھی اپنی آن تان اور عظمتِ خاندان قایم تھی انکے آقا بھی انسے اپنائیت کے طریقہ سے پیش آتے تھے۔ انہی چاہتے چاہنے والون کی فرمایشین ہوتی تھین جو نہ دھری جاتی تھین۔ نہ اٹھائی جاتی تھین۔ اور وہ کچھ چھوٹے لوگ نہ تھے جو سمجھانے سے سمجھ جائین۔ یا ٹالنے سے ٹل جائین۔ کبھی تو شاہ عالم بادشاہ دہلی تھے۔ کبھی مرزا سلیمان شکوہ تھے۔ کبھی سعادت علیخان والئے اودھ۔ وغیرہ۔ وغیرہ چنانچہ اکثر غزلین ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عالم مین سعادت علی خان کی زبان سے ایک مصرع نکل گیا۔ اُسکی غزل کا پورا کرنا انکا کام تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص کی پگڑی بے ڈھنگی بندھی تھی سعادت علیخان نے کہا کہ ع پگڑی تو نہین ہے یہ فراسیس کی ٹوپی + تمام غزل دیکھو انکی غزلونمین۔

سعادت علیخان نواڑ مین لیٹے ہوئے میر انشا اللہ خان کی گود مین سر دھرا ہوا اُنکے عالم مین دریا کی سیر کرتے چلے جاتے تھے۔ لبِ دریا ایک حویلی پر لکھا دیکھا حویلی علی نقی خان بہادر کی۔ کہا۔ کہ انشا دیکھیو کسی نے تاریخ کہی مگر نظم نہ کر سکا۔ بھئی تمنے دیکھا بہت خوب مادہ ہے۔ اسے رباعی کر دو۔ اُسیوقت عرض کی۔

نہ عربی نہ فارسی نہ ترکی — نہ سم کی نہ تال کی نہ سُر کی
یہ تاریخ کہی ہے کسی لُر کی — حویلی علی نقی خان بہادر کی

تائید اسکی اُس روایت سے ہوتی ہے کہ۔ جب شاہ نصیر دہلوی لکھنؤ مین گئے اور زمین ہائے سنگلاخ مین گلزار لگا کر مشاعرون کو رونق دی تو سید انشا سے بھی ملے جو کہ دلی والون کے رواجِ کار کا بیڑا اُٹھائے بیٹھے تھے اور کہا کہ بھئی میر انشا اللہ خان! مین فقط تمہارے خیال سے یہان آیا ہون ورنہ لکھنؤ مین میرا کون بیٹھا تھا جسکے پاس مین آتا۔ اُسوقت بہت رات گئی تھی میر انشا اللہ خان نے کہا کہ شاہ صاحب! یہان کے

دربار کا عالم کچھ اور ہے - کیا کہون - لوگ جانتے ہین کہ مین شاعری کرکے نوکری بجا لاتا ہون - مگر مین خود نہین جانتا کہ کیا کر رہا ہون؟ - دیکھو صبح کا گیا گیا شام کو آیا تھا - کمر کھول رہا تھا جو چوبدار آیا کہ جنابِ عالی پھر یاد فرماتے ہین - گیا تو دیکھتا ہون کہ کوٹھے پر فرش ہے - چاندنی رات ہے - پیتے دار چھپر کھٹ مین آپ بیٹھے ہین - پھولون کا گہنا سا مہنگی دھرا ہے - ایک گجرا ہاتھ مین ہے اُسے اُچھالتے ہین اور پاؤن کے اشارے سے چھپر کھٹ آگے بڑھتا جاتا ہے - مین نے سلام کیا - حکم ہوا کہ انشا کوئی شعر تو پڑھو - اب فرمائیے ایسی حالت مین کہ اپنا ہی قافیہ تنگ ہو شعر کیا خاک یاد آئے - خیر اُسوقت یہی سمجھ مین آیا - وہین کہکر پڑھ دیا

لگا چھپر کھٹ مین چار پیتے اُچھالا تو نے جو لیکے گجرا
تو موجِ دریائے چاندنی مین وہ ایسا چلتا تھا جیسے بجرا

یہی مطلع سنکر خوش ہو گئے - فرمائیے اِسے شاعری کہتے ہین؟ - اسیطرح کی اور تقریرین اُنہین پیش آتی تھین کہ بیان آیندہ سے واضح ہوگا - غرض اِس معاملہ مین میان بیتاب کا قول لکھ رکھنے کے قابل ہے - کہ سید انشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا - اور شاعری کو سعادت علی خان کی مصاحبت نے ڈبویا -

لطیفہ رنگین

ایک دن نواب صاحب کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے - اور گرمی سے گھبرا کر دستار سر سے رکھدی تھی - مُنڈا ہوا سر دیکھکر نواب کی طبیعت مین چُہل آئی - ہاتھ بڑھا کر پیچھے سے ایک دھول ماری - آپ نے جلدی سے ٹوپی سر پر رکھ لی اور کہا - سبحان اللہ بچپن مین بزرگ سمجھایا کرتے تھے وہ بات سچ ہے کہ ننگے سر کھانا کھاتے ہین تو شیطان دھولین مارا کرتا ہے -

سعادت علی خان کہ ہر امر مین سلیقہ اور صفائی کا پابند تھا اُسنے حکم دیا تھا کہ اہل دفتر خوش خط لکھین - اور فی غلطی ایک روپیہ جرمانہ - اتفاقاً اعلیٰ حضرت کو اہل انشا مین ایک

مولوی صاحب تھے۔ اُنہون نے فردِ حساب مین اجناس کو اجنا لکھہ دیا۔ سعادت علی خان
تو ہر شئے پر خود نظر رکھتے تھے۔ اُنکی بھی نگاہ پڑ گئی۔ مولویونکو جواب دینے مین کمال ہوتا ہے
اُنہون نے کچھہ قاموس۔ کچھہ صراح سے اجنا کے معنی بنائے۔ کچھہ قواعد نحو سے ترخیم میز
لے گئے۔ نواب نے اِنہین اشارہ کیا۔ اِنہون نے ماری رباعیون اور قطعون کو اُلو کر دیا

رباعی
اجناس کی فرد پر یہ اجنا کیسا؟ یہان ایرانیات کا گرجنا کیسا؟
گو ہون اجنا کے معنے جو چیز گئے لیکن یہ نئی اُپج اُپجنا کیسا

اُن مولوی صاحب کا نام مولوی سجن تھا۔ چنانچہ اُسکا اشارہ کرتے ہین۔

ترخیم کے قاعدے سے سجنا لکھئے اور لفظ خزو جنا کو جنا لکھئے
گر ہمکو اجی نہ لکھئے ہو دی لکھنا تو کر کے رحم اسکو اجنا لکھئے
اجناس کے بدلے لکھئے اجنا کیا خوب؟ قاموس کو رد کا گرجنا کیا خوب؟
از رُوی لغت نئی اُپج کی لی ہے اِس تان کے بیچ کا اُپجنا کیا خوب!

پوربی لہجہ مین

اجناس کے موقعہ مین اجنا آیا سلمائے علوم کا یہ سجنا آیا
اجنا چیز لیست کان بر دید ز زمین یہ تخم لغت کا لو اُپجنا آیا

رات بہت گئی تھی اور انکو لطایف وظرایف کی آتشبازی چھٹ رہی تھی۔ یہ رخصت
چاہتے تھے اور موقع نہ پاتے تھے۔ نواب کے ایک مصاحب باہر کے رہنے والے
اکثر اہلِ شہر کی باتون پر طعن کیا کرتے تھے اور نواب صاحب سے کہا کرتے تھے کہ آپ
خواہ مخواہ سید انشا کے کمال کو بڑھاتے چڑھاتے ہین حقیقت مین وہ اتنے نہین۔
اُسوقت اُنہون نے بقا کا یہ مطلع نہایت تعریف کے ساتھہ پڑھا۔

دیکھہ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین اُسکا مین دیکھنے والا ہون بقا واہ رے مین

سب نے تعریف کی - نواب نے بھی پسند کیا - انہون نے کہا کہ حضور سید انشا سے اس مطلع کو کہوائین - نواب نے انکی طرف دیکھا - مطلع حقیقت مین لاجواب تہا - انہون نے بھی ذہن لڑایا - فکر نے کام نہ کیا - انہون نے پہر تقاضا کیا - سید موصوف نے فوراً عرض کی کہ جناب عالی مطلع تو نہین ہوا مگر شعر حسب حال ہو گیا ہے حکم ہو تو عرض کرون

ایک ملکی کہڑا دروازہ پہ کہتا تہا رات آپ تو بہتر ہے جا پاڑہ رہی باہر ہی مین

بہت سے لطایف انکے بباعث شدت بے اعتدالی کے قلم انداز کرنے پڑے - جو کچھہ کہ لکھتا ہون یہ بھی لایق تحریر نہین سمجھتا - لیکن اس نظر سے بیجا نہین کہ جو لوگ خار ہزل سے گل عبرت چنتے ہین انہین اسمین سے ایک مشہور مصنف کی شوخی طبع کا نمونہ معلوم ہوگا - اور دیکھین گے کہ اس صاحب کمال کو زمانہ شناسی اور اہل زمانہ سے مطلب برآری کا کیسا ڈہب تہا - ایک دن نواب نے روزہ رکھا اور حکم دیا کہ کوئی آنے نہ پائے - سید انشا کو ضروری کام تہا - یہ پہنچے - پہرہ دار نے کہا کہ آج حکم نہین - آگے آپ مالک ہین - باوجود انتہائے مرحمت کے یہ بھی مزاج سے ہشیار رہتے تہے - تہوڑی دیر تامل کیا - آخر کمر کہول دستار سر سے بڑہا - قبا اتار ڈالی - اور دوپٹہ عورتون کی طرح سے اوڑہکر ایک ناز و انداز کے ساتہہ سامہنے جا کہڑے ہوئے - جون ہی اسکی نظر پڑی - آپ انگلی ناک پر دہر کر بولے -

بانکا لطیفہ

مین تری صدقہ نہ کہہ ای مرے پیارے روزہ بندی رکھہ لیگی تیری بدلے ہزاری روزہ

نواب بے اختیار ہنس پڑے - جو کچھہ کہنا سننا تہا وہ کہا اور ہنستے کہیلتے چلے آئے -

لطیفہ نادر

انکے حالات سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے عامۂ خلایق خصوصاً اہل دہلی کی رفاقت اور رواج کا بیڑا اٹہایا ہوا تہا - چنانچہ لکھنؤ مین میر علی صاحب ایک مرتبہ خواہش تہی کہ علم موسیقی مین انہون نے حکما کا مرتبہ حاصل کیا تہا مگر اپنے گہر ہی مین مجلس کرکے

بڑھتے تھے کہیں جا کر نہ بڑھتے تھے۔ نواب نے انکے شہرۂ کمال سے مشتاق ہو کر طلب کیا
انہوں نے انکار کیا۔ اور کئی پیغام سلام کے بعد یہ بھی کہا کہ اگر وہ حاکم وقت ہیں تو
میں بھی سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہوں انہیں میرے ہاں آنے سے عار کیا ہے؟ وہ
نے کہا کہ سید میرے ہاں ہزاروں سے زیادہ ہیں میر صاحب نے اگر فخر پیدا کیا تو یہی کیا
کہ سید تھے اب ڈوم بھی ہو گئے بغیر انہیں اختیار ہے۔ میر علی صاحب نے یہ سنکر خیال
چند در چند سے نوڑا دکن کا ارادہ کیا۔ سید انشا جو شام کو گھر آئے تو دیکھا کہ کچھ
سامان سفر ہو رہا ہے۔ سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ میر علی صاحب لکھنؤ سے جاتے ہیں
چونکہ آپ کے ہمشیر بہلے بھی انکے شاگرد ہیں۔ وہ بھی اُستاد کی رفاقت کرتے ہیں۔
میر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ معلوم ہوا۔ اُسیوقت کمر باندھ کر پھر
سعادت خان نے متحیر ہو کر پوچھا کہ خیر باشد! پھر کیوں آئے؟ انہوں نے ایک غزل
پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے۔

دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا یارب بنا بنی میں ہمیشہ بنی رہے

پھر کہا کہ حضور! غلام جو اسوقت رخصت ہو کر چلا تو دل نے کہا کہ اپنے دولہا کی دلہن
(عروسِ سلطنت) کو ذرا دیکھوں۔ حضور! واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگار سے سجی
تھی۔ سر پر جھومر۔ وہ کون؟ مولوی دلدار علی صاحب۔ کانوں میں جھمکے۔ وہ
کون؟ دونوں صاحبزادے۔ گلے میں نولکھا ہار۔ وہ کون؟ خان علامہ۔ غرض
اسیطرح چند زیوروں کا نام لیکر کہا کہ حضور غور جو کرتا ہوں تو ناک میں نتھ نہیں۔
دل دھک سے ہو گیا کہ اللہ سہاگ کو قایم رکھے یہ کیا! نواب نے پوچھا کہ پھر وہ کون؟
کہا حضور! نتھ۔ میر علی صاحب!۔ بعد اسکے کیفیت مفصل بیان کی۔ نواب نے ہنسکے
کہا کہ انکی دور اندیشیاں بیجا ہیں۔ میں ایسے صاحب کمال کو فخرِ لکھنؤ سمجھتا
ہوں۔

غرض اس شہرت بے اصل کے دفعیہ کے لئے ترقی کا پروانہ اور ۵۰۰ روپیہ کا خلعت لیکر وہان سے پھرے - سید انشا

جان بیلی صاحب کی ملاقات

جان بیلی صاحب کہ اُس عہد مین رزیڈنٹ اودہ تھے اگرچہ سید انشا کا نام اور شہرۂ عام سنتے تھے مگر دیکھا نہ تھا - جب سید انشا نواب سعادت علی خان کے پاس ملازم ہوئے تو ایک دن صاحب کے آنے کی خبر ہوئی - نواب نے کہا انشا آج ہم تمہین بھی صاحب سے ملائین گے - عرض کی کہ حضور کی ہر طرح پرورش ہے مگر خدوی کے باب مین کچھ تقریب ملاقات کی ضرورت نہین - غرض جسوقت صاحب ممدوح آئے نواب اور وہ آمنے سامنے کرسیون پر بیٹھے - سید انشا نواب کے پیچھے کھڑے ہو کر رومال ہلاتے تھے - باتین کرتے کرتے صاحب نے انکی طرف دیکھا - انہون نے ایک چہرہ کی لی - اُنہون نے آنکھین نیچے کر لین - مگر دلمین حیران ہوئے کہ اس آدمی کی کیسی صورت ہے؟ یہ خیال کرتے ہی پھر نظر پڑی - ابکی دفعہ انہون نے ایسا چہرہ بدلا کہ اُس سے بھی عجیب - وہ شرما کر اور طرف دیکھنے لگے - پھر جو دیکھا تو انہون نے ایسا مُنھ بنایا کہ اُس سے بھی الگ تھا - آخر نواب سے پوچھا کہ یہ صاحب آپکے پاس کب ملازمت مین آئے؟ - مینے آج ہی انہین دیکھا ہے - نواب نے کہا کہ ہان آپ نے نہین دیکھا - سید انشا اللہ خان یہی ہین - جان بیلی صاحب بہت ہنسے - انسے ملاقات کی - پھر تو انکی جادو بیانی نے ایسا تسخیر کیا کہ جب آئے پہلے پوچھتے کہ سید انشا کجا است؟ جان بیلی صاحب کے

میر منشی صاحب کے ساتھ لطف

ساتھ علی نقی خان میر منشی رزیڈنٹی بھی آیا کرتے تھے انکی عجب لطف کی چوٹین ہوتی تھین - ایکدن اثنائے گفتگو مین کسی کی زبان سے نکلا ع شاید کہ پلنگ خفتہ باشد اُنہون نے کہا کہ گلستان کی ہر شعر مین مختلف روائتین ہین اور لطف یہ ہے کہ کوئی کیفیت سے خالی نہین چنانچہ ہو سکتا ہے ع شاید کہ پلنگ خفیہ باشد + سعادت علی خان نے

سید انشا کی طرف دیکھا انہوں نے ہاتھ باندھکر عرض کی کہ حضور یا میر منشی صاحب بجا فرماتے ہیں غلام نے بھی ایک نسخہ گلستان میں یہی دیکھا تھا۔

نامرد سخن بخفیہ باشد عیب و ہنرش بنہفیہ باشد
در بیشہ گمان مبر کہ خالی است شاید کہ پلنگ خفیہ باشد

بلکہ وہ نسخہ بہت صحیح اور مصحّح تھا اُسمیں گفیہ اور نہفیہ کے کچھ معنی بھی لکھے تھے۔ میر منشی صاحب! انکو یاد ہیں؟ وہ نہایت شرمندہ ہوئے۔ جب وہ رخصت ہوتے تو سید انشا کہا کرتے میر منشی صاحب کا اللہ بیلی۔

ایک دن اُسی جلسہ میں کچھ ایسا تذکرہ آیا کہ سعادت علیخان نے کہا ہجر بالفتح بھی درست ہے۔ جان بیلی صاحب نے کہا کہ خلاف محاورہ ہے۔ سعادت علی خان بولے کہ خیر لغت کے اعتبار سے جب درست ہے تو استعمال میں کیا مضائقہ ہے۔ اتنے میں سید انشا آگئے۔ جان بیلی صاحب نے کہا کہ کیوں سید انشا ہجر اور ہجر میں تم کیا کہتے ہو؟ انہیں یہاں کی خبر نہ تھی۔ بے ساختہ کہہ بیٹھے کہ ہجر بالکسر۔ مگر ساتھ ہی سعادت علیخان کی تیوری تاڑ گئے اور فوراً بولے کہ حضور جب ہی تو جامی فرماتے ہیں۔

شب وصل است و طے شد نامۂ ہجر سلامٌ ہی حتّٰی مطلعِ الفجر

یہ سنتے ہی سعادت علیخان شگفتہ ہو گئے اور اہلِ دربار ہنس پڑے۔

مرزا سلیمان شکوہ کا مکان لبِ دریا تھا۔ معلوم ہوا کہ کل یہاں ایک اشنان کا میلا ہے۔ سید انشا نے کہ رنگت کے گورے۔ بدن کے فربہ۔ صورت کے جامہ زیب تھے پنڈتانِ کشمیر کا لباس درست کر کے سب سامان پوجا پاٹ کا تیار کیا۔ صبح کو سب سے پہلے دریا کے کنارے۔ ایک مہنت دھرم مورت بنکر جا بیٹھے اور خوب زور شور سے اشلوک پڑھنے اور منتر جپنے شروع کر دیئے۔ لوگ اشنان کو لئے آنے لگے مگر عورت مرد بچہ بوڑھا

جو آتا - الغرہ خواہ مخواہ مرد آدمی دیکھکر انہین کی طرف جھکتا - یہ اُنہین پوجا کرواتے تھے تلک لگاتے تھے جن دوستون سے راز کہہ رکھا تھا اُنھون نے مرزا سلیمان شکوہ کو خبر کی وہ مع اہلِ جلسہ اُسیوقت لبِ بام آئے - دیکھین تو فی الحقیقۃ اناج - آٹا پیسے کوڑیون کے ڈھیر لگے ہین - وہ بھی اسقدر کہ اَور سب سے زیادہ - اِسمین تفریح طبع یا لیاقت ہرفنی کے اظہار کے ساتھہ نکتہ یہ تھا کہ حضور خانہ زاد کو وبال دوش نہ سمجھین نہ اِس شاعری کا پابند جانین - جس کوچہ مین جائیگا اَورون سے کچھہ اچھا ہی لے نکلیگا

فایق - تخلص ایک فلک زدہ شاعر تھا - خدا جانے کس بات پر خفا ہوا کہ اِنکی ہجو کہی اور خود لاکر سنائی - اِنھون نے بہت تعریف کی - بہت اُچھلے - بہت کودے - اور پانچروپے بھی دئے - جب وہ چلا تو بولے ذرا ٹھیرئے گا - ابھی آپ کا حق باقی ہے قلم اُٹھا کر یہ قطعہ لکھا اور حوالہ کیا -

فایقِ بے حیا چو ہجو م گفت　　دلِ من سوخت سوختہ بہ
صلہ اش پنجرو پیسہ دادم　　دہنِ سگ بہ لقمہ دوختہ بہ

دلی مین **حافظ احمد یار** ایک معقول صحبت یافتہ نامور حافظ تھے - اور سرکارِ شاہی مین حافظانِ قرآن مین نوکر تھے - اگرچہ دنیا مین ایسا کون تھا جس سے سیّد انشا یارانہ نہ برتین مگر حافظ احمد یار کے بڑے یار تھے - اُنکا سجع کہا تھا - ع اللہ حافظ احمد یار ٭ حافظ صاحب ایک دن ملنے گئے رستہ مین منھہ آگیا - اور وہان پہنچتے تک موسلا دھار برسنے لگا - یہ جاکر بیٹھے ہی تھے جو حرم سرا سے ننگے مُننگے ایک کہار وے کی لُنگی باندھے آپ دوڑے آئے اِنہین دیکھتے ہی اُچھلنے لگے - ہاتھہ پھیلا پھیلا کر گز دھرتے تھے اور کہے جاتے تھے -

پھر پھر چھا جون برست نور　　رد بلیان دُشمن دور

حافظ مذکور جب رخصت ہوتے ہیں تو ہمیشہ کہا کرتے ہیں۔ ع اللہ حافظ احمد یار۔
ایسے ایسے معاملے ہزار دن ہیں کہ دن رات بات بات میں ہوتے رہتے ہیں۔
نہایت افسوس کے قابل یہ بات ہے کہ **سعادت علی خان** کے امتحان سید انشا
کا انجام اچھا نہ ہوا۔ اسکے مختلف سبب ہیں۔ اول تو یہ کہ اگرچہ اپنی ہمہ رنگ طبیعت
کے زور سے انہوں نے انہیں پر چالیا تھا۔ مگر درحقیقت انکے اور انکے معاملہ
کا مصداق انکا مطلع تھا۔

رات وہ بولے مجھ سے ہنسکر چاہ میاں کچھ کھیل نہیں
میں ہوں ہنسوڑا اور تو ہے مقطع میرا تیرا میل نہیں

مثلاً اکثر میلوں تماشوں میں چلنے کے لئے کچھ احباب کا تقاضا کچھ انکی طبیعت اصلی
کا تقاضا۔ غرض انہیں جانا ضرور۔ اور یہ سعادت علی خان کی طبع کے بالکل
مخالف۔ اکثر ایسا ہوا کہ وہ اپنے کاغذات دیکھ رہے ہیں۔ مصاحبوں کے ساتھ
یہ بھی حاضر ہیں۔ اسمیں ایک آدہ لطیفہ بھی ہوتا جاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی
حضور غلام کو اجازت ہے؟۔ وہ بولے کہ ہوں! کہاں؟ انہوں نے کہا کہ حضور
آج آٹھوں کا میلا ہے۔ انہوں نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ سید انشا بولے کہ
مناسب تو یہ تھا کہ حضور بھی تشریف لے چلتے۔ نواب نے کہا۔ انشا ایسے ناروا
مقاموں میں جانا تمہیں کسنے بتایا ہے؟ عرض کی۔ حضور وہاں تو جانا ایک اعتبار
سے فرض عین ہے اور ایک نظر سے واجب کفائی ہے۔ ایک لحاظ سے سنت ہے
پھر سب کی توجیہیں بھی الگ الگ بیان کیں آخر اسی عالم مصروفیت میں سنتے
سنتے دق ہوکر نواب نے کہدیا۔ قصہ مختصر کرو۔ اور جلدی سدھارو۔ اسوقت
موجیوں پر تاؤ دیکر بولے۔ کون ہے آج سوا سید انشا کے کہ جو کچھ کہے۔ اسکی عقل

نقل سے۔ آیت سے اور روایت سے ثابت کردی۔ ایسی باتین بعض موقع پر نواب کو موجبِ تفریح ہوتی تہین۔ بعض دفعہ بمقتضائے طبیعتِ اصلی مکدّر ہو جاتے تہے۔ خصوصًا جبکہ رخصت کیوقت خرچ مانگتے تہے۔ کیونکہ وہ شاہ عالم نہ تہا۔ سعادت علیخان تہا

گر جان طلبی مضایقہ نیست زر می طلبی سخن درین است

تقدیر! تو

۔ غضب یہ ہوا کہ ایک دن سرِ دربار بعض شرفائے خاندانی کی شرافت و نجابت کے تذکرے ہو رہے تہے۔ سعادت علیخان نے کہا کہ کیون بہئی ہم بہی نجیب الطرفین ہین۔ اسے اتفاق تقدیر کہو۔ یا زیادہ گوئی کا ثمرہ سمجہو۔ سید انشا بول اُٹہے کہ حضور۔ بلکہ انجب۔ سعادت علیخان حرم کے شکم سے تہے وہ چپ۔ اور تمام دربار درہم ہو گیا۔ اگرچہ اُنہون نے پہر اور باتین بنا بنا کر بات کو مٹانا چاہا مگر کمانِ تقدیر سے تیر نکل چکا تہا۔ وہ کہٹک دل سے نہ نکلے کہ وَلَدُ الْجَارِيَةِ اَنْجَبُ

اب نواب کے انداز بدلنے لگے اور اس فکر مین رہنے لگے کہ کوئی بہانہ انکی سخت گیری کے لئے ہاتہہ آئے۔ یہ بہی انواع و اقسام کے چٹکلون سے اُسکے آئینۂ عنایت کو چمکاتے مگر دل کی کدورت صفائی کی صورت نہ بننے دیتی تہی۔ ایکدن سید انشا نے

۲۵ معتبر لوگونکی زبانی معلوم ہوا کہ جب گنّا بیگم دختر قزلباش خان امید کو حسن و جمال اور سلیقے اور سگھڑاپے اور حاضر جوابی اور موزونیِ طبع کی شہرت ہوئی تو نواب شجاع الدولہ نوجوان تہے۔ اُسسے شادی کرنی چاہی۔ بزرگون نے حسبِ آئین بادشاہ سے اجازت مانگی۔ فرمایا کہ اُسکے لئے ہمنے تجویز کی ہوئی ہے۔ ایک خاندانی سید زادی لڑکی کو حضور نے بنظرِ نواب خود بیٹی کرکے پالا تہا۔ اُسکے ساتہہ شادی کی اور اس وہم و خام سے کی کہ شاید کسی شہزادی کی ہوئی ہو۔ یہی سبب تہا کہ شجاع الدولہ اور تمام خاندان انکی بڑی عظمت کرتے تہے۔ دلہن بیگم صاحب انکا نام تہا اور آصف الدولہ کی والدہ تہین۔ سعادت علیخان کو بچپن مین منگلو کہتے تہے۔ کہ منگل کو پیدا ہوئے تہے۔ بیگم کی دلمین جو خیالات انکے باطن مین تہے اکثر ظاہر بہی ہو جاتے تہے مگر زیرکی اور دانائی کے آثار بچپن ہی سے عیان تہے۔ نواب شجاع الدولہ کہا کرتے تہے کہ بیگم۔ اگر منگلو کے سر پر تم ہاتہہ رکہو گی تو تمہارے دو بیٹون کا پیڑا لگائیگا اور لشکر کا علم نیزہ کی اُس پار گاڑے گا ۱۲

بہت ہی گرم لطیفہ سنایا۔ سعادت علی خان نے کہا کہ انشا! جب کہتا ہے
ایسی بات کہتا ہے کہ نہ دیکھی ہو نہ سُنی ہو۔ یہ موچھون پر تاؤ دیکر بولے کہ حضرت
کے اقبال سے قیامت تک ایسی ہی کہہ جاؤنگا کہ نہ دیکھی ہو نہ سُنی ہو۔ نواب تو
ناک مین انگلی چین بجبین ہوکر بولے کہ بھلا زیادہ نہین! فقط دو لطیفے روز سنا
دیا کیجے۔ مگر شرط یہی ہے کہ نہ دیکھے ہون نہ سُنے ہون۔ نہین تو خبر ہوگی۔
سید انشا سمجھ گئے کہ یہ انداز کچھ اَور ہین۔ خیر۔ اُسدن سے دو لطیفے روز تو
انہون نے سُنانے شروع کردئے مگر چند روز مین یہ عالم ہوگیا کہ دربار کو جانے
لگتے تو جو پاس بیٹھا ہوتا اُسی سے کہتے کہ کوئی نقل۔ کوئی چٹکلا یاد ہو تو بتاؤ
وزیر نواب کو سنائین وہ کہتا کہ جناب بھلا آپ کے سامنے اور ہم چٹکلے کہین! یہ
کہتے کہ میان کوئی بات چڑیا کی چہچہانے کی جو تمہین یاد ہو کہدو۔ مین لون پرچ
لگا کر اُسے خوش کر لونگا۔ اِسی اثنا مین ایک دن ایسا ہوا کہ سعادت علیخان
نے انہین بُلا بھیجا۔ یہ کسی اَور امیر کے ہان گئے ہوئے تھے۔ چوبدار نے آکر عرض کی
کہ گھر نہین ملے۔ خفا ہوکر حکم دیا کہ ہمارے سوا کسی اَور کے ہان نہ جایا کرو۔
اِس قید بے زنجیر نے انہین بہت دق کیا۔ تازہ مصیبت یہ ہوئی کہ تعالی اللہ
خان نوجوان بیٹا مرگیا۔ اِس صدمہ سے حواس مین فرق آگیا۔ یہان تک
کہ ایکدن سعادت علیخان کی سواری اُنکے مکان کی طرف سے نکلی۔ کچھ غم و
غصہ کچھ دل بے تابو سے عرض سرِ راہ کھڑے ہوکر سخت و سُست کہا۔ سعادت
علی خان نے جاکر تنخواہ بند کردی۔ اب جنون مین کیا کسر رہی۔
سعادت یار خان رنگین اُنکے بڑے یار تھے اور دستار بدل بھائی تھے
چنانچہ سید انشا خود کہتے ہین۔

عجب رنگینیاں ہوتی ہیں کچھ باتوں میں انشا ہم مل بیٹھے ہیں جب سعادت یار خان اور رستم خان موصوف کہا کرتے تھے کہ لکھنؤ میں سید انشا کے وہ وہ رنگ دیکھے جنکا خیال کرکے دنیا سے جی بیزار ہوتا ہے۔ ایک تو وہ اوج کا زمانہ تھا کہ سعادت علیخان کی ناک کے بال تھے۔ اپنی کمال لیاقت۔ اور شگفتہ مزاجی کے سبب سے مرجع خلایق تھے۔ دروازے پر گھوڑے ہاتھی۔ پالکی۔ نالکی کے ہجوم سے رستہ نہ ملتا تھا۔ دوسری وہ حالت کہ پھر جو میں لکھنؤ گیا تو دیکھا کہ ظاہر درست تھا۔ مگر درختِ اقبال کی جڑ کو دیمک لگ گئی تھی۔ میں ایک شخص کی ملاقات کو گیا۔ وہ اثنائے گفتگو میں دوستانِ دنیا کی ناآشنائی اور بے وفائی کی شکایت کرنے لگے۔ میں نے کہا البتہ ایسا ہے۔ مگر پھر بھی زمانہ خالی نہیں انہوں نے زیادہ مبالغہ کیا۔ میں نے کہا کہ۔ ایک ہمارا دوست انشا ہے کہ دوست کے نام پر جان دینے کو موجود ہے۔ وہ خاموش ہوئے اور کہا کہ اچھا زیادہ نہیں۔ آج آپ انکے پاس جائیے اور کہئے کہ ہمیں ایک تربوز خود بازار سے لاکر کھلادو موسم کا میوہ ہے۔ کچھ بڑی بات بھی نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ بھلا یہ بھی کچھ فرمایش ہے وہ بولے کہ بس یہی فرمایش ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ خود لاکر کھلائیں۔ بلکہ ہر کے پیسے بھی آپ مجھ سے لیجائیں۔ میں اسیوقت اٹھکر پہنچا۔ انشا عادتِ قدیم کے بموجب دیکھتے ہی دوڑے۔ صدقہ قربان گئے جم جم آئیے۔ نت نت آئیے۔ بلائیں لینے لگے۔ میں نے کہا۔ یہ ناز و انداز ذرا طاق میں رکھو پہلے ایک تربوز تو لاکر کھلاؤ۔ گرمی نے مجھے جلا دیا۔ انہوں نے آدمی کو پکارا۔ میں نے کہا کہ آدمی کی سہی نہیں تم آپ جاؤ۔ اور ایک اچھا سا شہیدی تربوز دیکھکر لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ نہیں آدمی معقول ہے اچھا ہی لائیگا۔ میں نے کہا نہیں۔ کہاؤں گا تو تمہارا ہی لایا ہوا کہاؤں گا۔ انہوں نے کہا تو دیوانہ ہوا ہے! یہ بات کیا ہے۔ تب میں نے داستان سنائی۔ اسوقت

اُنہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر اور کہا کہ بھائی وہ شخص سچا اور ہم تم دونو جھوٹے ہے کیا کروں؟ ظالم کی قید میں ہوں۔ سوا اور بار کے گھر سے نکلنے کا حکم نہیں تیسرا رنگ۔ بیان رنگین بیان کرتے ہیں کہ میں سوداگری کے لئے گھوڑے لیکر لکھنؤ گیا اور سرا میں اُترا۔ شام ہوئی تو معلوم ہوا کہ قریب ہی مشاعرہ ہوتا ہے۔ کھانا کھا کر میں بھی جلسہ میں پہنچا۔ ابھی دو تین سو آدمی آئے تھے۔ لوگ بیٹھے باتیں کرتے تھے۔ حقہ پی رہے تھے۔ میں بھی بیٹھا ہوں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میلی کچیلی روئی دار مرزئی پہنے۔ سر پر ایک میلا سا پھینٹا۔ گھٹنا باؤلا ہیں۔ گلے میں پٹکیوں کا توبڑا ڈالے۔ ایک لکڑ کا حقہ ہاتھ میں لئے آیا اور سلام علیکم کہکر بیٹھ گیا۔ کسی کسی نے اُس سے مزاج پرسی بھی کی۔ اُسنے اپنے توبڑے میں ہاتھ ڈالکر تمباکو نکالا اور اپنی چلم پر سلفا جما کر کہا کہ بھئی ذرا سی آگ ہو تو اسپر رکھدینا۔ اُسیوقت آوازیں بلند ہوئیں اور گڑگڑاہٹ سے بیچوان سے لوگ تواضع کرنے لگے۔ وہ بیدماغ ہو کر بولا کہ صاحب ہمیں ہمارے حال پر رہنے دو نہیں تو ہم جاتے ہیں۔ سب نے اُسکی بات کی لئے تسلیم اور تعمیل کی۔ دم بھر کے بعد پھر بولا کہ کیوں صاحب ابھی مشاعرہ شروع نہیں ہوا؟ لوگوں نے کہا۔ جناب لوگ جمع ہوتے جاتے ہیں۔ سب صاحب آجائیں تو شروع ہو۔ وہ بولا کہ صاحب۔ ہم تو اپنی غزل پڑھ دیتے ہیں! یہ کہکر توبڑے میں سے ایک کاغذ نکالا اور غزل پڑھنی شروع کر دی۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں	بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی	تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں
تصور عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی	غرض کچھ زور دھن میں اسکے میخوار بیٹھے ہیں

بسان نقش پا ہی رہروان کوئی تنہا ہین
نہین اُٹھنے کی طاقت کیا کرین لاچار بیٹھے ہین

یہ اپنی چال ہی افتادگی سے اب کہ پہرون تک
نظر آیا جہان پر سایۂ دیوار بیٹھے ہین

کہان صبر و تحمل آہ ننگ و نام کیا شے ہے
میان رو پیٹ کر ان سبکو ہم یکبار بیٹھے ہین

نجیبونکا عجب کچھ حال ہی اس دور مین یارو
جہان پوچھو یہی کہتے ہین ہم بیکار بیٹھے ہین

بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہی کسے انشا
غنیمت ہی کہ ہم صورت یہان دو چار بیٹھے ہین

وہ تو غزل پڑھ کاغذ پھینک - سلام علیک کہکر چلے گئے مگر زمین و آسمان مین سناٹا ہوگیا اور دیر تک دلون پر ایک عالم رہا جسکی کیفیت بیان نہین ہوسکتی - غزل پڑھتے ہین مینے بھی پہچانا - حال معلوم کیا تو بہت رنج ہوا اور گھر پر جاکر پھر ملاقات کی چوتھی دفعہ جو لکھنؤ گیا تو پوچھتا ہوا گھر پہنچا - افسوس جس دروازہ پر تھی جھومتی تھی وہان دیکھا کہ خاک اُڑتی ہی اور کتے لوٹتے ہین - ڈیوڑھی پر دستک دی اندر سے کسی بڑھیا نے پوچھا کہ کون ہی بھائی؟ - (وہ اُنکی بی بی تھین) مینے کہا کہ سعادت یار خان دلی سے آیا ہے - چونکہ سید انشا سے انتہا ہی درجہ کا اتحاد تھا - اُس عفیفہ نے پہچانا - دروازہ پر آکر بہت روئین اور کہا کہ بھیا اُنکی تو عجب حالت ہی - ای لو مین ہٹ جاتی ہون تم اندر آؤ - اور دیکھ لو - مین اندر گیا - دیکھا کہ ایک کونے مین بیٹھے ہین - تن برہنہ ہی دونون زانوؤن پر سر دھرا ہے - آگے راکھ کی ڈھیر ہین - ایک ٹوٹا سا حقہ پاس رکھا ہی - یا تو وہ شان و شکوہ کے جگہٹ دیکھتے تھے - وہ گرمجوشی اور چہلون کی ملاقاتین ہوتی تھین - یا یہ حالت دیکھی - بے اختیار دل بھر آیا - مین بھی وہین زمین پر بیٹھ گیا اور دیر تک رویا - جب جی ہلکا ہوا تو مینے پکارا کہ سید انشا - سید انشا - سر اُٹھاکر اُس نظر حسرت سے دیکھا - جو کہتی تھی کہ کیا کرون آنکھ مین آنسو نہین - مینے کہا کیا حال ہے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ شکر ہے - پھر اسطرح سر کو گھٹنون پر رکھ لیا کہ نہ اُٹھایا -

بعض فلاسفۂ یونان کا قول ہے کہ مدتِ حیات ہر انسان کی سانسوں کے شمار پر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر شخص جسقدر سانس۔ یا جتنا رزق اپنا حصہ لایا ہے اسیطرح ہر شخص کا جبین۔ خوشی کی مقدار۔ اور ہنسی کا اندازہ بھی داخل ہے وہ لکھوا کر لایا ہے۔ سید موصوف نے اُس ہنسی کی مقدار کو جو عمر بھر کے لئے تھی تھوڑی وقت میں صرف کر دیا باقی وقت۔ یا خالی رہا۔ یا غم کا حصہ ہو گیا۔

غزلیات

ہر کی تھی ادا تھی چین جبین تھی
یہ سب تھی برا ایک نہیں کی نہیں تھی

مرنا مرا جو چاہے تو لگجا گلے سے تک
اب کا ہی دم یہ میرا دم واپسین تھی

کرنا نہیں کے کہنے سے مانا برا ہو کچھ
میری طرف تو دیکھئے میں نازنین تھی

آگے بڑھے جو جاتے ہو کیوں کون ہے یہاں
جو بات ہمکو کہنی ہے تم سے نہیں تھی

منظور دوستی جو تمہیں ہے ہر ایک سے
اچھا تو کیا مضایقہ انشا سے کین تھی

یہ نہیں برق ایک فرنگی ہے
رعد و باران قشونِ جنگی ہے

کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے؟
وہ تو بیچاری آپ ننگی ہے

واہ دلی کی مسجدِ جامع
جسمیں براقِ فرشِ سنگی ہے

حوصلہ ہے فراخ رندوں کا
خرچ کی پر بہت سی تنگی ہے

لگ گئے عیب سارے اُسکے ساتھ
یوں کہا جسکو مردِ بنگی ہے

ڈرو وحشت کی دھوم دھام سے تم
وہ تو ایک دیوی دبنگی ہے

جو کہی جی صاحب آپکی بھی واہ
دھرم مورت عجب گوڈ بنگی ہے

آپ ہی آپ ہے پکارا اٹھنا
دل بھی جیسے گھڑی فرنگی ہے

چشم بد دور شیخ جی صاحب
کیا ازار آپکی اوٹنگی ہے

شیخ سعدی وقت ہے انشا
تو ابوبکر سعد زنگی ہے

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا
لگا کے برف مین ساقی صراحی مے لا

قدم کو ہاتھ لگاتا ہون اٹھ کہین گھر چل
خدا کیواسطے اتنے تو پاؤن مت پھیلا

نکل کے وادی وحشت سے دیکھ ای مجنون
کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا

گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہین تیشہ
درون کوہ سے نکلے صدائے واویلا

نزاکت اس گل رعنا کی دیکھیو انشا
نسیم صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

جمال و عظمت دادار و خالق ملکوت
خیال کرکے یہ کہتا ہون بھلا رہے جبروت

نمود سطوت پروردگار ہے دیکھو
جہان تلک کہ کرے کام یہ نظر کا سوت

محیط اسمین ہے تمثال جلوۂ واجب
اگرچہ آئینۂ ممکنات ہے ناسوت

زہے کریم کہ کروبیون کو جس نے دیا
مدام مشغلۂ سیر گلشن لاہوت

حسن حسین کی خاطر سے بخش دیوے گا
گناہگارون کو قصر زمرد و یاقوت

کہ جسمین سینکڑون حورین ہزارہا غلمان
ہر ایک مثل قمر ہین بدون ریش و بروت

بہ یمن سبحۂ سبحان ربی الاعلے
عطا کرے جو تفضل سے قد سیو کا قوت

بغیر اسکے کرم کے نہین بن آتی بات
ہزار گرچہ پڑھا کیجیو دعائے قنوت

بیان ذات کے اوصاف کس سے ہون انشا
صفات جسکی ہین حمال عرش ہین بہبوت

خیال کیجیو کیا آج کام مینے کیا!
جب اُن نے دی مجھے گالی سلام مینے کیا

کہا یہ صبر نے دل سے کہ لو خدا حافظ
کہ حق بندگی اپنا تمام مینے کیا

جنون یہ آپکی دولت ہوا نصیب مجھے
کہ ننگ و نام کو چھوڑا یہ نام مینے کیا

لگا یہ کہنے کہ خیر۔ اختلاط کی خوبی
حوالے یار کو خالی جو جام مینے کیا

جھڑک کے کہنے لگے لگ چلے بہت اب تم
کبھی جو بھول کے اُنسے کلام مینے کیا

کیا زبانیِ دل گریبان۔ کہ کہتا ہے
صنم کو اپنے غرض انبوہ رام مینے کیا

کہین نہ مانیو بہتان ہے یہ سب اُسپر
ہنسی کے واسطے یہ اتہام مینے کیا

تمہارے واسطے تم اپنے دل مین غور کرو
کبھی کسی سے نہو جو مدام مینے کیا

مقیم کعبۂ دل جب ہوا تو زاہد کو
روانہ جانب بیت الحرام مینے کیا

مزا یہ دیکھیے گا شیخ جی رُکے اُلٹے
جو اُنکا بزم مین کل احترام مینے کیا

عجب طرح کے مزے چاندنی مین دیکھو رات
فرار جاکے جو بر پشتِ بام مینے کیا

ہوس یہ رہ گئی صاحب نے بر کبھی نہ کہا
کہ آج سے تجھے انشا غلام مینے کیا

دیوار پھاندنے مین دیکھو گے کام میرا
جب دم سے آگہوں گا۔ صاحب سلام میرا

ہمسایہ آپ کے مین رہتا ہون ایک حویلی
اس شہر مین ہوا گر چند ہی مقام میرا

جو کچھ کہ عرض کی ہے سو کر دکھاؤنگا مین
واہی نہ آپ سمجھین یونہین کلام میرا

اچھا مجھے ستاؤ جتنا کہ چاہو مین بھی
سمجھونگا گر ہے انشاء اللہ نام میرا

مین غش ہوا کہا جو ساقی نے مجھسے ہنسکر
یہ سبز جام تیرا اور سرخ جام میرا

پوچھا کسی نے مجھکو اُنسے کہ کون ہے یہ
تو بولے ہنسکے یہ بھی ہے اک غلام میرا

محشر کی تشنگی سے کیا خوف سید انشا
کوثر کا جام دے گا مجھکو امام میرا

ہین زورِ حسن سے وہ نہایت گھمنڈ پر
نامِ خدا نگاہ پڑے کیون نہ ڈنڈ پر

تعویذ لعل ہی کے نہ پہرے گھمنڈ پر
ایک نیلا ڈورا باندھے اس گورے ڈنڈ پر

یارب سدا سہاگ کی میدہی رچا کری
بیتی نچین کہچین - رہے آفت ارنڈ پر

یہہ باڑ میری کاٹ کے دی کسنے اسقدر
جو تم رگڑ رہے ہو سر وہی کرنڈ پر

دو تین دن تو ہو چکے اب پہر چلو وہین
فیروز شہ کی لاٹھہ کے اُس چوتھے کھنڈ پر

وہ پہلوان سادہ لب جو پہ ڈنڈ پیل
بولا کہ کوئی غش ہو تو ایسے بہنڈ پر

گلبرگ تر سمجھہ کے لگا بیٹھی ایک چونچ
بلبل ہمارے زخم جگر کے کہرنڈ پر

انشا بدلکے قافیے رکھہ چھیڑ چھاڑ کے
چڑہ بیٹھہ ایک اور بچھیرے اکنڈ پر

یہ جو مہنت بیٹھے ہین رادھا کے کُنڈ پر
آ دنا رنکو گرتے ہین پر یونکی جھنڈ پر

اے موسمِ خزان لگے آنکو تیری آگ
بلبل اُداس بیٹھی ہے اک سوکھے ڈنڈ پر

شنو کے گلے سے پاربتی جی لپٹ گئین
کیا ہی بہار آج ہے برمہا کے رُنڈ پر

راجہ جی ایک جوگی کے چیلے پہ غش ہین آپ
عاشق ہوئے ہین واہ عجب لنڈ منڈ پر

انشا نے سنکے قصۂ فرہاد یون کہا
کرتا ہے عشق چوٹ تو ایسے ہی منڈ پر -

غزل آزادون کے لہجہ مین

جو چاہے تو مجھہ سے ہنسو ڑے کی خیر
تو یون دیکھہ اس گھوڑے جوڑے کی خیر

کدا دے نشہ کے مرے رخش کو
میان ساقی اس سلفے کوڑے کی خیر

دکھائی مجھے سیرِ باغِ ارم
الٰہی ہو اس سبزہ گھوڑے کی خیر

ہنسایا جو مینے تو بولے - نہین
نظر آتی کچھہ اس نگوڑے کی خیر

لگا بیٹھا انشا کو ٹھوکر تو ایک
ارے اپنے سونے کے توڑے کی خیر

مستزاد

کو صولتِ اسکندر و کو حشمت دارا — ای صاحب فطرت
پڑہ فاعتبروا یا اولی الابصار کا آیا — تا ہو تجھے عبرت
مستانہ جو پینے قدحِ بنگ چڑھایا — در عالم وحشت
تب خضر پکارا کہ ہنیئاً و مریئاً — اب دیکھہ حلاوت!
ہے جی میں فقیروں کی طرح کھینچ لنگوٹا — اور باندہ کے ہمت
جا کنجِ خرابات میں ٹک گھوٹئے سبزا — یوں کیجیے عبادت
ای حضرت عشق آئے سائیں اجی مولا — بیان کیجیے عنایت
مرشد مرے مالک مری ہادی مری داتا — دیجیے مجھے نعمت
ماتھے پہ مرے خط الف اللہ کا کھینچو — سونپو مجھے دستر
تم مونڈ گرو پیر یہ بندہ ہوا چیلا — جی سے کری خدمت
میں خاک نشیں ہونگا گروہ فقرا سے — کیا سمجھے ہو مجکو
رومال چھڑی لیکے جو ٹک کھینچوں اودا سا — دکھلاؤں کرامت
گر سیر کنان دیر میں جا نکلوں تو بولوں — ناقوس کو سنکر
ہاں برہمن بتکدہ عشق ست صدارا — ہے تجھسے بھی الفت
خوش رہتے ہیں جا رابرو کی بتلا کے صفائی — مانند قلندر
نہ ہمکو غمِ دزد نہ اندیشہ کالا — ہے خوب فراغت
درویش بلا نوش بلا چٹ ہیں میاں دوست — پینک میں جو آوین

افعی کو مسل کر کرین افیون کا گہولا ہین ایسی ہی آفت
گاڑہی ہین ہم اُس سحر بہی جو خُشکے کو ہلا کر للکاری تہا یو ہین
دیتا ہون ہلا کنگرۂ عرشِ معلّٰے رکہتا ہون پہ تخت
آزادون کے لہجہ مین غزل تو نے سنائی از بہرِ تفنّن
اب اپنی تو بولی کے کچہہ اشعار کہہ انشا ہو جسمین خرافت
ہی نام خدا وا چہڑی کچہہ زور تماشا یہ آپ کی رنگت
گات ایسی غضب قہر بہین اور جہمکڑا اللہ کی قدرت
مینے جو کہا ہو نمین ترا عاشق شیدا ای کانِ ملاحت
فرمانے لگے ہنسکے سنو اور تماشا یہ شکل یہ صورت
الحاد و تصوّف مین جو تہا فرق بہم یہان اصلا نہ رہا کچہہ
پردہ جو تعیّن کا محبّت نے اوٹہایا۔ کثرت ہوئی وحدت
تاثیر ہی کیا خاکمین اس نجد کی کہدے تو مجہکو تو باری
ہر پہر کے جو آنکلے ہی یہان ناقۂ لیلےٰ ای جذبِ محبّت
کعبہ کا کرون طوف کہ بتخانہ کو جاؤن کیا حکم ہے مجہکو
ارشاد مری حق مین بہی کچہہ ہووی گا آیا ای پیرِ طریقت
ہون پرتوِ روح القدس اس عہد مین مین بھی عیسےٰ کی طرح سے
یون چاہئے بیساختہ رہبان کلیسا میری کری بیعت
آئی جو مرے گہر مین وہ شب راہِ کرم سے مین موندی کنڈی
منہہ پہیر لگی کہنے تعجب سے کہ یہ کیا؟ آئین تیری یہ طاقت؟
لوٹا کرین اس طور مزے غیر ہمیشہ ٹک سوچو تو دلمین

ترسا کرے ہر وقت یہ بندہ ہی تمہارا — اللہ کی قدرت
دیوار چمن پھاند کے پہنچے جو ہم اُن تک — اِک ناک کی اوجھل
ترسان ہو یہ فرمانے لگے کوٹ کے ماتھا — آہ وائے فضیحت!

خورشید چھپا شام ہوئی شیخ جیو صاحب — اب دیکھئے کیا ہو
چڑیوں نے لیا آکے درختوں پہ بسیرا — چُون چُون کرو حضرت
لے برق کی زنجیر کو ٹک سونڈ میں اپنی — اے ابر کے ہاتھی
سیندور لگا ماتھے پہ اس رنگِ شفق کا — با عظمت و شوکت

چل آٹھوں کے میلے کی ذرا دید کریں ہم — ہے سیر کی جاگہہ
سم بیٹھے جڑا یاروں کے پھر میل کدا — مت رعد کی سُن جیت
شب محفل ہولی میں جو وارد ہوا زاہد — رندوں نے لپٹ کر
ڈاڑھی کو دبا اُسکی لگا بذر قطوں نا — اور بجنے لگی گت

تب مغبچے کہنے لگے ٹک پر بلونا جو — رکھنا ناک پہ اُنگلی
اور آئے جی آئے سے بُرا مانے سو بہڑوا — ہے موسم عشرت
کشمیری معلم کو جو اک طفل نے ناگہہ — انگور کے دانے
لا کر دئے اور اُنسے کہا کہا کیسے میوا — ہے قسم ولایت

ہجہ میں تکشمر کے مقطع ہو یہ بولے — شاگرد سے اپنے
پل سامنے سے میرے اُٹا کر نہیں لیجا — یہ نہیں نہیں لذت
یہ ساتھ اُنگرناک ہے بر رو جیسے تجھکو — سو کوڈی کے دس ہیں
بابا یہ ناکیا ہے یہ چھٹا زانت ہے اُسکا — کانا نہ لیسے مت

اب اور ردیف اور قوافی میں غزل پڑھ — لیکن اسی ڈھب سے

تماشا عروں کے آگئی ہو اس بزم میں انشا ظاہر تری شوکت

لینے جو بلائیں لگے ہم آپ کی چٹ چٹ تو بول اٹھی جھٹ

چل جا ابی رہ واو زبر رو ہو پری ہٹ ہے یہ بھی بناوٹ

ان آنکھوں کو میں حلقۂ زنجیر کرونگا ایسا ہی بلا ہو

چھوڑوں ہوں کوئی آپ کی دروازے کی چوکھٹ جب تک کہ ہے پٹ

مر جائے لہو چھانٹ نہ گونگا ہو وہ کیونکر جو شخص کہ دیکھے

سرخی تیری آنکھوں کی اور ابرو کی کھچاوٹ سرمہ کی گھلاوٹ

ہے معدن انوار الٰہی دل عاشق سو جو تو عزیزو

اس چھوٹی سی جاگہہ میں یہ وسعت یہ سماوٹ اللہ رے جمگھٹ

کیا بھیتی ہے اے نام خدا واچڑے ہے آہا ہونٹھوں پہ تمہارے

ایک بوسہ کے صدمہ سے دھوان دھار نلاہٹ مسی کی اوداہٹ

میں روپ بدل اور ہی چپکی سے جو پہونچا بیٹھی تھی جہاں وہ

سن کہنے لگے میری دبے پاؤں کی آہٹ ہے ایک تو نٹ کھٹ

تھی گرم یہ کچھ مجلس مے رات کہ ساقی سب کہتے تھے زاہد

ہے توبہ شکن آج صراحی کی غٹاغٹ بھلا رہے جماوٹ

اے واہ رے بالیدگی اور چنپئی رنگت یہ گات یہ سج دھج

اور جامہ شبنم کی وہ چولی کی پھساوٹ بازو کی گلاوٹ

مت چھیڑو مجھے دیکھو ابھی کہنے لگو گے اچھا کیا تم نے

چولی میری ٹکڑے ہوئی دامن بھی گیا پھٹ لگ جائے گی یہ رٹ

ہے نور بصر مردمک دیدہ میں پنہاں یوں جیسے کنہیا

سو اشک کی قطرون سے پڑا کھیلی ہی جھپٹ — اور آنکھین ہین منگھٹ
اے عشق اجی آؤ مہاراجون کے راجہ — ڈنڈوت ہی تمکو
کر بیٹھی ہو تم لاکھون کروڑون ہی کی سرچٹ — ایک آن مین جھپٹ
پھرتا ہی سما آنکھون مین ابتک وہی نشا — ہی ظالم ارے کیون
باہم وہ لپٹ سونمین آجانی رکاوٹ — وہ پیار کی کروٹ
وہ سیج بھری پھولونکی محفل کے وہ تکیے — کمخواب کی پوشش
پہ دہی وہ تمامی کی وہ سونیکا چھپر کھٹ — اور اسکی سجاوٹ

ہی یہ اُس مہ جبین کی تصویر — یا کسی حور عین کی تصویر
بن گئی دودِ آہِ مجنون مین — ایک محمل نشین کی تصویر
اپنے داغ جگر مین سوجھی ہے — مجھکو اُس نازنین کی تصویر
دیکھ لے اُسکی چین پیشانی — ہی یہ خاقان چین کی تصویر
نظر آتی ہی اشکِ انشا مین — جبرئیل امین کی تصویر

مل گئے سینہ سی سینے پھر یہ کیسا اضطراب — مرمٹی پہ بھی گیا اپنے نہ دل کا اضطراب
کیون پڑی تھلکین نہ آنکھین آنسوؤنکی بوجھ سے — ہی دلِ صد پارہ کو سیماب کا سا اضطراب
رو رہا یہ حال ہی یہان قافلہ سی بچھڑ کی دور — کر رہی ہو جسطرح محمل مین لیلا اضطراب
پوچھتی کیا ہو کہ تیری دلمین کیا ہے مجھسی پوچھ — اور کیا یہان خاک ہوگی جوش سی یا اضطراب
دم لگا گھٹنے اجی مین کیا کہون کل رانکو — تم نہ آئی تو کیا یہان جی نی کیا کیا اضطراب
کیا غضب تھا پھاند کر دیوار آدھی رات کو — ذہم سی میرا کودنا اور وہ تمہارا اضطراب
تھا وہ دھڑکا پہ مزی کے ساتھ صدقے اُسکی جی — پھر کری اپنے نصیب اللہ ویسا اضطراب
اُسکی چاہت مین جوانی اپنی جو تھی چل بسی — ہی پر ابتک جی کو ایک جیسے کا تیسا اضطراب

پیر و مرشد کا یہ مصرع حسب حال انشا کہے
مر مٹے پر بھی گیا اپنے نہ دل کا اضطراب

غزل بر مصرع آقا سعادت علیخان

بگڑی تو نہیں ہے یہ فراسیس کی ٹوپی
یہاں وقت سلام اتری ہے ابلیس کی ٹوپی

ہے شیخ کے سر ایسی ہی ابلیس کی ٹوپی
جس سے کہ بڑی کانپے ہے ابلیس کی ٹوپی

دیتے ہیں گلہ اپنے مریدوں کو جو صوفی
کہتے ہیں یہی تھی سر جرجیس کی ٹوپی

سو چکتی ہوئی ہے یہ منغض کہ جہاں میں
ایسی تو نہ ہوگی کسی سائیس کی ٹوپی

ہدہد کو خوشی تب ہوئی جب دم نظر آئی
ہاتھوں میں سلیمان کے بلقیس کی ٹوپی

کل سوزن عیسے میں پرو خط شعاعی
خورشید نے سی حضرت ادریس کی ٹوپی

کیوں واسطے جراب کے میری نہو حاضر
غلمان کی اور حور فرادیس کی ٹوپی

پریوں کے گھر دنیا میں وہی چور کے مزے ہیں
جن پاس ہو جنوں کی جو اسیس کی ٹوپی

ممکن ہو تو دھر دیجیے بنا کر ترے سر پر
زلفت مہ و زہرہ و برجیس کی ٹوپی

انگریز کے اقبال کی ہے ایسی ہی رنگت
آویختہ ہے جسمیں فراسیس کی ٹوپی

انشا مرے آقا کی سلامی کو جھکے ہے
شکان سر ابردہ تقدیس کی ٹوپی

اجی کیوں نہ آوے ساقی نظر آفتاب الٹا
کہ پڑا ہے آج خم میں قدح شراب الٹا

عجب الٹے ملک کے ہیں اجی آپ بھی تم سے
کبھی بات کی جو سیدھی تو ملا جواب الٹا

چلے تھے حرم کو رہ میں ہوئے اک صنم کے عاشق
نہ ہوا ثواب حاصل یہ ملا عذاب الٹا

یہ شب گذشتہ دیکھا وہ صفا سے کچھ میں گویا
کہیں حق کرے کہ ہووے یہ ہمارا خواب الٹا

ابھی جھڑ لگا دے بارش کوئی مست ہر کے نعرہ
جو زمین پہ پھینک مارے قدح شراب الٹا

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قربان
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

ہوئے وعدہ پہ جو جھوٹے تو نہیں ملاقی تیور
ہے لو دیکھا کچھ تماشا یہ سنو عتاب الٹا

کہڑی چپا ہو دیکھتے کیا میرے دل اُجڑ گئے کو
وہ گنہ تو کہدو جس سے یہ دہ خراب اُلٹا

غزل اور قافیوں میں نہ کہی سو کیونکہ انشا
کہ ہوا نے خود بخود آ ورق کتاب اُلٹا

مجھ چھیڑنے کو ساقی نے دیا جو جام اُلٹا
تو کیا تپک کر مینے اُسے ایک سلام اُلٹا

سحر ایک ماش پہنکا مجھے جو دکھا کے اُن نے
تو اشارا مینے تاڑا کہ ہے لفظ شام اُلٹا

یہہ بکا دہوان نشا ہے مجھے اسکے لئے ساقی
کہ نظر پڑے ہے سارا در و صحن و بام اُلٹا

بڑھوں اُس گلی سے کیونکر کہ وہاں تو میرے دلکو
کوئی کہینچتا ہے ایسا کہ پڑے ہے گام اُلٹا

در میکدہ سے آئی مہک ایسی ہی مزے کی
کہ پچھاڑ کھا کر اوہاں دل تشنہ کام اُلٹا

نہیں آپ جو دیجے بوسہ تو سلام کیوں لیا تھا
مجھے آپ پھیر دیجے وہ مرا سلام اُلٹا

لگے کہنے اب موقع تجھے ہم کہاں کریں تھے
کہیں اُنکے گھر سے بڑھ کر جو پھرا غلام اُلٹا

مجھے کیوں نہ مارڈالے تری زلف اُلٹ کے کافر
کہ سکھا رکھا ہے تو نے اُسے لفظ رام اُلٹا

نہ سیدھے سادے ہم تو بھلے آدمی ہیں یارو
ہمیں کج جو سمجھے سو خود ولد الحرام اُلٹا

تو جو با تو نہیں رکھیگا تو یہ جانونگا کہ سمجھا
مری جان و دل کے مالک نے مرا کلام اُلٹا

فقط اس لفافہ پر ہے کہ خط انشا کو بھیجے
تو لکھا ہے اُسنے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

پرتو سے چاندنی کے ہے صحن باغ ٹھنڈا
پھولوں کی سیج پر آکر دے چراغ ٹھنڈا

شفقت سے ہاتھ تو دھر تک دلپہ میرے تم ہو
یہ آگ سا دہکتا سینہ کا داغ ٹھنڈا

مے کی صراحی ایسی لابرف میں لگا کر
جسکے دہوئیں سے ہووے ساقی دماغ ٹھنڈا

تجنیس جس دنی کی ہو جوتی چشم یارو
ہمنے مدام پایا اُسکا ادماغ ٹھنڈا

ہیں ایک شخص لاتے حسن کی شراب انشا
دہو دہا گلاب دو تو کر رکھ ایاغ ٹھنڈا

شیخ غلام ہمدانی مصحفی

مصحفی تخلص - غلام ہمدانی نام - باپ کا نام ولی محمد - امروہہ کے رہنے والے تھے - آغاز جوانی تھا جو دلّی مین آکر طالب علمی کی - طبیعت مین موزونیت خداداد تھی اُسمین قوت بہم پہنچائی ابتدا سے غربت اور مسکینی اور ادب کی پابندی طبیعت مین تھی - ساتھ اسکے خوش خلقی اور خوش مزاجی تھی جسنے بزرگانِ دہلی کی صحبتون تک رسائی دی تھی - مشاعرہ بھی کیا کرتے تھے - اُنہی سامانون کا سبب تھا کہ سب شاعر اور معزز اشخاص اُسمین شامل ہوتے تھے - دلّی کا اُسوقت یہ عالم تھا کہ خود وہانکے گھرانے گھر چھوڑ چھوڑ کر نکلے جاتے تھے اسلئے انہین بھی شہر چھوڑنا پڑا - وطن یہان نتھا مگر دلّی مین خدا جانے کیا میٹھا ہے کہ خود کہتے ہین -

دلّی نہین ہین جسکو زمانہ مین مصحفی — ہین رہنے والا ہون اُسی اُجڑے دیار کا

اسیطرح اپنے کلام مین اکثر جگہہ دلّی کے رہنے کا فخر کیا کرتے ہین - غرض آصف الدولہ کا زمانہ تھا کہ لکھنؤ پہنچے - اور مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار مین (جو دلّی والونکا معمولی ٹھکانا تھا) ملازم ہوئے - چنانچہ اکثر غزلون مین بھی اسکے اشارے ہین ایک شعر اُنمین سے ہے -

تختِ طاؤس پہ جب ہووے سلیمان کا جلوس — مورچھل ہاتھ مین ہین بالِ ہما کا لیلون

غرض زمان کثرتِ مشق سے اپنی اُستادی کو خاص و عام مین مسلم الثبوت کیا - علمیت کا حال معلوم نہین مگر تذکرون سے اور خود اُنکے دیوانون سے ثابت ہے کہ زبانِ فارسی اور ضروریاتِ شعری سے باخبر تھے اور نظم و نثر کی کتابون کو اچھی طرح دیکھکر معلوماتِ وسیع اور نظرِ بلند حاصل کی تھی -

لکھنؤ جاتے ہین

شیخ مصحفی کی لیاقت اور استعداد

شوق کا یہ حال تھا کہ لکھنؤ مین ایک شخص کے پاس کلیاتِ نظیری تھا - اوس زمانہ مین کتاب کی قدر بہت تھی - مالک اُسکا بسبب نایابی کے کسیکو عاریۃً بھی نہ دیتا تھا -

شوق کمال

اِنسے اِتنی بات پر راضی ہوا کہ خود آکر ایک جُزو لیجایا کرو - وہ دیکھ لو تو واپس کرکے اَور لیجایا
- اِنکا گھر شہر کے اِس کنارہ پر تھا - اور وہ اُس کنارہ پر - چنانچہ معمول تھا کہ ایکدن دریا
وہان جاتے اور جُزو بدلکر لے آتے - ایکدفعہ جب وہانسے لاتے تو پڑھتے آتے - گھر پر آ
نقل یا خلاصہ کرتے اور جاتے ہوئے پھر پڑھتے جاتے - ہم لوگونکے حال پر افسوس ہے
آج چھاپہ کی بدولت وہ وہ کتابین دُکانون پر پڑی ہین جو ایک زمانہ مین دیکھنے کو نصیب نہ تھی
مگر بے پروائی ہمین آنکھ اُٹھاکر نہین دیکھنے دیتی - تعجب ہے اُن لوگونسے جو شکایت کرتے
کہ پہلے بزرگون کی طرح اَب لوگ صاحبِ کمال نہین ہوتے - پہلے جو لوگ کتاب دیکھتے تھے
مضمون کو اِسطرح دل و دماغ مین لیتے تھے جس سے اُسکے اثر دلونمین نقش ہوتے تھے
آجکل کے لوگ پڑھتے بھی ہین تو اِسطرح صفحونسے عبور کر جاتے ہین - گویا بکریان ہین کہ
گھس گئی ہین جہان منہ پڑ گیا ایک بکٹا بھی بھر لیا - باقی کچھ خبر نہین ہوس کا جو
اِن کی گردن پر سوار ہے - وہ دبائے لیئے جاتا ہے یعنے امتحان پاس کرکے ایک سند لوا
کوئی نوکری لیکر بیٹھ رہو - اور افسوس یہ ہے کہ نوکری بھی نصیب نہین -

محاوراتِ قدیم مین اُنہین میر سوز - سودا - اور میر کا ایک آخری ہمزبان سمجھنا چاہیے
وہ سیّد انشا اور جرأت کی نسبت دیرینہ سال تھے - یا تو بڑھاپے نے پرواز کے بازو
کر دیئے تھے - یا قدامت کی محبت نئی شے کے حسن کو حسین کرکے نہ دکھاتی تھی - جیسے آدا
ناقابل کہ ہزار طرح چاہتا ہے - مگر اِسکا دل نئی شائستگی سے کسی عنوان اثر پذیر نہین ہوتا
شیخ موصوف نے لکھنؤ مین صدہا شاعر شاگرد کیئے مگر یہ ابتک کسی تذکرہ سے نہین
ہوا کہ وہ خود کسکے شاگرد تھے[۲۵] - اِنہون نے بڑی عمر پائی - اور اپنے کلام مین اُسکے
بھی کیئے ہین - بڑھاپے مین پھر شادی کی تھی - طبیعت کی رنگینی نے مسی کی
دانتون کو رنگین کیا تھا - چنانچہ سیّد انشا نے اِنکی ہجو مین سب اشارے کیئے ہین

[۲۵] سراپا سحر مین لکھا ہے کہ امانی کے شاگرد تھے -

جب تک زندہ رہے لکھنؤ مین رہے - اور وہین ۱۲۰۰ھ مین فوت ہوئے - سیّد انشا - جرات - میر حسن - وغیرہ شعرا انکے ہمعصر ہین -

تصنیفات

عام تذکرے گواہی دیتے ہین کہ انکی تصنیفات مین چھ دیوان اُردو کے تمام و کمال ہین - جنمین ہزارون غزلین - اور بہت سے قصیدے - اور اَور ابیات - اور رباعیان اور معمولی تضمنین ہین - چنانچہ ایک قصیدے کے دعائیہ مین کہتے ہین -

مصحفی آج دعا مانگے ہے تجھسے یارب	آیکہ ہے ذات تری سب پہ غفور اور رحیم
یہ جو دیوان چہون اسکے ہین مانند سہیل	بزم شاہان مین لباس انکا رہے جلد ادیم

دیوان ہفتم[1]

دو تذکرے شعراے اُردو کے - ایک تذکرہ فارسی کا - اور ایک دیوانِ فارسی لکھا - مگر راقم کے پاس جو اُنکے دیوان ہین - اُنمین سے ایک پر - دیوان ہفتم لکھا ہے - اور ایک دیوان اَور ہے - اوسمین سیّد انشا کے جھگڑے بھی ہین یہ آٹھوان ہوگا کہ سب سے آخیر ہے

رائے غزلو

دیوان انکی اُستادی کو مسلم الثبوت کرتے ہین - انواع و اقسام کی صدہا غزلین ہین - جو غزلین نہایت سنگلاخ زمینو نمین لکھی ہین اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ کثرتِ مشق سے کلام پر قدرتِ کامل پائی ہے - الفاظ کو پس و پیش اور مضمون کو کم و بیش کر کے اِس دروبست کے ساتھ شعر مین کھپایا ہے کہ جو حق اُستادی کا ہے ادا ہو گیا ہے - ساتھ اسکے اصلِ محاورہ کو بھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے - ایسے موقع پر کچھ کچھ سودا کا سایہ پڑتا ہے - جہان سادگی ہے وہان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر سوز کے انداز پر چلتے ہین - اِسی کوچہ مین اکثر شعر میر صاحب کی بھی جھلک دکھاتے ہین مگر جو اُنکے جوہر ہین وہ اُنہی کے ساتھ ہین - یہ اُس ڈھنگ مین کہتے ہین تو پھسنیدے ہو جاتے ہین - بات یہ ہے کہ طبیعت روان تھے - پُرگوئی کے سبب سے وہ لطف کلام مین پیدا نہوا - غزلو نمین سب رنگ کے شعر ہوتے تھے - کسی طرز خاص کی خصوصیت

[1] بڑھاپے نے بھی کر دیا تھا چنانچہ ساتوین دیوان مین ہے - مصحفی آپکو دانستہ بنایا ہے اصم و بیخ ما بگونہ پہچے سخن بدگو سے
[2] عمر نے جب عشرۂ ہشتم مین کہا ہے قدم مصحفی کیا ہو سکے مجھ ناتوان و زار سے - آٹھوان دیوان اسکے بعد لکھا تو ۸ کے قریب ہو گئے

نہین - بعض تو صفائی اور برجستگی میں لاجواب ہین - بعضی مین بھی معمولی باتین ہین جنہین پہیلی ڈہیلی بدشون نہین باندھ کر پھسر پھسر برابر کہتے چلے گئے ہین - اسکا سبب یا تو پُر گوئی ہے جسکی تفصیل آگے آتی ہے یا دلی اور امروہہ کا فرق ہے -

قصیدے خوب ہین - اور اکثر انمین نہایت مشکل زمینون میں ہین - کچھ حمد و نعت - کچھ مرزا سلمان سکوہ - اور حکام لکھنؤ کی شان مین ہیں - انمین بڑے بڑے الفاظ بلند مضمون فارسی کی عمدہ ترکیبین - انکی درست تشبیہین - جو جو اسکے لوازم ہین سب موجود ہین - البتہ بدشون کی جیسی اور جوش و خروش کی تاثیر کم ہے - شاید کثرت کلام نے اُسے دبا کر دیا کیونکہ دریا کا پانی دو پہاڑون کے بیچ میں گھٹکر بہتا ہے - تو بڑے زور شور سے بہتا ہے - جہان پھیلکر بہا ہے وہان زور کچھ نہین رہتا - یا شاید ضروری فرمایشین اتنی مہلت نہ دیتی ہونگی کہ طبیعت کو روک کر غور سے کام سرانجام کرین -

فارسی دیوان ہند کے شعرا سے اسی الوقت سے کچھ زیادہ نہین -

تذکرے خوب لکھے ہیں اور چونکہ اُستادون کے زمانے سے قریب تھے اور سن رسیدہ لوگون کی صحبت کے موقع حاصل تھے اسلئے اچھے اچھے حالات بہم پہنچائے ہین - اور انہین اپنے کُل شاگردون کی بھی فہرست دی ہے -

اکثر واقعات کی **تاریخین** لکھی ہین اور خوب لکھی ہین -

غرض شعر کی ہر شاخ کو لیا ہے اور جو قواعد و ضوابط اُسکے پُرانے اُستادون نے باندھے ہین اُنکا حق حرف بحرف بلکہ لفظ بلفظ پورا ادا کیا ہے - ہان اپنے ہم عصرون کی طرح طبیعت مین چلبلاہٹ اور بات مین شوخی نہین پائی جاتی کہ یہ کچھ اپنے اختیار مین نہیں - خداداد بات ہے - سید انشا ہمیشہ قواعد کے رستہ سے ترچھے ہوکر چلتے ہین مگر وہ انکا ترچھا پن بھی عجب بانکپن دکھاتا ہے - یہ بھی مطلب کو بہت خوبی - اور خوش اسلوبی سے ادا کرتے

ہین مگر کیا کرین کہ وہ امر وہم پن نہین جاتا ذرا اکڑ کر چلتے ہین تو انکی شوخی بڑھاپے کا ناز بے نمک معلوم ہوتا ہے۔ سیّد انشا سیدہی سادہی باتین بھی کہتے ہین تو اس انداز سے ادا کرتے ہین کہ کہنا اور سُننا گھڑیون رقص کرتا ہے اور چٹخارے بھرتا ہے۔ انکا یہ حال ہے کہ اُصول سے ماپ کر اور قواعد سے تول کر بات کہتے ہین۔ پھر بھی دیکھو تو کہین پھیکے ہین اور کہین میٹھے ہین۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے کہ فصاحت اور بلاغت کے لیے کوئی قاعدہ نہین۔ جسکی زبان مین خدا مزہ دیدے ہزار اصول و قواعد کی کتابین اُس پر قربان ہین۔

شعر میگویم بہ از آبِ حیات	من ندانم فاعلاتن فاعلات

ظرافتِ طبع کا انداز

ایک سقنی کو دیکھکر شیخ صاحب کی شوخیِ طبع کے منہ مین پانی بھر آیا ہے۔ اُس غزل کے چند شعر کہ ظریفانہ انداز مین ہین ملاحظہ فرمائیے۔

پانی بھرے ہے یار دیہان قہر مزی دوشالا	لُنگی کی سج دکھا کر سقنی نے مار ڈالا
کاندھے پہ مشک لیکر جب قد کو خم کرے ہے	کافر کا نشۂ حسن ہو جاے ہے دوبالا
دریاے خون مین کیونکر ہم نیم قد نہ ڈوبین	لُنگی کے رنگ سے جب وہان ناکمر ہو لالا[20]

یہ سب کچھ صحیح مگر جس شخص کا قلم آٹھ دیوان لکھکر ڈالدے اُسکی اُستادی مین کلام کرنا انصاف کی جان سُتم کرنا ہے۔

کثرتِ مشق اور پُرگوئی

انکی مشّاقی اور پُرگوئی کو سب تذکرہ نوین تسلیم کیا ہے۔ سن رسیدہ لوگون کی زبانی سُنا کہ دو تین تختیان پاس دھری رہتی تھین۔ جب مشاعرہ قریب ہوتا تو اُنپر اور مختلف کاغذون پر طرحِ مشاعرہ مین شعر لکھنے شروع کرتے تھے۔ اور برابر لکھے جاتے تھے۔

غزلین بیچتے تھے

لکھنؤ شہر تھا۔ جہین مشاعرہ کے دن لوگ آتے۔ ۸ سے عصر تک اور جہان تک کسی کا شوق مدد کرتا وہ دیتا۔ یہ اُسمین سے ۹ ۱۱ ۲۱ شعر کی غزل نکالکر حوالہ کر دیتے اُنکے نام کا مقطع کر دیتے تھے اور اصل سبب کمزوری کا یہ تھا کہ بڑھاپے مین شادی بھی

سستی کا سبب

[20] عبرۃ۔ اگرچہ غزلِ مذکور ہزل ہے مگر قابلِ عبرۃ یہ امر ہے کہ نامی آدمی کے نام کے ساتھ لگ کر گمنامی بھی نام پاتی ہے چنانچہ جب تک شیخ مصحفی کا نشانِ ناموری بلند رہیگا۔ اُسی مین کہار دے کی لُنگی کا پھریرا بھی لہراتا رہیگا۔

کی تھی - چنانچہ سب سے پہلے تو ایک سالا تھا وہ شعر چھینکر لیجاتا - پھر سبکو دے لیکر جو کچھ بچتا وہ خود لیتے اور اُسمین کچھ لوں مرچ لگا کر مشاعرہ مین پڑھ دیتے - وہی غزلین دیوانون مین بکھی چلی آتی ہین - بلکہ ایک مشاعرہ مین جب شعرون پر بالکل تعریف نہوئی تو انہون نے تنگ ہوکر غزل زمین پر دے ماری اور کہا کہ روئے فلاکت سیاہ جسکی بدولت کلام کی یہ نوبت پہنچی ہے - کہ اب کوئی سُنتا بھی نہین - اس بات کا چرچہ ہوا تو یہ عقدہ کھلا کہ انکی غزلین بکتی ہین - اچھے اچھے شعر تو لوگ مول لیجاتے ہین جو رہ جاتے ہین وہ انکے حصہ مین آتے ہین -

پانی پت کے ایک شخص اوس زمانہ مین چکلے داری کے سبب سے لکھنؤ مین رہتے تھے اُنکے ہان شیخ مصحفی بھی آیا کرتے تھے - ایک دن کاغذ کا جزا تھا مین لئے آئے اور لگ بیٹھکر کچھ لکھنے لگے - سامنے ایک ورق رکھا تھا - اُسے دیکھ دیکھکر اسطرح لکھے جاتے تھے جیسے کوئی نقل کرتا ہے - ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہے جسکی آپ نقل کر رہے ہیں - لائیے مین لکھدون - انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے کچھ مضمون مثنوی مین لکھوانے کے لئے فرمایش کی تھی - اُسکا تقاضا عادت سے تھا - کچھ تو مجھے یاد نرہتا تھا - کچھ فرصت نہوتی تھی - آج اُسنے بہت شکایت کی اور مطلب لکھکر دیدیا - وہ نظم کر رہا ہون - اِسسے روانیِ طبع اور مشقِ سخن کو قیاس کرنا چاہئے -

ایک مشاعرہ میں میر تقی مرحوم بھی موجود تھے - شیخ مصحفی نے غزل پڑھی -

تھا نہ وہ ہاتھون کی مُنا لے گئی دِل کو	مُکھڑے کے چھپانے کی ادا لیگئی دِل کو

جب یہ شعر پڑھا

یہان لعلِ فسون ساز نے باتون مین لگایا	دے پیچ اُدہر زلف اُڑا لیگئی دِل کو

تو میر صاحب قبلہ نے بھی فرمایا کہ بھئی ذرا اِس شعر کو پھر پڑھنا - اُنکا اتنا کہنا ہزار تعریفون کے

برابر تھا۔ شیخ موصوف اسیقدر الفاظ کو فرمانِ آل تمنا اپنے کمال کا سمجھے بلکہ کئی دفعہ اُٹھ اُٹھکر سلام کیے۔ اور کہا کہ مین اس شعر پر اپنے دیوان مین ضرور لکھونگا کہ حضرت نے دوبارہ پڑھوایا تھا۔ وہ اپنی غزلونمین مُلکی خصوصیتون کے مضمون بھی لیتے ہین مگر نہ اپنے ہمعصر سید انشا کی طرح بہتات سے نہ جرات کی طرح کمی سے چنانچہ کہتے ہین۔

ملکی خصوصیتون کے مضامین باندھتے تھے

دیکھا نہ بیٹھے ہند مین جب خشکہ پشیاوری	لینے برنج آئے مصحفی روح اپنی پشیاور کی
نہ کیونکہ سیر کرے شبرو نئے سینون مین	جو خالِ چشم کہ برسون رہا ہو پینون مین
کیون نہ دل نظارگی کا جائے لوٹ	لکھنؤ مین حسن کی بندھتی ہے پوٹ
تختۂ آبِ چمن کیون نہ نظر آئے سپاٹ	یاد آئے مجھے جسدم وہ نگنبو کا گھاٹ

بعض جگہہ اپنے وطن کا محارہ یاد آجاتا ہے اور کہدیتے ہین۔

تیغ نے اُسکی کلیجا کھالیا	اُسنے آتے ہی مجھے سنگوالیا
چمن مین چلکے کرائی مصحفی تو نالہ و آہ	جو جی چلا ہو ترا امتحان بلبل کو
نہ مین صحرا مین نہ گلشن مین نکل جاؤن گا	خوگرِ شہر ہون یہان خاک مین مل جاؤنگا

شاعرانہ فخریہ

انہین عادت تھی اکثر جگہ معاصرین پر چوٹ بھی کر جاتے تھے چنانچہ کہا ہے۔

کچھ مین جرات نہین ہون مصحفی سحر بیان	میر و مرزا سے لڑانے یہ غزل جاؤنگا
اور تو ثانی کوئی اُسکا نہین	مصحفی کا ہے قتیل البتہ چوٹ

اکثر غزلونکے مقطع مین اپنے فخریہ تھے۔ اور مُلکِ سخن کی بادشاہی کے دعوے۔ اور شاعری کا اپنے دم قدم سے قایم ہونا۔ اور سب شعرا کو اپنا خوشہ چین کہدینا ایک بات تھی۔ اور یہ دعوے کچھ بیجا بھی نہ تھا۔ مگر جب سید انشا اور جرات وہان پہنچے تو نتیجہ بہت بُرا ظاہر ہوا۔ چنانچہ اُن معرکون کے بعض حالات مناسب حال لکھتا ہون۔ اگرچہ اِن مین بھی اکثر باتین خلاف تہذیب ہین۔ مگر فنِ زبان کے طلبگارون کا خیال اسمعاملہ مین

شعرائے اردو کی ہجو نے بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہین

کچھ آور ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ نظم اُردو میں چند خیالات معمولی ہیں اور بس۔ عام مطالب کے ادا کرنے میں قوتِ بیانیہ کا اثر نہایت ضعیف ہے۔ ان ہجو کا کوچہ ہے کہ اُسمیں ایک چٹکی جو شاعر کے دل کو لگی ہوتی ہے۔ تو وہ تاثیرِ کلام سے ملکر سوتے دلوں کی بغل میں ذرا گدگدی کر جاتی ہے۔ بیان میں صفائی اور زبان میں گرمی و طراری پیدا کرنی چاہو تو ایسے کلاموں کا پڑھنا ایک عمدہ اوزار زبان کے تیز کرنے کا ہے۔ مرزا رفیع کی ہجویں انکی کلیات میں موجود ہیں۔ مگر شیخ مصحفی سید انشا کی ہجویں فقط چند بدہضموں کی زبانوں پر رہ گئی ہیں جنکی تلخی جاتی عنقریب نشر ہوا چاہتی ہے علاوہ بران اس صورتِ حال کا دکھانا بھی واجب ہے۔ کہ وہ کیا موقع ہوتے تھے جو انہیں ایسی حرکات ناروا پر مجبور کرتے تھے۔ یہ روایتیں بھی مختلف ہیں اور مختلف زبانوں پر پریشان ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ انہوں نے ان ہجوؤں میں فحش اور گالیوں سے انتہا درجہ کی کثافتیں بھری ہیں۔ خیر ہمیں چاہئے کہ تھوڑی سی شہد کی مکھی بنجائیں۔ جہاں رسیلا پھول دیکھیں جا بیٹھیں۔ جالے اور میلے میلے پتوں سے بچیں۔ اور جب رس لے چکیں فوراً اُڑ جائیں۔ اب انکے اور سید انشا کے معرکوں کا تماشا دیکھو واضح ہو کہ اوّل تو مرزا سلیمان شکوہ کی غزل کو شیخ مصحفی بنایا کرتے تھے۔ جب سید انشا پہنچے تو انکے کلام کے سامنے انکے شعر کب مزا دیتے تھے۔ غزل سید موصوف کے پاس آنے لگی چند روز کے بعد شیخ صاحب کی تنخواہ میں تخفیف ہوئی۔ اُسوقت انہوں نے کہا۔

چالیس برس کا ہی ہے چالیس کے لائق	تھا مرد سمر کہیں دس بیس کے لائق
آئے وائے کہ پچیس سے اب پانچ ہیں اپنے	ہم بھی تھے کبھی روز و نہیں پچیس کے لائق
اُستاد کا کرتے ہیں امیر اب کے مقرر	ہوتا ہے جو در ماہہ کہ سائیس کے لائق
چارہ کے لگانے سے ہوا دو کا اضافہ	پھر وہ نہ چلے جیسے کہ ہوتیس کے لائق

غرض اس غزل کی خبر شیخ مصحفی کو پہنچی - وہ پرانا مشاق - لکھنؤ بھر کا استاد کچھ چھوٹا آدمی
تھا - باوجود بڑھاپے کے بگڑ کھڑا ہوا اور یہ غزل فخریہ کہی - اب خواہ اسے بڑھاپے کی سستی
کہو - خواہ طبیعت کا آمرد اپن کہو - خواہ آئینِ متانت کی پابندی سمجھو - غرض اپنی وضع کو
ہاتھ سے نہ دیا اور اپنے انداز میں خوب کہا -

غزل فخریہ

مدت سے ہوں میں سرخوشِ صہبائے شاعری
نادان ہے جسکو مجھ سے ہے دعوائے شاعری

میں لکھنؤ میں زمزمہ سنجانِ شعر کو
برسوں دیکھا چکا ہوں تماشائے شاعری

پھبتا نہیں ہے بزمِ امیرانِ دھر میں
شاعر کو میرے سامنے غوغائے شاعری

ایک طرفہ خرسے کام پڑا ہے مجھے کہ ہائے
سمجھے ہے آپ کو وہ مسیحائے شاعری

ہے شاعروں کی آپکے زمانے کے یہ معاش
پھرتے ہیں بیچتے ہوئے کالائے شاعری

لیتا نہیں جو مول کوئی مفت بھی اسے
حقہ اوٹھا کے آتے ہیں گھر والے شاعری

ق

ای مصحفی ز گوشہ خلوت بروں خرام
خالی است از برائے تو خود جائے شاعری

ہر سفلہ را زبان و بیانِ نو کے رسد
آرے توئی فغانی و بابائے شاعری

مجنون منم چرا دگرے رنج می برد
در حقہ من آمدہ لیلائے شاعری

اسکے علاوہ اور غزلیں بھی کہیں کہ جنمیں اس قسم کے اشارے کنائے ہیں - چونکہ سید انشا
دعا جعالم کہاں ہر صحبت میں صدر نشین تھے - انہیں خیال ہوا کہ مصحفی میرا بھی یار ہے
سیاد اسے کچھ خیال ہو - خود پالکی میں سوار ہو کر پہنچے - اور کہا کہ جلسہ میں اسطرح گفتگو
ہوئی ہے - بھئی تمہیں میری طرف سے کچھ ملال نہو - شیخ مصحفی نے نہایت بے پروائی سے
کہا کہ نہیں بھئی مجھے ایسی باتوں کا خیال بھی نہیں - اور اگر تم کہتے تو کیا تھا - اخو
کا فقرہ سید انشا کو کھٹکا - آتے ہی یاروں کو اور بھی چمکا دیا - ادھر سے انہوں نے
کچھ اور کہا - ادھر سید انشا نے بحر طویل میں یہ شعر کہے -

ہجو در بحرِ طویل

بخداوندیِ ذاتی کہ رحیم است و کریم است و علیم است و حلیم است و حکیم است و عظیم است و سلیم است و قدیم است و شریف است و لطیف است و خبیر است و بصیر است و نصیر است و کبیر است و رؤف است و غفور است و شکور است و وَدُود است و مرا خلق نمود است و بود خالق آفاق - قسم میخورم اکنون کہ مرا ہیچ ز ہجوِ تو سر و کار نبود است - ولی از طرفت گشت شروع اینہمہ اقوالِ مزخرف - شنو ای مردک نادان - اندر دہنت شاشۂ عالم - غزلِ پوچ تو و مثنوی ہرزہ کہ مجموعۂ دشنامِ غلاظ است و شداد است گذشت از نظر آن لحظہ بناچار ترا ہجو نمودم کہ دلم خون شد و جوشید و بلرزید و بپیچید و طپید و جگر آتش شدہ و سینۂ سوزانِ من خستہ دل و مضطر و حیران - اندر دہنت شاشۂ عالم - اگر از نطفۂ ابلیس نباشی دلِ ہیچون من سیّد نخراشی کہ از اولاد حسین است و نجیب الطرفین است و شریف است و نظیف است و لطیف است و فصیح است و بلیغ است و بود محسن بر حق کہ بجز لطف و کرم بخشی و تعریف کمال و صفتت پیش کسی گاہِ بیان ہیچ نکرد است و ترا بود ثنا خوان الم اِلٰہی دِلو نمین ایک شاعرہ مین غزل طرح ہوئی - اسمین اِن سب صاحبون نے غزلین کہین - مصحفی نے بھی آٹھ شعر کی غزل لکھی - غزل مصحفی

سر مشک کا ہے تیرا تو کافور کی گردن
نے ہوئے پری ایسے نہ یہ حور کی گردن

مچھلی نہین سا عدمین ترے بلکہ نہان ہے
وہ ہاتھ مین ہاتھ سنقفور کی گردن

یون مرغِ دل اُس زلف کے پھندے مین پھنسا ہے
جون رشتۂ صیاد مین عصفور کی گردن

دل کیون کہ پری حور کا پھر اُسپہ نہ پھسلے
صانع نے بنائی تیری بلّور کی گردن

ایک ہاتھ مین گردن صراحی کی مزا ہے
اور دوسرے مین ساقیٔ مخمور کی گردن

ہر چند مین جھک جھک کے کئے سیکڑون مجرے
پر خم نہوئی اُس بت مغرور کی گردن

کیا جانئے کیا حال ہوا صبح کو اوس کا
ڈھلکی ہوئی تھی شب ترے رخسار کی گردن

یون زلف کے حلقہ مین پھنسا مصحفی ایوا ہے
جون طوق مین ہووے کسی مجبور کی گردن

سید انشا نے اس غزل پر اعتراض کئے اور ایک قطعہ بھی نظم کیا اُنکی غزل اور قطعہ درج ہوتا ہے

سید انشا کی غزل جواب مین

توڑونگا خمِ بادۂ انگور کی گردن
رکھ دونگا وہین کاٹ کے ایک حور کی گردن

خود دار کی بن شکل الفہائے انا الحق
نت چاہتے ہین ایک نئی منصور کی گردن

کیون سافیِ خورشید جبین کیا ہی نشے ہون
سب یون ہی چڑھا جاؤن مئی نور کی گردن

اُچھلی ہوئی ورزش سے تیری ڈنڈ پہ مچھلی
ہے نام خدا جیسی سقنقور کی گردن

تھا تحفہ جو گردن زنی اُس سے یہ بولے
اب دیجیے جو دینی ہے منظور کی گردن

آئینہ کی گر سیر کرے شیخ تو دیکھے
ہر خرس کا منہ خوک کا لنگور کی گردن

یون پنجۂ مژگان مین پڑا ہے یہ مرا دل
جون چنگلِ شہباز مین عصفور کی گردن

شب عالمِ مستی کا مزا ہے کہ پڑی ہو
گردن پہ مری اُس بتِ مخمور کی گردن

بیٹھا ہو جہان پاس سلیمان کے آصف
وان کیون نہ جھکے قیصر و فغفور کی گردن

پہنچے ہے بغل اپنی مین اس زور سے جو عشق
تو توڑنے پر ہے کسی مجبور کی گردن

آتی مست یہ کیا فخر ہے خشتِ سرِ خم سے
کیون تو نے صراحی کی بھلا چور کی گردن

محفل مین تری شمع بنی موم کی مرہم
پگھلی پڑی ہے اُسکی وہ کافور کی گردن

آئی دیو سفیدِ سحری کاش تو توڑے
ایک مکے سے خور کے شبِ دیجور کی گردن

جب کشتۂ الفت کو اُٹھایا تو الم سے
بس ہل گئی اُس قاتلِ مغرور کی گردن

بے ساختہ بولا کہ ارے ہاتھ تو ٹک دو
ڈھلکے نہ مرے عاشقِ مغفور کی گردن

اسد تو ہے کیا چیز مگر کرے قصد جو انشا
تو توڑ دے جھٹ بلعمِ باعور کی گردن

قطعۂ ہجو مشتمل اعتراضات

سُن لیجے گوشِ دل سے مرے مشفقانہ عرض
مانندِ بید غصّہ سے مت تھر تھرائیے

بلّور گو درست ہو۔ لیکن ضرور کیا
خواہی نخواہی اُسکو غزل مین کھپائیے

دستور و نور و طور یہ ہین قافیے بہت
اسمین جو چاہئیے تو قصیدہ سُنائیے

یہ تو غضب ہے کہئیے غزل آٹھ بیت کی
اور اُسمین روپ ایسے انوکھے دکھائیے

کیا لطف ہے کہ گردنِ کافور باندھکر
مُردے کی پاس زندون کو لاکر سُنگھائیے

یون خاطرِ شریف مین گذرا کہ بزم مین
کچلا ہوا شریفہ[۲۵] غزل کو بنائیے

ایسے نجس کثیف قوافی سے نظم مین
دندانِ ریختہ پہ پیوندی جمائیے

سخرے مین آپ ہی کے یہ آئی ہے شاعری
بس مُنہ ہی مُنہ مین رکھئیے سے مت سراہیے

گردن کا دخل کیا ہے سفقور مین بھلا
سانڈے کی طرح آپ نہ گردن ہلائیے

مشفق کرشمی کمان کو کڑی نہ بولیے
چلّا کے مُفت تیرِ ملامت نہ کھائیے

اُردو کی بولی ہے یہ بھلا کھائی قسم
اس بات پر کتب آپ ہی مصحف اُٹھائیے

اُستاد گرچہ نٹھرے ہین صاحب یو ہین سہی
لیکن ڈھکی ہی رکھئیے بس اسکو چھپائیے

جھٹ لکھئیے روپ رام کٹارا کو ایک خط
پہلو کی مُہر سے سند اسکی منگائیے

اپنی کمک کے واسطے جا بھرت پور مین
رنجیت سنگھ جاٹ کو ہمراہ لائیے

یا گرد و پیش کے قصباتی جو لوگ ہین
ایک بلوا باندھیے اُنہین جلدی بُلائیے

مخلص کا التماس پذیرا ہو سوچ کر
کہنے سے ایسے ریختہ کے باز آئیے

سرکار کی یہان نہین گلنے کی دال کچھ
روٹی جو کھانی ہووے تو پنجاب جائیے

ستلج بیاس راوی و جہلم کی سیر کر
چناب والے لوگون کو یہ کچھ سُنائیے

فنکار ہونکو دیجئیے نوزینہ گاؤ کو
وہان جاکے بین بھینس کے آگے بجائیے

۲۵ مصحفی بسی ملا کرتے تھے اسلئے دانت سیاہ تھے۔ وہ بھی کچھ ہلتے تھے کچھ گر پڑے تھے اور بڑھاپے نے اور بھی شکل بگاڑ دی تھی اُسے انہون نے خراب کیا ہے۔

اس رمز کا یہان سنو اکون ہے بہلا
اب بہیر دین کا ٹیہ کوئی آپ گا سے

مصحفی نے اسکا جواب اسی غزل کی طرح مین دیا۔

قطعۂ جواب شیخ مصحفی کیطرف سے

اے آنکہ معارض ہو مری تیغ زبان سے
تو نے سپر عذر مین مستور کی گردن

ہے آدم خاکی کا بنا خاک کا پتلا
گر نور کا سر ہووے تو ہو نور کی گردن

ہین لفظ سفتور مجسّد وہین دیکھا
ایجاد ہے تیرا یہ سفتور کی گردن

لنگور کو شاعر تو نہ باندہے گا غزل مین
کسواسطے باندہے کوئی لنگور کی گردن

گردن کی صراحی کے لئے وضع ہے ناداں
بیجا ہے خم بادۂ انگور کی گردن

اس سے بھی نہین گذرا غلطی اور یہ سنئے
باندہے ہے کوئی خوشۂ انگور کی گردن

کافور سے مطلب ہے مرا اسکی سفیدی
ٹھنڈی تو مین باندہی نہین کافور کی گردن

یہ لفظ مشدّد بھی درست آیا ہے تجھسے
خم ہوتی ہے کوئی مری بلور کی گردن

اتنی نہ تمیز آئی تجھے ربط بھی کچھ ہے
ہر قافیہ مین تو نے جو منظور کی گردن

یون سیکڑون گردن تو گیا باندھ تو کیا ہے
سوجھی نہ تجھے حیف کہ مزدور کی گردن

جو گردنین مین باندہی ہین لا تجھکو دکھاؤن
تو مجھکو دکھا دے شب دیجور کی گردن

گردن کے نہین چاہئے اک شکل کشیدہ
خم کرکے سمجھ تک سر مغرور کی گردن

مضمون تو بہرا ہی ہے گو اور طرح سے
باندہے تو گمان اپنے مین رنجور کی گردن

گر قافیہ پیمائی ہی منظور تھی تجھکو
تو باندہی نہ کسواسطے مقدور کی گردن

لاکھون ہی معانی کو کیا قتل پر افسوس
سوجھی نہ تجھے دشنہ و ساطور کی گردن

منصف ہو تو پھر نام نہ لے دعوی کا ہرگز
یہ بوجھ اٹھا سکتی نہین مور کی گردن

منظور ہی کی توبالفقد
باندہی نہ گراب خانۂ زنبور کی گردن

ٹوٹے ہوئے تیشے کی طرح میرے قلم سے
جاتی ہے پچک شاعرِ مغرور کی گردن

انصاف تو کر دل میں کہ ایک تیغ میں کیسے
میں کاٹ دی دعوے کی ترے زور کی گردن

کھٹراگ یہ گایا پہ ترے ہاتھ نہ آئی
افسوس کہ اس تان پہ تیمور کی گردن

سوجھا نہ تجھے ورنہ بناتا تو اُسی دم
ناسور کی پٹی کو بھی ناسور کی گردن

انصاف کیا اسکا میں اب شہ کے حوالے
جھکتی ہے جہاں مارے لے مور کی گردن

وہ شاہ سلیمان کہ اگر تیغِ عدالت
ٹک کھینچے تو دو ہو وہیں فغفور کی گردن

جس سر پہ ٹکا اپنا وہ رکھے دستِ نوازش
اوس سر کے لئے تکیہ ہو پھر حور کی گردن

اس در کا جو سجدہ انہیں منظور نہ ہوتا
ملتی نہ فرشتوں کو کبھی نور کی گردن

اے مصحفی خامش بسخن طول نکھینچ جا
یہاں کوتہ ہی بہتر سرِ پُرشور کی گردن

ان دونو قطعوں کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ۔ دونو باکمال ادائے مطلب پر کسقدر قدرت رکھتے تھے۔ بے شک عام لطفِ بیان اور خاص طرزوں کے نشتر سیّد انشا کی ترجیح کے لئے سفارش کرینگے۔ مگر بڈھے دیرینہ سال نے جو اُسی غزل کی زمین میں مطالبِ مطلوبہ کو ادا کر دیا یہ قدرتِ کلام شاید اوسے پیچھے نہ رہنے دے۔

شیخ مصحفی کے شاگردوں میں منتظر اور گرم دو بڑے چلتے پلتے تھے۔ وہ نوابصاحب کی سرکار میں توپخانہ وغیرہ کی خدمت رکھتے تھے۔ انہوں نے زبان سے۔ تدبیروں سے۔ معرکوں سے۔ اُستاد کی اُستادی کے مورچے باندھے۔ ایک مثنوی لکھکر گرم طمانچہ نام رکھا۔ میر انشا اللہ خان نے جب مشاعرہ میں گردن کی غزل پڑھی اور اُسمیں یہ شعر پڑھا۔

آئینہ کی گر سیر کرے شیخ تو دیکھے
سر خرس کا نہ خوک کا لنگور کی گردن

مقطع مین بلعم باعور کا اشارہ بھی انکی کہن سالی پر چوٹ ہے۔ کیونکہ وہ حضرت موسیٰ کے عہد مین ایک عابد تھا بڑھاپے اور ریاضت سے اسقدر تحلیل ہوگیا تھا کہ شاگرد پوٹلی مین باندھکر کبھی بغل مین مارے پھرتے تھے۔ کبھی کندھے پر ڈال لیتے تھے اور جہان چاہتے تھے لیجاتے تھے۔ منتظر نے بھی اپنی غزل مین سید موصوف پر چوٹین کین۔ انہین سے ایک مصرع یاد ہے۔ ع باندھی دم لنگور مین لنگور کی گردن کیونکہ سید انشا اکثر دوپٹا گلے مین ڈالے رہتے تھے اسطرح کہ ایک سرا آگے اور دوسرا سرا پیچھے پڑا رہتا تھا۔ چنانچہ بندنا نے اسیوقت ایک شعر اور کہا۔

سفرہ یہ ظرافت کے ذرا شیخ کو دیکھو	سر لون کا منہ پیاز کا انجور کی گردن

بڈھے بیچارے کا سر بھی سفید تھا۔ گوری رنگت بڑھاپے مین خون جمکر سرخ ہوگئی تھی اسکے علاوہ بہت جواب سوال زبانی بھی ملے ہوئے مگر انکا اب بیان کرنا ممکن نہین انشاء مرحوم فرماتے تھے کہ منجملہ اور اعتراضون کے معصفی کی غزل مین ماہی سقنقور مین جو ہے یہ نشدید پڑھی جاتی ہے سید انشا نے اسپر بھی تمسخر کیا اور شیخ مصحفی نے یہ شعر مسد مین دیا کہ

ماہم و فقیر سیہ روئی کو نہین	رخسار سفید امرا انشا سیم

سید انشا پر جو اعتراض کیا ہے کہ فقط سقنقور کیون کہا۔ یہ شیخ مصحفی کا کہنا بیجا ہے کیونکہ سقنقور ایک جانور کا نام ہے۔ اور یہ لفظ اصل مین یونانی ہے۔ مچھلی کو اسسے کچھ خصوصیت نہین ہے۔

سید انشا کی طبیعت کی شوخی اور زبان کی بے باکی محتاج بیان نہین۔ چنانچہ بہت سے زٹل اور فحش ہجوین کہین کہ جسکا ایک ایک مصرع ہزار قہقہے اور چابک کا طرا تھا۔ بڈھا بیچارا بھی اپنی شیخی کے جریب۔ اور عصائے غرور کے سہارے سے کھڑا ہوکر جتنا کمر مین بوتا تھا منطا

لڑتا رہا جب نوبت حد سے گذر گئی تو اُسکے شاگردون سے بھی لکھنؤ بھرا پڑا تھا منتظر۔ اور گرم سیکو لیکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جو کچھ کہ ہوسکا شاگردی کا حق ادا کیا۔ ایک دن سب اکھٹے ہوئے شہدون کا سوانگ بھرا اور ایک ہجو کھلا اُسکے اشعار پڑھتے ہوئے سید انشا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مستعد تھے کہ زد و کشت سے بھی دریغ نہو۔ سید انشا کو ایک دن پہلے خبر لگ گئی۔ اب اِنکے طبع رنگین کی شوخی دیکھئے کہ مکان کو فرش فروش۔ جھاڑ فانوس سے سجایا۔ اور اُمراے شہر۔ اور اپنے یاردن کو بُلایا۔ بہت سی شیرینی منگا کر خوان لگائے۔ کشتیون مین گلوریان۔ چنگیرون مین پھولونکے ہار سب تیار کئے۔ جب سُنا کہ حریف کا مجمع قریب آپہنچا اُسوقت یہان سے سبکو لیکر استقبال کو چلے۔ ساتھ خود تعریفین کرتے۔ سبحان اللہ واہ وا سے داد دیتے اپنے مکان پر لائے سبکو بٹھایا اور خود دوبارہ پڑھوایا۔ آپ بھی بہت اُچھلے کودے۔ شیرینیان کھلائین۔ شربت پلائے۔ پان کھلائے۔ ہار پہنائے ہنس ہنس کر عزت واحترام سے رخصت کیا۔

لیکن پھر سید انشا نے جو اسکا جواب حاضر کیا وہ قیامت تھا یعنے ایک انبوہ کثیر برات کے سامان سے ترتیب دیا۔ اور عجیب و غریب ہجوین تیار کرکے لوگون کو دین۔ کچھ ڈنڈون پر پڑھتے جاتے تھے۔ کچھ ہاتھیون پر بیٹھے تھے۔ ایک ہاتھ مین گڑوا۔ ایک مین گڑیا۔ دونو کو لڑاتے تھے۔ زبانی ہجو پڑھتے جاتے تھے جسکا ایک شعر یہ ہے۔

سوانگ نیا لایا ہے دیکھنا چرخ کہن	لڑتے ہوئے آئے ہین مصحفی و مصحفی

اِن معرکون مین مرزا سلیمان شکوہ بلکہ اکثر اُمرا نے سید انشا کا ساتھ دیا۔ اور چریکے سوانگ کو کوتوال سے کہکر ایکدفعہ رکوا دیا۔ اِس بات نے شیخ مصحفی کو بہت شکستہ خاطر کر دیا چنانچہ اکثر غزلونمین رنگ جھلکتا ہے انمین سے ایک غزل کا مقطع و مطلع لکھتا ہون۔

جاتا ہون ترے در سے کہ توقیر نہین یہان	کچھ اسکے سوا اب میری تدبیر نہین یہان

اے مصحفی بے لطف ہے اس شہر مین رہنا | سچ ہے کہ کچھ انسان کی توقیر نہین یہان

ان جھگڑون مین بعض شعرون پر مرزا سلیمان شکوہ کو شبہ ہوا کہ ہم پر بھی شیخ مصحفی نے چوٹ کی۔ اسکے عذر مین انہون نے کہا۔

قصیدہ در معذرت اتہام انشا بجناب مرشدزادہ شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کہا

قسم بذات خدائے کہ ہے سمیع و بصیر | کہ مجھسے حضرت شہ مین ہوئی نہین تقصیر
سوائے اسکے کہ حال اپنا کچھ کیا تھا عرض | سو وہ بطور شکایت تھی اندکے تقریر
گر اس سے خاطر اقدس پہ کچھ ملال آیا | اور اس گنہ سے ہوا بندہ واجب التعزیر
عوض ریون کے مین مجکو گالیان لاکھون | عوض دوشالہ کے خلعت بشکل نقش حریر
سلف مین تھا کوئی شاعر نواز ایسا کب | جو ہے تو شاہ سلیمان شکوہ عرش سریر
مزاج مین یہ صفائی کہ کر لیا باور | کسی کی حق مین کسی نے جو کچھ کہ کی تقریر
مصاحب ایسے کہ گر کچھ کسی سے لغزش ہو | تو اسکے رفع کی ہرگز نکر سکین تدبیر
وگرکرین تو پھر ایسی کہ نار طیش و غضب | مزاج شاہ مین ہو مشتعل بصد تشویر
سو تاب ذرہ کہان نور آفتاب کہان | کہان وہ سطوت شاہی کہان غرور فقیر
مقابلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہئے | کہان دبیقی و دیبا کہان پلاس حقیر
مین ایک فقیر غریب الوطن مسافر نام | رہے ہے آٹھ پہر جسکو قوت کی تدبیر
مراد مین ہے کہ مدح حضور اقدس کو | الٹ کے پھیر بحرف ذمیمہ دون تغیر
یہ افترا ہے بنایا ہوا سب انشا کا | کہ بزم و رزم مین ہے پاس تخت کا وہ مشیر
مزاج شاہ ہو یون منحرف تو مجکو بھی | یہ چاہئے کہ کرون شکوہ اسکا پیش وزیر
اگر وزیر بھی بولے نہ کچھ خدا لگتے | تو جاؤن پیش محمد کہ ہے بشیر و نذیر
شفیع روز جزا یا شاہ اوادنے | لکھ دو جرم پہ جسنے نہین لکھی تعذیر

کہون یہ اُس سے کہ ای جرم بخش گنہان
تری غلامی مین آیا ہے دادخواہ فقیر

خطا ہو میری جو پہلے تو کر اسیر مجھے
وگر عدو کی۔ پنہا اُسکو طوق اور زنجیر

اگرچہ بازئے انشائے بے حمیت کو
رہا خموش سمجھکر مین بازئے تقدیر

ولے غضب ہے بڑا یہ کہ اب وہ چاہے ہے
خیال مین بھی نہ کھینچون مین ہجو کی تصویر

سو مین فلک نہین ایسا بشر ہون تا کے وچند
کہے سے اُسکے کرونگا نہ ماجرا تحریر

کیا مین عرض کہ مین آپ اُس سے درگذرا
پھریگا مجھسے کوئی گرم و منتظر کا ضمیر

اور اُنپہ بھی جو کیا مین نے تازیانہ منع
تو ہو سکے ہے کوئی اُنکی وضع کی تدبیر

ہزار شہدہ و نین بیٹھین ہزار جا پہ ملین
پھرین ہمیشہ لیئے جمع ساتھ اپنے کثیر

نہ مانین تیغ سیاست نہ قہر سلطانی
نہ سمجھین قتل کا وعدہ نہ ضربت شمشیر

مزاج اُنکا ٹھٹھول اسقدر پڑا ہے کہ وہ
ہنسی سمجھتے ہین اس بات کو نہ جرم کبیر

پھر اسپہ یہ بھی ہے یعنے کہ اسمقام کے بیچ
جو ہو دے منشی تو کچھ نثر مین کرے تسطیر

فکیف جنکو خدا نے کیا ہو موزون طبع
اور اپنے فضل سے بخشی ہو شعر مین توقیر

یہ کوئی بات ہے سنو سکے وہ خموش رہین
ہوا ہے مصلحتہً گو کہ تصفیہ یہ اخیر

مگر یہ بات مین مانی کہ سوانگ کا بانی
اگر مین ہون تو مجھے دنیے بدترین تعزیر

مین آپ فاقہ کش اتنا مجھے کہان مقدور
کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آتش شیر

مرے حواس پریشان باین پریشانی
ہو جیسے لشکر بشکستہ کی خراب پسیر

گر اسپہ صلح کی ٹھہری ہے تو صلح سہی
اگر ہو پھر شرارت بشر ہون مین بھی شریر

جواب ایک کے یہان دس ہین اور دس کے سو
نگاہ کرتے تھے اوّل باین قلیل و کثیر

حصول یہ ہے کہ جب کوتوال تک قضیا
گیا ہو از پے تہدید شاعران شریر

تو کوتوال ہی بس اون سے اب سمجھ لیگا
یہ دمبدم کی شکایت کی ہے عبث تحریر

یہ وہ نسل ہے کہ جسطرح سارے شہر کے بیچ
بلند فاسق اپنی سے متہم ہو بعیر

سو متہم مجھے نادان نے بیجوشہ سے کیا
قباحت اُسکی جو سمجھے شہ اُسکو دے تعزیر

ولے مزاج مقدس جو لا اُبالی ہے
نہین خیال مین آتا خیال حرف حقیر

جو کچھ ہوا سو ہوا مصحفی بس اب چپ رہ
زیادہ کر نہ صداقت کا ماجرا تحریر

خدا یہ چھوڑ دے اس بات کو وہ مالک ہے
کرے جو چاہے جو چاہا کیا یہ حکم قدیر

سید انشا بھرتے چلنے دلی مین آئے تھے اور کچھ کچھ عرصہ رہے تھے۔ اور جو لوگ اُن کون مین اُنکے رفیق تھے انہین سے اکثرون نے دلی کی شکل بھی نہین دیکھی تھی۔ چنانچہ ایک موقع پر شیخ مصحفی نے یہ قطعہ کہا جسکے چند شعر ساتوین دیوان مین ہین۔

قطعہ

بعضون کا گمان ہے یہ کہ ہم اہل زبان ہین
دلی نہین دیکھی ہے زبان دان یہ کہان ہین

پھر تسہ ستم اور یہ دیکھو کہ عروضی
کہتے ہین سدا آپ کو اور لاف دان ہین

سیفی کے رسالہ پہ بنا اونکی ہے ساری
سو اُسکو بھی گھر بیٹھے وہ آپ ہی نگران ہین

ایک دو ورق پڑھ کے وہ جامی کا رسالہ
کرتے ہین گھمنڈ اپنا کہ ہم قافیہ دان ہین

نہ حرف جو وہ قافیہ کے لکھتے ہین اسمین
دانا جو انہین سنتے ہین یہ کہتے ہین نادان ہین

تنقید سے واقف نہ شاعر سے ہین آگاہ
نہ حرف بھی قافیہ کے ورد زبان ہین

کرتے ہین کبھی ذکر وہ اعطای خفی کا
ایطائے جلی سے کبھی پھر حرف زبان ہین

اوّل تو ہے کیا شعر مین ان باتون سے حاصل
بالفرض جو کچھ ہو بھی تو یہ سب پہ عیان ہین

حاصل ہے زمانہ مین جنہین نظم طبیعی
نظم اُنکے کی اشعار بازآب روان ہین

پروا وہ انہین کب ہے ردیف اور ردی کی
کب قافیہ کی قید مین آتش نفسان ہین

مجکو تو عروض آتی ہے نہ قافیہ چندان | ایک شعر سے گر دیدہ میرے پیر و جوان ہین

اِس قطعہ کے مطلع پر خیال کرو کہ دِلّی اُسوقت کیا شے تھی۔ چند روز وہان رہجانا گویا زبان دانی کا سرٹیفکٹ ہوتا تھا۔ خیر اب شیخ صاحب کے اقسام سخن سے لطف حاصل کرنا چاہئے۔ باوجودیکہ شیخ مصحفی بہت سن رسیدہ تھے مگر سید انشا کے مرنے کا اُنہین افسوس کرنا پڑا۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع مین کہا ہے۔

مصحفی کس زندگانی پر بھلا مین شاد ہون | یاد ہے مرگ قتیل و مردنِ انشا مجھے

کیا کیا فساد کیا کیا شور و شر ہوئے۔ کیسے کیسے خاکے اوڑے۔ انجام یہ کہ خاک۔

شیخ مصحفی کا قصیدہ نعت مین

حنا سے ہے یہ تری سُرخ اَی نگار انگشت | کہ ہو نہ پنجۂ مرجان کی زینہار انگشت
ضعیف اتنا ہوا ہون کہ میرے ہاتھون مین | نہین یہ پنجۂ طاقت سے بہلہ دار انگشت
ہلال و بدر ہون یکجا عرق فشانی کو | رکھے جبین پہ جو تو کر کے تابدار انگشت
فراق سو کمران سے ہین یہ ہوا باریک | کہ ہو گئین مری سوزن صفت ہزار انگشت
زبسکہ زشت ہے دنیا مین ہاتھ پھیلانا | رکھے ہے سمٹی ہوئی اپنی پشت خار انگشت
وہ جب لگائی ہے فندق تو دیکھ دیکھ مجھے | رکھے ہے منہ مین تاسف کی روزگار انگشت
شمارِ داغ سے کب اتنی مجکو فرصت ہے | کہ رکھ سکون بسرِ چشمِ اشکبار انگشت

چند شعر کے بعد گریز کرتے ہین

بیان ضرور ہے اب دست و تیغ کا اُسکی | نکل گئی سپرِ مہ سے جسکی پار انگشت
محمدِ عربی معجزونکا جسکے کبھی | نکر سکے فلک پیر کا شمار انگشت
چمن مین اُسکی رسالت کا لب کچھ آئی نہ کر | علم کرے ہے شہادت کی شاخسار انگشت
وظیفہ جسکا پڑھے ہے یہ دانۂ شبنم | دعا مین جسکی ہے کھولے ہوئے چنار انگشت

اگر ہو مُہرۂ گہوارہ سنگِ فرش اُسکا
نہ چُوسے اپنی کبھی طفلِ شیر خوار انگشت

اُٹھا دے گر کفِ افسوس ملنے کی وہ رسم
نہ ہووے پھر کبھی انگشت سے دو چار انگشت

کرے جو وصف وہ اوس تاج انبیا کی رقم
قلم کی جون سے نرگس ہو تاجدار انگشت

غزلیات

دِن جوانی کے گئے موسمِ پیری آیا
آبرو خواب ہے اب وقتِ حقیری آیا

تاب و طاقت رہی کیا خاک کہ عصا سے تئین
حاکمِ ضعف سے فرمانِ تعزیری آیا

سبقِ نالہ نو بُلبُل نے پڑھا مجھ سے دلے
نہ اُسے قاعدۂ تازہ صفیری آیا

شاعری پر کبھی اپنی جو گئی اپنی نظر
نہ ضمیر اپنے مین اُسوقت ضمیری آیا

وِرد پڑھنے جو اُٹھا صبح کو سب سے پہلے
کتبِ عشق مین ہونیکو وہ میری آیا

اوسکے در پر مین گیا سو انگ بنائے تو کیا
جل بے جل دور ہو کیا بیسکے فقیری آیا

پوچھ مت سر کہ عشق کا ہنگامہ کہ وہان
قیس مارا گیا وامق باسیری آیا

ای سلیمان ہو مبارک تجھے یہ شاہی و تخت
تیرا آصف بھی بسامانِ وزیری آیا

چشم کم سے نہ نظر مصحفی خستہ پہ کر
وہ اگر آیا تو مجلس مین نظری آیا۔

غزل مذکورۂ ذیل سید انشا کے غزل پر ہے۔

پیری سے ہو گیا بون اِس وِرکا دماغ ٹھنڈا
جس طرح صبح ہوتے کر دین چراغ ٹھنڈا

سر گرمِ سیرِ گلشن کیا خاک ہون کہ اپنا
نزلہ سے ہو رہا ہے آپہی دماغ ٹھنڈا

بُلبُل کے گرمِ نالہ جب سے سُنے ہین اُسنے
دیوارِ گلستان پر بولے ہے زاغ ٹھنڈا

کیا کیا خوشامدی نت لیکھا لگے ہلانے
کشتی سے جب ہوا وہ کر کے فراغ ٹھنڈا

صرصر سے کم نہین کچھ وہ تیغِ تیز جسنے
لاکھونکا کر دیا ہے دم مین چراغ ٹھنڈا

کشمیری ٹولے مین ہم جاتے تھے روز لیکن
جی آج تک ہوا ہے کر کے سُراغ ٹھنڈا

گرمی کی رُت ہے ساقی اور اشک بلبلون نے
چھڑکاو سے کیا ہے سب صحنِ باغ ٹھنڈا

ایسے مین ایک صراحی شورے لگی منگا کر
لبریز کر کے مجکو بھر دے ایاغ ٹھنڈا

کیا ہم ٹکڑ گدا ہین جو مصحفی یہ سوچین
ہے گرم اسکا چولہا اُسکا اُجاغ ٹھنڈا

جرات اور سید انشا کے مستزاد بھی دیکھو کہ مشاعرہ کے سعر کے مین پڑ بے گئے تھے۔

غزل مستزاد

خوشبوئی سے جنکی ہو خجل عنبر سارا
ہم مشک کی نکہت
بال الجھے ہوئے ہین نہ کہ ریشم کا ہے لچھا
اللہ ری نزاکت

پاؤن مین کنگھک اور لگے ہاتھون مین مہدی
از خون جہان
چھڑا وہ پری کہئے جسے نور کا بُکّا
رنگ آگ کی صورت

تلوار نے ابروے کج قتل پہ مائل
لب خنکی پیاسے
پہولونکی چھڑی ہاتھ مین اور کانون مین بالا
چتون مین شرارت

سسّی کی دھڑی اک تو جھی ہونٹون پہ کافر
اور نرمش سے پھوٹے
پھر تس پہ ستم اُسکا وہ پاؤنکا لکھوٹا
جوخون کی رنگت ہو

پاؤن مین انی دا پری کفش زری کی
دل جس سے ہو زخمی
اور سر پہ شرارت سے بندھا بالونکا جوڑا
بیچ و بیچ سو اک آفت

خونخوار نگہ عربدہ جو آپ سو کیفی
سرشار نشہ مین
ایک ہاتھ مین ساغر تو پھر اک ہاتھ مین مینا
مستونکی حالت

آیا مرے گھر دی مرے دروازے پہ دستک
مین گھر سے نکلکر
دیکھون تو سر کوچہ اک آشوب ہے پیدا
آئی ہے قیامت

تب مینے کہا اُس سے کہ ای مایہ خوبی
کیا چین یہ آیا
اسوقت جو آیا تو مرے پاس اکیلا
سمجھا نہ قیامت

تو سن کے لگا کہنے کہ ای مصحفی سن بات
گھر سے میرے مجکو
لایا ہے ترا جاذبہ ہی کھینچکے اس جا
تھی کسکو یہ قدرت

سہر شام اُسنے مُنہ سے جو رُخ نقاب اولٹا
نہ غروب ہونے پایا وہین آفتاب اولٹا

جو کسی نے ویس را مین اُسے لاکے دی مصوّر
نہ حیا کے مارے اُسنے ورقِ کتاب اولٹا

مین حساب بوسہ جبین کہین اپنے کر رہا تھا
وہ لگا مجھی سے کرنے طلب اور حساب اولٹا

مہ چاردہ کا عالم مین دکھاؤنگا فلک کو
اگر اُسنے پردہ مُنہ سے شب ماہتاب اولٹا

جو خفا ہوا ہین جبین کسی بات پر شبِ وصل
سحر اُٹھ کے میرے آگے وہی اُسنے خواب اولٹا

بسوالِ بوسہ اُسنے مجھے رس کے دی جو گالی
مین اَدب کے مارے اُسکو نہ دیا جواب اُلٹا

کہین چشم مہر اُسپر تو نہ پڑ گئی ہو یارب
جو نکلتے صبح گھر سے وہ پھرا شتاب اُلٹا

مین ہوا ہون جسپہ عاشق یہ شگرفِ ماجرا ہے
کہ مرے عوض لگا ہے اُسے اضطراب اُلٹا

کسی مست کی لگی ہے نگہ اِسکے سر کو ٹھوکر
جو پڑا ہے میکدہ مین یہ خُمِ شراب اُلٹا

یہ مقام آفرین ہے کہ بزور مصحفی نے
اِنہی قافیون کو پھر بھی بصد آب و تاب اُلٹا

جو پھرا کے اُسنے منہ بقضا نقاب اُلٹا
اِدہر آسمان اُلٹا اُدہر آفتاب اُلٹا

نہ قفس مین ایسے مجھکو تو اسیر کیجو صیاد
کہ گھڑی گھڑی وہ ہووے دلِ مضطراب اُلٹا

مرے حال پر مغان نے یہ کرم کیا کہ سُن سُن
مرے پیکے سر پہ رکھا قدحِ شراب اُلٹا

ترا تشنہ لب جہانسے جو گیا لحد پر اُسکے
پس مرگ بھی کسی نے نہ سبوے آب اُلٹا

مری آہ نے جو کھولی بیوق آہ کی برق
وہین برق رعد بسکر علم سحاب اُلٹا

جو خیال مین کسو کے شبِ ہجر سو گیا ہو
نہو صبح کو الٰہی کبھی اُسکا خواب اُلٹا

مرے دم اُلٹنے کی جو خبر اوسکو دی کسی نے
وہین نیم رہ سے قاصد بصد اضطراب اُلٹا

جو علی کا حکم نافذ نہ فلک پہ تھا تو پھر کیون
یکہ غروب آیا نکل آفتاب اُلٹا

اَب اِسی مین تو سہ غزلہ جو کہے تو کام بھی ہے
نہین مصحفی مزا کیا جو دو رد کتاب اُلٹا

بہ دم اُسکے وقت رخصت بصد اضطراب اُلٹا
کہ بسوے دل مژہ سے وہین خونِ ناب اُلٹا

سرِ لوحِ اُسکی صورت کہین لکھ گیا تھا مانی
اُسے دیکھکر نہ مینے ورقِ کتاب اُلٹا

مین عجب یہ رسم دیکھی مجھے روزِ عید قربان
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

یہ عجب ہے میری قسمت کہ جو دل کسیکو دون مین
وہ مجھے ہی سر سے مارے اُسے کر خراب اُلٹا

یہ نقاب پوش قاتل کوئی زور ہے کہ جسنے
کئے خون سینکڑون اور نہ ذرا نقاب اولٹا

جو بوقتِ غسل اپنا وہ پہرا لے دانسے منہ کو
تو پہراتے ہی منہ اُسکے لگے بہنے آب اولٹا

مین لکہا ہے خط تو قاصد پہ یہ ہوگا مجھپہ احسان
انہین پاؤن پھر کے تو آجو ملے جواب اولٹا

ترے آگے محرِ تابان ہے زمین پہ سر بسجدہ
یہ ورق کا گنجفہ کے نہین آفتاب اولٹا

نہین جائے شکوہ اُس سے ہمین مصحفی ہمیشہ
کہ زمانہ کا رہا ہے یو ہین انقلاب اولٹا

غزلہائے مرقومہ ذیل پر شاہ نصیر کی بھی غزل دیکھو۔

صاف چولی سے عیان ہے بدنِ سرخ ترا
نہین چھپتا تہِ شبنم چمنِ سرخ ترا

یہی عالم ہے اگر اُسکا تو کہلاوے گا
بارشِ خون کا سماں پیرہنِ سرخ ترا

واسطے ناکامی کہ عاشق کو ترے موت آئی
قابلِ بوسہ ہوا جب دہنِ سرخ ترا

تا کمر خون شہیدون کے بہے گلیو نمین
جب سے پاجامہ بنا گلبدنِ سرخ ترا

خون سے آلودہ ہوا آتا ہے تو ای اشکِ سفید
نام ہم کیون نہ رکہین یاسمنِ سرخ ترا

آتشِ تیز مین ٹہیرا ہے کہین یون بھی سپند؟
کھ رہا ہے یہی خالِ ذقنِ سرخ ترا۔

مصحفی خوش ہو کہ مانگے گا ترے قاتل سے
خونبہا روزِ قیامت کفنِ سرخ ترا

کیسہ مالی سے ہوا گل بدنِ سرخ ترا
طالبِ آب نہو کیون چمنِ سرخ ترا

بھی پوشاک کا ہے رنگ تو ای گل ہوگا
تشنۂ خونِ چمن پیرہنِ سرخ ترا

کیون نہو مردہ ہوس زندہ ہے جب ای شوخ
پان سے بیر بہٹی دہنِ سرخ ترا

مجھسے انکارِ ستم فایدہ ای گرگِ فلک؟
دال ہے بچہ خوری پر دہنِ سرخ ترا

کاش اے کشتہ تو محشر مین اُٹھے ہوکے فقیر
گیروا مٹی مین ہووے کفنِ سرخ ترا

ب بان خوردہ کی اُس گل کے جو سُرخی دیکھی
رنگ اُڑ جائیگا اُسی نارونِ سُرخ ترا

سر یہ تابش میں تو رکھے تو دلِ عاشق میں
آگ بھڑکائے یہ کیوں بادۂ سُرخ ترا

مصحفی چاہئے کیا اسکو دلبلِ فاطع
سبز ہے خود تخلص سخنِ سُرخ ترا

ک نو تھا آتشِ سوزانِ بدنِ سُرخ ترا
شعلہ بر شعلہ ہوا بیرہنِ سُرخ ترا

ں کہانے کی ادا یہ ہے تو ایک عالم کو
خون رولا دیگا مری جان دہنِ سُرخ ترا

دی خورشدِ شفق رنگ کو دیتا ہے فشار
پیچ رشک سے سیبِ ذقنِ سُرخ ترا

نع گلگون غمِ پروانہ من خون اشانہ رو
طنتِ آتشِ نو بنا ہے لگنِ سُرخ ترا

خ عیار سے تو کم نہیں اُسی زردِ حنا
کفِ رنگین بتاں ہے وہیں سُرخ ترا

ہیں اُسی کشتہ جو آیا تو صفِ محشر میں
آگ دیو لگا لگا وہاں کفنِ سُرخ ترا

ر اگر نافۂ آہو ہے تو اُسی عقدۂ زلف
ہے وہ رخسارۂ رنگین حسنِ سُرخ ترا

سکے سو باب سے بھی شانہ نے شب یوں چاہا
دام سرنگ ہے کیوں اُسی رسنِ سُرخ ترا

ر ہی چہرہ ہے پوشیدہ لباسِ گلگوں
میں تو دیوانہ ہوں اُسی انجمنِ سُرخ ترا

مصحفی زخم ہے تیشہ کا ترے ہر مو پر
نام ہم کیوں نہ رکھیں کوہکنِ سُرخ ترا

نگِ بان سے جو ہوا گل دہنِ سُرخ ترا
مر گئی دیکھ کے بلبل دہنِ سُرخ ترا

ں کہا کر جو مسی نیب کئے تو نے دو لب
بن گیا مزرعِ سنبل دہنِ سُرخ ترا

خ تو تھا ہی ولے اور ہوا گلنار ہی
پیکے اُسی گل قدحِ گل دہنِ سُرخ ترا

ب ہو عاشق کی شبِ وصل نسلی اُسی گل
مصر خوبوسہ ہو جب گل دہنِ سُرخ ترا

چہ سان رانہوا عالم می نوشی میں
شکے شیشہ کی بھی قلقل دہنِ سُرخ

شانہ کرتے جو سر جعد تو دانتون مین رکھے
ہو نہ خونخوارہ کا کل دہن سرخ ترا

تیغ برق چھٹتی ہے ہوائی اب تک
کہین دیکھا تھا سر پل دہن سرخ ترا

مصحفی تو نے زبس گلگلے لئے ہین بوسے
رشک سے دیکھے ہے بلبل دہن سرخ ترا

جو گستاخانہ کچھ اس سے مین بولا
تو بس ابرو نے تیغا دو مین تولا

چنے عاشق نہ کیون اسکے مہولے
کہ چشم شوخ ہے اوسکی مہولا

جزاک اللہ بنایا تو نے صیاد
قفس مین از پئے بلبل ہنڈولا

نہ مارے دست و پا اسکا بسمل
الٰہی مار جاوے اسکو جھولا

لب اوس گل کے ہین جام بادہ لعل
مسی نے انہین آکر زہر گھولا

یہ وہ گلشن ہے جسمین غم کے مارے
تبسم سے کلی نے منہ نہ کھولا

مری تیلی نے اشک خیرہ سر کو
بنایا ہے ہتیلی کا پھپھولا

کہین ملتے ہین ایسے مصحفی یار
نہ آوے دل کے مرنے کا ملولا؟

آتش کی غزل کو بھی دیکھنا۔

نگاہ لطف کے کرتے ہی رنگ انجمن بگڑا
محبت مین تری ہمسے ہر ایک اہل وطن بگڑا

کچھ اسکی وضع بگڑی کچھ ہے وہ پیمان شکن بگڑا
یہ سچ ہے تو دیکھو گے زمانہ کا چلن بگڑا

خدا کہتا تھا روز حشر مین تجھ سے سمجھ لونگا
ترے تیشہ سے گر شیرین کا نقش اسکی کہن بگڑا

مین سمجھا گریہ نے تاثیر اسدم شمع مجلس کی
یہ موتی اشک کا جاتے ہوئے جب تا لگن بگڑا

جو چنگ ناز کو ہمنے اوڑایا ہجر کی شب مین
کہین گے سب کہ تیرا کھیل اب چرخ کہن بگڑا

جسے سب بانکے اور ٹیڑھے کرین تھے دور سے مجرا
وہی رستہ مین آخر ہمسے کر کے بانکپن بگڑا

تری مژگان کی رات چڑھ گئی جب اُنیہ لڑکو
پڑی یونان کے اندر کھل بلی سارا دکن بگڑا

بُری صورت سے رہنا تنگ ہے دُنیا مین انسانکو
وہ گڑ جاتا ہے خود جیتا جو کوڑھی کا بدن بگڑا

ہمیشہ شعر کہنا کام تھا والا نژادون کا
سفیہون نے دیا ہے دخل جب سے بس یہ فن بگڑا

مکان تنگ مین پائی نہ جا کلکِ تخیل نے
بناسب خال وخط مانی سے اوسکا پیرہن بگڑا

نہین تقصیر کچھ درزی کی اسمین مصحفی ہرگز
ہماری نادرستی سے بدن کی پیرہن بگڑا

دعا دینے سے میرے شب وہ ترکِ تیغ زن بگڑا
سپاہی زادونکا بھی کچھ مین دیکھون ہون چلن بگڑا

سخن سے طرح اور وضع سادی بے بسی دندان
بھلا کتنا لگے ہے مجکو اُسکا سادہ بن بگڑا

کیا تاراج یون پیری نے حسنِ نوجوانی کو
بوقتِ صبح آرائش کا ہووے جون چمن بگڑا

سوئی جسکو لگائی زید کی معشوقہ نے اپنی
سبھی سنوری وہی مجنون کا بس ایک پیرہن بگڑا

کمالِ حسن خالق نے دیا ہے اُس پری رو کو
نہ چتون کج ہوئی اُسکی نہ کانون مین دہن بگڑا

یہ تعمیرین عجب نواب نے کوٹھی مین بنوائین
کسی کی ہے بھری ٹھوڑی کسی کا ہے دہن بگڑا

نہ مارے حق کسی کو کر کے مفلس وائے رسوائی
جہان کو تہ ہوا اکبڑا کفن کا وہ کفن بگڑا

رواج اُسنے نہ پایا بسکہ عہدِ زلفِ مشکین مین
دھرا نافہ مین جو برسون اُسنے مشکِ ختن بگڑا

عجایب اور غرایب باتین اب سننے مین آتی ہین
خمِ نیلی نہ اشاید کہ اسی چرخِ کہن بگڑا

خلل انداز جو گلکنت ہوئی اُسکی فصاحت مین
زبان پر اُس بُتِ الکن کی آیا جو سخن بگڑا

ہمین تکلیف نظمِ شعر کی دینے سے کیا حاصل
زمانہ ہمسے اِن دنون ہے یارانِ وطن بگڑا

بہت جس سے شکلِ کافرِ شیرین بنائی تھی
اُسی تیشہ سے پھر آخر کو کارِ کوہکن بگڑا

رہی ای مصحفی تا صبح اُسکی اُسپہ جھنجلاہٹ
بنانے مین جو مشاطہ سے شب خال ذقن بگڑا

نہ گیا کوئی عدم کو دل شادان لیکر
یہان سے کیا کیا نہ گئے حسرت و ارمان لیکر

جی ہی جی بیچ بہت شاد ہوا کرتی ہین
تیری عارض کی بلائین تیری مژگان لیکر

کیا خطا مجھسے ہوئی رات کہ اوس کافر کا
مینے خود چھوڑ دیا ہاتھ مین دامان لیکر

باغ وہ دشتِ جنون تھا کہ کبھی جسمین سے
لالہ و گل گئے ثابت نہ گریبان لیکر

طرفہ سوجھی یہ جنون کو ترے دیوانیکی
راہ مین پھینکدیئے خار مغیلان لیکر

زلفِ و رخسار کا عالم ہے غضب ہی اسکے
شاد ہو کیون نہ دلِ گبر و مسلمان لیکر

پردۂ خاک مین سو سو رہے جا کر افسوس
پردہ رخسار پہ کیا کیا مہِ تابان لیکر

ابر کی طرح سے کر دیوینگے عالم کو نہال
ہم جدھر جاوینگے یہ دیدۂ گریان لیکر

پھر گئی سوے اسیرانِ قفس باد صبا
خبر آمدِ ایامِ بہاران لیکر

دوستی تھی مجھے ہر اک سے گئے تا درِ قبر
دوش پر نعش مری گبر و مسلمان لیکر

رنج پر رنج جو دینے کی ہے خو قاتل کو
ساتھ آیا ہے بہم تیغ و نمکدان لیکر

مصحفی گوشۂ عزلت کو سمجھ تخت شہی
کیا کریگا تو عبث ملکِ سلیمان لیکر

یار بن باغ سے ہم آتے ہین دکھ پائے ہوئے
اشک آنکھون مین بھرے ہاتھ مین گل کہائے ہوئے

آنکھ سیدھی نہین کرتا کہ مقابل ہو نگاہ
آرسی ناز سے وہ دیکھے ہے شرمائے ہوئے

کسکے آنے کی خبر ہے جو چمن مین گلچین
جون صبا چار طرف پھرتے ہین گھبرائے ہوئے

ہم تو ترسے ہین صنم ایک نگہ دور کو بھی
بخت اُنکے ہین جو ہر دم ترے ہمسائے ہوئے

حسنِ خجلت زدہ کی رنگ دکھاتا ہے نئے
آرسی بھی اُسے اب دیکھے ہے للچائے ہوئے

اُسکے کوچہ سے جو اُٹھ آتے ہین ہم دیوانے
پھر اُنہین پا نو چلے جاتے ہین بورائے ہوئے

مصحفی کیون کے عنان گیر ہو اُسکا جون برق

توسنِ ناز کو جب جائے وہ چمکائے ہوئے

خامش ہین ارسطو و فلاطون میرے آگے
دعوا نہین کرتا کوئی موزون میرے آگے

دانش پہ گھمنڈ اپنی جو کرتا ہے بشدت
واللہ کہ وہ شخص ہے مجنون میرے آگے

لاتا نہین خاطر مین سخن بیہودہ گو کا
اعجاز مسیحا بھی ہے افسون میرے آگے

دشوار ہے رتبہ کو پیمبر کے پہنچنا
ہے موسیٰ عمران بھی ہارون میرے آگے

باندھے ہوئے ہاتھون کو باصد اجانب
رہتے ہین کھڑے سیکڑون مضمون میرے آگے

جب موج پہ آجائے ہے دریائے طبیعت
قطرے سے بھی کم ٹھہری ہے جیحون میرے آگے

بدبینی پہ آؤن تو ابھی اہل صفا کے
ہو جاوین شبہ سب دُرِ مکنون میرے آگے

اُستاد ہون مین مصحفی حکمت کے بھی فن مین
ہے کودکِ نودرس فلاطون میرے آگے

ہے جام طرب ساغرِ پرخون مرے آگے
ساقی تو نہ لا نامی گلگون مرے آگے

ٹک لب کے ہلا دینے مین حسانِ عجم کا
ہو جاوے ہے احوال دگرگون مرے آگے

سمجھون ہون اسے مہرہ بازیچۂ طفلان
کس کام کا ہے گنبدِ گردون مرے آگے

جب تیزی پہ آتا ہے میرا توسنِ خامہ
تن جاوین ہین تب کوہ بھی ہامون مرے آگے

مین گور سمجھتا ہون سدا اُسکے صدا کو
گو بول اُٹھے آدمی کی چون چون مرے آگے

سب خوشہ رہا ہین میرے خرمن کے جہان مین
کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

قدرت ہے خدا کی کہ ہوئے آج وہ شاعر
طفلی مین جو کل کرتے تھے فان غون مرے آگے

موسیٰ کا عصا مصحفی ہے خامہ میرا بھی
گو خصم بنے اسود افیون میرے آگے

خاتمہ

اسی فلک نہ یہ جلسہ برہم ہونے قابل تھا۔ نہ آج رات کا سا صبح ہونے قابل تھا۔ پھر ایسے لوگ کہاں! اور ایسے زمانے کہاں! سید انشا اور جرأت جیسے زندہ دل شوخ طبع باکمال کہاں سے آئینگے شیخ مصحفی جیسے مشتاق کیونکر زندہ ہو جائینگے۔ اور آئین تو ایسے قدردان کہاں! اچھے لوگ تھے کہ اچھا زمانہ پایا اور اچھی گذار گئے۔ وہ جوش و خروش۔ وہ شوخیاں۔ وہ چہلیں اب کہاں!

گیا حسن خوبانِ دلخواہ کا ہمیشہ رہے نام اللہ کا

میرا دل خدا جانے کس مٹی کا بنا ہے۔ کسی کی جدائی کا نام لیا یہ پگھل گیا۔ کسی عزیز کا ذکر کیا اس سے خون ٹپک پڑا اور سخت جانی دیکھو کہ نہ پانی ہو کر بہ جاتا ہے نہ خاک ہو کر رہجاتا ہے۔ تماشا یہ ہے کہ کتنے کتنے صدمے اٹھا چکا ہے۔ پھر بھی ہر داغ نیا ہی صدمہ دیتا ہے۔ مگر انصاف کرو وہ عزیز بھی تو دیکھو کیسے تھے! اور کون تھے! عالم کے عزیز تھے۔ اور ہر دل کے عزیز تھے اپنی باتوں سے عزیز تھے۔ آزاد۔ بس۔ رونا دھونا موقوف۔ ابا آنسو پونچھ ڈالو۔ ادب کی آنکھیں کھولو۔ اور سامنے نگاہ کرو۔

پانچوان دور

تمہید

دیکھنا! وہ لالٹینین جگمگانے لگین۔ اٹھو اٹھو استقبال کرکے لاؤ۔ اس مشاعرہ مین وہ بزرگ آتے ہین جن کے دیدار ہماری آنکھون کا سرمہ ہوئے۔ اس مین دو قسم کے باکمال نظر آئینگے۔ ایک وہ کہ جنھون نے اپنے بزرگون کی پیروی کو دین آئین سمجھا۔ یہ اُن کے باغون مین پھرینگے۔ پُرانی شاخین زرد پتے کاٹین چھانٹینگے اور نئے رنگ کے ڈھنگ کے گلدستے بنا بنا کر گلدانون سے طاق و ایوان سجائینگے۔ دوسرے وہ عالی دماغ جو فکر کے دخان سے ایجاد کی ہوائین اڑائینگے اور برج آتشبازی کی طرح اُس سے رتبۂ عالی پائینگے۔ اُنھون نے اس ہوا سے بڑے بڑے کام لئے۔ مگر یہ غضب کیا کہ کرد پیش جو وسعت بے انتہا پڑی تھی اُسمین سے کسی جانب مین نہ گئے۔ مالا خانون مین سے بالا بالا اُڑ گئے۔ چنانچہ تم دیکھو گے کہ بعض بلند پرواز ایسے اوج پر جائینگے۔ جہان آفتاب تارا ہو جائیگا۔ اور بعض ایسے اڑینگے کہ اُڑ ہی جائینگے۔ وہ اپنے آئین کا نام۔ خیال بندی۔ اور۔ نازک خیالی رکھینگے۔ مگر حق یہ ہے کہ شاعری اُن کی ساحری اور خود اپنے وقت کے سامری ہونگے۔ ساتھ اسکے صاحب اقبال ایسے ہونگے کہ اُنھین پرستش کرنیوالے بھی ویسے ہی اٹھ آئینگے۔ ان بزرگونکی نازک خیالی مین کچھ کلام نہین لیکن اتنا ہے۔ کہ ابتک مضمون کا پھول اپنے حسن خداداد کے جوبن سے فصاحت کے چمن مین لہلہاتا تھا۔ یہ اُسکی پنکھڑیان لینگے۔ اور اُن پر موقلم سے ایسی نقاشی کرینگے کہ بے عینک کے نہ دکھائی دیگی۔ اس خیال بندی مین یہ صاحب کمال اُس قدرتی لطافت کی بھی پروا نہ کرینگے جسے تم حسن خداداد سمجھتے ہو۔ کیونکہ

ان کی صنعت سے اسکے اپنا رنگ نہین دکھا سکتی ۔

پہلے بزرگ گرد پیش کے باغون کا پتا پتا کام مین لا چکے تھے اب نئے پھول کہان سے لاتے ۔ آگے جانے کی سڑک نہ تھی اور سڑک نکالنے کے سامان نتھے ۔ ناچار اسطرح اُستادی کا نقارہ بجایا اور ہمعصرون مین تاج افتخار پایا — یہ آخری دور کی مصیبت کچھہ ہماری ہی زبان پر نہین پڑی ۔ فارسی کے متقدمین کو اس کے متاخرین سے مطابق کر لو ۔ شعرائے جاہلیت کو متاخرینِ عرب سے مقابلہ کر لو ۔ انگریزی اگرچہ مین نہین جانتا مگر اتنا جانتا ہون کہ اُسکے متاخرین بھی اس درد سے نالان ہین ۔ پس معلوم ہوا کہ زبان جب تک عالمِ طفولیت مین رہتی ہے تب ہی تک شیر و شربت کے پیالے لُنڈھاتی ہے ۔ جب پختہ سال ہوتی ہے ۔ تو خوشبو عرق اُسمین ملاتی ہے ۔ تکلّف کے عطر ڈھونڈ کر لاتی ہے پھر سادگی اور شیرین ادائی تو خاک مین ملجاتی ہے ۔ ان دواؤن کے پیالے ہوتے ہین جسکا جی چاہے پیا کرے ۔

اس موقع پر یہہ کہنا واجب ہے کہ اِسسے پہلے جو صاحب کمال لکھنؤ مین تھے وہ دِلّی کے خانہ برباد تھے ۔ وہ یا اُنکی اولاد اُس وقت تک دِلّی کو اپنا وطن سمجھتے تھے اور اہلِ لکھنؤ اُنکی تقلید کو فخر سمجھتے تھے نہ کہ عیب کیونکہ وہان اب تک کوئی صاحب کمال اس درجہ کا پیدا نہوا تھا ۔ اب وہ زمانہ آتا ہے کہ انہین خود صاحب زبانی کا دعوی ہوگا اور زیبا ہوگا ۔ اور جب اُنکے اور دِلّی کے محاورہ مین اختلاف ہوگا تو اپنے محاورے کی فصاحت اور دِلّی کی عدم فصاحت پر دلائل قائم کرینگے ۔ بلکہ انہی کے بعض بعض نکتون کو دِلّی کے اہل انصاف بھی تسلیم کرینگے ۔ ان بزرگون نے بہت قدیمی الفاظ چھوڑ دئے جنکی کچھہ تفصیل چوتھے دیباچہ مین لکھی گئی ۔ اور اب جو زبان دِلّی اور لکھنؤ مین بولی جاتی ہے ۔ وہ گویا اُنہین کی زبان ہے ۔ البتہ شیخ ناسخ کے دیوان مین ایک جگہہ زور کا لفظ بہت سے مغون مین

دیکھا گیا۔ شاید یہ ابتدا کا کلام ہوگا ؛

عابد و زاہد چلے جاتے ہین پینا ہے شراب	اب تو ناسخ زور رندلا اُبالی ہوگیا

اساتذۂ دہلی کے کلام مین۔ آتے ہے۔ اور جاتے ہے۔ اکثر ہے۔ مگر اخیر کی غزلون مین اُنہو نے بھی بچاؤ کیا ہے ؛

شاہ نصیر مرحوم سن رسیدہ شخص تھے آغاز شاعری کا کنارہ جرأت اور سید انشا سے ملا ہوا تھا اور انجام کی سرحد ناسخ۔ آتش اور ذوق مین واقع ہوئی تھی اسلئے ابتدائی غزلون مین کہین کہین ٹک بول جاتے ہین۔ اور جس طرح جمع مؤنث کے فعلون کو الف نون کے ساتھ چوتھے طبقہ مین بے تکلف بولتے تھے۔ اِنکی ابتدائی غزلون مین کہین کہین ہے۔ چنانچہ میر کی غزل کا مطلع ہے ؛

جفائین دیکھہ لیان بیوفائیان دیکھین	بھلا ہوا کہ تری سب برائیان دیکھین
کبھی نہ اُس رخ روشن پہ چھائیان دیکھین	گھٹائین چاند پہ سو بار آئیان دیکھین

اسیطرح موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لئے صفت کو جمع بولنا خلاف فصاحت سمجھتے ہین۔ مگر خواجہ صاحب فرماتے ہین ؛

عہد طفلی مین بھی تھائین بسکہ سودائی مزاج بیڑیان منت کی بھی پہنی تو مینے بھاریان

تمہید شیخ امام بخش ناسخ کے حال کی

بزرگان قدیم کی عمدہ یادگار مخدومی مولوی محمد حکیم اللہ صاحب ایک صاحب فضل و فاضل کمال غازی پور زمینہ (زمانیہ) کے رئیس ہیں اگرچہ بزرگون کا حال بتفصیل معلوم نہین مگر اتنا جانتا ہون کہ قاضی القضاۃ مفتی اسد اللہ صاحب کی ہمشیرہ یعنی شاہ اجمل صاحب کی بوا ہی سے انکی شادی ہوئی مولوی صاحب موصوف کے والد کی شیخ امام بخش ناسخ سے نہایت دوستی تھی۔ میرے دوستدار اگلے وقتون کی دوستیان کچھ اور دوستیان تھین۔ آج تمہارے روشنی کے زمانہ مین اُنکی کیفیت بیان کرنے کو لفظ نہین ملتے جن سے اُنکے خیالون کا دلون

دین نکس جاؤں - ہائے استاد ذوق

اب زبان پر بھی نہین آتا کہین الفت کا نام	اگلے مکتوبون مین کچھ رسم کتابت ہو تو ہو

غرض جذبۂ جنسیت اور اتحاد طبیعت ہمیشہ مولوی صاحب کے والد کو غازی پور سے لکھنؤ کھینچکر لیجاتا تہا۔ مہینون وہین رہتے تہے۔ مولوی صاحب کا ۱۲ برس کا سن تہا۔ یہہ بہی والد کے ساتہہ ہوتے تہے۔ اُس وقت سے شیخ ناسخ کی خدمت مین رہے اور سالہا سال فیض حضوری سے بہرہ یاب ہوئے۔ رشمی تخلص اُنہی نے عنایت فرمایا جسے سنہ ۱۲۱۰ سال تلمذ نکلتے ہین۔ عربی فارسی کی کتب تحصیلی الہ آباد اور لکھنؤ مین حاصل کین۔ اُردو۔ فارسی کی انشا پردازی مین کئی مجلد لکھکر رکھہ چھوڑے ہین چاہتے ہین کہ انکی فصل اب بالکل نکل گئی ہوا مخالف ہے اسلئے نہ آپ گوشۂ عافیت سے نکلتے ہین نہ اُنہین نکالتے ہین۔ عہد جوانی مین سرکار سے بہی با اقتدار اور معزز عہدے حاصل کئے۔ اب بڑھاپے نے پنشن خوار بنا کر خانہ نشین کر دیا ہے۔ بندۂ آزاد کو اسی آب حیات کی بدولت اُنکی خدمت مین نیاز حاصل ہوا اور انہون نے بہت حالات شیخ موصوف کے لکھکر گرانبار احسان فرمایا جو کہ اب طبع ثانی مین درج ہوتے ہین۔ آزاد اُنکا صدق دل سے ممنون احسان ہے۔ ہمیشہ عنایت نامون سے ممنون فرماتے رہتے ہین جنکے حرف حرف سے محبت کے آب حیات ٹپکتے ہین۔ بات یہہ ہے کہ ہم لوگ اس زمانے کے لئے بالکل اجنبی ہین۔ نئی روشنی والے کہتے ہین کہ روشنی نہین روشنی نہین۔ جناب رشمی اور بندۂ آزاد کی آنکہون سے کوئی دیکھے کہ دنیا اندہیر ہے

سراغ یک نگاہِ آشنا از کس نمے یابم	جہان چون ترکستان بے تو شہر کور میبینم

اب تک زیارت نہین ہوئی مگر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی انجان آدمی ایک نئے ملک مین جا پڑے جہان نہ وہ کسیکی سمجھے نہ کوئی اُسکی۔ اور وہ ہکا بکا ایک ایک کا منہ دیکھے۔ اسیطرح وہ بہی آج کل سب لوگون کا منہ دیکھہ رہے ہین۔ کجا ناسخ و آتش کے مشاعرے اور کجا کمیٹیون کے جلسے۔ شیخ صاحب اور خواجہ صاحب کے حالات جو اُنہون نے لکھکر بہیجے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنکہون کے آنسو تہے حرفون کے رنگ مین بر نکلے ہین۔ یہہ درد کوئی آزاد کے دل سے پوچھے کہ جب شیخ ابراہیم ذوق کا نام آتا ہے۔ چھاتی پر سانپ لوٹ جاتا ہے۔

بنال بلبل اگر با منت سر یاری ست	کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

شیخ ناسخ کا حال لکھتے لکھتے کہتے ہین "کیا کہون کہ میرے حال پر کیسی شفقت فرماتے تہے۔ دو دیوان خود لکھکر مجھے دئے۔ ایک مہر حقیقی پر کہدوا کر مجھے دی۔ اب تک موجود ہے۔ رشمی سلمہ اللہ نے جو نیور اور غازی پور وغیرہ کے حالات بہی بہیجے جنکی بدولت دربار اکبری ہمیشہ

شکر گذار رہیگا۔ خدا کرے کہ جلد وہ مرقع سجکر اہلِ نظر کی پیشگاہ مین جلوہ گر ہو۔

شیخ امام بخش ناسخ کا حال شیخ صاحب کی شاعری کا وطن لکھنؤ ہے مگر کمال سے لاہور کو فخر کرنا چاہیے جو کہ اُنکی والد کا وطن تہا۔ خاندان کے باب مین فقط اسقدر کہہ سکتے ہین کہ خدا بخش خیمہ دوز کے بیٹے تھے۔ اور بعض اشخاص کہتے ہین کہ اُس دولتمند لاولد نے متبنیٰ کیا تہا۔ اصلی والد عالم غربت مین مغرب سے مشرق کو گئے۔ فیض آباد مین اُنکی قسمت سے یہہ ستارہ چمکا کہ فلکِ نظم کا آفتاب ہوا

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال	کہ آگ لینے کو جائین پیمبری ہو جائے

غریب باپ سے صاحب نصیب بیٹے کے سوا وہان بہی نصیبہ نے رفاقت نہ کی مگر اُس دولتمند سوداگر نے کہ لاولد تہا جنداقبال لڑکے کو فرزندی مین لیکر ایسا تعلیم و تربیت کیا کہ بڑے ہوکر شیخ امام بخش ناسخ ہوگئے۔ اور اُس مجازی باپ کی بدولت دنیا کے ضروریات سے بے نیاز رہے۔ وہ مرگیا تو اُسکے بہائیون نے دعوے کیا۔ اِنہون نے کہا کہ مجھے مال دولت سے کچھہ غرض نہین جسطرح اُنکو باپ سمجھتا تہا آپکو سمجھتا ہون اتنا ہے کہ جسطرح وہ میرے ضروریات کی خبر گیری کرتے تہے اُس طرح آپ فرمائے۔ اُنہون نے قبول کیا

ناسخ فسادھون کے سبب سے ایک موقع پر فقط بیسنی روٹی گہی مین چورکر کہایا کرتے تہے۔ بدنیت چچا نے اُسمین زہر دیا۔ لوگون نے یہہ مصالح لگایا کہ ایک چین اُنکا دوست ہے اُسنے آگاہ کیا (حکایت عنقریب روایت کی جاتی ہے) بہرحال کسی قرینہ سے اِنہین معلوم ہوگیا۔ اُسیوقت چند دوستون کو بلاکر اُنکے سامنے ٹکڑا کتے کو دیا آخر ثابت ہوا کہ فی الحقیقۃ اُسمین زہر تہا۔ چند روز کے بعد وراثت کا جہگڑا عدالت تک پہنچا۔ جسکا فیصلہ شیخ مرحوم کی جیت پر ہوا۔ اُسوقت اِنہون نے چند رباعیان

ف رعی سلمہ اللہ فرماتی ہین "اُنکے والد لاہور سے گئے تہے۔ بنت اور عفران وغیرہ اشیا اُنہین کثیر

کہکر دل خالی کیا - دو اُنمین سے یہ ہین -

رباعی - مشہور ہی گرچہ افترای اعمام	پر کرتے نہین غرض خواص اور عوام
وارث ہونا دلیلِ فرزندی ہی	میراث نہ پاسکا کبھی کوئی غلام
رباعی - کہتے رہے اعمام عداوت سے غلام	میراثِ پدر پای مگر مینے تمام
اس دعوی باطل سے ستمگارونکو	حاصل یہ ہوا کر گئے مجکو بدنام

غور کرو تو متبنیٰ ہونا کچھہ عیب کی بات نہین دنیا کی غریبی امیری جاڑے اور گرمی کی طرح بدلتی رہتی ہے - ایک امیر الامرا کو صرف چند پشت کے اندر دیکھو تو ممکن نہین کہ ایک وقت اُسکے گھر مین افلاس کا گذر نہوا ہو - البتہ وہ بے استقلال قابل ملامت ہے کہ اُس عالم مین رحمتِ الٰہی کا انتظار نکر سکے اور ایسے کام کر گذرے جو نام پر داغ دے جائین - غرض شیخ صاحب کے اسمعاملہ کو حریفون نے بدرنگ لباسون مین دکھایا ہے جسکا ذکر عنقریب آتا ہے - وہ فیض آباد مین تھے لکھنؤ کے دارالخلافہ ہوجانے سے وہان آئے اور وہین عمر بسر کی **ٹکسال** ایک محلہ مشہور ہے - اُسمین بیٹھکر شعر کے چاندی سونے پر سکہ لگاتے تھے اور کھوٹے کھرے مضمون کو پرکھتے تھے -

تحصیل

فارسی کی کتابین حافظ وارث علی لکھنوی سے پڑھی تھین اور علماے فرنگی محل سے بھی تحصیلی کتابین حاصل کی تھین - اگرچہ عربی استعداد فاضلانہ نہ تھی مگر رواج علم اور صحبت کی برکت سے فنِ شاعری کی ضروریات سے پوری واقفیت تھی - اور نظم سخن مین اُنکی نہایت پابندی کرتے تھے -

شیخ ناسخ کا شاگرد بھی تھا

شاعری مین کسی کے شاگرد نہ تھے مگر ابتدا سے شعر کا عشق تھا (مولانا رنجی فرماتے ہین) مجھسے خود شیخ صاحب نے آغاز شاعری کا حال نقل فرمایا کہ میر تقی مرحوم ابھی زندہ تھے جو مجھے ذوق

سخن نے بے اختیار کیا۔ ایکدن اختیار کی نظر بچا کر کئی غزلیں خدمتمین لے گیا انہون نے
اصلاح نہ دی[۲۵]۔ مین دل شکستہ ہوکر چلا آیا اور کہا کہ میر صاحب بھی آخر آدمی ہین۔
فرشتہ تو نہین۔ اپنے کلام کو آپ ہی اصلاح دونگا۔ چنانچہ کہتا تہا اور رکھہ چھوڑتا
تہا۔ چند روز کے بعد پہر دیکھتا۔ جو سمجھہ مین آتا اصلاح کرتا۔ اور رکھہ دیتا۔ کچھہ عرصہ
کے بعد پہر فرصت مین نظر ثانی کرتا اور بناتا۔ غرض مشق کا سلسلہ برابر جاری تہا۔
لیکن کسی کو سناتا نہ تہا۔ جب تک خوب اطمینان نہ ہوا۔ مشاعرہ مین غزل نہ پڑہی
نہ کسیکو سنائی۔ مرزا حاجی صاحب کے مکان پر مشاعرہ ہوتا تہا۔ سید انشا۔ مرزا قتیل
جرأت مصحفی۔ وغیرہ سب شعرا جمع ہوتے تہے۔ مین جاتا تہا۔ سبکو سنتا تہا۔ مگر وہان
کچھہ نہ کہتا تہا۔ ان لوگونمین جو لون مرچ سید انشا اور جرأت کے کلام مین ہوتا
تہا وہ کسی کی زبان مین نہ تہا۔ غرض سید انشا اور مصحفی کے معرکے بھی ہوچکے۔
جرأت اور ظہور اللہ خان نوا کے ہنگامے بھی طے ہوگئے۔

جب زمانہ سارے ورق الٹ چکا اور میدان صاف ہوگیا تو مینے غزل بڑہنی
شروع کی۔ اسموقع پر مرزا حاجی صاحب۔ مرزا قتیل۔ اور حاجی محمد صادق خان اختر نے

۲۵ انکی طبیعت اور زبان۔ دو لوانسے میل کہانیوالی تہیں۔ اور بے دماغی اسپر طرہ۔ انوس میر صاحب
نے جو الفاظ فرمائے ہونگے۔ سننے کے قابل ہونگے۔ مگر شیخ صاحب نے وہ کسیکو کب سنائے ہونگے۔
۳۵ رقعات مرزا قتیل مین انکا ذکر اکثر آتا ہے۔ نہایت رسا اور صاحب عقل اور باتدبیر شخص تہے۔
نواب سعادت علی خان اور صاحب رزیڈنٹ کے درمیان مین واسطہ ہوکر اکثر مقدمات سلطنت کو رو براہ
کرتے تہے۔ لاکہون روپے کے املاک بہم پہنچائے تہے۔ اپنے گہر مین بیٹہے ہوئے اہل عالم کو امیرانہ
شان دکہاتے تہے۔ علم و فضل اور شعر و سخن کا شوق تہا۔ اسلئے اکثر اہل کمال انکے مکان پر
جمع ہوتے تہے۔
۳۰ اختر اپنے زمانہ کے ایک جامع الکمالات شخص تہے اور اکثر شاعرانہ اور عالمانہ تنازع انکے
سامنے آکر فیصلہ ہوتے تہے۔

بڑی قدردانی کی اور اُنکے دل بڑھانے سے کلام نے روز بروز رنگ پکڑنا شروع کیا۔ لوگونکے دلون مین بھی بیانتک شوق پیدا ہوا کہ جو غزل کہکر پڑھتا تہا۔ پھر بھی مشتاق رہجاتے تہے۔ منتظر[1] اور گرم کو موت نے ٹھنڈا کیا۔ خواجہ حیدر علی آتش۔ شیخ مصحفی کے ارشد تلامذہ نے محاورہ ہندی مین نام نکالا۔ ایک دفعہ کئی مہینے بعد فیض آباد سے آئے۔ مشاعرہ مین جو میری غزلین سُنین تو سانپ کی طرح پیچ و تاب کہایا۔ اور اُسی دن سے بگاڑ شروع ہوا۔ اُنہون نے آتش رشک کے جلن مین اس جانکاہی اور سینہ خراشی سے غزلین کہین کہ سینہ سے خون آنے لگا۔

غرض شیخ صاحب کا شوق ہمیشہ مشاعرہ مین لیجا کر دلمین اُمنگ اور طبیعت مین جوش بڑھاتا تہا اور آسودہ حالی اکثر شعرا۔ اہلِ فہم۔ اور اہلِ کمال کو اُنکے گہر کہینچ لاتی تہی اُنکی صحبتون مین طبیعت خود بخود اصلاح پاتی گئی۔ رفتہ رفتہ خود اصلاحین دینے لگے۔ **بعض** سن رسیدہ اشخاص سے سُنا گیا کہ ابتدا مین شیخ مصحفی سے اصلاح لیتے تہے مگر کسی شعر پر ایسی تکرار ہوئی کہ اُنہون نے انکا آنا بند کر دیا۔ یہہ بطور خود غزلین کہتے رہے۔ اور تنہا تخلص ایک شخص تہے۔ اُنسے تنہائی مین مشورت کرتے رہے۔ جب اطمینان ہوا تو مشاعرون مین غزل پڑھنے لگے لیکن مصحفی والی روایت قابلِ اعتبار نہین کیونکہ اُنہون نے اپنے تذکرہ مین تمام شاگردون کے نام لکھدیئے ہین۔ اِنکا نام نہین ہے۔ (مولانا رغمی فرماتے ہین)

ورزش کا شوق

پہلوان سخن کو ابتدائے عمر سے ورزش کا شوق تہا۔ خود ورزش کرتے تہے بلکہ احباب کے نوجوانون مین جو حاضرِ خدمت ہوتے اور اُنمین کسی ہونہار کو ورزش کا شوق دیکھتے تو خوش ہوتے اور چوپ دلاتے۔ ۱۲۹۷ - ڈنٹر کا تو معمول تہا کہ باغفور کے حد و مین یہہ وظیفہ قضا نہوتا تہا۔ البتہ موقع اور موسم پر زیادہ ہو جاتے تہے اُنہین جیسا

[1] منتظر اور گرم۔ شیخ مصحفی کے نامور شاگرد تہے۔

ریاضت کا شوق تہا ویسا ہی ڈیل ڈول بہی لائے تہے - بلند بالا - فراخ سینہ مُنڈا ہوا سر - کہا روے کا لنگ باندہے بیٹہے رہتے تہے - جیسے شیر بیٹہا ہے - جاڑے مین تن زیب کا کرتا - بہت ہوا تو لکہنو کی چہیٹ کا دوہرا کرتا پہن لیا -

دن رات مین ایک دفعہ کہانا کہاتے تہے - ظہر کے وقت دسترخوان پر بیٹہتے تہے - اور کئی دنتونکی کسر نکال لیتے تہے - پانسیر پختہ وزن شاہجہانی کی خوراک تہی - خاص خاص میوونکی فصل ہوتی تو جسدن کسی میوہ کو جی چاہتا اُسدن کہانا موقوف - مثلاً جامنو کو جی چاہا لگن اور سینان بہر کر بیٹہ گئے - ۴ - ۵ سیر دہی کہا ڈالین - آمونکا موسم ہے تو ایک دن کئی ٹوکرے منگا کر سامنے رکہلئے - ناندونمین پانی ڈلوا لیا - اُنمین بہرے اور خالی کرکے اُٹہہ کہڑے ہوئے - بیٹہتے کہانے بیٹہے تو گٹہلیونکے ڈہیر لگا دیئے - اور یہہ اکثر کہایا کرتے تہے - دودیا بہٹے چُنے جاتے - چاکوسے دانون پر خط ڈالکر لون مرچ لگتا - سامنے بہنتے ہین - لیمو چہڑکتے ہین اور کہاتے جاتے ہین - بیوہ خوری ہر فصل مین دو تین دفعہ - بس - اور اسمین دو چار دوست بہی شامل ہو جاتے تہے

کہانا اکثر تخلیہ مین کہاتے تہے سبکو وقت معلوم تہا - جب ظہر کا وقت قریب ہوتا تو رخصت ہو جاتے تہے (رغمی سلمہ اللہ فرماتے ہین) مجہے چند مرتبہ انکے ساتہہ کہانیکا اتفاق ہوا - اُسدن ہاری اور نان تافتان بہی بازار سے منگائی تہی - پانچ چار پیالون مین - قورمہ - کباب - ایک مین کسی پرندہ کا قورمہ تہا - شلغم تہے - چقندر تہے - ارہر کی دال - دہوئی ماش کی دال تہی - اور وہ دسترخوان کا شیر اکیلا تہا مگر سبکو فنا کر دیا - یہہ بہی قاعدہ تہا کہ ایک پیالہ مین سے جتنا کہانا ہے خوب کہا لو - اُسے خدمتگار اُٹہا لیگا - دوسرا سامنے کر دیگا - یہہ نہو سکتا تہا کہ ایک نوالہ کو دو پیالون مین ڈالکر کہا لو - کہا کرتے تہے کہ ملا جلا کر کہانے مین چیز کا مزا جاتا رہتا ہے - اخیر

مین پلاؤ یا چلاؤ یا خشکہ کہاتے تہے - پہر دال اور ۵-۶ نوالونکے بعد ایک نوالہ چٹنی یا اچار یا مربے کا - کہا کرتے تہے کہ تم جوانون سے تو مین بڈہا ہی اچہا کہاتا ہون دسترخوان اُٹہتا تہا تو دو خوان فقط خالی باسنون کے بہرے اٹہتے تہے - قوی ہیکل بلونت جوان تہے - اُنکی صورت دیکہکر معلوم ہوتا تہا کہ ۵ سیر کہانا اُنکے آگے کیا مال ہے -

لطیفہ زمانہ کی زبان کون پکڑ سکتا ہی - بے ادب گستاخ دم کٹے پہینسے کی پہبتی کہا کرتے تہے - اسی رنگ روغن کی رعایت سے خواجہ صاحب نے چوٹ کی -

رو سیہ دشمن کا یون پاپوش سے کیجے فگار	جیسے سلہٹ کی سپر پر زخم ہو شمشیر کا

شیخ صاحب نے خود بہی اسکا عذر کیا ہے اور شاگرد بہی روغن قازمل ملکر اُستاد کی رنگ کو چمکاتے تہے - اور حریف کے رنگ کو مٹاتے تہے - فقیر محمد خان گویا نے کہا تہا -

ہے یقین گل ہو جو دیکہے گیسوے دلبر چراغ	آگے کالے کے بہلا روشن رہی کیونکر چراغ
مین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثل ماہ نہین	ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین
فروغ حسن پہ کب نور زلف چلتا ہے	یہہ وہ چراغ ہے کالے کی آگے جلتا ہی

پہلوان سخن زور آزمائی کے چرچے اور ورزش کی باتون سے بہت خوش ہوتے تہے - رغمی سلمہم اللہ کے والد بہی اس میدان کے جوانمرد تہے - رغبتون کے اتحاد ہمیشہ موافقت صحبت کے لئے سبب ہوتے ہین اسلئے صحبت کے ہنگامے گرم رہتے تہے -

لطیفہ آغا کلب حسین خان مرحوم انہین اکثر بلایا کرتے تہے اور مہینون مہمان رکہتے تہے - انسے بہی فقط ذوق شعر کا تعلق تہا - وہ بہی ایک شہزور شہسوار - ورزشی جوان تہے - سامان امیرانہ اور مزاج دوستانہ رکہتے تہے چنانچہ ایک موقع پر کہ آغا صاحب سورام سرحد لوہارو پر تحصیلدار ہو کر آئے - شیخ صاحب کو بلا بہیجا کہ چند روز سبزہ و صحرا کی

سیرت طبیعت کو سیراب فرمایئے - ایک دن بعض اقسام کے کھانے خاص شیخ صاحب کی
نیت سے پکوائے تھے اسلئے وقت معمولی سے کچھ دیر ہوگئی شیخ صاحب نے دیکھا کہ حرم سرا
کی ڈیوڑھی سے نوکر اپنے اپنے کھانے لیکر نکلے - بلا کر پوچھا کہ یہہ کسکے لئے ہے؟ عرض
کی ہمارا کھانا ہے - فرمایا ادھر لاؤ - انمین سے ۴ - ۵ کا کھانا سامنے رکھوایا - چاٹ
پونچھ کر ماسن حوالے کئے اور کہا کہ ہمارا کھانا آئیگا تو تم کھا لینا - آغا صاحب کو خبر جا
پہنچی - اتنے وہ آئین - یہان کام ختم ہو چکا تھا -

حساب مذکور کا ہر آغا صاحب نے بھی اس حکایت کی تصدیق فرمائی اور
کہا کہ انکے مزاج میں شوخی ضرور تھی - اگرچہ میں انکو دو سال تھا مگر
انکا مارنا آنا اور رہنا اور ان صحبتوں کی شوخیاں - خصوصاً مقام سورام
کی کیفیتیں سب ہو بہو پیش نظر ہیں - انہیں بالاخانہ پر آتا رہتا تھا - میں دغدغہ
بھی ہوا کہ بیٹھے ہیں کھاتے کھاتے سالن کا پیالہ اٹھایا اور کھڑکی میں سے پھینک کر
مارا کہ وہ جا پڑا سبب دیکھا تو کچھ نہ تھا -

---

۲۵ مرزا محمد تقی خان اور محمد شفیع خان دو بھائی نادر شاہ کے مصاحب تھے - انمیں سے محمد تقی خان انکے دادا تھے مذکور کا قہر و غضب ان پر روش ہے محمد شفیع خان کو جلتے آگ میں جلوا دیا یہہ دل برداشتہ ہو کر ہندوستان میں آئے نواب منصور علیخان صفدر جنگ کے بزرگوں سے اور انکے بزرگوں سے ایران میں اتحاد تھا چنانچہ اسی سلسلہ سے ملاقات ہوئی - نواب صاحب کمال محبت سے پیش آئے - اور بادشاہ دہلی کو دربار سے کچھ خدمت دلوانی چاہی - جب انہوں نے منظور نہ کی تو علاقہ اودھ سے دس ہزار روپیہ کی جاگیر کر دی - شیخ علی حزین بنارس میں تھے - انکے اور انکے دل میں بہت دوستی تھی - اسلئے بنارس میں جا کر رہے - شیخ مرحوم ابھی زندہ تھے کہ انہوں نے انتقال کیا - شیخ نے جو مزار اپنے لئے بنوایا تھا اسکے پہلو میں دفن کیا - اور بہت سے اپنے شعر قبر پر لکھے انتک قائم ہیں - انکے بیٹے کلب علیخان مرحوم نے سرکار انگریزی میں بزرگوں کی عزت کو روشن کیا راجہ بنارس جو دو سال تھے انکی علاقہ کا کام سپرد ہوا - چنانچہ چار لاکھ انکی آمدنی ۳ لاکھ روپیہ تھی انکی مالیات اور فوجداری کے کل اختیارات انکے ہاتھ میں تھے - انکے بیٹے ڈپٹی کلب حسین خان صاحب ہوئے انکے بیٹے آغا کلب حیدر خان صاحب ہیں حوفی الحال مرتسر میں درجہ اول کے اکسٹرا اسسٹنٹ ہیں اور قابلیت اور متانت اور مروت اور وضعداری میں ایک سندی یادگار بزرگان سلف کی ہیں -

تقسیم اوقات

یہہ ہی معمول تہا کہ پہر رات رہے سے ورزش شروع کرتے تہے - صبح تک اُستے فارغ ہوتے تہے - مکان مردانہ تہا - عیال کا جنجال رکہا ہی نہ تہا - اول نہاے اور پہر صحن مین کہ صفائی سے آئینہ رہتا تہا - موڑہے بچہے ہین - اندر ہین تو فرش اور سامان آرایش سے آراستہ ہے - صبح سے احباب اور شاگرد آنے شروع ہوتے تہے - دوپہر کو سب رخصت اور دروازہ بند - حضرت دسترخون پر بیٹہے - یہہ بڑا کام تہا چنانچہ اس بہاری بوجہ کو اُٹہا کر آرام فرمایا - عصر سے پہر آمد شروع ہوئی - مغرب کے وقت سب رخصت - دروازہ معمور - خدمتگار کو بہی باہر کیا - اور اندر سے قفل جڑ دیا - کوٹہے پر ایک کمرہ خلوت کا تہا - وہان گئے کچہہ سو رہے اور تہوڑی دیر بعد اُٹہکر فکر سخن مین مصروف ہوئے - عالم خواب غفلت مین پڑا سناتا تہا - اور وہ خواب راحت کے عوض کاغذ پر خون جگر ٹپکاتے تہے (اُستاد مرحوم کا ایک مطلع یاد آگیا جسکا مصرع آخر اس انگوٹہی پر نگینا ہوگیا)

میرا گریہ ترے رخسار کو چمکاتا ہے	تیل اس آگ پہ تل آنکہہ کا ٹپکاتا ہے

شاگرد جو غزلین اصلاح کو دیتے تہے - نوکر اُنہین ایک کہارونے کی تہیلی مین بہر کر پہلو مین رکہہ دیتا تہا - وہ بہی بناتے تہے - جب پچہلا پہرا ہوا تو کاغذ تہ ہوئے اور پہر وہی ورزش -

حقہ کا بہت شوق تہا -

حقہ کا بہت شوق تہا - عمدہ عمدہ حقے منگاتے تہے - تحفونمین آتے تہے - اُنہین موزون نیچون سے سجاتے تہے - کلیان - گڑگڑیان - شک پیچوان - چوگانی مدریے وغیرہ وغیرہ ایک کوٹہڑی بہری ہوئی تہی - یہہ نہ تہا کہ جلسہ مین دو حقے ہین وہی دورہ کرتے ہین ہر ایک کے موافق طبع الگ حقہ اسکے سامنے آتا تہا - ان صحبتون مین بہی شاگردون کے لئے اصلاح اور افادہ ہوجاتا تہا -

اداب محفل کا بہت خیال تہا - آپ تکیہ سے لگے بیٹہے رہتے تہے - شاگرد جنہیں اکثر امیرزادے
شرفا ہوتے تہے، باادب بچہونے کے حاشیہ پر بیٹہتے جاتے - دم مارنیکی مجال نہ تہی - شیخ
صاحب کچہہ سوچتے کچہہ لکہتے - جب کاغذ ہاتہہ سے رکہتے تو کہتے - ہون! - ایک شخص غزل
سُنانی شروع کرتا - کسی شعر مین کوئی لفظ قابل تبدیل ہوتا - یا پس و پیش کے تغیر سے کام
نکلتا تو اصلاح فرماتے - نہین تو کہدیتے یہہ کچہہ نہین نکالڈالو - یا اسکا پہلا یا دوسرا
مصرع اچہا نہین - اسے بدلو - یہہ قافیہ خوب ہے مگر اچہے پہلو سے نہین بندہا - طبیعت
پر زور ڈالکر کہو - جب وہ شخص پڑہ چکتا تو دوسرا پڑہتا - اور کوئی بول نہ سکتا تہا

لکہنو کے امیرزادے جنہیں کہانے کے ہضم کرنے سے زیادہ کوئی کام دشوار نہین
ہوتا اُنکے وقت گذارنے کے لئے معاصبون نے ایک عجیب چورن تیار کیا - اُسسے
معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب سے ایک جن کو محبت تہی - انکا معمول تہا - ورزش کے
بعد صبح کو ایک بیسنی پراٹہا گہی مین تر تراتا کہایا کرتے تہے - اول اول ایسا
ہوتا رہا کہ جب کہانے بیٹہتے - پراٹہا برابر غائب ہوتا چلا جاتا - یہہ سوچتے مگر
کوئی بات سمجہہ مین نہ آتی - بالاخانہ مین دروازہ بند کرکے اکیلے ورزش کیا کرتے
تہے - ایکدن گدر ہلا رہے تہے - دیکہتے ہیں - ایک شخص اور سامنے کہڑا گدر ہلا رہا ہے
حیران ہوئے - بدن مین جوانی اور پہلوانی کا بل تہا - لپٹ گئے - تہوڑی دیر زور
ہوتا رہا - اسی عالم مین پوچہا کہ تو کون ہے؟ - اُسنے کہا کہ تمہاری ورزش کا انداز
پسند آیا ہے اسلئے کبہی کبہی ادہر آنکلتا ہون - اکثر کہانے مین بہی شریک ہوتا ہون
مگر بغیر اظہار کے محبت کا مزا نہین آتا - آج ظاہر کردیا - اسدن سے انکی اُنکی دلہو گئی
اسی نے زہر کے راز سے بہی آگاہ کیا تہا - بعض اشخاص کہتے ہین - یہہ خوردنی کے سبب سے
لوگ کہتے تہے کہ انکے پیٹ مین جن ہے

کسی کی نوکری نہین کی - سرمایۂ خداداد - اور جوہر شناسون کی قدردانی سے نہایت
خوشحالی کے ساتہہ زندگی بسر کی - پہلی دفعہ الہ آباد مین آئے ہوئے تہے جو راجہ جگندر لال

نے ۱۲ ہزار روپے بھیجکر بلا بھیجا - انہون نے لکھا کہ اب مینے سید کا دامن پکڑا ہے اسے چھوڑ نہین سکتا - یہان سے جاؤنگا تو لکھنؤ ہی جاؤنگا - راجہ موصوف نے پھر خط لکھا بلکہ ۱۵ ہزار روپے بھیجکر بڑے اصرار سے کہا کہ یہان تشریف لائیگا تو ملک الشعرا خطاب دلواؤنگا - حاضری دربار کی قید نہوگی - ملاقات آپکی خوشی پر رہیگی - انہون نے منظور نہ کیا اور روپے آغا کلب حسین خانصاحب کے پاس رکھوا دیئے - جب ضرورت ہوتی منگا لیتے - اور انپر کیا منحصر ہے - نواب معتمد الدولہ اور انکے بیٹے ہمیشہ خدمت کو حاضر تھے - تحفے نذرانے جا بجا سے آتے رہتے تھے - یہہ بھی کھاتے اور کھلاتے ہی رہتے تھے - سادات - اہل حج - اہل زیارت کو دیتے تھے اور آزادی کے عالم مین جہان جی چاہتا وہان جا بیٹھتے جسکے ہان جاتے وہ اپنا فخر سمجھتا تھا -

سیاحی کی مسافت فیض آباد سے لکھنؤ اور وہان سے الہ آباد - بنارس عظیم آباد - پٹنہ تک رہے - چاہا تھا کہ شیخ علی حزین کی طرح بنارس مین بیٹھ جائین چنانچہ الہ آباد سے وہان گئے مگر اپنی ملت کے لوگ نہ پائے اسلئے دل برداشتہ ہوکر عظیم آباد گئے - وہانکے لوگ نہایت مروت اور عظمت سے پیش آئے مگر انکا جی نہ لگا - گھبرا کر بھاگے اور کہا کہ یہان میری زبان خراب ہوجائیگی - الہ آباد مین آئے - پھر شاہ اجمل کے دایرہ مین مرکز پکڑا اور کہا -

ہر پھر کے دایرہ ہی مین رکھتا ہون مین قدم	آئی کہان سے گردش پرگار پاؤن مین

لکھنؤ سے کیون نکلے

لکھنؤ سے نکلنے کا سبب یہہ ہوا تھا کہ غازی الدین حیدر کے عہد مین جب انکی تعریفونکی آوازین بہت بلند ہوئین تو انہون نے نواب معتمد الدولہ آغا میر اپنے وزیر سے کہا کہ اگر شیخ ناسخ ہمارے دربار مین آئین اور قصیدہ سنائین تو ہم انہین ملک الشعرا خطاب دین - معتمد الدولہ انکے با اخلاص شاگرد تھے - جب یہہ پیغام پہنچایا تو انہون نے

پکڑکر جواب دیا کہ مرزا سلیمان شکوہ بادشاہ ہوجائین تو وہ خطاب دین۔ یا گورنمنٹ انگلشیہ خطاب دے۔ انکا خطاب لیکر میں کیا کرونگا۔ نواب کے مزاج مین کچھ وحشت بھی تھی حسب الحکم شیخ صاحب کو نکلنا پڑا۔ اور چند روز الہ آباد مین جاکر رہے نواب مرگئے تو پھر لکھنو مین آئے۔ چند روز کے بعد حکیم مہدی جنکے بزرگ کشمیری تھے شاہ اودہ کی سرکار مین مختار تھے۔ وہ ایک بدگمانی مین معزول ہوکر نکلے۔ چونکہ وہ نواب آغا میر کے رقیب تھے۔ شیخ صاحب نے تاریخ کہی جسکا مادہ ہے ع کا شور برائے پختن شلغم گریختہ۔ مشکل یہہ کہ چند روز کے بعد وہ پھر بحال ہوکر آگئے۔ شاعر نے الہ آباد کو گریز کی۔ لیکن اکثر غزلون سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لکھنو سے جدا ہوئے۔ تڑپتے اور دن ہی گنتے رہے (ایک شعر مین بھی لکھتا ہون)

دست سے کب وطن کو پہنچون گا	کہ چھٹا اب تو سال آپہنچا +

حکیم مہدی کو دوبارہ زوال ہوا تو انہون نے پھر تاریخ کہی (بنا انداز ہے اسلئے لکھتا ہون)

از جاے حکیم ہشت بر گیر	سہ مرتبہ نصف نصف کم کن ۱۲۴۸

کبھی دفعہ جو آئے تو ایسے گھر مین بیٹھے کہ مر کر بھی نہ اُٹھے۔ گھر ہی مین دفن ہوئے میر علی وسط رشک انکے شاگرد رشید نے تاریخ کہی۔ ع۔ ولا شعر گوئی اُٹھی لکھنو سے۔

سنہ ۱۲۵۳۔ لوگ کہتے ہین ۶۴-۶۵ برس کی عمر تھی مگر رنجی سلمہ اللہ لکھتے ہین کہ تقریباً سو برس کی عمر ہوگی اکثر عہد سلف کے معرکے اور نواب شجاع الدولہ کی باتین انکو نسی دیکھی ہین کیا کرتے تھے

دیوان ۳ ہین مگر ۲ مشہور ہین۔ ایک الہ آباد مین مرتب کیا تھا۔ بیوطنی کا عالم دل پریشان۔ غزلین خاطر خواہ بہم نہ پہنچین اسلئے **دفتر پریشان** نام رکھا۔ انمین غزلون۔ رباعیون اور تاریخون کے سوا اور قسم کی نظم نہین **قصاید**

۱ مرزا سلیمان شکوہ اکبر شاہ کے بھائی تھے۔ دلی چھوڑ کر لکھنو جا رہے تھے۔ سرکار لکھنو کی بدولت بادشاہانہ سے زندگی بسر کرتے تھے

کا شوق نہ تہا چنانچہ نواب لکہنؤ کی تاریخ وتہنیت مین بہی کبہی کچہہ کہا ہے تو بطور قطعہ ہے
بچو کے کانٹون سے انکا باغ پاک ہے۔

ایک مثنوی حدیث مفضل کا ترجمہ ہی۔ میر علی اوسط رشک نے اُسے ترتیب دیا
اور اسکا تاریخی نام نظم سراج رکہا ہی۔ اور ایک مولود شریف بہی شیخصاحب کی تصنیف ہی
عموماً کلام انکا شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے بہت پاک ہی۔ اور اس امر
مین انہین اتنی کوشش ہے کہ اگرچہ ترکیب کی چستی یا کلام کی گرمی مین فرق آجاے
مگر اصول ہاتہہ سے نہین جانے دیتے۔ اور یہہ سلامت روی قرین مصلحت ہی کیونکہ نحو
تصرف اور ایجاد انسان کو اکثر ایسے اعتراضون کے نشانے پر لاڈالتے ہین جہانسے
سر کنا بہی مشکل ہوجاتا ہے۔

عیوب کلام ہے۔

غزلون مین شوکت الفاظ۔ اور بلند پروازی۔ اور نازک خیالی بہت ہے۔ اور تاثیر کم
صائب کی تشبیہہ وتمثیل کو اپنی صنعت مین ترکیب دیکر ایسی دستکاری اور مینا کاری
فرمائی کہ بعض موقع پر بیدل اور ناصر علی کی حد مین جا پڑے۔ اور اُردو مین وہ
اس سے صاحب طرز قرار پائے۔ انہین ناسخ کہنا بجا ہے۔ کیونکہ طرز قدیم کو نسخ کیا۔
جسکا خود بہی انہین فخر تہا۔

غزلون

دیوان کے اخیر مین بہت سی تاریخین ہین اور اکثرون مین نہایت عمدہ اور برجستہ
مادے نکالے ہین۔ شوکت الفاظ کہتی ہے کہ اگر وہ قصیدہ کہتی تو خوب کہتے مگر افسوس
کہ اسطرف توجہ نہ کی۔

تاریخیں قصیدہ

[۲۵] اُردوی معلی مین غالب مرحوم کا ایک خط مرزا حاتم علی مہر کے نام ہی اسمین لکہا ہی۔ ناسخ مرحوم جو
تمہارے اُستاد تہے میرے بہی دوست صادق الوداد تہی مگر یک فنی تہی۔ صرف غزل کہتے تہے۔ قصیدہ اور
مثنوی سے انہین کچہہ علاقہ نتہا۔ اسی کتاب مین چودہری عبدالغفور کے خط مین چند شعر منتخب اساتذہ
متقدمین کے لکہکر تحریر کیا ہی۔ ناسخ کے ہان کمتر۔ اور آتش کے ہان بیشتر یہہ تیر نشتر ہین۔

نظم سراج کی نظم لوگونکی رائے مین انکی رتبۂ عالی سے گری ہوئی ہے۔ اور چونکہ پابندی ترجمۂ حدیث کی ہی اسلئے اسپر گرفت بیجا ہے چند شعر نمونے کے طور پر ہین۔

کی خدا نے جو یہہ زبان عطا	ہے بلاشک عطیۂ عظمے
اس سے ہے مختلف مزونکی تمیز	اس سے پاتے ہین لذت ہر چیز
کوئی کڑوی ہے کوئی ہی میٹھی	نمکین کوئی کوئی کھٹ میٹھی
کوئی اچھی ہی کوئی زشت و زبون	مزے سب چیزونکی ہین گوناگون
سب مزونسے زبان واقف ہے	نہین اسرار کی یہہ کاشف ہی
جو نہو یہہ تو کچھہ نہو معلوم	نہو کوئی مزا کبھی مفہوم
اور بھی ہوتے ہین زبان سے کام	ہے محمد وقت بلع آب و طعام
اس سی احکام بھر دندان ہی	قوت تام بھر دندان ہے

کوئی ناواقف شخص شائق کلام آتا تو چند بے معنی غزلین بنا رکھی تہین۔ انمین سی کوئی شعر پڑھتے۔ یا اسیوقت چند بے ربط الفاظ جوڑ کر موزون کر لیتے اور سناتے۔ اگر وہ سوچ مین جاتا اور چپ رہجاتا تو سمجھتے تہے کہ کچھہ سمجھتا ہے اسے اور سناتے تہے اور اگر اسنے بے تحاشا تعریف کرنی شروع کر دی تو اسی طرح کے ایک دو شعر بڑھکر چپکے ہو رہتے تہے مثلاً۔

آدمی محل مین دیکھے مورچے بادام مین	ٹوٹی دریا کی کلائی زلف الجھی دام مین
تونے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہی کہ ہوا	سبکو مشکل یہ بیضا مین سخندان ہونا

بلکہ اکثر خود سناتے بھی نہ تہے۔ جب کوئی آتا اور شعر کی فرمایش کرتا تو دیوان اٹھا کر سامنے رکھہ دیتے تہے کہ اسمین سے دیکھہ لیجئے۔ دو تین خوشنویس کاتب بھی نوکر رہتے تہے۔ دیوان کی نقلین جاری تہین جس دوست یا شاگرد کو لائق و شائق دیکھتے اسے عنایت فرماتے تہے

شیخ صاحب خواجہ صاحب مقابلہ۔

اُنہون نے اور اُنکے ہمعصر خواجہ حیدر علی آتش نے خوبیٔ اقبال سے ایسا زمانہ پایا جسنے اُنکے نقش و نگار کو تصاویر مانی و بہزاد کا جلوہ دیا۔ ہزارون صاحب فہم دونو کی طرفدار ہو گئے اور طرفین کو چمکا چمکا کر تماشے دیکھنے لگے۔ لیکن حق پوچھو تو اُن فتنہ انگیزونکا دونو کو احسانمند ہونا چاہیے کیونکہ روشنیٔ طبع کو اشتعال دیتے تھے۔

ان دونو صاحبونکے طریقونمین بالکل اختلاف ہی۔ **شیخ صاحب** کے پیرو مضمون دقیق کو ڈھونڈھتے ہین۔ **خواجہ صاحب** کے معتقد محاورہ کی صفائی۔ کلام کی سادگی کے بندے ہین اور شعر کی تڑپہ اور کلام کی تاثیر پر جان قربان کرتے ہین۔ ان لوگون کو شیخ صاحب کے کلام پر چند قسم کے اعتراض ہین۔ اگرچہ اُن مین سے بعض باتون مین سینہ زوری اور شدت ہی۔ لیکن مورخ کو ہر امر کا اظہار واجب ہے اسلیے قلم انداز بھی نہین کر سکتا۔

اول۔ کہتے ہین کہ شیخ صاحب کے اکثر نازک خیالیان ایسی ہین کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن چنانچہ اشعار مفصلہ ذیل نمونۂ **نازک خیالی** ہین۔

میری آنکھون نے تجھے دیکھکر وہ کچھہ دیکھا	کہ زبانِ مژہ پر شکوہ ہی بینائی کا
کھل گیا ہمپر عناصر جب ہوے بے اعتدال	رابطہ واجب سے ممکن دوست دشمن مین نہین
کی خدا نے کافرون پر ای صنم جنت حرام	ورنہ کسکی آنکھہ پڑتی تیری ہوتے حور پر
کوئی جانان مین ہون پر محروم ہون دیدار سے	پای خفتہ خندہ زن ہین دیدۂ بیدار پر
وہ آفتاب نہو کسطرح سے بے سایہ	ہوا نہ سر سے کبھی سایہ سحاب خدا

خواجہ صاحب کے معتقد کہتے ہین کہ جن لوگون نے غزل کے اصول کو سمجھا ہی یعنی فارسی مین خواجہ حافظ۔ اور شیخ سعدی سے۔ اور اردو مین۔ سوز۔ میر۔ اور جرات سے سند پائی وہ اسے غزل نہ کہینگے۔ مگر یہہ بات ایسی گرفت کے قابل نہین۔ کیونکہ فارسی مین بھی۔

جلال اسیر قاسم مشہدی - بیدل اور ناصر علی - وغیرہ اُستاد ہو گذرے ہین
جنہون نے اپنے نازک خیالونکی بدولت خیال بند - اور معنی یاب لقب حاصل کیا ہے
شیخصاحب نے اُنکی طرز اختیار کی تو کیا بُرا کیا - یہہ بہی واضح ہو کہ جن لوگونکی طبیعت
مین ایسی خیال بندیونکا انداز پیدا ہوا ہے - اُسکے کئی سبب ہوئے ہین - اول
یہہ کہ بعض طبیعتین ابتدا ہی سے پُر زور ہوتی ہین - فکر اُنکے تیز اور خیالات بلند
ہوتے ہین - مگر اُستاد نہین ہوتا جو اس ہونہار بچہرے کو روک کر نکالے اور
اصول کی باگون پر لگائے پہر اس خودسری کو اُنکی آسودہ حالی اور بے احتیاطی
زیادہ قوت دیتی ہے - جو کسی جوہر شناس یا سخن فہم کی پروا نہین رکہتی - وہ
اپنی تصویرین آپ کہینچتے ہین - اور آپ اُنپر قربان ہوتے ہین بلکہ شوقیہ داد
دینے والے جو کہوٹے کہرے کے پر کہنے والے ہین اور حقیقت مین پسند عام کے کہیل
بہی وہی ہین - ان نازک خیالونکو اُنکی بہی ضرورت نہین ہوتی - کیونکہ اُنکی دولتمندی
اپنے گہر پر اپنا دربار الگ لگاتی ہے جسمین بعض اشخاص وقت پسندی اور باریک
بینی مین اُنکے ہم مزاج ہوتے ہین - بعض فقط باتون باتون ہی مین خوش کرنے
کا شوق رکہتے ہین - بعض کو اپنی گرہ کی عقل نہین ہوتی - جسطرف لوگون کو دوڑتے
دیکہا آپ بہی دوڑنے لگتے ہین - غرض ایسے ایسے سبب ہوتے ہین جو بہلے جنگلی آدمی کی
آنکہون پر پٹی باندہکر خودپسندی کے ناہموار میدانون مین دہکیل دیتے ہین -

دوسرا اعتراض انکے حریفونکا اُن سخت اور سنگین الفاظ پر ہے جنکے بہاری وزن کا
بوجہہ غزل کی نزاکت لطافت ہرگز برداشت نہین کر سکتی - اور کلام بہدا ہو جاتا ہے
چنانچہ کچہہ اشعار اس قبیل کے بہی لکہے جاتے ہین -

بے خطر یون ہاتہہ دوڑاتا ہون زلف یار پر	دوڑتا تہا جسطرح ثعبان موسیٰ مار پر

تو وہ خورشید ہے اُلٹے جو گلستانہین نقاب
چہرۂ گل ہین تلوّن ہو وہین حسرت کا

برنگ گل جگر ہوتا ہی ٹکڑے سیرِ گلشن مین
ہوا ہے تیغِ غم بے یار نظّارہ سپرِ غم کا

آگے مجھہ کامل کے ناقص ہے کمال مدّعی
درمیان ہی فرق استدراج اور اعجاز کا

ملگیا ہے عشق کا آزار قسمت سی مجھے
ہون جو عیسیٰ بھی ارادہ ہو نہ استعلاج کا

انڈا اُٹھک کے نکلی ہے باہر تو کیا ہوا
بلبل کو جسم بیضۂ فولاد ہو گیا

ناسخ تمام رجس تناسخ سے پاک ہے
وہ شمع ہو گیا تو وہ پروانہ ہو گیا

قمر ہی کیا ترے آگے محاق مین آیا
کہ آفتاب بھی تو احتراق مین آیا

سوئے کعبہ تیرے عاشق سجدہ کرتی ہین کوئی
تیرے ابرو کی طرف قبلہ محوّل ہو گیا

باعثِ گریہ ہوئی فرقت مین مجکو مے کشی
ساقیا اشکون سی مے کا استحالہ ہو گیا

بڑا اکال ہے ناسخ غم عالم فراہم کر
ارادہ ہے اگر ای چرخ اُسکی میہمانی کا

نہ باطل خشک زاہد ہی نہ عاطل رندِ تردامن
خدا نے اپنی حکمت سے کیا ہی خشک و تر پیدا

کسی حالت مین مجھے ہوش سی کچھہ کام نہین
چڑھ گئے انجرے نشہ کے جو سودا اُترا

آغازِ خط مین اژدرِ فرعون ہے جو زلف
افسونِ خطِ مار ہی افسانہ ہو گیا

غیر کو ترکسی دریا کا مین سیّاح نہین
بیشۂ شیر خدا مین کہین سیّاح نہین

ہے ہوس ہمسے ملے یار کرے غیر کو ترک
مطلب اپنا وہ ہے جو قابلِ انجاح نہین

ظلم طول شبِ فرقت کے تطاول نے کہا
داد رس کوئی بجز فالق الاصباح نہین

روشنائی سے ہوئی روشنیٔ خلوتِ فکر
جز قلم اور مری بزم مین مصباح نہین

بال توڑے تری زلفون نے نہ بیدردی سے
جس مرے ہاتھہ کی مانند ہو گرشانہ مین

خیال بند طبائع اور مشکل پسند لوگ اگرچہ اپنے خیالون مین مست رہتے ہین مگر چونکہ فیض سخن خالی نہین جاتا اور مشق کو بڑی تاثیر ہے اسلئے مشکل کلام مین بھی ایک لطف پیدا

ہو جاتا ہے۔ جس سے اُنکی اور اُنکے طرفداروں کے دعووں کی بنیاد قایم ہو جاتی ہے۔

تیسرے۔ انکے حریف کہتے ہیں کہ شیخصاحب بھی خیال بندی اور دشوار پسندی کی قباحت کو سمجھ گئے تھے۔ اور اخیر کو اس کوچہ میں آنیکا ارادہ کرتے تھے۔ اُنہی دنوں کا ایک مطلع شیخصاحب کا ہے۔ خواجہ صاحب کے سامنے کسی نے پڑھا اور اُنہوں نے لطف زبان کی تعریف کی۔

جنوں پسند ہے مجکو ہوا ببولوں کی	عجب بہار ہے ان زرد زرد پھولوں کی

مگر اول تو طبیعت کی مناسبت۔ دوسرے عمر بھر کی وہی مشق تھی۔ اسلئے جب محاورہ کے کوچہ میں آکر صاف صاف کہنا چاہتے تھے تو پھسپھسی بندش اور پھسپھسے الفاظ بولنے لگتے تھے۔ چنانچہ اسکی سند میں اکثر اشعار پیش کرتے ہیں جنمیں سے چند شعر یہہ ہیں

ناک رگڑے ہر گھڑی کیونکر نہ اُسکے سامنے	بے تہنی کے سلیمان کی ہے خاتم ناک میں
رنگ لالہ میں اگر ہے تو نہیں نام کو بو	یاسمن میں ترے پنڈی سی ہے بو رنگ نہیں
ساقی بغیر مے یہہ لہو تھوکتا نہیں	منہہ سے شراب وصل نکلتی ہے ہجر میں
کیا ہی حاسد ہے فلک جسنے کہ نوبت پائی	دم میں مانند حباب اسنے نقارہ توڑا

انکے حریفوں کو اس لفظ پر بھی اعتراض ہے کیونکہ نقارہ مشدد ہے تخفیف کے ساتھہ نہیں آیا۔ اور جب انسے کہا گیا کہ نظارہ بھی بتشدید ہے مگر تخفیف کے ساتھہ فارسی اور ریختہ میں آیا ہے۔ تو اُنہوں نے کہا کہ غیر زبان کے لفظ میں قیاس نہیں چل سکتا۔ اہل زبان کی سند دینی چاہیئے منصفوں کے نزدیک یہہ بھی انکی سینہ زوری ہے۔ نظامی

بذوق جشن نوروزے نقارہ	گلوے خویش کردہ پارہ پارہ
مجھسے رہتا ہے رمیدہ غزال شہری	صاف سیکھا ہے چلن آہوئے صحرائی کا

غزال شہری کے لئے فارسی کی سند چاہیئے کیونکہ وحشی کے مقابل میں اہلی

بولتے ہین شہری نہین بولتے مگر اسے فارسی کے کوچہ مین نہین ڈالنا چاہیئے بلکہ اُردو کے قادر الکلام کا تصرف سمجھنا چاہیئے۔

ذبح وہ کرتا تو ہے پر چاہیئے اَی مرغِ دل	دم پھڑک جائے تڑپنا دیکھکر صیاد کا

یہہ تعقید نہایت بیطور واقع ہوئی ہے۔ انکے حریف اس قسم کے اشعار اَور بھی بہت پڑھتے ہین۔ مگر ان جزوی باتون پر توجہ بے حاصل ہے۔ اسلئے اشعار مذکور قلم انداز کئے گئے۔

انکے کلام مین تصوف بھی ہی۔ مگر اُسکا رستہ کچھ اَور ہی جس سے وہ واقف نہین۔

تو بھی آغوشِ تصور سے جُدا ہوتا نہین	اَی صنم جسطرح دور ایکدم خدا ہوتا نہین
بحرِ وحدت مین ہون مین۔ گو سر گیا مثل حباب	چوب کیا تلوار سے پانی جُدا ہوتا نہین
نشۂ عرفان نہین جب تک دلا ہی قیل و قال	تا نہو لبریز ساغر بے صدا ہوتا نہین
اسرارِ پنہان آتے ہین سینہ سے زبان پر	اب سدِ سکندر کرون تعمیر گلے مین
ہے یہہ وہ راہ کہ تا عرش پہنچتا ہی بشر	دل مین دروازہ ہے اس گنبدِ مینائی کا
عارفون کو ہر در و دیوار اَدب آموز ہے	مانعِ گردن کشی ہے اِنحنا محراب کا
مظہرِ وہ بت ہی نورِ خدا کے ظہور کا	نقشِ قدم سے سنگ کو رتبہ ہی طور کا

حریف یہہ بھی حرف رکھتے ہین کہ شیخ ناسخ مخلوق فارسی کو تناسخ دیکر اُردو کی زندگی دیتے تھے۔

مسی آلودہ لب پر رنگ پان ہی	تماشا ہے تہِ آتش دھوان ہے
مسی آلودہ بر لب رنگ پان است	تماشا کن تہِ آتش دخان است
ناتوانی سے گران سرمہ ہی چشم یار کو	جسطرح ہو رات بھاری مردم بیمار کو
گوئیند کہ شب بر سرِ بیمار گران است	گر سرمہ بچشم تو گران است ازان است

سیہ بختی مین کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے	کہ تاریکی مین سایہ بھی جدا ہوتا ہی انساں سے

کسی اُستاد کا شعر فارسی میں ہی۔

بروز بیکسی کس نیست غیر از سایہ یار من	مگر آنہم ندارد طاقتِ شبہاے تار من
فرق ہی شاہ و گدا مین قول شاعر سے یہی	شیر قالین اور ہی شیر نیستان اور ہی
بوریا جاے من و جاے تو نمد قالین	شیر قالین دگر و شیر نیستان دگر است

میر تقی مرحوم اور بقا مین دو آپ کے مضمون پر جو دو دو لطیفے ہوئے۔ میر صاحب کے حال مین لکھے گئے۔ مین سمجھتا تہا کہ شیخ ناسخ نے الہ آباد مین بیٹھکر اسمین سے یہہ مضمون تراشا ہوگا۔ صفحہ ۲۲۷۔

ایک تربینی ہے دوگہین مری	اب الہ آباد بہی پنجاب ہے۔ لیکن

غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کا بیٹا یعنے محمد سلطان جب لاہور کے باہر راوی کے کنارہ پر ترکان تاتاری کی لڑائی مین مارا گیا تو امیر خسرو نے اسکا مرثیہ ترکیب بند مین لکہا ہی اُسمین کہتے ہین۔

بسکہ آب چشم خلقی شد روان زجا رسو	پنج آبے دیگر اندر مولتان آمد پدید

کہتے ہین کہ خواجہ صاحب نے انہین باتون پر چوٹ کرکے کہا ہے۔

مضمون کا چور ہوتا ہے رسوا جہان مین	چکہتی خراب کرتی ہی مال حرام کی

اگرچہ اسطرح کے چند اشعار اور بہی سُنے جاتے ہین مگر ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمالِ نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھہ ایک مجلدِ ضخیم مین موجود ہے اُسپر سرقہ کا الزام لگانا انصاف کی آنکھون مین خاک ڈالنی ہے۔ سودا اور میر کے اشعار جن اُستادونکے شعرون سے لڑگئے ہین وہ لکھے گئے۔ جو اُنکے طرف سے جواب ہے وہی انکے طرف سے سمجھین۔ میری راے مین یہہ دونو حریف اور اُنکے طرفدار کوئی قابلِ الزام نہین

کیونکہ دونو طرفون مین کوئی کمال سے خالی نہین تہا۔ البتہ طبیعتین مختلف ہوتی ہین اسلیئے پسند مین اختلاف ہی۔ کہنے والے چاہین سو کہو جائین۔
انہی نازک خیالیونمین جو صاف شعر بہی زبان سے نکل گیا ہے ایک تیر ہے کہ نشانہ کے پار جاکر اُڑا ہے اٹک کر ترازو بہی نہین ہوا۔

سینکڑون آہین کرون پر دخل کیا آواز کا	تیر جو دیوے صدا ہے نقص تیر انداز کا
ترچہی نظرون سے نہ دیکہو عاشقِ دلگیر کو	کیسے تیر انداز ہو سیدہا تو کر لو تیر کو

اس انداز کے شعر بہی انکے دیوانون مین ڈہونڈہو تو بہت ہونگے۔
شیخصاحب کے کلام مین نمک ظرافت کا چٹخارا کم ہے۔ چنانچہ زاہد۔ اور ناصح جو شعراے اردو فارسی کے لیئے ہر جگہ رونقِ محفل ہین۔ یہہ اُنسے بہی ہنسکر دل نہین بہلاتے اور اگر اتفاقاً ہے تو ایسا ہی کہ وہ ہنسنا زہر خندہ معلوم ہوتا ہے۔ ہجو یا

حرص سے زاہد یہہ کہتا ہی جو گر جائینگی دانت	کیا کشادہ پہر رزق اپنا دہان ہو جائیگا
دیکہیو ناسخ سرِ شیخ معمم کی طرف	کیا کلس مسواک کا ہی گنبدِ دستار پر

سودا کی غزل ہے۔ "جرس ہووے اگر ہووے قفس ہووے اگر ہووے۔ اُسکا شعر دیکہو کہ وہ اسی بات کو کس چوچلے سے کہتا ہے۔

نہین شایانِ زیبِ گنبدِ دستار کچہہ زاہد	مگر مسواک ہی اُسپر کلس ہووے اگر ہووے
زاہدا بکے رمضان مین مین پڑی ہون خاک نماز	سوئے قبلہ تو خنازیر کہڑے رہتے ہین
واہ کیا پیر مغان کا ہے تصرف میکشو	محتسب کا اب سخن تکیہ ہے مُل مُل ہو گیا
عابد و زاہد چلے جاتے ہین پیتا ہے شراب	اب تو ناسخ زور رند لاابالی ہو گیا
اہل تدبیر سے اس درجہ ہو نفرت مجکو	کہ مجہے قافیۂ زور سے کچہہ کام نہین

سودا

شیخصاحب

شیخصاحب کا مذہب پہلے سنت و جماعت تہا۔ پہر مذہب شیعہ اختیار کیا۔ وہ اکثر غزلونمین اکثر مذہب کر جاتے

مذہبی تعریضین کرتے تہے۔ اور یہہ شاعر یا عام مصنف کے لئے نازیبا ہین۔ ہان کوئی اپنے تائید مذہب مین کتاب لکہے تو اُسمین دلائل و براہین کے قبیل سے جو چاہے کہے مضائقہ نہین۔

وہ بہت خوش اخلاق تہے مگر اپنے خیالات مین ایسے محو رہتے تہے کہ ناواقف شخص خشک مزاج یا بد دماغ سمجہتا تہا۔ سید مہدی حسن فراغ مرحوم میان بیتاب کے شاگرد تہے اور زبان ریختہ کے کہن سال مشاق تہے۔ نقل فرماتے تہے کہ۔ ایک دن مین شیخصاحب کی خدمت مین گیا۔ دیکہا کہ چوکی پر بیٹہے نہار رہے ہین۔ آس پاس چند احباب ڈہولون پر بیٹہے ہین۔ مین سامنے جاکر کہڑا ہوا اور سلام کیا۔ اُنہون نے ایک آواز سے کہ جو اُنکے بدن سے بہی فربہ تہی فرمایا کہ کیون صاحب کسطرح تشریف لانا ہوا؟ مینے کہا کہ ایک فارسی کا شعر کسی اُستاد کا ہے اُسکے معنے سمجہ مین نہین آتے۔ فرمایا کہ مین فارسی کا شاعر نہین۔ اتنا کہہ کر اَور شخص سے باتین کرنے لگے۔ مین اپنے جانے پر بہت پچہتایا اور اپنے تئین ملامت کرتا چلا آیا۔

لطیفہ۔ ایک دن کوئی شخص ملاقات کو آئے۔ یہہ اُسوقت چند دوستون کو لئے انگنائی مین کرسیون پر بیٹہے تہے۔ شخص مذکور کے ہاتہہ مین چہڑی تہی۔ اور اتفاقاً پانو کے آگے ایک مٹی کا ڈہیلا پڑا تہا۔ وہ شغل بیکاری کے طور پر جیسے کہ اکثر اشخاص کو عادت ہوتی ہے آہستہ آہستہ لکڑی کی نوک سے ڈہیلے کو توڑنے لگے۔ شیخصاحب نے نوکر کو آواز دی۔ سامنے حاضر ہوا۔ فرمایا کہ میان! ایک ٹوکری مٹی کے ڈہیلونکی بہر کر انکے سامنے رکہدو کہ دل لگاکر شوق پورا کرین۔

لطیفہ۔ شاہ غلام اعظم افضل انکے شاگرد اکثر حاضر خدمت ہوتے تہے۔ ایک دن آپ تخت پر بیٹہے تہے۔ اسپر سیتل پاٹی کا بوریا بچہا تہا۔ افضل آئے وہ بہی اُسی پر

بیٹھ گئے اور سٹیل پاٹی کا ایک تنکا توڑ کر چٹکی سے توڑنے اور مروڑنے لگے شیخصاحب نے آدمی کو بلا کر کہا کہ بھائی وہ جو آج نئی جھاڑو تم بازار سے لائے ہو۔ ذرا لے آؤ۔ اسنے حاضر کی۔ خود لیکر شاہ صاحب کے سامنے رکھدی اور کہا۔ صاحبزادے! اسسے شغل فرمائیے۔ فقیر کا بوریا آپکے تھوڑے سے التفات مین برباد ہو جائیگا پھر اوسٹیل پاٹی اس شہر مین کہان ڈھونڈتا پھریگا۔ وہ بیچارے شرمندہ ہوکر رہ گئے۔

لطیفہ۔ آغا کلب عابد خانصاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شیخصاحب کے واسطے کسی شخص نے دو تین چمچے بطریق تحفہ بھیجے کہ شیشہ کے تھے۔ اُن دنون مین نیا ایجاد سمجھے جاتے تھے اور حقیقت مین بہت خوشنما تھے۔ وہ پہلو مین طاق پر رکھے تھے ایک امیر صاحبزادے آئے۔ اُسطرف دیکھا اور پوچھا کہ حضرت یہہ چمچہ کہانسے خریدے اور کس قیمت کو خریدے۔ شیخصاحب نے حال بیان کیا۔ انہون نے ہاتھ بڑھا کر ایک چمچہ اُٹھا لیا۔ دیکھکر تعریف کی۔ پھر باتین چیتین کرتے رہے اور چمچہ سے زمین پر کھٹکا دیکر شغل بے شغلی فرماتے رہے۔ شیشہ کی بساط کیا تھی ٹھیس زیادہ لگی۔ جھٹ سے دو ٹکڑے۔ شیخصاحب نے دوسرا چمچہ اُٹھا کر سامنے رکھہ دیا اور کہا کہ اب اسسے شغل فرمائیے

لطیفہ۔ ایکدن اپنے خانہ باغ کے بنگلہ مین بیٹھے تھے اور فکر مضمون مین غرق تھے۔ ایک شخص آکر بیٹھے۔ انکی طبیعت پریشان ہوئی۔ اُٹھکر ٹہلنے لگے کہ یہہ اُٹھجائین ناچار پھر آ بیٹھے مگر وہ نہ اُٹھے۔ کسی ضرورت کے بہانے سے پھر گئے کہ یہہ سمجھہ جائینگے وہ پھر بھی نہ سمجھے۔ انہون نے چلم مین سے چنگاری اُٹھا کر بنگلہ کی ٹٹی مین رکھدی اور آپ لکھنے لگے۔ ٹٹی جلنی شروع ہوئی۔ وہ شخص گھبرا کر اُٹھے۔ اور کہا کہ شیخصاحب آپ دیکھتے ہین؟ یہہ کیا ہو رہا ہے۔ انہون نے اُنکا ہاتھہ پکڑ لیا کہ جاتے کہان ہو

اب تو مجھے اور تمہین جلکر راکھہ کا ڈھیر ہونا ہے۔ تمنے میرے مضامین کو خاک مین ملایا
ہے میرے دلکو جلا کر خاک کیا ہے اب کیا تمہین جانے دونگا؟

لطیفہ۔ اسیطرح ایک شخص نے بیٹھکر نہین تنگ کیا نوکر کو بلا کر صندوقچہ منگایا۔
اُسمین سے مکانکے قبالے نکالکر اُنکے سامنے دھر دیئے اور نوکر سے کہا کہ بہائی مزدورونکو
بلاؤ اور اسباب اُٹھا کر لیچلو۔ ادھر وہ شخص حیران انکا مُنہہ دیکھے۔ ادھر نوکر حیران
آپنے کہا دیکھتے کیا ہو۔ مکان پر تو یہہ قبضہ کر چکے ایسا نہو کہ اسباب بہی ہاتہہ سے
جاتا رہے۔

شیخصاحب کے مزاج مین یہہ صفتین نہین۔ مگر بیباکی فقط نازک مزاجی پر تہی۔ نہ غرور
یا بدنیتی۔ پر جسکا انجام بدی تک پہنچے۔ نازک مقام آپڑتا تو اسطرح تحمل کر کے ٹال
جاتے تہے کہ اوروں سے ہونا مشکل ہے۔

نقل۔ ایک نوابصاحب کے ہان مشاعرہ تہا وہ انکے معتقد تہے انہوں نے ارادہ کیا
کہ شیخ صاحب جب غزل پڑہ چکین تو انہین سر مشاعرہ خلعت دین۔ یار لوگون
نے خواجہ صاحب کے پاس مصرع طرح نہ بہیجا۔ انہین اُسوقت مصرع پہنچا۔ جب ایکدن
مشاعرہ مین باقی تہا۔ خواجہ صاحب بہت خفا ہوئے اور کہا کہ اب لکہنؤ رہنے کا
مقام نہین۔ ہم نہ رہینگے۔ شاگرد جمع ہوئے اور کہا کہ آپ کچہہ خیال نفرمائیں۔ نیازمند
حاضر ہین۔ دو دو شعر کہینگے تو صدہا شعر ہو جائینگے۔ وہ بہت تندمزاج تہے۔ انسے
بہی ویسی ہی تقریرین کرتے رہے۔ شہر کے باہر چلے گئے۔ پہرتے پہرتے ایک مسجد
مین جا بیٹہے۔ وہانسے غزل کہکر لائے۔ اور مشاعرے مین گئے تو ایک قرابین بہی
بہر کر لیتے گئے۔ بیٹہے ایسے موقع پر کہ عین مقابل شیخصاحب کے تہے۔ اول تو اُنکا انداز
ہی بانکے سپاہیونکا تہا۔ اسپر قرابین بہری سامنے رکہی تہی اور معلوم ہوتا تہا کہ

خود بہی بہرے بیٹھے ہین - بار بار قرابین اُٹھاتے تہے - اور رکھدیتے تہے - جب شمع سامنے آئی تو سنبہل کر ہو بیٹھے - اور شیخصاحب کی طرف اشارہ کرکے پڑہا -

سُن تو سہی جہانمین ہے تیرا فسانہ کیا	کہتی ہے تجکو خلق خدا غائبانہ کیا

اس ساری غزل مین کہین انکے لیے پالک ہونے پر - کہین ذخیرۂ دولت پر - کہین انکے سامانِ امارت پر - غرض کچہہ نہ کچہہ چوٹ ضرور ہے - شیخصاحب بیچارے دم بخود بیٹھے رہے نوابصاحب ڈرے کہ خدا جانے یہہ اُنپر قرابین خالی کرین - یا میرے پیٹ مین آگ بہرین اُسیوقت داروغہ کو اشارہ کیا کہ دوسرا خلعت خواجہ صاحب کے لئے تیار کرو - غرض دونو صاحبونکو برابر خلعت دیکر رخصت کیا -

رحمی سلمہ اللہ فرماتے ہین کہ مدتون لکہنؤ مین رہنا ہوا مینے کبہی چاند اور سورج کا طلوع ایک مطلع مین سحر نہ دیکہا ہمیشہ مشاعرہ مین پہلو بچاتے تہے - خواجہ صاحب - نواب سید محمد خان رند اور صاحب مرزا شاور کے مشاعرہ مین جایا کرتے تہے - ادہر مرزا محمد رضا برق کے ہان مشاعرہ ہوتا تہا - شیخصاحب اپنی غزل بہیجدیتے تہے - جب جلسہ جمتا تو برق کے شاگرد میان طور سب سے پہلے غزل مذکور کو لیکر کہتے - صاحبو! ہمہ تن گوش باشید یہہ غزل اُستاد الاستاد شیخ ناسخ کی ہے - تمام اہل مشاعرہ چپ چاپ ہوکر متوجہ ہوجاتے انکی غزل کے بعد اَور شعرا پڑہتے تہے -

برخلاف عادتِ شعرا کے انکی طبیعت مین سلامت روی کا جوہر تہا - چنانچہ ایک دفعہ سید محمد خان رند کی اپنے اُستاد خواجہ حیدر علی آتش سے شکر رنجی ہوگئی - چاہا کہ ناسخ کی شاگردی سے اُستاد سابق کے تعلق کو فسخ کرین - مرزا محمد رضا برق کے ساتہہ شیخصاحب کے پاس آئے مرزا صاحب نے اظہار مطلب کیا - شیخصاحب نے تامل کے بعد کہا کہ نوابصاحب! برس سے خواجہ صاحب سے اصلاح لیتے ہین - آج اُنسے یہہ حال ہے تو کل مجہسے انسے کیا امید ہے

علاوہ بران آپ خواجہ صاحب سے کچھ سلوک بھی کرتے ہین وہ سلسلہ قطع ہو جائیگا۔ اسکا وبال کدہر پڑیگا۔ اور مجھے انسے یہہ تمنا نہین۔ میری دانست مین بہتر ہے کہ آپ ہی وہ دو صاحبون کی صلح کروادین۔ اور اس امر مین اسقدر تاکید کی کہ پھر آپسمین صفائی ہو گئی۔

اگرچہ انکے کلامون اور حکایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت مین شوخی اور رنگینی منتہی مگر شاعری کا وہ نشہ ہے کہ اپنے رنگ پر لے ہی آتا ہے چنانچہ میر گھسیٹا نام ایک شخص مر گئے تو شیخ صاحب نے تاریخ فرمائی۔

جب میر گھسیٹا مر گئے ہائے	ہر ایک نے اپنے منہہ کو پیٹا
تاریخ نے بھی یہہ انکے تاریخ	افسوس کہ موت نے گھسیٹا

نقل - انکے مزاج مین منصفی اور حق شناسی کا اثر ضرور تہا چنانچہ الہ آباد مین ایکدن مشاعرہ تہا سب موزون طبع طرحی غزلین کہکر لائے شیخ صاحب نے جو غزل پڑہی مطلع تہا۔

دل اب محو ترسا ہوا چاہتا ہے	یہہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

ایک لڑکے نے صف کے پیچھے سے سر نکالا۔ بھولی بھالی صورت سے معلوم ہوتا تہا کہ سہم کر مین غزل پڑہتے ہوئے ڈرتا ہے۔ لوگونکی دلدہی نے اسکی ہمت باندہی پہلا ہی مطلع تہا

دل اُس بت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے	خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے

محفل مین دہوم مچ گئی شیخ صاحب نے بھی تعریف کرکے لڑکے کا دل بڑہایا۔ اور کہا کہ بھائی یہہ فیضان الٰہی ہے اسمین استادی کا زور نہین چلتا۔ تمہارا مطلع مطلع آفتاب ہے مین اپنا پہلا مصرع غزل مین سے نکال ڈالونگا۔

شاہ نصیر کا مطلع ہمیشہ پڑہا کرتے تہے اور کہتے تہے نصیر تخلص نہوتا تو یہہ مطلع نصیب ہوتا

خیالِ زلفِ دوتا مین نصیر پیٹا کر	گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

ایک دن کسی سوداگر کی کوٹھی مین گئے۔ سوداگر بچہ کہ دولتِ حسن کا بھی سرمایہ دار تھا سامنے لیٹا تھا مگر کچھہ سوتا کچھہ جاگتا تھا۔ آپنے دیکھکر فرمایا۔ ع ہے چشم نیم باز عجیب خواب ناز ہے۔ یہہ مصرع تو ہوگیا مگر دوسرا مصرع جیسا جی چاہتا تھا ویسا نہوتا تھا۔ گھر آئے اسی فکر مین غرق تھے کہ خواجہ وزیر وزیر آگئے اُنہون نے خاموشی کا سبب پوچھا۔ شیخصاحب نے بیان فرمایا۔ اتفاق ہے کہ اُنکی طبیعت لڑ گئی۔

ہے چشم نیم باز عجیب خواب ناز ہے	فتنہ تو سو رہا ہے در فتنہ باز ہے

شیخصاحب بہت خوش ہوئے۔

ایک دن وزیر اپنے شاہِ سخن کی خدمتمین حاضر ہوئے۔ مزاج پرسی فرماکر عنایت و محبت کی باتین کرنے لگے اور کہا کہ آجکل کچھہ فکر کیا؟ عرض کی کہ درود و وظیفہ سے فرصت نہین ہوئی آپنے پھر ارشاد فرمایا۔ اُنہون نے مطلع پڑھا۔

وہ زلف لیتی ہے تاب دل و توان اپنا	اندھیری رات مین لُٹتا ہے کاروان اپنا

بہت خوش ہوئے اُسوقت ایک عمدہ تسبیح عقیق البحر کی ہاتھہ مین تھی وہ عنایت فرمائی خواجہ وزیر پر بڑی عنایت تھی اور قدر و منزلت فرماتے تھے۔ سب شاگردون مین انکا نمبر اول تھا۔ پھر برق رشک وغیرہ وغیرہ۔

ناسخ کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھہ پہر اسی فکر مین غلطان و پیچان رہتے تھے چنانچہ جن دنون شاہ اجمل کے دایرہ مین تشریف رکھتے تھے تو وہان تین گھرانے بابرکت اور صاحب دستگاہ تھے۔ تینون جگہ سے وقت معمولی پر کھانا آتا تھا۔ ایک خوان بلکہ دسترخوان شاہ ابو المعالی کی سرکار سے آتا تھا۔ اسمین ہر قسم کے امیرانہ اور عمدہ کھانے موجود ہوتے تھے۔ ایک خوان سید علی جعفر کے ہان سے آتا تھا۔ کہ شاہ ابو المعالی کی بہن

اُنسے منسوب تھین - ایک خوان شاہ غلام حیدر صاحب کے یہانسے آتا تہا - اسپر بہی اپنا بورچی خانہ الگ گرم ہوتا تہا جس چیز کو جی چاہتا تہا پکواتے تہے - دستر خوان پر وہ بہی شامل ہوجاتا تہا ایک دن بورچی سے فاگینہ کی فرمایش فرمائی تہی - اُسمین کوئی سینولیا گرا ہوگا جو کہ دو مار چکتا کی تہی آپنے تاریخ کہدی - تاریخ

جاں بلب آمد مرا از غفلتِ طبّاخ آہ	می پزد فاگینہ با مارِ کریہ از بہر من
چوں دگر بارہ خطا بنمود سالِ عیسوی	گفت دل مارِ سیہ پختہ این سفینہ از بہر من

سنہ ۱۲۳۱ مین معتمد الدولہ آغا میر نے جو سوا لاکہہ روپیہ قصیدہ کا صلہ دیا تہا - اِنہون نے مرزا صاحب کے حوالہ کر دیا تہا - لوگون نے جانا اُنکے گہر مین ہے - چور نے رات کو نقب لگائی اور ناکام گیا - آپنے فرمایا - تاریخ

دزد در خانۂ ناسخ چو زدہ نقب الشب	نہ زر و سیم نہ بُد مس خجل آمد بیرون
بہر تاریخ مسیحی چو بُریدم سر دزد	دُزد از خانۂ مفلس خجل آمد بیرون

بات بات پر تاریخ کہتے تہے - بخار سے صحت پائی تاریخ کہی - رفت تپ نوبہ من سنہ ۱۲۳۵ء غسلِ صحت کیا تو کہا - ع - شود صحت ہمایون و مبارک سنہ ۱۲۳۵ء

ایک موقع پر قتل ہوتے ہوتے بچ گئے - کہا - کنم شکرِ خدا سنہ ۱۲۳۵

حریفون نے لطر بند کروا دیا تو کہا - ع - ہر ہر افسوس خانۂ زندان گردید چین زرگ کی سفارش سے چہوٹے اسکا تاریخی شکریہ کہا - ع رہا نیدی مرا از دست گرگے -

کسی نے خطوط چرا لئے تو کہا - ع - سیاہ ہمچو قلم باد روے حاسد من - بہر بہ خط جاتی زہر

تاریخ کہی - ع - صد حیف تلف چہار نامہ -

چار ہی شاگرد خواجہ وزیر کا بیاہ ہوا تو فرمایا - ع - شد نوشہ وزیر من امروز - پہر اُنکے ہان لڑکا پیدا ہوا تو صبح کا وقت تہا فرمایا - ع - صبح طالع شد بر آمد آفتاب -

---

۲ - آتا دمین دائرہ کے بیاہ تک مین بیٹھے تھے - چھت مین سے سانپ گر پڑا اسکی تاریخ کہی - ع -

ایک مشاعرہ مین خواجہ صاحب نے مطلع پڑہا۔

سرمہ منظورِ نظر ٹہیرا ہے چشمِ یار مین	نیل کا گنڈا پہنایا مردمِ بیمار مین

شیخ صاحب نے کہا سبحان اللہ خواجہ صاحب کیا خوب فرمایا ہے۔

سرمہ منظور ٹہیرا جو چشمِ یار مین	نیلگون گنڈا پہنایا مردمِ بیمار مین

خواجہ صاحب نے اُٹہکر سلام کیا اور کہا۔ "جائے اُستاد خالیست"۔ آزاد کی سمجہہ مین نہین آتا کہ بیمار مین گنڈا کیونکر پہناتے ہین۔ گنڈا بیمار کو پہنایا کرتے ہین۔ اور اس سے زیادہ تعجب ہے شیخ صاحب کے مطلع کا ہی کہ فرماتے ہین۔

یون نزاکت سے گران ہی سرمہ چشمِ یار مین	جسطرح ہو رات بہاری مردمِ بیمار مین

یہان بہی مین بے معنی ہے۔ پر ہو تو ٹہیک ہو۔

لطیفہ۔ ایک مشاعرہ مین ایسے وقت پہنچے کہ جلسہ ختم ہو چکا تہا۔ مگر خواجہ حیدر علی آتش وغیرہ چند شعرا ابہی موجود تہے۔ یہہ جاکر بیٹہے تعظیم ہوئی اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ جناب خواجہ صاحب مشاعرہ ہو چکا۔ اُنہون نے کہا کہ سبکو آپ کا اشتیاق رہا شیخ صاحب نے یہہ مطلع پڑہا

جو خاص ہین وہ شریکِ گروہ عام نہین	شمار دانۂ تسبیح مین **امام** نہین

چونکہ نام بہی **امام بخش** تہا اسلئے تمام اہلِ جلسہ نے نہایت تعریف کی۔ خواجہ صاحب نے یہہ مطلع پڑہا۔

یہہ بزم وہ ہے کہ لاخیر کا مقام نہین	ہمارے گنجفہ مین بازیٔ غلام نہین

بعض اشخاص کی روایت ہے کہ یہہ مطلع آتش کے شاگرد کا ہی۔ ناسخ کی شاگردونکی طرف سے اُسکا جواب ہے اور حقیقت یہہ ہی کہ لاجواب ہے۔

جو خاص بندہ ہین وہ بندۂ عوام نہین	ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہین

عوام مین یہہ روایت اسطرح مشہور ہی۔ مگر دیرینہ سال لوگ جو اُس زمانہ کی صحبتون مین شریک

تھے اُنسے یہہ تحقیق ہوا کہ پہلا مطلع آتش نے حقیقت مین طالب علیخان عیشی[۲۵] کے حق مین کہا تہا یار لوگون نے صفت مشترک پیدا کر کے شیخصاحب کے ذمہ لگا دیا۔

طبع اول کی ترویج مین اس کتاب کو دیکھکر میرے شفیق ولی سید احمد صاحب دکھنیزی نے کسی کی زبانی بیان کیا کہ شیخ ناسخ ایک دن نواب نصیر الدین حیدر کے حضور مین حاضر تھے۔ حقہ سامنے تہا۔ فرمایا کہ شیخ صاحب! اسپر کچھہ کہیئے۔ انہون نے اُسیوقت کہا۔

حقہ جو ہے حضور معلی کے ہاتھہ میں	گویا کہکشان ہے ثریا کے ہاتھہ مین
ناسخ یہہ سب بجا ہے ولیکن تو عرض کر	بے جان بولتا ہے مسیحا کے ہاتھہ مین

بعض احباب کہتے ہین کہ ظاہر الفاظ مین حقہ کہکشان ہے اور ممدوح ثریا۔ لیکن ایسے ممدوح کو ماہ سوج ملکہ باعتبار قدر و منزلت کے فلک تک بہی کہدیا ہے۔ ثریا سے آجتک کسی نے تشبیہہ نہین دی۔ شیخ ناسخ کلام کی گرمی اور سوختی اور چستی ترکیب سے دستہ بردار ہوئے مگر اصول فن کو نہین جانے دیا۔ اُنکی طرف یہہ قطعہ منسوب کرنا چاند پر داغ لگانا ہے۔ لیکن چونکہ فی الدہر کہا ہے اسلئے اسقدر سخت گیری بہی جائز نہین۔

ایک غزل شیخصاحب کی ہے جسکا مطلع ہے۔

دل لیتی ہے وہ زلف سیہ فام ہمارا	بجھتا ہے چراغ آج سر شام ہمارا

وہی مرزائی صاحب جسکی پاس شیخصاحب کے روپئے امانت رہے تھے۔ ایک امیر شرفا سے

---

۲۵ طالب علیخان عیشی ولد علی عباس خان لکھنوی ایک عالم فاضل شخص تھے۔ اور کمالات علمی کے ساتھہ شعر بہی خوب کہا کرتے تھے۔ مگر شاعری پیشہ نہ تھے۔ دیوان فارسی معہ قصاید و دیوان ریختہ مجموعہ غزلیات مثنوی سرو چراغان اور اکثر اقسام سخن اُنسے یادگار ہین سعادت علیخان جیسے نکتہ شناس کے سامنے بیٹھکر اُنہون نے فرمائش ہائے شاعرانہ کا سرانجام کیا تہا اور مورد تحسین و آفرین ہوئے تھے۔ خان موصوف خواجہ صاحب کی شاعری کو خاطر مین نہ لاتے تھے۔ اسپر اُنہون نے بگڑکر اُنکا ذاتی دہتبار دکہایا تہا۔ اور مطلع مذکور کہا تہا۔

لکھنؤ مین سے تھے - اور شیخصاحب کے بہت دوست تھے - اُنھون نے ایک عمدہ فیروزہ پر آپ کا نام نامی کُھدوا کر انگوٹھی بنوا کر دیا - اکثر پہنے رہتے تھے - کبھی اوتار کر رکھہ بھی دیتے تھے وہ کسی نے چُرالی یا کھو دی گئی اُسپر فرمایا -

ہمسا کوئی گمنام زمانہ مین نہ ہو گا	گم ہو وہ نگین جسپہ کُھدی نام ہمارا

اُس عہد تک لکھنؤ بھی آجکا لکھنؤ نتھا - شیخ ابراہیم ذوق کا یہہ مطلع جب وہان پہنچا گیا

خبر کر جنگِ نوفل کی نو مجنون اہل ہامون کو	کبادہ تا صبا کھچوا ای شاخ بید مجنون کو

سب نے اسے بے معنے کہا - شیخصاحب نے جنگ نوفل کا واقعہ اور کبادہ کھینچنے کی اصطلاح بتائی پھر سب نے تسلیم کیا - لیکن یہہ امر نہ کچھہ دلی والون کے لئے موجب فخر ہے نہ لکھنؤ والون کے لئے باعث رنجش - آخر دلی بھی ایک ہی دن مین شاہجہان آباد نہین ہو گئی تھی - میر تقی اور مرزا رفیع پیدا ہوتے ہی - میر اور سودا نہین ہو گئے - جب کلام کا سلسلہ یہانتک پہنچا تو اسقدر کہنا واجب ہے کہ اُس عہد تک شعرائے لکھنؤ اُن اُستادون کے شاگرد تھے جنکا دریائے کمال دلی کے چشمہ سے نکلا تھا - اور فصحای لکھنؤ بھی ہر محاورہ کیلئے دلی ہی کو فخر سمجھتے تھے کیونکہ وہ اکثر اُنھین بزرگونکے فرزند تھے جنھین زمانہ کی گردش نے اُڑا کر وہان پہنچا دیا تھا - پس شیخصاحب اور خواجہ حیدر علی آتش کے کمال نے لکھنؤ کو دلی کی قید پابندی سے آزاد کر کے استقلال کی سند دی - اور وہی مستند ہوئی - اب جو چاہین سو کہین ہم نہین روک سکتے چنانچہ شیخصاحب فرماتے ہین -

لکھنؤ دلی سے آزاد

شہسواری کا جو اُس چاند کی ٹکڑے کو ہی شوق	چاندنی نام ہے شبدیز کی اندھیاری کا
ای خط اُسکے گوری گالون پر یہہ تو نے کیا کیا	چاندنی راتین یکایک ہو گئین اندھیاریان
اللہ ری روشنی مری سینہ کی داغ کی	اندھیاری رات مین نہین حاجت چراغ کی
نام سُنتا ہون جو مین گور کی اندھیاری کا	دل دھڑکتا ہے جدائی کی شب تار نہو

اگرچہ دلی مین تجھے سے دوڑ ہے تک۔ اندھیری رات کہتے ہین مگر لکھنؤ والون کو تو کہنے کا منہ نہین کیونکہ جس خاک سے ایسے ایسے صاحب کمال اٹھین وہان کی زبان خود سند ہے بجولی مین نیم کہتے ہین ع۔ گھوما مامہ نزد گھر گھر۔ دلی والونکی زبان سے گھومنا ممکن نہین۔ اہل لکھنؤ ملائی کو بالائی کہتے ہین۔ سینے کا ہو تو تاکو۔ پان مین کہانیکا ہو تو تمباکو کہتے ہین۔ دلی والے پیسے کا ہو تو تمباکو۔ کہانیکا ہو تو زردہ کہتے ہین۔

یون تو شیخصاحب کا ایک زمانہ معتقد ہوا۔ اور سب نے انکی شاگردی کو فخر سمجھا۔ مگر چند شاگرد بڑے بڑے دیوانون کے مالک ہوئے۔

(۱) خواجہ ربر کہ آتش کے شاگرد تھے پھر ناسخ کے شاگرد ہوئے اور اسی پر فخر کرتے کرتے مر گئے جیسے نازک خیال تھے ویسی ہی زبان پر قدرت رکھتے تھے۔ شیخصاحب بھی انکی بڑی خاطر کرتے اور اول درجہ کی شفقت مبذول فرماتے تھے۔

(۲) مرزا محمد رضا خان برق بعض بعض غزلون سے اور واجد علی شاہ بادشاہ کی مصاحبت سے مشہور عالم ہوئے انکا دیوان چھپا ہوا بکتا ہے۔

(۳) والا جاہ میر علی اوسط رشک۔ جنکی طبیعت کی آمد ضخیم اور جسیم دیوانون مین نہین سماتی اور شاعری کی سرکار سے تاریخین کہنے کا ٹھیکہ ملا۔

(۴) شیخ امداد علی بحر۔ ہر چند زمانہ نے شاعری کی خاک سے سر نہین اٹھانے دیا مگر طبیعت بڑے بے من جوانی کی اکڑ تکڑ دکھاتی رہی۔ آخر مین آکر اقبال نے رفاقت کی۔ نوابصاحب رامپور کی سرکار مین آکر چند سال آرام سے بسر ہوئے حقیقت مین وہی ایک شاگرد تھے جو اب استاد کے لئے باعث فخر تھے۔ خدا مغفرت کرے۔

(۵) سید اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی کہن سال مشاق تھے۔ پہلے نواب بانده کی سرکار مین تھے ۱۸۵۷ء کے مفسدہ کے بعد چند روز بہت تکلیف اٹھائی۔ پھر نواب صاحب رامپور نے قدردانی فرمائی

چند سال عمر کے باقی تھے اچھی طرح بسر کئے اور عالم آخرت کا سفر کیا۔

(۶) آغا کلب حسین خان نادر۔ سب سے اخیر مین ہین۔ مگر افراط شوق و آمد مضامین اور کثرت تصانیف اور پابندی اصول مین سب سے اول ہین۔ تمام عمر انہون نے ڈپٹی کلکٹری کی اور حکومت کی شغلون مین گرفتار رہے مگر فکر شعر سے کبھی غافل نہوئے جس ضلع مین تبدیل ہوکر گئے مشاعرہ کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ شعرا کے ساتھ خواہ سرکاری نوکریون سے خواہ اپنے پاس سے ہمیشہ سلوک کرتے رہے اور اُسی عالم مین یہہ بھی کہا۔

لوگ کہتے ہین کہ فن شاعری منحوس ہے	شعر کہتے کہتے مین ڈپٹی کلکٹر ہوگیا

انکے کئی ضخیم دیوان۔ غزلون۔ اور قصیدون۔ اور سلامون۔ اور مرثیون کے ہین۔ کئی کتابین اور رسائل ہین جنسے طالب زبان بہت کچھہ فایدے حاصل کرسکتا ہے۔ ایک کتاب فن زراعت مین لکھی۔ اسمین ہندوستان کے میوون اور ترکاریون کی مفصل تحقیقات ہے بسبب دیرینہ سالی کے سرکار سے پنشن لی تھی پھر بھی شاعری کا فن فرض اُسیطرح ادا کئے جاتے تھے۔ خوش اعتقادی اُنکی قابل رشک تھی یعنے وصیت کی تھی کہ بعد وفات کے میرے ایک ہاتھہ مین سلامون اور مرثیون کا دیوان دینا۔ اور دوسرے ہاتھہ مین قصاید کا دیوان رکھدینا جو بزرگان دین کی مدح مین کہے ہین۔

ان لوگون نے اور انکے بعض ہمعصرون نے زبان کے باب مین اکثر قیدین جب ہم سمجھین کہ دلی کے مستند لوگون نے بھی اُنمین سے بعض بعض باتون کی رعایت اختیار کی۔ اور بعض مین اختلاف کیا ہے اور عام لوگ خیال بھی نہ کرتے تھے۔ مگر اصل واضح ان قوانین کے میر علی اوسط رشک تھے۔ چنانچہ کچھہ الفاظ نمونہ کے طور پر لکھنے ضرور ہین۔ مثلاً فرماتے تھے کہ

یہان وہان۔ برہ زن جان نہو۔ بروزن جہان ہو۔ لیکن تعجب یہہ ہے کہ شیخ صاحب اور خواجہ صاحب کوئی اسکے پابند نہ تھے۔

پہ ..... اور پر ..... پہ کو۔ وجوبًا اختیار کیا۔

رکھا رکھا مین رکھا ایضًا

تلک اور تک مین تک ایضًا

بٹھانا پہنانا مین بٹھانا۔ پہنانا۔ ایضًا

کبھو اور کبھی مین کبھی ایضًا

ایجاد۔ اور کلام۔ مذکر ..... بعض مؤنث کہتے ہین۔

نمو۔ یعنے بڑھنا۔ مذکر .....

طرز۔ مؤنث مذکر بولتے ہین

صلح ہوگئی صلح ہوگئی

اسباب مین اسباب مین۔ مدت سے دلی مین یہ بولتی تھی۔ اب بولنی

آئی ہی جاتی ہی کی جگہہ آتا ہی جاتا ہے۔ اب دلی والی بھی یہی کہنے لگے

صورت ہے جیسے چودھوین کا چاند۔ جانے چودھوین کا چاند ہے۔ فسانۂ عجائب مین

شعلہ۔ وعدہ وغیرہ کو دریا اور صحرا کا قافیہ نہین باندھتے۔

پونچھتا اشک اگر گوشۂ دامان ہوتا
چاک کرتا مین جنون مین جو گریبان ہوتا

مال ملتا جو فلک سے ضرر جان ہوتا
سر نہ ہوتا۔ جو میسر مجھے سامان ہوتا

منہہ کو دامن سے چھپا کر جو وہ رقصان ہوتا
شعلۂ حسن۔ چراغ تہ دامان ہوتا

اُسترا منہہ پہ جو پھرنے نہین دیتا ہے بجا
محو دیندار سے کیونکر خط قرآن ہوتا

اپنے ہونٹون سے جو اکبار لگا لیتا وہ
ہے یقین ساغر می چشمۂ حیوان ہوتا

نازک ایسا ہے وہ کافر۔ رہین ہوتا بدمست
گذر اُسکا جو کبھی زیر مغیلان ہوتا

سنگ چقماق بھی بنتا تو مرا ضبط یہہ ہے
نہ مری قبر کا پتھر شرر افشان ہوتا

ہون وہ وحشی کہ اگر دشت مین پہرتا شبکو
آگے مشعلیے وہین غولِ بیابان ہوتا

نکہت کاکلِ پیچان سے جو دیتے تشبیہہ
عطرِ مجموعے کا ہر جزو پریشان ہوتا

کی مکافاتِ شبِ وصل خدا نے ورنہ
کس لئے مجھپہ عذابِ شبِ ہجران ہوتا

اپنی صورت کا وہ دیوانہ نہوتا تو کیون
پاؤن مین سلسلۂ گیسوے پیچان ہوتا

ایکدم یار کو بوسون سے نہ ملتی فرصت
گرد ہین دیدۂ عالم سے نہ پنہان ہوتا

کسکے پریان؟ شہِ جنات کو بہی آٹہہ پہر
ہے یہہ حسرت کہ سگِ کوچۂ جانان ہوتا

خون رولاتا وہین ناسور بنا کر گردن
زخم بہی گر مری تن پر کبہی خندان ہوتا

آ اجل ایکدن آخر تجھے آنا ہے ولے
آج آتی شبِ فرقت مین تو احسان ہوتا

کون ہے جو نہین مرتا ہے تری قامت پر
کیون نہ ہر سرو چمن قالبِ بیجان ہوتا

کیا قوی ہے یہہ دلیل اُسکی پریزادی کی
ربط انسان سے کرتا جو وہ انسان ہوتا

آ بتو ہوتی اگر مہر و محبت تم مین
کوئی کافر بہی نہ واللہ مسلمان ہوتا

حسرتِ دل نہین دیتا ہے نکلنے ناسخ
ہاتہہ شل ہوتے میسّر جو گریبان ہوتا

دمِ بلبلِ اسیر کا تن سے نکل گیا
جہونکا نسیم کا جو ہین سن سے نکل گیا

لایا وہ ساتہہ غیر کو میرے جنازہ پر
شعلہ سا ایک جیبِ کفن سے نکل گیا

ساقی بغیر شب جو پیا آبِ آتشین
شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا

آبکے بہار مین یہہ ہوا جوش ای جنون
سارا لہو ہمارے بدن سے نکل گیا

اُس رشکِ گل کی جاتے ہی بس آگئی خزان
ہر گل بہی ساتہہ بو کے چمن سے نکل گیا

اہلِ زمین نے کیا ستم تو کیا کوئی؟
نالہ جو آسمانِ کہن سے نکل گیا

سن سان مثلِ وادیِ غربت ہے لکہنؤ
شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

واعظا مسجد سے اب جاتی ہین میخانے کو ہم
پہینک کر ظرفِ وضو لیتے ہین پیمانے کو ہم

کیا مگس بیٹھی بہلا اُس شعلہ رو کے جسم پر
اپنے داغونسے جلا دیتے ہیں پروانے کو ہم

تیرے آگے کہتے ہین گُل کہولکر بازو ہی برگ
گلشنِ عالم سے ہین تیار اُڑ جانے کو ہم

کون کرتا ہے بتونکے آگے سجدہ زاہدا
سر کو دے دے مار کر توڑینگے بتخانے کو ہم

جب غزالونکے نظر آجاتے ہین چشم سیاہ
دشت مین کرتے ہین یاد اپنے سیہ خانے کو ہم

بوسۂ خالِ زنخدان سے شفا ہوگی ہمین
کیا کرینگے اے طبیب اس تیرے بہدانے کو ہم

باندہتے ہین اپنے دل مین زلفِ جانانکا خیال
اسطرح زنجیر پہناتے ہین دیوانے کو ہم

پنجۂ وحشت سے ہوتا ہے گریبان تار تار
دیکھتے ہین کاکلِ جانان مین جب شانے کو ہم

عقل کہو دی تہی جو اے ناسخ جنونِ عشق نے
آشنا سمجھا کیے اِک عمر بیگانے کو ہم

چوٹ دلکو جو لگے آہِ رسا پیدا ہو
صدمہ شیشہ کو جو پہنچے تو صدا پیدا ہو

کشتۂ تیغِ جدائی ہون یقین ہے مجکو
عضو سے عضو قیامت کو جدا پیدا ہو

ہم ہین بیمارِ محبت یہہ دعا مانگتے ہین
مثلِ اکسیر نہ دنیا مین دوا پیدا ہو

کہہ رہا ہے جرسِ قلب باوازِ بلند
گم ہو رہبر تو ابہی راہِ خدا پیدا ہو

کسکو پہنچا نہین اے جان ترا نیضِ قدم
سنگ پر کیون نہ نشانِ کفِ پا پیدا ہو

بلگیا خاک مین پس پس کے حسینونپہ زمین
قبر پر بو مین کوئی چیز حنا پیدا ہو

اشک تہم جائین جو فرقت مین تو آہین نکلین
خشک ہو جائے جو پانی تو ہوا پیدا ہو

یان کچہہ اسباب کی ہم بندی ہی محتاج نہین
نہ زبان ہو تو کہان نامِ خدا پیدا ہو

گل تجہے دیکھکے گلشن مین کہین عمر دراز
شاخ کے بدلے دہن مین دستِ دعا پیدا ہو

بوسہ مانگا جو دہن کا تو وہ کیا کہنے لگے
تو بہی مانندِ دہن اب کہین نا پیدا ہو

نہ سر زلف ہلال بے درازی تیری
رشتۂ طول امل کا بھی سرا پیدا ہو

کسطرح سچ ہے نہ خورشید کو رجعت ہو جائے
تجھسا آفاق مین جب ماہ لقا پیدا ہو

ابھی خورشید جو چھپ جائے تو ذرات کہان
تو ہی پنہان ہو تو پھر کون بھلا پیدا ہو

کیا مبارک ہے مرا دشت جنون اے ناسخ
بیضۂ بوم بھی ٹوٹے تو ہما پیدا ہو

جو اُس پری سے شب وصل مین کاوٹ ہو
مجھے بھی ایک جنازہ ہو یا چھپر کھٹ ہو

محال خواب لحد سے ہے گرچہ بیداری
مین چونک اٹھون اگر اُسکی قدم کی آہٹ ہو

نہ میرے پاؤن ہون زنجیر کبھی شاکی
جو اُسکے کاکل پیچان کی ہاتھ مین لٹ ہو

کبھو رنگ ہے مستی کا میرے ہونٹھ مین لال
ملین جو دونون تو پیدا نہ کیون اوداہٹ ہو

مجال کیا کہ ترے گھر مین پاؤن مین رکھون
یہہ آرزو ہے میرا سر ہو تیری چوکھٹ ہو

ہجوم رکھتے ہین جانبازیون تیرے آگے
جو اریونکا دوالی کو جیسی جگھٹ ہو

لپٹ کے یار سے سوتا ہون مانگتا ہون دعا
تمام عمر بسر یارب ایک کروٹ ہو

نسیم آہ کے جھونکے سے کھولدون دم مین
بھڑا ہوا ترے دروازے کا اگر پٹ ہو

جلاؤ غیرون کو مجھسے جو گر میان کرکے
تمہارے کوچے مین تیار ایک مرگھٹ ہو

نہ لگ چلون مین یہی ہے دلمین ٹھانی ہے
ترے طرف سے ہزار اے پری لگاوٹ ہو

وہ منہہ چھپاتی ہین جب تک حجاب سے شب وصل
عذار صبح سے شب کا نہ دور گھونگھٹ ہو

ترے بلائین مرے طرح وہ بھی لیتا ہے
نہ کیونکر آگ مین اسپند کی یہ چٹ چٹ ہو

مین جان بلب ہون گلا کاٹو یا گلیسے لگو
جو اسمین آپکو منظور ہو سو جھٹ پٹ ہو

کرے وہ ذکر خدا اے صنم بھلا کس وقت
جسے کہ آٹھ پہر تیرے نام کی رٹ ہو

جو دل کو دیتے ہو ناسخ تو کچھ سمجھ کر دو

کہین یہ ہفت مین دیکھو نہ مال تلپٹ ہو

خاک مین ملجائے ایسا اکھاڑا چاہیئے
لڑکے کشتی دیو ہستی کو پچھاڑا چاہیئے

وہ سہی قد کرکے ورزش خوب دو دو پیر چڑھا
کہہ رہا ہے سرو کو جڑ سے اکھاڑا چاہیئے

کیون نہ روئین پھوٹ کر ہم قصر جانانکی تلے
دیدۂ تر اپنے دریا مین کڑاڑا چاہیئے

اور تختونکی ہماری قبر مین حاجت نہین
خانۂ محبوب کا کوئی کواڑا[۲۵] چاہیئے

ہے شب مہتاب وقت مین تقاضائے جنون
چادر محبوب کو بھی آج پھاڑا چاہیئے

انتہائے لاغری سے جب نظر آیا نہ مین
ہنسکے وہ کہنے لگے بستر کو جھاڑا چاہیئے

کر چکی ہے تیری رفتار ایک عالم کو خراب
شہر خاموشون کو بھی چلکر اجاڑا چاہیئے

منہہ بنائے کیون ہی قاتل ہاتھ مین تیغ نگاہ
باغ مین ہنستے ہین گل تو منہہ بگاڑا چاہیئے

کوئی سیدھی بات صاحب کی نظر آتی نہین
آپکے پوشاک کو کپڑا ہی آڑا چاہیئے

تنگ اس وحشت کدہ مین ہمنفسین یہ جوش جنون
عرش کے سقف محدب کو لتاڑا چاہیئے

آنسوؤنسے ہجر مین برسات رکھئے سال بھر
ہمکو گرمی چاہیئے ہرگز نہ جاڑا چاہیئے

آج اس محبوب کے دل کو مسخر کیجیے
عرش اعظم پر نشان نالہ کا گاڑا چاہیئے

مرگیا ہون حسرت نظارۂ ابرو مین مین
عین کعبہ مین مرے لاشہ کو گاڑا چاہیئے

محتسب کو ہوگیا آسیب جو توڑا ہے خم
جو تیون سے میکشو جن آج جھاڑا چاہیئے

جلد رنگ اے دیدۂ خونبار اب تار نگاہ
ہے محرم اس پری پیکر کو ناڑا چاہیئے

لڑتے ہین پریونسے کشتی پہلوان عشق مین
ہمکو ناسخ راجہ اندر کا اکھاڑا چاہیئے

---

۲۵ دلی والے کواڑ کہتے ہین

میر حسن خلیق

میر حسن کے صاحبزادے۔ حسنِ اخلاق اور اوصاف کی بزرگی مین بزرگون کے فرزند رشید تھے۔ متانت۔ سلامت روی۔ اور مسکینی اُنکی سیادت کے لئے محضر شہادت دیتے تھے۔ فیض آباد اور لکھنو مین تعلیم و تربیت پائی تھی۔ ۱۶ برس کی عمر سے مشقِ سخن شروع کی اور خلقِ حسن کی مناسبت سے خلیق تخلص اختیار کیا۔ ابتدا مین غزلین بہت کہتے تھے اور والدِ بزرگوار سے اصلاح لیتے تھے۔ جب شیخ مصحفی لکھنو مین پہنچے تو میر حسن اُن دنون مین بدرِ منیر لکھ رہے تھے اور میر خلیق کی آمد کا یہہ عالم کہ مارے غزلون کے دم نہ لینے دیتے تھے شفیق باپکو اپنے فکر فرصت نہ دیتے تھے۔ بیٹے کو ساتھ لیگئے اپنی کم فرصتی کا حال بیان کیا اور اصلاح کے لئے شیخ موصوف کے سپرد کر دیا۔ ہونہار جوان کی جوان طبیعت نے رنگ نکالا تھا کہ قدر دانی نے اُسکا ہاتھ پکڑا اور نیشاپوری خاندان مین ۲۵ روپیہ مہینے کا نوکر رکھوا دیا۔ انہی دنون مین مرزا تقی ترقی نے چاہا کہ فیض آباد مین شعر و سخن کا چرچا ہو۔ مشاعرہ قایم کیا اور خواجہ حیدر علی آتش کو لکھنو سے بُلایا۔ تجویز یہہ تھی کہ اُنہین وہین رکھین۔ پہلے ہی جلسہ مین جو میر خلیق نے غزل پڑھی اُسکا مطلع تھا۔

رشکِ آئینہ ہے اُس رشکِ قمر کا پہلو	صاف اِدھر سے نظر آتا ہے اُدھر کا پہلو

آتش نے اپنی غزل پھاڑ ڈالی اور کہا کہ جب ایسا شخص یہان موجود ہے تو میری کیا ضرورت ہے۔

میر خلیق نازک خیالیون مین ذہن لڑا رہے تھے کہ باپ کی موت نے شیشہ پتھر پر مارا عیال کا بوجھ پہاڑ ہو کر سر پر گرا آمد کے چشمے خاکریز کر دیئے۔ مگر ہمت کی پیشانی

۲۵ مرزا تقی ترقی خاندان مذکور مین ایک عالی ہمت امیر تھے۔ اور سرکار اودھ مین جاگیردار تھے۔

پر ذرا بل نہ آیا۔ اکثر فیض آباد مین رہتے تہے۔ لکہنو آتے تہے تو پیر بخارا مین ٹہیرا کرتے تہے۔ پُر گوئی کا یہہ حال تہا کہ مثلاً ایک لڑکا آیا۔ اُسنے کہا میر صاحب آپہونچا میلہ ہے ہم جائینگے۔ ایک غزل کہدیجئے۔ اچہا بہئی کہدینگے۔ میر صاحب! میلہ تو کل ہے۔ ہم کل جائینگے۔ آبہی کہدیجئے۔ اُسیوقت غزل لکہدی۔ اُسنے کہا یاد بہی کروا دیجئے۔ میر صاحب اُسے یاد کروا رہے ہین۔ اُن دنون مین غزلین بکا کرتی تہین۔ میان مصحفی تک اپنا کلام بیچتے تہے۔ یہہ بہی غزلین کہکر فروخت کرتے تہے۔

ایک دن ایک خریدار آیا اور اپنا تخلص ڈلوا کر شیخ ناسخ کے پاس پہنچا کہ اصلاح دیدیجئے شیخ صاحب نے غزل کو پڑہکر اُسکی طرف دیکہا اور بگڑ کر کہا۔ ابے تیرا منہہ ہے جو یہہ غزل کہیگا۔ ہم زبان پہچانتے ہین۔ یہہ وہی پیر بخارا والا ہے۔

میر خلیق صاحب دیوان تہے مگر اُسے رواج نہین دیا۔ نقد سخن اور سرمایہ معنا مین جو بزرگون سے ورثہ پہنچا تہا۔ اُسے زادِ آخرت مین صرف کیا اور ہمیشہ مرثیے کہتے رہے۔ اُسیمین نام اور زمانہ کا کام چلتا رہا۔ آپ ہی کہتے تہے اور آپ ہی مجلسون مین پڑہتے تہے۔ قدردان آنکہون سے لگا لگا کر لیجاتے تہے۔

سید انشا دریاے لطافت مین جہان شرفاے دہلی کے رسوم و رواج بیان کرتے ہین وہان کہتے ہین کہ مرثیہ خوانی کے پیشہ کو لوگ کم نظر سے دیکہتے ہین اور غور سے دیکہو تو اب بہی یہی حال ہے۔ مرثیہ گوئی کی یہہ صورت رہی کہ سودا اور میر کے زمانہ مین میان سکندر میان گدا میان مسکین۔ افسردہ وغیرہ مرثیے ہی کہتے تہے۔ تصنیفات مذکورہ کو دیکہو تو فقط تبرک ہین کیونکہ اُن بزرگون کو نظم مذکور سے فقط گریہ و بکا اور حصولِ ثواب مقصود تہا۔ اور اسمین شک نہین کہ وہ نیک نیت لوگ حسنِ تاثیر سے اپنے مقصد مین کامیاب تہے۔ شاعری اور صنایع انشا پردازی سے کچہہ غرض نہ تہی

میر خلیق اور اُس عہد کے چند اور اشخاص تھے جنہون نے کدورتہاے مذکورہ کو دہو کر
بہی ایسا چمکا دیا کہ جس نظر سے اساتذۂ شعرا کے کلام دیکھے جاتے تہے - اُسی نظر سے
اُنہین بہی دیکھنے لگے - اور پہلے مرثئے سوز مین پڑہے جاتے تہے - پہر تختِ لفظ
بننے لگے -

مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کے میدان مین جو ہوا بدلی وہ میر خلیق کے زمانہ سے بدلی
پہلے اکثر مرثئے چوّ مصرع ہوتے تہے - ہر چار مصرع کے بعد قافیہ - وہ انداز موقوف ہوا
اب سلام غزل کے انداز مین - اور مرثیہ کے لئے مسدس کا طریقہ آئین ہوگیا - وہ
وزا اور تختِ لفظ دونو طرح پڑہا جاتا تہا - اور جو کچہہ غزل مستزاد کے اسلوب پر
کہتے تہے وہ نوحہ کہلاتا تہا - اُسے سوز ہی مین پڑہتے تہے - اور یہی طریقہ اب تک
جاری ہے - میر موصوف اور اُنکے بعض ہم عہد جو سلام یا مرثئے وغیرہ کہتے تہے -
انہین مصائب اور ماجراے شہادت - ساتھ اُسکے فضایل اور معجزات کی روائتین اس
سلاست اور سادگی اور صفائی کے ساتھ نظم کرتے تہے کہ واقعات کی صورت - سامنے
تصویر ہو جاتی تہی اور دلکا درد آنکہونسے آنسو ہو کر ٹپک پڑتا تہا -

اس زمانہ مین میر ضمیر ایک مرثیہ گو اور مرثیہ خوان تہے کہ طبع شعر کے ساتھ
عربی فارسی وغیرہ علوم رسمی مین استعداد کامل رکہتے تہے - اور نہایت متقی و پرہیزگار
شخص تہے - تعجب یہہ ہے کہ ساتھ اسکے طبیعت مین شوخی اور ظرافت بہی اتنی رکہتے تہے
گویا سودا کی روح نے حلول کیا - انہون نے بہی اپنی دنیا کو آخرت کے ہاتھہ بیچ ڈالا تہا
اور غزل وغیرہ سے دست بردار ہوگئے تہے - لوگون نے ان دونو بزرگون کو نقطہ
مقابل کرکے تعریفین شروع کردین - طبیعتین ایکدوسرے کی چوٹ پر زور آزمائی کرکے
نئے نئے ایجاد پیدا کرنے لگین -

اسوقت تک مرثیہ ۳۰ سے ۴۵ صد دو بند تک ہوتا تہا۔ میر ضمیر مرحوم نے ایک مرثیہ لکہا۔ ع۔ کس نور کی مجلس مین مری جلوہ گری ہے۔ اسمین شاہزادہ علی اکبر کی شہادت کا بیان ہے۔ پہلے ایک تمہید سے مرثیہ کا چہرہ باندہا۔ پہر سراپا لکہا پہر میدان جنگ کا نقشہ دکہایا۔ اور بیان شہادت پر خاتمہ کر دیا۔ چونکہ نیلا ایجاد تہا اسلئے تعریف کی آوازین دور دور تک پہنچین۔ تمام شہر مین شہرہ ہوگیا۔ اور اطراف سے طلب مین فرمائشین آئین۔ یہ ایجاد مرثیہ گوئی کے عالم مین ایک انقلاب تہا کہ پہلی روش متروک ہوگئی۔ باوجودیکہ انہون نے مقطع مین کہدیا تہا۔

دس مین کہون سنو مین کہون یہ درد ہے میرا	اس طرز مین جو کہوے سو شاگرد ہے میرا

پہر بہی سب اسکی پیروی کرنے لگے۔ یہانتک کہ پہلے امانت نے۔ پہر اور شاعرون نے واسوخت مین سراپا کو داخل کیا۔

عہد مذکور مین چار مرثیہ گو نامی تہے۔ میر ضمیر۔ میر خلیق۔ شیبان دلگیر۔ میان فصیح۔ میان دلگیر کی زبان مین لکنت تہی اسلئے مرثیہ خوانی نہ کرتے تہے۔ تصنیف مین بہی انہون نے مرثیت کے دایرہ سے قدم نہین بڑہایا مرزا فصیح۔ حج و زیارات کو گئے اور وہین سکونت پذیر ہوئے۔ میر ضمیر اور میر خلیق کے لئے میدان خالی رہا کہ جولانیان دکہائین۔ دنیا کے تماشائی جنہین تیز طبیعتون کے لڑنے مین مزا آتا ہے دونون استادون کو تعریفین کرکے لڑاتے تہے اور دل بہلاتے تہے۔ اور اسسے انکے ذہن کو کمال کی ورزش اور اپنے دلونکو چاشنی ذوق کی لذت دیتے تہے۔

اظہار کمال مین دونو استادونکی رفتار الگ الگ تہی۔ کیونکہ میر ضمیر استعداد علمی اور زور طبع کے بازو سے بہت بلند۔ پرواز کرتے تہے اور پورے اترتے تہے میر خلیق مرثیت کے کوچہ سے اتفاقاً ہی قدم آگے بڑہاتے تہے۔ وہ مضمون آفرینی کی ہوس

ف میان دلگیر شیخ ناسخ کے شاگرد تہے۔ مرزا فصیح میان دلگیر سے اور شیخ ناسخ سے اصلاح لیتے تہے۔

کم کرتے تہے اور ہمیشہ محاورہ اور لطفِ زبان کو خیالات درد انگیز کے ساتھ ترکیب دیکر مطلب حاصل کرتے تہے - اور یہہ جوہر اس آئینہ کا کافی اور خاندانی وصف تہا - انکا کلام بہ نسبت سبحان اللہ - واہ واہ کے نالہ و آہ کا زیادہ طلبگار رہتا - لڑنے والے ہر وقت اپنے کام مین مصروف تہے مگر دونو صاحب - اخلاق اور سلامت روی کے قانون دان تہے - کبہی ایک جلسہ مین جمع نہوتے تہے -

آخر ایک شوقین نیک نیت نے روپیہ کے زور اور حکمتِ عملی کی مدد سے قانون کو توڑا وہ بہی فقط ایک دفعہ - صورت یہہ کہ نواب شرف الدولہ مرحوم نے اپنے مکان پر مجلس قرار دیکر سب خاص و عام کو اطلاع دی - اور مجلس سے ایک دن پہلے میر ضمیر مرحوم کے مکان پر گئے - گفتگوے معمولی کے بعد پانسو روپیہ کا توڑہ سامنے رکہدیا اور کہا کہ کل مجلس ہے مرثیہ آپ پڑہیئے گا" - بعد اسکے میر خلیق کے ہان گئے اُنسے بہی وہی مضمون ادا کیا - اور ایک کو دوسرے کے حال سے آگاہ نہ کیا - لکہنو شہر! روزِ معین پر ہزار در ہزار آدمی جمع ہوئے - ایک بجے کے بعد میر ضمیر ممبر پر تشریف لیگئے اور مرثیہ پڑہنا شروع کیا - اُنکا پڑہنا سبحان اللہ - مرثیہ نظم - اور اوسپر نثر کے حاشئے - کبہی رُلاتے تہے - اور کبہی تحسین و آفرین کا غل مچواتے تہے کہ میر خلیق بہی پہنچے - اور حالت موجودہ کو دیکہکر حیران رہگئے - اور دلمین کہا کہ آجکی شرم بہی خدا کے ہاتہہ ہے - میر ضمیر نے جب انہین دیکہا تو زیادہ پہیلے اور مرثیہ کو اتنا طول دیا کہ آنکہونمین آنسو اور لبونمین تحسین بلکہ وقت مین گنجایش بہی نہ چہوڑی - آفتاب یون ہی سا جہلکتا رہگیا -

وہ ابہی ممبر سے اُترے ہی تہے کہ چوبدار انکے پاس آیا اور کہا کہ نواب صاحب فرماتے ہین - آپ بہی حاضرین کو داخلِ حسنات فرمائین - اسوقت انکے طرفداردن کی

بالکل صلاح نہ تہی مگر یہہ توکل بخدا اُٹہہ کہڑے ہوئے اور ممبر پر جاکر بیٹہے - چند ساعت توقف کیا - آنکہین بند خاموش بیٹہے رہے - انکی گوری رنگت - جسم نحیف و ناتوان نہین معلوم ہوتا تہا کہ بدن مین لہو کی بوند ہے یا نہین - جب انہون نے رباعی پڑہی تو اہلِ مجلس کو پوری آواز ہی نہین سنائی دی - چند مرثیے کے بند ہی اس حالت مین گذر گئے - دفعتہً باکمال نے رنگ بدلا - اور اُسکے ساتہہ ہی محفل کا بہی رنگ بدلا - آہونکا دہوان ابر کیطرح چہا گیا - اور نالہ و زاری نے آنسو برسانے شروع کئے - ۱۵ - ۲۰ بند پڑہے تہے کہ ایک کو دوسرے کا ہوش نرہا - ۲۵ یا ۳۰ بند پڑہکر اُتر آئے - اہلِ مجلس اکثر ایسی حالت مین تہے کہ جب آنکہہ اُٹہا کر دیکہا تو ممبر خالی تہا - نہ معلوم ہوا کہ میر **خلیق** صاحب کسوقت ممبر سے اُتر آئے - دونوکے کمال پر صلا ہوا - اور طرفین کے طرفدار سُرخرو گہرونکو پہرے -

روایت مندرجہ بالا میر مہدی حسن فراغ کی زبانی سنی تہی - لیکن میر علی حسن اشک تخلص کہ میر عماد خوشنویس کی اولاد مین ہین - خود ناسخ کے شاگرد اور صاحب دیوان ہین - اُنکے والد عبقی تخلص فقط مرثیہ کہتے تہے اور میان دلگیر کے شاگرد تہے - میر اشک اب بہی حیدرآباد مین بزمرۂ منصبداران ملازم ہین - اُنکی زبانی مولوی شریف حسین خان صاحب نے بیان کیا کہ لکہنو مین ایک غریب خوش اعتقاد عشر بڑے شوق سے مجلس کیا کرتا تہا - اور اسی رعایت سے ہر ایک نامی مرثیہ خوان اور لکہنو کے خاص و عام اُسکے ہان حاضر ہوتے تہے - یہہ معرکہ اسکے مکان پر ہوا تہا اور میر ضمیر کے اشارے سے ہوا تہا - میر اشک فرماتے تہے کہ میر خلیق نے اپنے والد کے بعد چند روز بہت سختی سے زندگی بسر کی - عیال فیض آباد مین تہے - آصف الدولہ لکہنو مین رہنے لگے - اُنکے سبب سے تمام امرا یہین رہنے لگے - میر صوصوف لکہنو مین آتے تہے - سال بہر مین تین چار سو روپے حاصل کرکے لیجاتے تہے اور پرورش عیال مین صرف کرتے تہے - صورتِ حال یہہ تہی کہ مرثیونکا جزدان

بغل مین لیا اور لکھنو چلے آئے - یہان ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت خالی پڑی رہتی تھی
اسمین آکر اُترتے تھے - ایک دفعہ وہ آئے - بستر رکھکر آگ سلگائی تھی - آٹا گوندھ
رہے تھے کہ شخص مذکور ہاتھ جوڑکر سامنے آکھڑا ہوا اور کہا کہ حضور! مجلس تیار ہے
میری خوش نصیبی سے آپکا تشریف لانا ہوا ہے - چلکر مرثیہ پڑھ دیجئے - یہ سنکر
اُٹھ کھڑے ہوئے - اور ہاتھ دھو جزدان لے اُسکے ساتھ ہوئے وہان جاکر
دیکھین تو میر ضمیر ممبر پر بیٹھے ہوئے ہین - وہین یہہ معرکہ واقع ہوا اور اُسی دن
سے میر خلیق نے مرثیہ خوانی مین شہرت پائی -

میر خلیق کے کلام کا انداز اور خوبی محاورہ اور لطف زبان - یہی سمجھ لو جو آج میر انیس
کے مرثیون مین دیکھتے ہو - فرق اتنا ہے کہ اُنکے ہان مرثیت اور صورت حال کا بیان
درد انگیز تھا - انکے مرثیون مین تمہید مین اور سامان اور سخن پردازی بہت بڑھی
ہوئی ہے -

اُنکے ادائے کلام اور پڑھنے کی خوبی دیکھنے اور سُننے کے قابل تھی - اعضا کی حرکت سے
بالکل کام نہ لیتے تھے فقط نشست کا انداز - اور آنکھ کی گردش تھی - اُسمین سب کچھ
ختم کر دیتے تھے - میر انیس مرحوم کو بھی سینے پڑھتے ہوئے دیکھا - کہین اتفاقاً ہی ہاتھ
اُٹھ جاتا تھا - یا گردن کی ایک جنبش - یا آنکھ کی گردش تھی کہ کام کر جاتی تھی ورنہ
کلام ہی سارے مطالب کے حق پورے پورے ادا کر دیتا تھا -

میر خلیق نے اپنے بڑھاپے کے سبب سے اخیر عمر مین مرثیہ پڑھنا چھوڑ دیا تھا - شعرا
شاگردان الٰہی ہین - انکی طبیعت مین غیرت اور جوش اور ولولے بہت درجہ زیادہ
بلند ہوتا ہے - میر انیس کی مرثیہ خوانی مشرق ممبر سے طلوع ہونے لگی تھی - جب کوئی
آکر تعریف کرتا کہ آج فلان مجلس مین کیا خوب پڑھتے ہین! یا فلان نواب کے ہان تمام
مجلس کو لُٹا دیا - تو اُنہین خوش نہ آتا تھا - کئی دفعہ ایسا ہوا کہ اُسی عالم ناتوانی مین

ممبر پر جا بیٹھے اور مرثیہ پڑھا۔ اُسکے مطلب یہ تھا کہ اس گئی گذری حالت مین بھی ہمین درماندہ نہ سمجھنا۔

میر خلیق صاحب نے پیرانہ سالی کی تکلیف اُٹھا کر دنیا سے انتقال کیا۔ مین اُنکو نوخورد سال تھا مگر اچھی طرح یاد ہے جب اُنکا کلام دلّی مین پہنچا۔ وہ سالِ اخیر کی تصنیف تھا۔ **مطلع**۔

مجرائی طبع گذرے ہے۔ لطفِ بیان گیا	دندان گئے کہ جوہرِ تیغِ زبان گیا

ایک دو شعر ضعف پیری کی شکایت مین اور بھی تھے اور مقطع تھا۔

گذری بہارِ عمر **خلیق** اب کہینگے سب	باغ جہان سے بلبلِ ہندوستان گیا

اخیر عمر مین ضعف کے سبب سے مرثیہ نہ پڑھتے تھے لیکن قدرتی شاعر کی زبان کب رہتی ہے۔ بی بی کے مرنے نے گھر کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ ۳ صاحبزادے تھے۔ انیس مونس۔ اُنس۔ میر خلیق ہمیشہ دورہ مین رہتے تھے۔ ۱۰۔ ۱۰۔ ۱۵۔ ۱۵۔ دن ہر ایک کے ہان بسر کر دیتے تھے۔ کہین جاتے آتے بھی نہ تھے۔ پلنگ پر بیٹھے رہتے تھے۔ اور لکھے جاتے تھے۔ کوئی شگفتہ زمین خیال مین آئی۔ اُسمین سلام کہنے لگے دل لگ گیا تو پورا کیا۔ نہین تو چند شعر کہے اور چھوڑ دیئے۔ کوئی تمہید سوجھی مرثیہ کا چہرہ باندھا۔ جتنا ہوا اُتنا ہوا۔ جو رہگیا۔ رہگیا۔ کوئی روایت نظم کرنی شروع کر دی۔ گھوڑے کا مضمون خیال مین آیا۔ وہی کہتے چلے گئے۔ کبھی طبیعت لڑ گئی تلوار کی تعریف کرنے لگے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہہ بھی قاعدہ تھا کہ جو کچھ جسکے گھر مین کہتے تھے۔ وہ اُسی کے گھر مین چھوڑ کر چلے آتے تھے۔ یہہ سرمایہ میر اُنس کے پاس سب سے زیادہ رہا کہ اُنکے گھر مین زیادہ رہتے تھے کیونکہ اُنکی بی بی کھانون اور آرام آسایش کے سامانون سے اپنے ضعیف العمر بزرگ کو بہت اچھی طرح رکھتی تھین۔

اُنکی بلکہ اُنکے گہرانے کی زبان محاورہ کے لحاظ سے سب کے نزدیک سند ہی تہی شیخ ناسخ کی منصفی اور حق پرستی پر رحمت و آفرین کے سہرے چڑہائیے۔ اپنے شاگردون کو کہا کرتے تہے کہ بہئی زبان سیکہنی ہے تو میر خلیق کے ہان جایا کرو۔ اور اسکے علاوہ بہی اُنکے کمال کو فروغ دیتے رہتے تہے۔ اور کہا کرتے تہے کہ تینون بیٹے ہونہار ہین۔ دیکہنا خوب ہونگے میر خلیق محاورے کے اسقدر پابند تہے کہ انکے محضر کمال پر بجائے مُہر کے بعض لوگون نے کم علمی کا داغ لگایا۔ انہون نے شاہزادہ علی اصغر کے حال مین ایک جگہ لکہا کہ عالم بے آبی مین پیاس کی شدت سے غش آگیا۔ آنکہہ کہولی تو مادر مقدسہ نے ع لیلاف پڑہی اور اُسے دودہ پلایا۔ حریف آٹہہ پہر تاک مین تہے۔ کسی نے یہہ مصرع ناسخ کے سامنے جاکر پڑہا۔ اُنہون نے کہا کہ نہین۔ یون کہا ہوگا ع پڑہ پڑہ کے لایلاف اُسے دودہ پلایا۔

میر انیس مرحوم فرماتے تہے کہ والد میرے گہر مین تشریف رکہتے تہے۔ مین ایک مرثیہ مین وہ روایت نظم کر رہا تہا کہ جناب امام حسین ع عالم طفولیت مین سواری کے لئے ضد کر رہے تہے۔ جناب آنحضرت ص تشریف لائے اور فرط شفقت سے خود جہک گئے کہ آؤ سوار ہو جاؤ تاکہ پیارے نواسے کا دل آزردہ نہو۔ اس موقع پر مہذب کا دوسرا مصرع کہہ لیا تہا۔ ع اچہا سوار ہو جیئے ہم اونٹ بنتے ہین۔ پہلے مصرع کے لئے اُلٹ پلٹ کرتا تہا۔ جیسا کہ دل چاہتا تہا ویسا برجستہ نہ بیٹہتا تہا۔ والد نے مجہے غور مین غرق دیکہکر پوچہا۔ کیا سوچ رہے ہو؟ مینے مضمون بیان کیا۔ اور جو مصرع خیال مین آئے تہے۔ پڑہے۔ فرمایا یہہ مصرع لگا دو (ذرا زبان کی لطافت کو تو دیکہو)

جب آپ روٹہتے ہین تو مشکل سے مُنتے ہین	اچہا سوار ہو جیئے ہم اونٹ بنتے ہین

افسوس کہ انکی کوئی پوری غزل ہاتہہ نہ آئی۔ دو شعر یاد ہین وہی لکہہ دیتا ہون۔

اتنک جو چشم خون فشانسے گرا	تہا ستارا کہ آسمان سے گرا
ہنس دیا یار نے جو رات خلیق	کہا کے ٹہوکر اُس آستانسے گرا

خواجہ حیدر علی آتش

آتش تخلص خواجہ حیدر علی نام۔ باپ دلی کے رہنے والے تہے۔ لکھنؤ مین جاکر سکونت اختیار کی۔ خواجہ زادونکا خاندان تہا جسمین مسند فقر بہی قایم تہی۔ اور سلسلہ پیری مریدی کا بہی تہا۔ مگر شاعری اختیار کی اور خاندانی طریقہ کو سلام کرکے اُسمین سے فقط آزادی و بے پروائی کو رفاقت مین لے لیا مصحفی کے شاگرد تہے۔ اور حق یہہ ہے کہ انکی آتش بیانی نے اُستاد کے نام کو روشن کیا۔ بلکہ کلام کی گرمی اور چمک کی دمک نے اُستاد شاگرد کے کلام مین اندہیرے اُجالے کا امتیاز دکہایا۔ خواجہ صاحب کی ابتدائے عمر تہی اور استعداد علمی تکمیل کو نہ پہنچی تہی کہ طبیعت شاعرون مین کمال دکہانے لگی۔ اُسوقت دوستون کی تاکید سے درسی کتابین دیکہین باوجود اسکے عربی مین کافیہ کو کافی سمجہکر آگے پڑہنا فضول سمجہا۔ مشق سے کلام کو قوت دیتے رہے۔ یہانتک کہ اپنے زمانہ مین مسلّم الثبوت اُستاد ہوگئے۔ اور سینکڑون شاگرد اُنکی تربیت مین پرورش پاکر اُستاد کہلائے۔

چہریرا بدن کشیدہ قامت۔ سیدہے سادے بہولے بہالے آدمی تہے۔ سپاہیانہ رندانہ۔ اور آزادانہ وضع رکہتے تہے اور اسلئے کہ خاندان کا تمغا بہی قایم رہے کچہہ رنگ فقیری کا بہی تہا۔ ساتہہ اسکے بڑہاپے تک تلوار باندھکر سپاہیانہ بانکپن کو بہی نباہے جاتے تہے۔ سر پر ایک زلف اور کبہی حیدری جُتّا کہ یہہ بہی محمد شاہی بانکون کا سکّہ ہے اسی مین ایک طُرّہ سنہری کا بہی لگائے رہتے تہے اور بے تکلفانہ رہتے

تھے - اور ایک بانکی ٹوپی بھون پر دھرے جدھر چاہتے تھے چلے جاتے تھے - بالی خانگی
سرا مین ایک پرانا سا مکان تھا وہان سکونت تھی اس محلے کے ایک طرف اُنکے
دل بہلانے کا جنگل تھا - بلکہ ویرانون مین اور شہر کے باہر جنگلون مین اکثر پھرتے
رہتے تھے - ۸۰ روپے مہینا بادشاہ لکھنو کے ہان سے ملتا تھا - ۱۵ روپے گھر مین
دیتے تھے - باقی غربا اور اہل ضرورت کو کھلا پلا کر مہینے سے پہلے ہی فیصلہ کر دیتے
تھے - پھر توکّل پر گزارہ تھا - مگر شاگردون یا امرائے شہر مین سے کوئی سلوک
کرتا تھا تو اُس سے انکار نہ تھا - باوجود اسکے ایک گھوڑا بھی ضرور بندھا رہتا تھا
اسی عالم مین کبھی آسودہ حال رہتے تھے کبھی ایک آدھ فاقہ بھی گذر جاتا تھا جب
شاگردون کو خبر ہوتی ہر ایک کچھ نہ کچھ لیکر حاضر ہوتا اور کہتا کہ آپ بھلا نہیں
سمجھتے کہ کبھی اظہار حال نہین فرماتے - جواب مین کہتے کہ تم لوگون نے کھلا کھلا کر
ہمارے نفس حریص کو فربہ کر دیا ہے - میر دوست علی خلیل کو یہہ سعادت اکثر
نصیب ہوتی تھی - فقیر محمد خان گویا خواجہ وزیر یعنے شیخصاحب کے شاگرد کے شاگرد
تھے مگر ۲۵ روپے مہینا دیتے تھے - سید محمد خان رند کی طرف سے بھی معمولی نذرانہ
پہنچتا تھا -

زمانہ نے انکی لقا و مضمون کی قدر ہی نہین کی بلکہ پرستش کی مگر انہون نے اُسکی جاہ و
حشمت سے ظاہر آرائی نہ چاہی - نہ امیرونکے درباروں مین جاکر غزلین سنائین نہ
اُنکی تعریفون مین قصیدے کہے - ایک ٹوٹے پھوٹے مکان مین جسپر کچھ چھت کچھ چھپر سایہ
کئے تھے بوریا بچھا رہتا تھا - اُسی پر ایک لنگ باندھے صبر و قناعت کے ساتھ بیٹھے
رہے - اور عمر چند روزہ کو چ ادا کر گذار دیا جیسے کوئی بے نیاز و بے پروا فقیر تکیہ مین
بیٹھا ہوتا ہے - کوئی متوسطان کچھ اشراف یا کوئی غریب آتا تو متوجہ ہو کر باتین بھی

فقیرانہ

کرتے تھے۔ امیر آتا تو دھتکار دیتے تھے۔ وہ سلام کرکے کھڑا رہا کہ آپ فرمائیں تو بیٹھے۔ یہہ کہتے۔ ہوں۔ کیوں صاحب! بوریے کو دیکھتے ہو، کیڑے خراب ہو جائینگے یہہ تو فقیر کا تکیہ ہے یہاں مسند تکیہ کہاں! اور یہہ حالت شیخ صاحب کی شان و شکوہ کے بالکل برخلاف ہے۔ نتیجہ اسکا یہہ ہوا کہ عالم میں مقبول خلائق ہوئے علم و ادب تمام عمر سے پہلو بہ پہلو رہے۔ امیر سے غریب تک اُسی فقیرانہ تکیہ میں آکر سلام کر گئے۔

اے ہما پیش فقیری سلطنت کیا مال ہے	بادشاہ آتے ہیں یا بوس گدا کے واسطے

۱۲۶۳ھ ہجری میں ایک دن پہلے چنگے بیٹھے تھے۔ یکایک ایسا موت کا جھونکا آیا کہ شعلہ کیطرح بجھ کر رہگئے۔ آتش کے گھر میں راکھ کے ڈھیر سوا اور کیا ہوتا تھا۔ میر مست علی خلیل نے تجہیز و تکفین کی اور رسوم ماتم بھی بہت اچھی طرح ادا کیں۔ بی بی اور ایک لڑکا لڑکی خورد سال تھے انکی بھی سرپرستی وہی کرتے رہے۔ میر علی اوسط نے تاریخ لکھی۔ ع۔ خواجہ حیدر علی آتش دامر دند۔

تمام عمر کی کمائی جسے حیات جاودانی کا حصول کہنا چاہیئے ایک دیوان غزلوں کا ہے جو کہ انکے سامنے رائج ہو گیا تھا۔ دوسرا تتمہ ہے کہ پیچھے مرتب ہوا۔ جو کلام انکا ہے حقیقت میں محاورۂ اردو کا دستور العمل ہے اور انشا پردازی ہندی اعلیٰ نمونہ۔ شرفائے لکھنؤ کی بول چال کا انداز اُس سے معلوم ہوتا ہے جسطرح لوگ باتیں کرتے ہیں اُسیطرح انہوں نے شعر کہدئے ہیں۔ انکے کلام نے پسند خاص اور قبول عام کی سند حاصل کی اور نہ فقط اپنے شاگردوں میں بلکہ بے غرض اہل انصاف کے نزدیک بھی مقبول اور قابل تعریف ہوئے۔ دلیل اسکی اس سے بڑھکر نہیں ہو سکتی کہ بار بار چھپتا ہے اور بکجاتا ہے۔ اہل سخن کے جلسوں میں اسطرح کی حیدر رنگین شاعرانہ غزلیں مع سیفی کی تاثیر کو چمکا کر محفلوں کو گرماتی ہیں۔ فی الحال اتنا ہی لکھا

شیخ صاحب کا مقابلہ

وہ شیخ امام بخش ناسخ کے ہمعصر تھے۔ مشاعروں مین اور گھر بیٹھے روز مقابلے رہتے تھے۔ دونو کے معتقد کہ انبوہ در انبوہ تھے۔ جلسون کو معرکے اور معرکون کو ہنگامے بناتے تھے مگر دونو بزرگون پر صد رحمت ہے کہ مرزا رفیع اور سید انشا کی طرح دست و گریبان نہوتے تھے۔ کبھی کبھی نوکا چوکی ہوجاتی تھی کہ وہ قابل اعتبار نہین۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے جب شیخ صاحب کی غزلون پر متواتر غزلین لکھین تو اُنھون نے کہا۔

شیخ صاحب

یک جاہل کہہ رہا ہے میرے دیوان کا جواب	بو مسیلمہ نے لکھا تھا جیسے قرآن کا جواب
کیون نہ دے ہر مومن اُس ملحد کے دیوان کا جواب	جسنے دیوان اپنا ٹھیرایا ہے قرآن کا جواب

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب کے کلام مین بول چال اور محاورے اور روزمرہ کا لطف بہت ہے جو کہ شیخ صاحب کے کلام مین اس درجہ پر نہین۔ شیخ صاحب کے معتقد اس معاملہ کو ایک اور قالب مین ڈالکر کہتے ہین کہ انکے ہان فقط باتین ہی باتین ہین۔ کلام مین ریختہ کی پختگی اور ترکیب مین متانت اور اشعار مین عالی مضامین نہین۔ اور اس سے نتیجہ انکی بے استعدادی کا نکالتے ہین۔ مگر یہہ ویسا ہی ظلم ہے جیسا انکے معتقد اُن پر کرتے ہین کہ شیخ صاحب کے شعرون کو اکثر بے معنے اور مُہمل سمجھتے ہین۔ مینے خود دیوان آتش کو دیکھا۔ کلام مضامین بلند سے خالی نہین۔ ہان طرز بیان صاف ہے۔ سیدھی سی بات کو پیچ نہین دیتے۔ ترکیبون مین استعارے اور تشبیہین فارسیت کی بھی موجود ہین مگر قریب الفہم۔ اور ساتھہ اُسکے اپنے محاورہ کے زیادہ پابند ہین۔ یہہ درحقیقت ایک وصف خداداد ہے کہ رقابت اُسے عیب کا لباس پہنا کر سامنے لاتی ہے۔ کلام کو رنگینی اور استعارہ و تشبیہہ سے بلند کر دکھانا آسان ہے۔ مگر زبان اور روزمرہ کے محاورہ مین صاف صاف مطلب اسطرح ادا کرنا جسے سُننے والے کے دل پر اثر ہو یہہ بات بہت مشکل ہے۔ شیخ سعدی کی گلستان کچھ چھپی ہوئی نہین ہے۔ نہ اُسمین نازک خیالات

حریفون کے اعتراض

ہین - نہ کچھ عالی مضامین ہین - نہ پیچیدہ تشبیہین ہین - نہ استعارہ در استعارہ - نہ فقرے
ہین - چھوٹی چھوٹی کہانیان ہین صاف صاف باتین ہین - اسپر آجتک اُسکا جواب نہین
ملتا بازار - اور پنچ قصہ کے انداز مین صدہا کتابین موجود ہین - اس معاملہ مین غور
کے بعد یہہ معلوم ہوا کہ جو بزرگ خیال بندی اور نازک خیالی کے چمن مین رہ کر آئے ہین
اوّل اُنکا یہہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسے نئے مضمون نکالین جو اب تک کسی نے نہ باندھے ہون
لیکن جب متقدمین کے اشعار سے کوئی بات بچی ہوئی نہین دیکھتے تو ناچار انہی کے
مضامین مین بازیگریان نکالکر موشگافیان کرتے ہین - اور ایسی ایسی لطافتین اور
نزاکتین نکالتے ہین کہ غور سے خیال کرین تو نہایت لطف حاصل ہوتا ہے - یہہ لوگ
کو پھینک کر فقط رنگ بے گل سے کام لیتے ہیں - آئینہ سے صفائی اُتار لیتے ہین تصویر
آئینہ مین سے حیرت نکال لیتے ہین اور آئینہ پھینک دیتے ہین - نگاہ سرگین سے صرف
بے آواز کے ساتھہ گفتگو کرتے ہین - فی الحقیقت ان مضامین سے کلامون مین خیالی
نزاکت - اور لطافت سے تازگی پیدا ہو جاتی ہے - اور لوگ بھی تحسین و آفرین کے
لئے مستعد ہو جاتے ہین - مگر مشکل یہہ ہے کہ اُنکے ادا کرنے کو الفاظ ایسے نہین ملتے
پہنچتے کہ کہنے والا کہے اور سمجھنے والا اصاف سمجھ جاے - اسلئے ایسے کلام پُر اثر
اور ناخن بر جگر نہین ہوتے - بڑا افسوس یہہ ہے کہ اس انداز مین عمومی مطالب
نہین ادا ہو سکتے - بے شک بہت مشکل کام ہے مگر اسکی مثال ایسی ہے گویا چنے کی
دال پر مصور نے ایک شکارگاہ کی تصویر کھینچدی - یا چاول پر خوشنویس نے
قل ہو اللہ لکھدیا - فایدہ دیکھو تو کچھ بھی نہین - اسی واسطے جو فہمیدہ لوگ ہین
وہ ادائے مطلب اور طرز کلام مین صفائی پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہین - اسی
مین کوئی نئی بات نکل آئی تو نکل آئی - ایسے اونچے نہ جائینگے کہ بالکل غایب

ہو جائین اور سُننے والے مُنہہ دیکھتے رہجائین۔ البتہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اِن ترکیبون کی پیچیدگی اور لفظون کی باریکی و تاریکی مین جواہرات معنی کا بہرم ہوتا ہے۔ اور اندر سے دیکھتے ہین تو سیدھی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ جیسے اُنکے حریف کوہ کندن اور کاہ برآوردن کہتے ہین۔ مگر انصاف یہہ ہے کہ دونو لطف سے خالی نہین

گلہاے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن	اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

شیخ صاحب کے معتقد خواجہ صاحب کے بعض الفاظ پر بھی گفتگو کرتے ہین۔ چنانچہ کہتے ہین کہ جب اُنہون نے یہہ شعر پڑھا۔

دخترِ رز مری مونس ہے مری ہمدم ہے	مین جہانگیر ہون وہ نورجہان بیگم ہے

لوگون نے کہا کہ حضور! بیگم ترکی لفظ ہے اہلِ زبان گاف پر پیش بولتے ہین اور زبان فارسی کا قاعدہ بھی یہی چاہتا ہے۔ یہہ اُسوقت ہنگیائے ہوئے بیٹھے تھے۔ کہا کہ ہُونہہ۔ ہم ترکی نہین بولتے۔ ترکی بولینگے تو بیگم کہینگے۔

اسیطرح جب اُنہون نے یہہ مصرع کہا۔ ع

اس خوان کی نمش کفِ مارِ سیاہ ہے۔ لوگون نے کہا کہ قبلہ! یہہ لفظ فارسی۔ اور اصل مین نمشک ہے۔ اِنہون نے کہا کہ جب فارس مین جائینگے تو ہم بھی نمشک کہینگے۔ یہان سب نمش کہتے ہین تو نمش ہی شعر مین باندھنا چاہیئے۔

پیشگی دلکو جو دی لے۔ وہ اسی تحصیلے	ساری سرکار و نسے ہے عشق کی سرکار جدا

حریفون نے کہا کہ پیشگی ترکیب فارسی سے ہے۔ مگر فارسی والونکی استعمال مین نہین اِنہون نے کہا کہ یہہ ہمارا محاورہ ہے۔

یہانتک تو درست ہے۔ مگر بعض مواقع پر جو اُنکے حریف کہتے ہین تو ہمین بھی لاجواب ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ دیوان مین ایک غزل ہے۔ صاف ہوا۔ معاف ہوا۔ خلاف ہوا۔ اس

مین فرماتے ہین۔

زہر پر ہیر ہو گیا مجھکو	درد درمان سے المصاف ہوا

اس ٹھوکر کہانے کا سبب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے تلفظ مین المصاعفت جو المصاف بولا جاتا ہے۔ وہ اسکی اصلیت کے دہوکے مین رہے۔

خواجہ صاحب شاید حلوا کو حلوہ سمجھے جو فرماتے ہین۔

لعل شکر بار کا بوسہ ہین کیونکر نہ لون	کوئی نہین چہوڑتا حلوہ بی دود کو

کفارہ کو بہی عوام بے تشدید بولتے ہین چنانچہ خواجہ صاحب نے بہی کہدیا۔

رنگ زرد و لب خشک و مژہ خون آلود	کشتۂ عشق ہین ہم ہی یہہ کفارہ اپنا
لکہے ہین سرگذشتِ دل کی مضمون بکقلم اسیر	تماشا قتل گہ کا ہے مطلع میری دیوان کا
کسا کس دم کی مارِ آستین کا کام کرتی ہے	دلِ بیتاب کو پہلو مین کہ گرگِ بغل پایا

مخالف کہتے ہین کہ بغلی کہونسا اردو کا محاورہ ہے۔ مارِ آستین فارسی محاورہ ہے گرگِ بغل کے لئے فارسی کی سند چاہیئے۔ بے سند صحیح نہین۔

چار ابرو مین تری حیران ہین سارے خوشنویس	کس قلم کا قطعہ ہے یہ کاتب تقدیر کا

یہان چار ابرو بمعنی چہرہ لیا ہے۔ اور محاورہ مین چار ابرو کا لفظ بغیر صفائی کے نہین آتا۔ جس سے مراد یہہ ہے کہ ابرو اور ریش و بروت کو چٹ کر دین۔ وہ بے نوادن اور قلندرون کے لئے خاص ہے نہ کہ معشوق کے لئے۔ سید انشا نے کیا خوب کہا ہے

ایک بے نوا کے لڑکے پہ مرتے ہین شیخ جی	عاشق ہوئے ہین واہ عجب لنڈ منڈ پر
بہار گلستان کی ہے آمد آمد	خوشبو پہرتے ہین باغبان کیسے کیسے

خوشی پہرتے ہین۔ چاہیئے۔

لعب بازی کی بہی حسرت نہ ہوئی آتش	میرے اللہ نے بازیچۂ تن مجھکو دیا

خواجہ صاحب فرماتے ہین۔

بلند و پست عالم کا بیان تحریر کرتا ہو	قلم ہی شاعر و بنکا یا کوئی رہبر ہی نیڑ کا

بیڑ کا لفظ دلی مین مستعمل نہیں۔ مل ہے۔ دلی کے شعرا باندھتے تھے۔ آج کل کے لوگ اسکو بھی متروک سمجھتے ہیں۔ مگر خواجہ صاحب فرماتے ہین۔

جا زخراب نالون کی بل بے شرارتین	بہتین ہین بالی ہو ہو کے سنگین عمارتین

متاخرین لکھنو اور دہلی کے فارسی جمع کو بے اضافت یا صفت کے نہین لاتے مگر بہت اکثر باندھتے ہین دیکھو استعارہ مفصلۂ ذیل۔

رفتگان کا بھی خیال اے اہل عالم چاہیے	عالم ارواح سے صحبت کوئی دم چاہیے
زنگبار مین دفن کرنا اے عزیزان تم مجھے	شاید آجائے کسیکے میرا مدفن ریز پا
بیاگو نہ مجکو دیکھ کے بے اختیار دور	اے کودکان ابھی تو ہی فصل بہار دور
کیا نفاق انگیز ہمجنسان ہوا اے دہر ہی	نیند اڑ جاتی ہے سننے سے نفیر خواب کو
روز و شب دیا ہین آتش رفتگان کی یاد میر	عمر بھر آنکھین نہ بھولین صورت احباب کو
عہد طفلی مین بھی تھا مین بسکہ سودائی مزاج	بیڑیان سنت کی بھی پہنین تو مینے بیاریان
اے خط اسکے گو ہے گالو میر یہہ تونے کیا کیا	چاندنی راتین یکایک ہو گئین اندھیاریان

صنت کو اسطرح موصوف کی مطابقت کے لئے جمع کرنا اب خلاف فصاحت سمجھتے ہین۔

ایک دفعہ میر تقی ترقی کے مکان مشاعرہ مین خواجہ صاحب نے غزل پڑھی کہ شکم کے مضمون مین۔ موج بحر کا نور۔ باندھا تھا۔ طالب علیخان عیشی نے وہین ٹوکا۔ انہون نے جواب دیا کہ میان ابھی بہت مدت چاہئے دیکھو تو سہی جامی کیا کہتا ہی۔

دو پستانش بہم چون قبۂ نور	حبابے خاستہ از بحر کافور

ساتھ ہی میر مشاعرہ سے کہا کہ۔ قبلہ ابکی دفعہ یہی طرح ہو۔

یہہ بزم وہ ہے کہ لاخیر کا مقام نہین	ہمارے گنجفہ مین بازی غلام نہین

وہ بچارے بہی کسی کے بتنوں تہے۔ اسی مطلع کو یار لوگون نے شیخ ناسخ کے گلے باندہا۔ کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شعرا جو شاگردانِ الٰہی ہین مجازی اُستادون کے ساتہہ انکی بگڑتی ہی چلی آئی ہے۔ چنانچہ انکا بہی اُستاد سے بگاڑ ہوا۔ خدا جانے بنیاد کن کن جزئیات پر قایم ہوئی ہوگی۔ اور انمین حق کسکی طرف تہا آج اصلِ حقیقت دُور کے بیٹہنے والون پر کہلنی مشکل ہے مگر جہان سے کہلم کہلا بگڑی اُسکی حکایت یہہ سُنی گئی کہ شیخ مصحفی ابہی زندہ تہے۔ اور خواجہ صاحب کی طبیعت بہی اپنی گرمیان دکہانے لگی تہی جو مشاعرہ مین طرح ہوئی۔ دہن بگڑا۔ یاسمن بگڑا۔ اسمین سب نے غزلین لکہین۔ خواجہ صاحب نے غزل لکہکر شیخ مصحفی اپنے اُستاد کو سنائی اور جب یہہ شعر سنائے۔

امانت کی طرح رکہا زمین نے روز محشر تک	نہ ایک مُو کم ہوا اپنا نہ ایک تارِ کفن بگڑا
لگے مُنہہ بہی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب	زبان بگڑی تو بگڑی تہی خبر لیجو دہن بگڑا

نشہ کے سرور مین آکر کہا کہ اُستاد! اس ردیف قافیہ مین کوئی یہہ شعر نکالے تو کلیجہ نکل پڑتا ہے۔ اُنہون نے ہنسکر کہا کہ ہان میان سچ کہتے ہو اب تو کسی سے تو ایسی شعر نہین ہوسکتی بعد اسکی شاگردون مین سے[۲۵] ایک نومشق لڑکی کی غزل کو توجہ سے بنایا اور اسمین انہین دو قافیونکو اسطرح باندہا۔

لکہا ہی خاکِ کوئی یار سے ای دیدۂ گریان	قیامت مین کرونگا گر کوئی حرفِ کفن بگڑا
نہو محسوس جو شے کسطرح نقشہ مین ٹہیک اُترے	شبیہہ یار کہچوائی۔ کمر بگڑی دہن بگڑا

اگرچہ اُن شعرون مین اور اِن شعرون مین جو نسبت ہی وہ اِن جواہرات کے پرکہنے والے ہی جانتے ہین۔ لیکن مشاعرہ مین بہت تعریف ہوئی۔ پہر بہی چونکہ لڑکے کے منہہ پر یہہ شعر کہلتے نہ تہے اسلئے تاڑنے والے تاڑ گئے کہ اُستاد کی اُستادی ہے۔ خواجہ صاحب

[۲۵] بعض لوگونکی زبانی سُنا گیا کہ شیخ مصحفی نے پنڈت دیا شنکر مصنف گلزارِ نسیم کو یہہ شعر کہکر دیئے جو اول اونہین کے شاگرد تہے مگر یہہ شہرت قابلِ اعتبار نہین۔

جس وقت اُنہوں نے شیخ مصحفی کے پاس بیٹھنا اور غزل پڑھنا شروع کیا تو جیسے آپ بیٹھے طبیعت میں جہاں مانتے ہیں یہیں تو اس لونڈے کا کیا منہ تھا جو ان کو فیض سے متنفر نکال لیتا۔ جیسے اس قسم کی باتیں اُستاد کو ساتھ ہجو کی متوجہاں اور لڑکیوں کے ناز ہیں جو کہ سننے والوں کو اچھی معلوم ہوتے ہیں اور طبیعتوں میں جوش ترقی پیدا کرتے ہیں لیکن سعادتمند شاگرد کو اُستاد کے مرتبہ اور اپنی حد کا اندازہ رکھنا واجب ہے تاکہ حاتمی اور ابوالعلائے گنجوی کی طرح دونو طرف سے کثیف اور عفیف ہجو تک نوبت نہ پہنچے۔ یہیں تو قیامت تک دونو رسوائے عالم ہوتے رہینگے۔ چنانچہ خواجہ صاحب کی شرافت و نجابت جسنے انہیں اس آئین کا پابند رکھا اس حالت میں قابلِ تعریف ہے۔

میر مہدی حسن فراغ سے انکے نہایت گرم و پسندیدہ اشعار ایسے بھی سنے گئے جو کہ بات مرتبہ میں نہیں ہیں۔ سبب یہ معلوم ہوا کہ ایک صاحب اُس زمانہ میں نہایت خوش مذاق اور صاحب فہم تھے۔ جو خود شاعر تھے اور اُنکے ہاں بڑی دھوم دھام سے مشاعرہ ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب بھی جاتے تھے اور مشاعرہ میں غزل پڑھکر وہیں دے آتے تھے بعد انتقال کے جب شاگرد دیوان مرتب کرنے لگے تو بہت سی غزلیں اُنہی میر مشاعرہ سے حاصل ہوئیں۔ خدا جانے عمداً یا اُنکی بے اعتنائی سے بعض اشعار دیوان میں نہ آئے۔ لیکن چونکہ وہ شاگرد شیخ ناسخ کے تھے۔ اسلئے بدگمانی لوگوں کو گنہگار کرتی ہے۔

جب شیخ ناسخ کا انتقال ہوا تو خواجہ صاحب نے اُنکی تاریخ کہی۔ اور اُسدن سے شعر کہنا چھوڑ دیا کہ کہنے کا لطف سننے اور سنانے کے ساتھ ہے جس شخص سے سنانے کا لطف نہ رہا جب وہ نہ رہا تو اب شعر کہنا نہیں۔ یکو اس ہے۔

حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت کی آزادی اور کلام کے کمال نے ظاہر آرائی کے ذوق شوق سے بے پروا کر دیا تہا۔ مگر مزاج مین ظرافت ایسی تہی کہ ہر قسم کا خیال لطائف وظرائف ہی مین ادا ہوتا تہا۔

لطیفہ ایک شاگرد اکثر بے روزگاری کی شکایت سے سفر کا ارادہ ظاہر کیا کرتے تہے اور خواجہ صاحب اپنی آزادہ مزاجی سے کہا کرتے تہے کہ میان کہان جاوگے! دو گھڑی بل بیٹہنے کو غنیمت سمجہو۔ اور جو خدا دیتا ہے اُسپر صبر کرو۔ ایک دن وہ آئے اور کہا کہ حضرت! رخصت کو آیا ہون۔ فرمایا۔ خیر باشد۔ کہان؟۔ اُنہون نے کہا کل بنارس کو روانہ ہونگا کچہہ فرمایش ہو تو فرما دیجئے۔ آپ ہنسکر بولے اتنا کام کرنا کہ وہانکے خدا کو ذرا ہمارا بہی سلام کہدینا۔ وہ حیران ہوکر بولے کہ حضرت! یہان اور وہانکا خدا کوئی جُدا ہے؟۔ فرمایا کہ شاید یہان کا خدا بخیل ہے وہان کا کچہہ سخی ہو۔ اُنہون نے کہا معاذ اللہ آپکے فرمانے کی یہہ بات ہے؟۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ بہلا سنو تو سہی۔ جب خدا وہان یہان ایک ہے تو پہر ہمین کیون چہوڑتے ہو۔ جس طرح اُس سے وہان جاکر مانگوگے اُسیطرح یہان مانگو۔ جو وہان دیگا تو یہان بہی دیگا۔ اس بات نے اُنکے دل پر ایسا اثر کیا کہ سفر کا ارادہ موقوف کیا اور خاطر جمع سے بیٹہہ گئے۔

خواجہ صاحب کی سیدہی سادی طبیعت اور بہولی بہالی باتونکے ذکر مین میر انیس مرحوم نے فرمایا کہ ایک دن آپکو نماز کا خیال آگیا۔ کسی شاگرد سے کہا کہ بہئی ہمین نماز تو سکہاؤ وہ اتفاقاً فرقہ سنت جماعت سے تہا۔ اُسنے ویسی ہی نماز سکہادی اور یہہ کہہ دیا کہ اُستاد! عبادت الٰہی جتنی پوشیدہ ہو اُتنی ہی اچہی ہوتی ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا یہہ حجرہ مین جاتے یا گہر کا دروازہ بند کرکے اُسیطرح نماز پڑہا کرتے۔ میر دوست علی **خلیل** اُنکے شاگرد خاص اور خلوت وجلوت کے حاضر باش تہے۔ ایکدن اُنہون نے بہی

دیکھہ لیا۔ بہت حیران ہوئے۔ یہہ نماز پڑھ چکے تو انہون نے کہا کہ استاد! آپکا مذہب کیا ہے؟ فرمایا ستبعہ ہین یہ کیا پوچھتے ہو؟ انہون نے کہا کہ۔ نماز سنیونکی؟ فرمایا کہ سبھی ہین کیا جانون۔ فلان شخص سے مینے کہا تھا۔ اُسنے جو سکھا دی سو پڑھتا ہون۔ مجھے کیا خبر کہ ایک خدا کی دو دو نمازین ہین۔ اُسدن سے شیعونکی طرح نماز پڑھنے لگے۔ جتنے شاگرد انہون نے پائے۔ کسی اُستاد کو نصیب نہین ہوئے۔ انمین سے سید محمد حیدر۔ میر دریر علی صبا۔ میر دوست علی خلیل۔ ہدایت علی جلیل۔ صاحب میرزا شاور۔ مرزا عنایت علی بل۔ نادر مرزا فیض آبادی نامور شاگرد تھے کہ رتبہ اُستادی رکھتے تھے۔

غزل

سُن تو سہی جہان مین ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجکو خلقِ خدا غائبانہ کیا

کیا کیا اُلجھتا ہے تری زلفونکے تار سے
بخیہ طلب ہے سینۂ صد چاکِ شانہ کیا؟

زیرِ زمین سے آتا ہے جو گل سو زر بکف
قارون نے راستہ مین لُٹایا خزانہ کیا؟

اُڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل اسی سبب عمر
بہمیز کسکو کہتے ہین اور تازیانہ کیا!

زینہ صبا کا ڈھونڈھتی ہے اپنی مشتِ خاک
بامِ بلند یار کا ہے آستانہ کیا؟

چارون طرف سے صورتِ جانان ہو جلوہ گر
دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا!

صیاد اسیرِ دامِ رگِ گل ہے عندلیب
دکھلا رہا ہے چھپکے اُسے آب و دانہ کیا!

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہمسے خلاف ہوکے کریگا زمانہ کیا!

آتی ہے کسطرح سے مری قبضِ روح کو
دیکھون تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا؟

ہوتا ہے زورِ شکنے جو نامرد مدعی
رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

بے یار سازوار ہو گا وہ گوش کو
مطرب ہمین سناتا ہے اپنا ترانہ کیا

صبا و گلعذار و کہانا ہے سیر باغ
بلبل قفس مین یاد کرے آشیانہ کیا

ترچھی نظر سے طایر دل ہو چکا شکار
جب تیر کج پڑیگا اُڑے گا نشانہ کیا

بیتاب ہے کمال ہمارا دل حزین
مہمان۔ سرائے جسم کا ہوگا روانہ کیا

یہان تدعی حسد سے نہ ہو داد تو نہ دے
آتش غزل یہ تو نے لکھی عاشقانہ کیا[۲۵]

خانہ خراب نالونکی بل بے شرارتین
بہتی ہین پانی ہو ہو کے سنگین عمارتین

سر کو نسا ہے جسمین کہ سودا نہین ترا
ہوتی ہین ترے نقش قدم کی زیارتین

خانہ ہے گنجفے کا ہر ایک قصر شہر عشق
گھر گھر ہین بادشاہیان گھر گھر وزارتین

دیدار یار برق تجلی سے کم نہین
بند آنکھین ہونگی۔ دینگی دعائین بصارتین

آنکھون مین اپنی دولت بیدار ہین خواب
ہوتی ہین تیرے وصل کی جنمین بشارتین

کہتے ہین مادر و پدر مہربان کو بد
کرتے ہین وہ جو ارض و سما کی حقارتین

گویا زبان ہو تو کرے شکر آدمی
سمجھے جو تو تو کرتے ہین یہ گنگ اشارتین

زیر زمین بھی یاد ہین ہفت آسمان کے ظلم
بھولا نہین ہین سنگدلون کی شرارتین

خضر و مسیح کاٹتے ہین رشک سے گلا
تو بھی تو کر شہیدون کی اپنے زیارتین

عالم کو لوٹ کھایا ہے ایک پیٹ کے لئے
اس غار مین گئی ہین ہزارون بھی غارتین

باقی رہیگا نام ہمارا نشان کے ساتھ
اپنی بھی چند بیتین ہین اپنی عمارتین

اہل جہان کا حال ہے کیا ہمسے کیا کہین
بدگوئیان ہین پیچھے تو منھ پر اشارتین

نقش و نگار حسن بتان کا نہ کھا فریب
مطلب سے خالی جان لے تو یہ عبارتین

عاشق ہین ہمکو مد نظر کوئے یار ہے
کعبہ کے حاجیون کو مبارک زیارتین

ایسی خلاف ہمسے ہوئی ہے ہوا ہے دہر
کافور کھائیے تو ہون پیدا حرارتین

۲۵ غزل لاجواب ہے مگر مقطع میں جو کیا۔ کا پہلو رکھا ہے اسکی یہ جگہہ نہین انصاف۔ سکا میر انیس مرحوم کے خاندان کی زبان پر ہے۔

آتش پرستی جہت ہے مگر کوچہ یار کا
چاروں طرف سے ہوتی ہیں ہمپر اشارتیں

باغبان انصاف یہ بلبل سے آیا چاہیئے
بیمحنتی اسکو زر گل کی سنہایا چاہیئے

بزم گل بلبل کی نیت سے بچایا چاہیئے
شمع بزم اونکی خاطر سے جلایا چاہیئے

پان بھی کہاؤ جو ہی ہے جو مستی کی دھڑی
شام تو دیکھی صبح کو بھی دکھایا چاہیئے

آئینے میں خط نور مس کا نظارہ دیکھیئے
آہوان حسن کو ریجاں چرایا چاہیئے

نوسہ اس لگا ہے قوت بخشیدہ ناتوان
ابسی باتوں سے تسہر ہو تو کہایا چاہیئے

عشق میں خاد ادب سے آگے رہتا ہے قدم
شاخ گلبن پر سے بلبل کو اڑایا چاہیئے

دیکھیئے کرتا ہے کیونکر یار سے کتا خیار
شوق کے ہی حوصلے کو آزمایا چاہیئے

ہو گیا ہے ایک مدت سے دل لاں خموش
باغمین چلکر اسے بلبل سنایا چاہیئے

فصل گل ہے جاری ساقی تکلف ہی ضرور
یہ جواہر کے بطی می کو لگایا چاہیئے

خم میں جوش می سے مجکو یہ صدا ہی آرہی
طرف مستی ہو تو کیفیت اٹھایا چاہیئے

حال دل کچھ کچھ کہا ہے لو دل اسکے یار
بس عبارت ہو چکی مطلب نہ آیا چاہیئے

شہر سے خالی نہیں رہتا بیابان رہنمار
لو ریاسے فقر بچا چھوڑ جایا چاہیئے

رنگ زرد و چشم تر سے کیجئے دعوای عشق
دو گواہ حال اس قضیے کے لایا چاہیئے

رام ہوتے ہی نہیں وحشی مزاجی ہی سو ہی
ان سیہ چشموں کو چہرہ جھکایا چاہیئے

دیکھ کر خلوت سرای یار کہتے ہیں فقیر
عود کی مانند یاں دھونی لگایا چاہیئے

خاطر آتش سے کہیئے چند جز شعر اور بھی
بے نشاں کا نام باقی چھوڑ جایا چاہیئے

ذریعہ حسرت کبر و سامان کا چلیں بگڑ
خدا کی یاد بھولا شیخ بت سے برہمن بگڑ

قبا سے گل کو پھاڑا جب سحر اگل پیرہن بگڑا
بن آئی کچھ نہ غنچہ سے جو وہ غنچہ دہن بگڑا

نہیں ہیو جہ ہنسنا اسقدر زخم شہیدان کا
تری تلوار کا منہ کچھ نہ کچھ ای تیغ زن بگڑا

تکلف کیا جو کھوئی جان شیرین پھوڑ کر سر کو
جو غیرت تھی تو پھر خسرو سبھی ہوتا کوہکن بگڑا

کسی چشم سیہ کا جب ہوا ثابت مین دیوانہ
تو مجھسے مست ہاتھی کیطرح جنگلی ہرن بگڑا

اثر اکسیر کا ہین قدم سے تیرے پایا ہے
جدا ای خاک رہ ملکر بناتے ہین بدن بگڑا

تری تقلید سے کبک دری نے ٹھوکرین کھائین
چلا جب جانور انسان کی چال اُسکا چلن بگڑا

زوال حسن کہلواتا ہے میوہ کی قسم مجھسے
لگا پا داغ حظ نے آنکر سیب ذقن بگڑا

رخ سادہ نہین اُس شوخ کا نقش عداوت ہے
نظر آتے ہی آپسمین ہر اہل انجمن بگڑا

وہ بدخو طفل اشک ای چشم تر ہین دیکھنا ایکدن
گھروندی کیطرح سے گنبد چرخ کہن بگڑا

صف مژگان کی جنبش کا کیا اقبال نے کشتہ
شہید و نکے ہوئی سالار جب ہمسی تمن بگڑا

کسیکی جب کوئی تقلید کرتا ہی مین دیوانہ
ہنسا گل کیطرح غنچہ جہان اُسکا دہن بگڑا

کمال دوستی اندیشہ دشمن نہین رکھتا
کسی بہونری سے کسدن کوئی یار یاسمن بگڑا

رہی نفرت ہمیشہ داغ عریانی کو پھاہی سے
ہوا جب قطع جامہ پر ہماری پیرہن بگڑا

رگڑ دائین یہ مجھسی ایڑیان غربت مین وحشت نے
ہوا مسدود رستہ جادہ راہ وطن بگڑا

کہا بلبل نے جب توڑا گل سوسن کو گلچین نے
الہی خیر کیجو نیل رخسار چمن بگڑا

ارادہ میرے کہانیکا نہ ای زاغ و زغن کیجو
وہ کشتہ ہون جسی سونگھی سی کشتہ نکا بدن بگڑا

امانت کیطرح رکھا زمین نے روز محشر تک
نہ اک مُو کم ہوا اپنا نہ ایک تار کفن بگڑا

جہان خالی نہین رہتا کبھی ایذا دہندی سے
ہوا ناسور پیدا اگر زخم کہن بگڑا

تو نگر تھا ہی تھی جبتک اُس محبوب عالم سے
مین مفلس ہوگیا جس روز سے وہ سیمتن بگڑا

لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب
زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا

بناوٹ کیفیت سے کہل گئی اُس شوخ کی آتش
لگا کر منہ سے پیمانہ کو وہ پیمان شکن نکلا

شاہ نصیر

نصیر تخلص۔ نصیر الدین نام تہا۔ مگر چونکہ رنگت کے سیاہ فام تہے اسلئے گھرانے کے لوگ میاں کلو کہتے تہے۔ وطن انکا خاص دہلی تہا۔ والد **شاہ غریب** نام ایک بزرگ تہے کہ اپنی غربتِ طبع اور خاکساری مزاج کی بدولت اسم بامسمّی غریب تہے نیک نیتی کا ثمرہ تہا کہ نام کی غریبی کو امیری مین بسر کرتے تہے۔ شہر کے رئیس اور امیر سب ادب کرتے تہے۔ مگر وہ گوشۂ عافیت مین بیٹہے اپنے معتقد مریدون کو ہدایت کرتے رہتے تہے۔ انکے بزرگونکے نام چند گانو دربار شاہی سے آل تمغا معاف تہے۔ ملا ماجرا اور ہرسانہ علاقہ سونی پت مین سلیم پور علاقہ غازی آباد مین۔ وزیر آباد شہر دہلی کے پاس جہان مخدوم شاہ عالم کی درگاہ ہے اور اب تک ۷۔ جمادی الاول کو وہان عرس ہوتا ہے۔ اب فقط مولر بن ایک گانو بلب گڈہ کے علاقہ مین سید عبد اللہ شاہ انکی سجادہ نشین کے نام پر واگذاشت ہے غرضکہ شاہ غریب مرحوم نے اس اکلوتے بیٹے کو بڑی ناز و نعمت سے پالا تہا۔ اور اُستاد و ادیب نوکر رکھکر تعلیم کیا تہا۔

عجیب اتفاق ہے کہ وہ کتابی علم مین کما حقہ کامیاب نہوئے۔ البتہ نتیجہ اُسکا اہلِ علم سے بہتر حاصل تہا۔ کیونکہ جو وہ کہتے تہے اُسے عالم کان لگا کر سنتے تہے۔ جو لکہتے تہے اُسپر فاضل سر دُہنتے تہے۔ انکی طبیعت شعر سے ایسی مناسب واقع ہوئی تہی کہ بڑے بڑے ذی استعداد اور مشاق شاعر مشاعرون مین منہہ دیکہتے رہجاتے تہے سلسلۂ تلمذ دو واسطے سے سودا اور درد تک پہنچتا ہے کیونکہ یہہ شاہ محمدی مائل کے شاگرد تہے

اور وہ قیام الدین قائم کے - قایم نے سودا سے بہی اصلاح لی اور خواجہ میر درد سے بہی
انہون نے انگریزی عملداری مین زندگی بسر کی - لیکن شاہ عالم کے زمانہ مین شاعری
جوہر دکہانے لگی تہی اور خاندانی عظمت نے ذاتی کمال کی سفارش سے دربار تک پہنچا دیا
تہا - دربار کے اہل کمال کو عیدون اور جشنون کے علاوہ ہر فصل اور موسم پر سامان مناسب
انعام ہوتے تہے - شعرا کو دیر ہوتی تو تقاضے سے بہی وصول کر لیتے تہے - ایک قطعہ
بطور حسن طلب جاڑے کے موسم مین انہون نے کہکر دیا تہا اور صلہ حاصل کیا تہا - اُسکے
دو شعر مجہے یاد ہین -

سچا ہیگا تو ہی اے میرے اللہ — کہ جاڑے سے پڑا بیڈہب ہے پالا
پناہ آفتاب آب مجکو بس ہے — کہ وہ مجکو اُڑا دے گا دوشالا

اسمین لطف یہہ ہے کہ آفتاب شاہ عالم بادشاہ کا تخلص تہا -

سیاحی کی دولت مین سے جو سرمایہ انہین حاصل ہوا وہ بہی شاعری کی برکت سے تہا -
جسکی مسافت جنوب مین حیدرآباد تک اور مشرق مین لکہنو تک پہنچی - اگرچہ دربار کے
علاوہ تمام شہر مین بہی انکی قدر اور عزت ہوتی تہی - مگر جن لوگونکی عادتین ایسے دربار
مین بگڑی ہوتی ہین اُنکے دل تعلیم یافتہ حکومتون مین نہین لگتے اسیواسطے جب عملداری
انگریزی ہوئی تو انہین دکن کا سفر کرنا پڑا -

دکن مین دیوان چندو لال کا دور تہا - اگرچہ کمال کی قدردانی اور سخاوت اُنکی عام
تہی مگر دلّی والونپر نظر پرورش خاص رکہتے تہے اور بہت مروت سے پیش آتے تہے بڑی
خوش نصیبی یہہ تہی کہ وہ شعر و سخن کا مذاق رکہتے تہے - غرض وہان شاہ صاحب کے جواہرات
نے خاطر خواہ قیمت پائی - لیکن دلّی کا چٹخارا بہی ایسا نہین کہ انسان بہول جائے
اسلئے انعام و اکرام سے مالا مال ہوکر پہر دلّی آئے اور تین دفعہ پہر گئے -

دکن میں انکے لئے فقط دولت کے دستے نے ضیافت نہ کی۔ بلکہ حسن شاعری کی زہرہ آسمان سے اُتری اور محمد ولی کے عہد کا پرتو پہر دلون پر لا ڈالا۔ شعر گوئی کے شوق جو پہولوں سے بجھے چراغون کیطرح طاقون میں پڑے تھے۔ دل دل میں روشن ہوگئے۔ اور دلون کی محفلیں اُسیر تیل ٹپکانے لگین۔ اب بہی کوئی دلی سے دکن جاے تو شاہ صاحب کے شاگردون کے اتنے نام سنیگا کہ دلی کی کثرت تلامذہ کو بہول جائیگا۔

شاہ صاحب دو دفعہ لکھنو بہی گئے مگر افسوس ہے کہ آج دہلی یا لکھنو مین کوئی اتنی بات کا بتانے والا نہ ہا کہ کس کس سن مین کہان کہان گئے تہے۔ یا یہہ کہ کس کس مشاعرہ میں اور کسکے مقابلہ مین کون کون سی غزل ہوئی تہی۔ اسمین شک نہین کہ پہلی دفعہ جب گئے ہین تو سید انشا۔ اور مصحفی۔ اور جرأت وغیرہ سب موجود تہے۔ اور بعض غزلین جو ان معرکون سے منسوب مشہور ہین وہ مصحفی کے دیوان مین بہی موجود ہین دیکھو صفحہ ۲۴۲ وہین شیخ ہرا۔ چمن سرخ ہرا۔

یہہ وہ زمانہ تہا کہ لکھنو مین بزرگون با اخلاق اور امراے رتبہ شناس موجود تہے۔ وہ جوہر کو پہچانتے تہے۔ اور صاحب جوہر کا حق مانتے تہے۔ جو آتا تہا عزت پاتا تہا۔ اور شکر گذار آتا تہا لیکن دوسری دفعہ جو گئے تو رنگ بدلا ہوا تہا۔ شیخ و شیخ کے زمانے عہد قدیم کو مسخ کر دیا تہا۔ اور خواجہ آتش کے کمال نے دماغون کو گرایا ہوا تہا۔ جو اُنکی طبیعتین زور پر تہین۔ نئی نئی شوخیان انداز دکہاتی تہین انوکہی تراشین پرانے سادہ پن پر مسکراتی تہین۔ چنانچہ جس حریف کا نشان منزلون کی فاصلہ سے دکہائی دیتا تہا۔ جب پاس آتا تو سب گرد مین اُبہار اُبہار کر دیکہنے لگے۔

یہہ زبردست شاعر کہن سال مشاق۔ جسکا بڑہاپا جوانی کے زور دنکو ٹپکیو نہین اُڑاتا تہا جسدن وہان پہنچا تو مشاعرہ مین شاید دو تین دن باقی تہے ہر اُستاد نے ایک ایک

دو دو مصرع طرح کے بھیجے - ادہر انہین درد گردہ عارض ہوا - مگر وہ درد کے ٹھیرتے ہی اُٹھہ بیٹھے اور آٹھہ غزلین تیار کرکے مشاعرہ مین پہنچے - پھر اور مشکل مشکل طرحین مشاعرہ کے شاعرون نے بھیجین - اور یہہ بھی بے تکلف غزلین لیکر پہنچے - مگر وہان کے صاحب کمال خود نہ آئے - جب دو تین جلسے اور اسطرح گذرے تو ایک شخص نے سر مشاعرہ مصرع طرح دیا - وہ مصرع شیخ صاحب کا تہا - اُسوقت شاہ صاحب سے ضبط نہو سکا - مصرع تو لے لیا مگر اتنا کہا کہ - اُنسے کہنا کہ جسکس پر گلدم لڑانے کی صحیح نہین ہے - پالی مین آئیے کہ دیکھنے والون کو بھی مزا آئے - افسوس ہے کہ اُس موقع پر بعض جہلا نے جنسے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہین اپنی یاوہ گوئی سے اہل لکھنو کی عالی ہمتی اور مہمان نوازی کو داغ لگایا چنانچہ ایک معرکہ کے مشاعرہ مین شاہ صاحب نے آٹھہ غزلین فرمایش کی کہکر پڑھی تہین - ایک غزل اپنی طرح کی ہوئی بھی پڑھی جسکی ردیف و قافیہ عسل کی لکھی - اور محل کی لکھی تہا - اسپر بعض اشخاص نے طنز کی - کسی شعر پر کہا کہ سبحان اللہ کیا خوب لکھی بیٹھی ہے - کسی نے کہا کہ حضور! یہہ لکھی تو نہ بیٹھی - ایک شخص نے یہہ بھی کہا کہ قبلہ! غزل تو خوب ہے مگر ردیف سے جی متلانے لگا - شاہ صاحب نے اُسیوقت کہا کہ جنہین چاشنیِ سخن کا مذاق ہے وہ تو لطف ہی اُٹھاتے ہین - ہان جنہین صفراے حسد کا زور ہے اُنکا جی متلائیگا -

ان جلسون مین اُس اُستاد مسلم الثبوت نے علم اُستادی بے لاگ بلند کر دیا تہا - مگر بعض لغزشون نے قباحت کی - جنسے کوئی بشر خالی نہین رہ سکتا - چنانچہ ایک جگہ تظلم کو بجاے ظلم باندہ دیا تہا - اسپر سر مشاعرہ گرفت ہوئی اور غضب یہہ ہوا کہ اُنہون نے سند مین یہہ شعر محتشم کاشی کا پڑھا -

آلِ نبی چو دستِ تظلم بر آورند	ارکانِ عرش را بہ تزلزل در آورند

ایسی بھول چوک سے کوئی اُستاد خالی نہیں۔ اور اتنی بات اُنکے کمال مین کچھ رخنہ بھی نہین ڈال سکتی۔ چنانچہ زورِ کلام نے وہین بیسیون اشخاص اُنکے شاگرد کر لیے۔ منشی کرامت علی اظہر کہ اول اول لکھنؤ کی تمام کتب مطبوعہ پر اُنہی کی تاریخین ہوتی تھین ہمیشہ شاہ صاحب کی شاگردی کا دم بھرتے تھے۔

شاہ صاحب چوتھی دفعہ پھر دکن گئے مگر اس دفعہ ایسے گئے کہ پھر نہ آئے۔ اُستاد مرحوم کہ شاہ صاحب کی اُستادی کو ہمیشہ زبان ادب سے یاد کرتے تھے۔ اکثر افسوس سے کہا کرتے تھے کہ جو تھی دفعہ اُدھر کا قصد تھا جو سرِ راہ مجھ سے ملاقات ہوگئی سینے کہا کہ اب آپکا سن ایسے دور دراز سفر کے قابل نہین۔ فرمایا کہ میان ابراہیم وہ بہشت ہے بہشت! مین بہشت مین جاتا ہون چلو تم بھی چلو۔ اُستاد مرحوم عالم ناشف مین اکثر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اُنہی کا مطلع اُنکے حسب حال ہوا۔

بیاباں مرگ ہے مجنونِ خاک آلودہ تن کسکا	سیئے ہے سوزنِ خارِ مغیلان تو کفن کسکا

آخر حیدرآباد مین جہان فانی سے رحلت کی۔ اور قاضی مخدوم موسیٰ کی خانقاہ مین دفن ہوئے شاگرد نے چراغ گل کے الفاظ سے سنہ تاریخ نکالی۔ دیوان اپنا مرتب نہین کیا۔ جو غزلین کہتے تھے۔ ایک جگہہ رکھتے جاتے تھے جب بہت سی جمع ہو جاتین تو تکیہ کیطرح ایک لمبے سے تھیلے مین بھرتے تھے۔ گھر مین دیتے تھے اور کہتے تھے احتیاط سے رکھہ چھوڑو متفرق غزلین ایکدو مختصر جلدون مین بھی تھین کہ وہ اور بہت سا سرمایہ دکن ہی مین رہا۔ یہان اُنکی اولاد مین زمانہ کی گردش نے کسی کو سر نہ اُٹھانے دیا جو کُل کلام کو تہذیب اور ترتیب کرتا شاگردون کے پاس بہت سی متفرق غزلین ہین مگر کسی نے سب کو جمع نہین کیا۔ اُنکے دیوان کی ہر شخص کو تلاش ہے۔ چنانچہ دہلی مین میر حسین تسکین[۲۵] ایک طباع اور نازک خیال شاعر تھے اُنکے بیٹے سید عبدالرحمن بھی صاحب مذاق اور سخن فہم شخص تھے۔ اُنہون نے بڑی

۲۵۔ وہی تسکین شاگرد رشید موسیٰ کے۔

محنت سے ایک مجموعہ ایسا جمع کیا کہ غالباً اُس سے زیادہ ایک جگہہ شاہ صاحب کا کلام جمع نہوگا - نواب صاحب رامپور نے کہ نہایت قدردان سخن ہین - ایک قسم معقول دیکر وہ نسخہ منگا لیا - غزلین اکثر جگہہ بکثرت پائی جاتی ہین مگر قصیدے نہین ملتے کہ وہ بہی بہت تہی - حق یہہ ہے کہ غزل کا انداز بہی قصیدہ کا زور دکہاتا ہے -

کلام کو اچہی طرح دیکہا گیا - زبان شکوہِ الفاظ اور چستیِ ترکیب مین سودا کی زبان تہی اور گرمی ولذت اُسمین خداداد تہی - اُنہین اپنی نئی تشبیہون اور استعارونکا دعوی تہا اور یہہ دعوی بجا تہا - نئی نئی زمینین نہایت برجستہ اور پسندیدہ نکالتے تہے - مگر ایسی سنگلاخ ہوتی تہین جنمین بڑے بڑے شہسوار قدم نہ مار سکتے تہے تشبیہہ اور استعارہ کو لیا ہے اور نہایت آسانی سے برتا ہے - جسّے اکثر زبردست انشا پرداز ناپسند کرکے کم استعدادی کا نتیجہ نکالتے ہین اور کہتے ہین کہ یہہ تشبیہ یا استعارہ شاعرانہ نہین پہبتی ہے لیکن یہہ اُنکی غلطی ہے اگر وہ ایسا نہ کہتے تو کلام سریع الفہم کیونکر ہوتا اور ہم ایسی سنگلاخ زمینون مین گرم گرم شعر کیونکر سُنتے - پہر وہ ہزارون شاعرون مین خاص و عام کے منہہ سے واہ وا کیونکر لیتے بعض الفاظ مثلاً ٹک - واچہڑے - تسپر - وغیرہ جو کہ سید انشا اور جرأت تک باقی تہے وہ اُنہون نے ترک کئے مگر آئے ہے - اور جائے ہے - وغیرہ افعال اُنہون نے بہی استعمال کئے - علم کے دعویدار شاعر اُنکے کلام کی دہوم دہام کو ہمیشہ کن انکہیون سے دیکہتے تہے اور آپسمین کانا پہوسیان بہی کرتے تہے - پہر بہی اُنکے زورِ کلام کو دبا نہ سکتے تہے - وجہ اسکی یہہ ہے کہ زورِ طبع انکا کسی کے بس کا نہ تہا - جن سنگلاخ زمینون مین گرمیِ کلام سے وہ مشاعرہ کو تڑپہا دیتے تہے - اورون کو غزل پوری کرنی مشکل ہوتی تہی - اکثر بزرگ پرانے پرانے مشاق کہ علومِ تحصیلی مین ماہر کامل تہے مثل حکیم ثنا اللہ خان فراق - حکیم قدرت اللہ خان قاسم شاگرد خواجہ میر درد - میان شکیبا

شاگرد میر مرزا عظیم بیگ اور شیخ ولی اللہ صحت شاگرد سودا حافظ عبدالرحمن خاں احسان وغیرہ موجود تھے سب انکے دعوے سنتے تھے۔ اور بعض موقع پر اپنی بزرگی سے انکی طنزون کی برداشت کرتے تھے۔ مگر خاموش نہ کر سکتے تھے۔

حکیم قدرت اللہ خاں قاسم سے ایک خاص معاملہ یہہ درمیان آیا کہ ایک دفعہ مشاعرہ مین طرح ہوئی۔ یار شتاب۔ اور تلوار شتاب۔ شاہ نصیر نے جو غزل کہہ کر پڑھی تو اسمین قطعہ تھا کہ۔

رخ انور کا ترے وصف لکھا جب ہمنے	انوری نے دیا دیوان الٹا ہی یار شتاب
پھر پڑھا ہمنے جو مضمون بیاض گردن	سن اسے ہو گیا چپ قاسم انوار شتاب

حکیم صاحب مرحوم خاص و عام مین واجب التعظیم تھے۔ اسکے علاوہ بفضیلت علمی کے ساتھہ فن شعر کے مشاق تھے۔ اور فقط موزونی طبع اور زور کلام کو خاطر مین لاتے تھے۔ چونکہ خود قاسم تخلص کرتے تھے اسلئے قاسم انوار کا لفظ ناگوار ہوا چنانچہ دوسرے مشاعرہ کی غزل مین قطعہ لکھا۔

واسطے انسان کی انسانیت اول شرط ہے	میر ہو یا میرزا ہو۔ خان ہو یا نواب ہو
آدمی تو کیا خدا کو بھی نہ ہم سجدہ کرین	گر نہ خم تعظیم کو پہلے سر محراب ہو

شاہ صاحب کی بدیہہ گوئی اور طبع حاضر نے خاص و عام سے تصدیق اور تسلیم کی سند لی تھی۔ اور وہ ایک اصلی جوش تھا کہ کسیطرح فرو ہوتا معلوم نہوتا تھا۔ شعر کہنے سے کبھی تھکتے نہ تھے۔ اور کلام کی چستی مین سستی نہ آتی تھی۔ اکثر مشاعرون مین اوزون کے غزل پڑھتے پڑھتے۔ اشعار برجستہ موزون کرکے غزل مین داخل کر لیتے تھے طبع موزون گویا ایک درخت تھا کہ جب اسکی ٹہنی ہلاؤ فوراً پھل جھڑ پڑینگے۔ وہ نہایت جلد اصلاح دیتے تھے اور برجستہ اصلاح دیتے تھے۔ طبیعت مین تیزی بھی غضب تھی۔ عین مشاعرہ مین

اُسکا شعر سُنتے اور وہین بول اُٹھتے کہ یون کہو! - کہنے والا مُنھ دیکھتا رہجاتا - یہی سبب ہے کہ پُرانے پُرانے مشاق جھینپتے رہتے تھے۔

پڑھنے کا انداز بھی سب سے الگ تھا - اور نہایت مطبوع طبع تھا - اُنکے پڑھنے سے زورِ کلام دوچند بلکہ دہ چند ہوجاتا تھا - کیونکہ زبان نے بھی زورِ طبعی سے زور - اور دلکے جوش سے اثر حاصل کیا تھا - اُنکی آواز مین بڑھاپے تک بھی جوانی کی کڑک دمک تھی - جب مشاعرہ مین غزل پڑھتے تو ساری محفل پر چھا جاتے تھے - اور اپنا کلام اُنھین خود بے اختیار کر دیتا تھا - ایک مشاعرہ مین غزل پڑھی - اُسمین جب قطعہ مذکورہ ذیل پر پہنچے تو شعر پڑھتے تھے اور مارے خوشی کے کھڑے ہوئے جاتے تھے۔

یہہ مجنون ہی نہین ہو ہے لیلے	پہن کر یوستین نکلا ہے گھر سے
جسے تو سینگ سمجھے ہے یہہ ہین خار	لگے ہین پانو مین نکلے ہین سر سے

اُسکا مذہب سنت و جماعت تھا مگر اُسمین کچھہ تشدد نہ تھا - کئی ترجیع بند اور مناقب جناب امیرؑ کی شان مین موجود ہین - اُنسے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھہ اُنھون نے کہا ہے وہ زورِ طبع دکھانے کو یا تحسین و آفرین کے طُرے زیبِ دستار کرنے کو نہین کہا - بلکہ دلی محبت اور اصلی اعتقاد سے کہا ہے - اُنکی خوش اعتقادی کا یہہ حال تھا کہ گلی کوچہ مین راہ چلتے ہوئے اگر کسی طاق پر تین لڑی کا سہرا یا کوئی موکھا لپٹا ہوا اُسمین پانچ پھول پڑے دیکھتے تو جوتیونکے اوپر پا برہنہ کھڑے ہوجاتے اور دونو ہاتھہ باندھ کر فاتحہ پڑھتے - بعض شاگرد (کہ ہمیشہ چار پانچ ساتھہ ہی رہتے تھے) اُنسے پوچھتے کہ اُستاد! کسکی درگاہ ہے؟ فرماتے کہ خدا جانے کس بزرگ کا گذر ہے! وہ کہتا کہ حضرت! آپنے بے تحقیق کیون فاتحہ پڑھ دی؟ فرماتے کہ بھائی! آخر کسی نے پھول چڑھا ہے - سہرا باندھا تو یون ہی باندھ دیا؟ کچھہ سمجھہ ہی کر باندھا ہوگا - نوبت یہان تک پہنچی کہ بعض

دفعہ کسی شاگرد کو معلوم تہا۔ اُسنے کہا کہ اُستاد! مین جانتا ہون یہہ سامنے حلالخور کا گہر ہے۔ اور اُسنے اپنے لال بیگ کا طاق بنا رکہا ہے۔ اُسوقت خود بہی ہنس دیتے تہے۔ اور کہتے کہ خیر مینے کلام خدا پڑہا ہے اسکی برکت ہوائی تو ہمین جا سکتی۔ جہان کا ہا ہے وہان پہنچے گی۔ میرا ثواب کہین گیا نہیں۔

شاہ صاحب نہایت نفیس طبع اور لطیف مزاج تہے۔ خوش پوشاک خوش لباس رہتے تہے۔ اور اُسمین ہمیشہ ایک وضع کے پابند تہے جو کہ دہلی کے قدیمی خاندانیونکا قانون ہے۔ اُنکی وضع ایسی تہی کہ ہر شخص کی نظرون مین عظمت اور ادب پیدا کرتی تہی۔ وہ اگرچہ رنگت کے گورے نہ تہے۔ مگر نور معنے سر سے پاؤن تک چہایا ہوا تہا۔ بدن چہریرا اور کشیدہ قامت تہے۔ جسقدر ریش مبارک مختصر اور وجاہت ظاہری کم تہی۔ اُس سے ہزار درجہ زیادہ خلعت کمال نے شان و شوکت بڑہائی تہی۔ بعض معرکون یا بعض شعرون مین وہ اسبات پر اشارہ کرتے تہے تو ہزار حسن قربان ہوتے تہے بعض لطائف مین اسکا لطف حاصل ہوگا۔

شاہ صاحب باوجودیکہ اسقدر صاحب کمال تہے اور محفلونمین اعزاز و اکرام کی صدر نشین تہے۔ اسپر نہایت خوش مزاج اور یار باش تہے۔ بوڑہون مین بوڑہے بچون مین بچے بن جاتے تہے۔ ہر ایک میلے مین جا کر تلاش مضامین کرتے تہے۔ اور فکر سخن سے جو دل کملا جاتا ہے اُسے تر و تازہ اور شاداب کرتے تہے۔

لطیفہ استاد مرحوم فرماتے تہے کہ ایک دفعہ بہولو شاہ کی بسنت مین شاہ صاحب اپنے چند شاگرد ساتہہ تہے اُنہین لیکر تیس ہزاری باغ کی دیوار پر بیٹہے اور تماشا دیکہنے لگے کسی رنڈی نے بہت سا روپیہ لگا کر نہایت زرق برق کے ساتہہ ایک کارچوبی رت بنوائی تہی۔ شہر مین جا بجا اُسکا چرچا ہو رہا تہا۔ رنڈی رتہہ مین بیٹہی جہم جہم کرتی سامنے

سے نکلی۔ ایک شاگرد نے کہا کہ اُستاد اسپر کوئی شعر ہو۔ اُسیوقت فرمایا۔

اُسکی رت کا کلس سنہری دیکھو	شب کہا ماہ سے یہہ پردین نے
پھر یہہ واز یہہ نکالی ہے	چونچ بیضہ سے مرغ زرین نے

لطیفہ ایک ایسے ہی موقع پر کوئی رنڈی سامنے سے نکلی اُسکے سر پر اودی رضائی تھی اور وسمہ کی چمک عجیب لطف دکھاتی تھی۔ ایک شاگرد نے پھر فرمایش کی۔ اُنہوں نے فرمایا۔

اودی وسمہ کی نہیں تیری رضائی سر پر	مہ جبین رات ہے تاروں بھری چھائی سر پر

حسن بیان

اگرچہ شاہ صاحب کے لئے اقبال نے فارغ البالی کا میدان وسیع رکھا تھا مگر اُنکی عادت تھی کہ ہر ایک شاگرد سے کچھہ نہ کچھہ فرمایش بھی ضرور کر دیتے تھے۔ مثلاً غزل کو اصلاح دینے لگے۔ قلمدان سے قلم اُٹھاتے اور کہتے۔ میاں کشمیر کے قلمدان کیا خوب خوب آیا کرتے تھے! خدا جانے کیا ہو گیا۔ اب تو آتے ہی نہیں۔ بھلا کوئی نظر چڑھ جائے تو لانا۔ اسیطرح کسی سے ایک چاکو کی فرمایش۔ کبھی کوئی آسودہ حال شاگرد ہوتا۔ اور آپ کپڑے پہننے لگتے تو کہتے کہ ڈھاکے کے ململ جو پہلے آتے تھے وہ اب دکھائی ہی نہیں دیتے۔ صاحب! ہمیں تو یہہ انگریزی ململ نہیں بھاتے۔ میاں کوئی تھان نظر چڑھے تو دیکھنا!

بعض دوستوں نے تعجباً پوچھا کہ یہہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ روز واہیات گو اسمین کاغذ پر لکھتے ہیں اور آکر میری چھاتی پر سوار ہو جاتے ہیں۔ اس فرمایش کا اتنا فایدہ ہوتا ہے کہ روز کے آنے والے چوتھے دن غزل لاتے ہیں۔ اسکے علاوہ جسکا ہم کو امتحان کچھہ خرچ کر کے سیکھتا ہے اُسکی قدر بھی ہوتی ہے۔ اور شوق بھی پکا ہوتا ہے۔ اور جو کچھہ لکھتا ہے جان کا ہی سے لکھتا ہے۔ اُسکا تو اُدھر وہ فایدہ ہوا۔ میرا یہہ فایدہ

۲۵ شاہ نظام الدین کی سترھویں بن گئی۔ میر باقر علی صاحب ایک سید خاندانی دلی کے تھے۔ شہر سے درگاہ کو چلے راہ میں کسی نے مار ڈالا۔ درگاہ میں خبر پہنچی تو اُنکی جوانی اور مرگ ناگہانی پر سب نے افسوس کیا۔ غنا بسمل صاحب نے یہ وقت تاریخ کہی۔ کیا بے عدیل تخرجہ ہے۔ بصفحہ دیگر

ہوا۔ لے آیا تو چیز آگئی۔ نہ لایا تو سپاہی پیچھا چھوٹا۔ جب کوئی واقعہ قابل یادگار ہو
پانا تو اسپر بھی شاہ صاحب کچھ نہ کچھ ضرور کہا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل صاحب
جب جہاد میں شکست کھائی اور دلی میں خبر آئی تو انہوں نے اسموقع پر ایک طولانی قصیدہ کہا
تین شعر اسمیں سے اسوقت یاد ہیں۔

کلام اللہ کی صورت ہوا دل انکا سیپارہ	نہ یاد آئی حدیث انکو نہ کوئی نص قرآنی
ہرن کی طرح میدان فنا میں چوکڑی بھولے	اگرچہ تھے دم شملہ سے وہ شیر نیستانی

مولوی صاحب کے طرفدار مجاہدون کا دلی میں لشکر تھا بہت سے بہادرون نے اگر شاہ صاحب
کا گھر گھیر لیا۔ مرزا فانی کوتوال شہر تھے۔ وہ سنتے ہی دوڑے اور آکر بچایا شاہ صاحب نے
اشعار مذکور کو قصیدہ کر دیا اور کوتوال صاحب کا بہت شکریہ ادا کیا۔ ایک شعر اسمیں
کا بھی خیال میں ہے۔

نصیر الدین بیچارہ تو رستہ طوس کا لیتا	نہ ہوتے شحنۂ دلی اگر یہاں میرزا فانی

لطیفہ۔ ایک دفعہ کئی بادشاہی گانو سرکش ہو گئے۔ شاہ نظام الدین کہ شاہ جی
مشہور تھے اور دربار میں مختار تھے فوج لیکر گئے۔ اور ناکام پھرے۔ انکی مختاری میں
بادشاہی نوکرون نے تنخواہ کی تکلیف پائی تھی۔ اسپر بھی شاہ نصیر نے ایک نظم لکھی جسکا
مطلع یہ تھا۔

کیا پوچھتے ہو یار و بیٹھے تھے زہر کھائے	شکر خدا کہ بارے پھر شاہ صاحب آئے

لطیفہ۔ دلی میں ایک منشی ہندو تھے بنجیا نام رنڈی پر مسلمان ہو گئے۔ شاہ صاحب
نے فرمایا۔

جس طرف تو نے کیا ایک اشارا نہ جیا	بنجیا آہ تری چشم کا مارا نہ جیا

لطیفہ۔ عیسیٰ خان اور موسیٰ خان دو بھائی دلی میں تھے۔ مال و دولت کی بابت دو

قطعہ تاریخ

بہ شب عرس حضرت محبوب	میر و قرعلی چو گشت شہید
بوشتہ دو گفتہ این تاریخ	[illegible]

مین کچھہ جھگڑا ہوا - عیسے خان ناکام ہوئے - موسے خان نے کچھہ عدالت کے زور سے کچھہ حکمت عملی سے سارا مال مارلیا - شاہ صاحب نے بطور ظرافت چند شعر کا قطعہ کہا ایک مصرع یاد ہے اور وہی قطعہ کی جان ہے - ع ہوئی آفاق مین شہرت کہ عیسی خان کا گھر موسا - لطف یہہ کہ دونو بھائی شاعر تھے - ایک کا تخلص آفاق دوسرے کا شہرت تھا - انھین سے بھی کسی بے مغزے نے کچھہ واہیات بکا تھا - شاہ صاحب کے بزرگونکی خوبیان بیان کرکے خود انکی شکایت کی تھی - اور چونکہ روشن پورہ مین رہتے تھے اسکا اشارہ کرکے کہا تھا -

بعد ان سب کے شاہ صاحب نے	خوب روشن پورہ کیا روشن

مرزا مغل بیگ[۲۵] نے خدمت مین وزارت مین نوکران شاہی کو ناخوش کیا - اس موقع پر ہر ایک شخص نے اپنے اپنے حوصلہ کے بموجب دلکا بخار نکالا ایک صاحب نے تاریخ کہی -

ہنس کے ہالف نے کہا اسکو کہ واہ	کیا ہی انٹی مین وزارت آگئی

شاہ صاحب نے بھی ایک قطعہ کہا اسکے دو شعر یاد ہین -

تانے بانے پر نہ کر دنیا کے ہرگز اعتبار	غور کر چشم حقیقت سے کہ سر پر کوچ ہے
توڑ کر تو اسطرف سے اسطرف کو جوڑ لے	تو تو تو مومن ہے ورنہ مومنونکی پوچ ہے

شاہ نصیر مرحوم - اور شیخ ابراہیم ذوق سے بھی معرکے ہوئے ہین - دیکھو انکے حالمین -

لطیفہ - دکن کی سرکار مین دستور تھا کہ دن رات برابر کاروبار جاری رہتی تھی مختلف کامون کے وقت مقرر تھے - جس صیغہ کا دربار ہو چکا اسکے متعلق لوگ رخصت ہوکر دوسرے صیغہ کے آن حاضر ہوئے - اسی مین صاحب دربار نے اٹھکر ذرا آرام لیا - ضروریات سے فارغ ہوئے اور پھر آن بیٹھے - چنانچہ مشاعرہ اور مناظرہ کا دربار رات کے پچھلے پہر ہوتا تھا - ایک موقع پر کہ نہایت دھوم دھام کا جلسہ تھا - تمام باکمال اہل

[۲۵] ذات کے بلا ہے تھے -

دکن اور اکثر اہل ایران موجود تھے۔ سب کی طبیعتوں نے اپنے اپنے جوہر دکھائے حضور کا
چند شعرائے ایران نے ایسے ایسے قصائد سنائے کہ لب و دہن پر حرف آفرین نچھاور کیا
شاہ نصیر کی حسن رسائی اور اخلاق نے دربار کے چھوٹے بڑے سب تسخیر کئے ہوئے
تھے۔ چنانچہ جب شمع قریب پہنچی تو ایک خواص نے کہ سونے کا عصا ہاتھ میں ہزار
بارہ سو روپیہ کا دوشالہ کندھے پر ڈالے کھڑا تھا۔ کان میں جھک کر کہا کہ آج
آپ غزل نہ پڑھیں تو بہتر ہے۔ آپ وہیں بگڑ کر بولے کہ کیوں؟ اُسنے کہا کہ ہوا تیز
ہو گئی (یعنی کلام کا سر سبز ہونا مشکل ہے) یہہ خفگی سے ٹھوڑی پر ہاتھ پھیر کر بولے
کہ ایسا تو میں خوبصورت ہی نہیں کہ کوئی صورت دیکھنے کو نوکر رکھیگا۔ یہہ نہیں تو
پھر میں ہوں کس کام کا۔ اس قیل و قال میں شمع بھی سامنے آگئی۔ پھر جو غزل سنائی تو
سبکو لٹا دیا۔

لطیفہ قطع نظر اس سے کہ شعر کے باب میں طبع حاضر رکھتے تھے۔ حاضر جوابی میں برق
تھے۔ چنانچہ ایک دن سلطانجی کی ستر ہو بن میں گئے۔ اور ماؤلی میں جا کر ایک طاق
میں بیٹھ گئے۔ حقہ پی رہے تھے کہ اتفاقاً ایک نواب صاحب آنکلے۔ شاہ صاحب سے
صاحب سلامت ہوئی وہیں بہت سی ارباب نشاط بھی حاضر تھیں اور ناچ ہو رہا تھا
اُس عالم زرق برق پر اشارہ کر کے نواب صاحب نے فرمایا کہ اُستاد آج آپ بھی
بالائے طاق ہیں۔ بولے۔ جی ہاں جفت ہونے کو بیٹھا ہوں آپ تشریف لائیے۔

لطیفہ۔ ایک دفعہ دکن کو چلے۔ نواب جھجر مدت سے بلاتے تھے۔ اب چونکہ مقام
مذکور سر راہ تھا اور گرمی شدت سے پڑتی تھی۔ برابر سفر بھی مشکل تھا۔ اسلئے
وہاں گئے اور کئی دن مقام کیا۔ جب چلنے لگے تو رخصت کی ملاقات کو گئے۔ نواب
نے کہا کہ گرمی کے دن ہیں۔ دکن کا سفر دور دراز کا سفر ہے۔ نہ اسپر چیز وقت

سے لائے۔ مگر وعدہ فرمائیے کہ اب جھجر مین کب آئیگا ہنسکر بولے کہ۔ جھجر کی چاہ تو وہی گرمی مین!

شاہ صاحب کا ایک مشہور شعر ہے۔

چرائی چادرِ مہتاب شب میکش نے جیحون پر	کٹو! صبح دوڑانے لگا خورشید گردون پر

نواب سعادت یار خان رنگین مجالس رنگین مین فرماتے ہین کہ ایک جلسہ مین اس شعر کی بڑی تعریف ہو رہی تھی مینے اسمین اصلاح دی کہ ع۔ چرائی چادرِ مہتاب شب بادل نے جیحون پر ہو تو اچھا ہو۔ سبب یہہ کہ جب بادل چاند پر آتا ہے تو چادر مہتاب نہین رہتی۔ گویا چوری جاتی ہے۔ یہان چور تو زمین پر ہے۔ اور مضمون عالم بالا پر۔ قصۂ زمین بر سر زمین ہو۔ عالم بالا کے لئے چور بھی آسمانی ہی چاہیئے۔ کسی شخص نے شاہ صاحب سے یہی جاکر کہا۔ وہ بہت خفا ہوئے اور کہا کہ نواب زادہ ہونا اور بات ہے اور شاعری اور بات ہے۔ خان صاحب یہہ خبر سنکر شاہ صاحب کے پاس گئے اور بہت معذرت کی۔

مگر میرے نزدیک شاہ صاحب نے کچھہ نامناسب نہین کہا۔ چاند آسمان پر ہوتا ہے چاندنی زمین پر ہوتی ہے۔ اور چاندنی کا لطف میکش اُڑاتا ہے بادل کیا اُڑائے گا۔ اور میکش نہو گا تو شعر غزلیت کے رتبہ سے گر جائیگا۔

لطیفہ۔ دیہاتِ جاگیر کے تعلق سے ایک دفعہ تحصیلدار سونی پت کی پاس ملاقات کو گئے۔ اور کچھہ رنگترے دلی سے بطور سوغات ساتھہ لیگئے۔ تحصیلدار نے کہا کہ جناب شاہ صاحب! رنگترونکی تکلیف کیا ضرور تھی۔ آپکی طرف سے بڑا تحفہ آپکا کلام ہے ان رنگترون کی حسن تشبیہہ مین کوئی شعر ارشاد فرمایئے۔ اُسی وقت رباعی کہی اور سنائی۔

ای نیر مہر آسمانِ اقبال
ان نکتہ ور غور سے کیجیگا خیال
یہہ نذرِ حقیر ہو قبولِ خاطر
پردہ میں شفق کی ہیں دو ہلال

غزلیں

نہ ہے تن گرچہ ہے گل پیرہن سرخ ترا
لیکن انجام یہہ ہوگا کفنِ سرخ ترا

مجھکو کہتا ہے وہ نکلا ہے شفق میں ہلال
یا نمودار ہے زخمِ کہن سرخ ترا

دستِ سرخ ہا نوک اُس شوخ کی مجھکو ہے یہاں
کیونکہ رتبہ نہو اے گلبدن سرخ ترا

ہے میری آہ یہاں نخلِ گلستانِ خلیل
رُخِ گلنار وہاں ہے چمن سرخ ترا

شیشۂ بادۂ گلرنگ پٹک دے ساقی
جامۂ سبز میں دیکھے جو تن سرخ ترا

آستیں سے یہ لگا کہنے وہ تلوار کو پونچھ
بن گیا موجِ یمِ خونِ کہن سرخ ترا

رشکِ نیلم ہی نہیں رنگ مسی کی نمود
لب بھی ہے غیرتِ لعلِ یمن سرخ ترا

سچ بتا تو مجھے سوفارِ خدنگِ قاتل
لہو کس کس کا پیے گا دہن سرخ ترا

خاک باہم ہو شرارت سے ہم آغوش نصیر
صاف ہے شعلۂ آتش بدنِ سرخ ترا

خالِ پشتِ لبِ شیریں ہے عسل کی مکھی
روحِ فرہاد لپٹ بن کے جبل کی مکھی

سنگ و خشتِ درِ دیوارِ فتادہ کو دیکھ
ہاتھ ملتی ہے پتھورا کے محل کی مکھی

بن گیا ہوں میں خیالِ کمرِ یار میں مور
نہ ترے زور کی طاقت ہے نہ بل کی مکھی

تیرہ بختانِ ازل کا کبھی دیکھا نہ فروغ
شب کو جگنوں کی طرح اُڑ کے جھلکی مکھی

بیٹھنے سے ترے ہم سمجھے لبِ یار کو قند
بات مشکل تھی مگر تو نے یہہ حل کی مکھی

اُنکو کیا کام تو گل سے جو بن جاتے ہیں
قابِ بریانی پہ ہر اہلِ دول کی مکھی

ہو گیا ہے یہہ تری چشم کا بیمار نحیف
نہ اُڑا سکتا ہے منہہ کی نہ بغل کی مکھی

رہیں پروانہ جانسوز کی کرتے تو ہی پر
نگہہ شمع میں ہو جائے گی ہلکی مکھی

صنعت لعبت چین دیکھہ دلا جا کر تو
دیکھنی گر تجھے منظور ہی کل کی مکھی

دلربا قہر فسونساز ہیں بنگالہ کے
آدمی کو وہ بناتے ہیں عمل کی مکھی

سخن اپنا جو شکر ریز معانی ہے نصیر
ہے ردیف اسلئے اس شعر و غزل کی مکھی

سدا ہی اس آہ و چشم تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
نکلکی دیکھو ٹک اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ شعلہ رو ہے سوار توسن اور اسکا توسن عرق فشان ہے
عجب ہے اک سیر دوپہر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ہنسے ہے کوٹھے پہ یوسف اپنا ہیں زیر دیوار رو رہا ہوں
عزیزو دیکھو مری نظر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

پتنگ کیونکر نہ ہووے حیران کہ شمع سب کو دکھا رہی ہے
بچشم گریان و تاج زر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

نہا کے افشان جو جبین پر نچوڑ زلفوں کو بعد اسکے
دکھاؤ عاشق کو اس ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

کہاں ہی جوں شعلہ شاخ پر گل کدھر ہے فصل بہار شبنم
نیا ہی اعجاز طرفہ تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

کرو نہ دریا پہ پیکشی تم ادھر کو آؤ تو میں دکھاؤں
شرر سے دہر نالۂ جگر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

کدھر کو جاؤں نکلکی یارب کہ گرم ہے روز زمانہ مجھکو
دکھائی ہی شام تک سحر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ تیغ کھینچے ہوئی ہی سر پر میں جھکا ہی ہوں اشک ریزاں
دکھاؤں ایدل تجھے کدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

غضب ہی چین جبین وہ کیا ہی بدن سے ٹپکی ہی ہے پسینا
عیاں ہی یارو نئی ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

نصیر لکھی ہی کیا غزل یہہ کہ دل تڑپتا ہے سنکے جسکو
بند ہے ہی کب یوں کسی بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

نہاں ہی کب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
ہی اس نگہہ سے اس اشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

دکھا کر تم شہ نشین پہ جلوہ جو دیکھو فوارہ کا تماشا
تو یہہ صدا آئی بام در سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ مہوش نشیب فیل پر ہی اور اسکی خرطوم آب افشان
عجب ہے تشبیہ جلوہ گر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ طفل ترسا جبیں تو قشقہ جو کھینچ سورج کو دیوے پانی
تو کیوں نہ دل دیکھنے کو ترسے فلک تجلی نہیں باران

وہ ٹیڑھے سر پہ ہے باندھے کا گلات ہاتھ اسکے ہاتھ میں ہے
لگیں نہ کیونکہ چھلکے زکیونکہ برسے فلک تجلی نہیں باران

تو اپنی پگڑی پہ کھلکے طرہ جو کھلے پیچا ریوں ہولی
عیاں ہو نیرنگ دگر سے فلک تجلی نہیں باران

وہاں دغا و فریب تاب رخ ہے سیاہ ابر تیرہ و غم ہے
یہ حسن الفت کی ہے شمر سے فلک تجلی نہیں باران

عجب ہے کچھ ماجرا یہ ساقی کہ غل مچایا ہے میکشوں نے
مدام یہاں دیکھیے برسے فلک تجلی نہیں باران

وہ شوخ چہرے کی سیر کو پھیلنے پہ جا کے بیٹھا
نکالے خلقت ادھر ادھر سے فلک تجلی نہیں باران

نصیر صد آفرین ہے تجھکو کہ اہل معنی پکارتے ہیں
عجب ہے مضمون تازہ تر سے فلک تجلی نہیں باران

لو لگ رہی ہے جس سے وہ شمع رو نہ آیا
بل بے تری نزاکت یہاں تک کہ ہو نہ آیا

ہوا اس دہن سے روکش سیلی صبا کی کہا ہے
غنچے کے آہ موہنہ سے کسدن لہو نہ آیا

دندان دکھا کے ست ہنس اے بخیہ گریبان
چاک جگر کا ہم کو طور رفو نہ آیا

کیا جانے یہہ گیا تھا کس موہنہ سے رو کشی کو
آئینہ دہان سے لیکر خاک آبرو نہ آیا

برگشتہ بخت ہم وہ اس دور میں ہیں ساقی
لب تک کبھو ہمارے جام و سبو نہ آیا

موج سرشک سے رونق قبائے تن کی
کیونکر کہوں کہ اسکو کار آتو نہ آیا

آخر کو کہکشاں ہے کمسر وہ مانگ نکلی
اسبات میں ہمارے فرق ایک مو نہ آیا

کشتی دل تو دائم موج خطر میں ڈوبی
چین جبیں ہو کس دن وہ روبرو نہ آیا

کیونکر یہہ ہاتھ اپنا پہونچے گا تا گریبان
دست خیال جسکے دامن کو چھو نہ آیا

اپنے بھی بعد مجنوں یارو ہوا ہند ہی ہے
لے گرد باد خیمہ کب کو بگو نہ آیا

نامحرم سے تم نے کہلوائے بند محرم
میں تو بھی آہ لیکن کچھ آرزو نہ آیا

ہر دم نصیر رہ تو امید وار رحمت
تیری زبان پہ کسدن لا تقنطوا نہ آیا

۲۵

اے اشک روان ساتھ لئے آہِ جگری کو
عاشق کہیں بے فوج و علم اُٹھ نہیں سکتا

سقفِ فلکِ کہنہ میں کیا خاک لگاؤں
اے ضعفِ دل اس آہ کا تم اُٹھ نہیں سکتا

سر معرکۂ عشق میں آسان نہیں دینا
گاڑی ہے جہاں شمع قدم اُٹھ نہیں سکتا

ہے جنبشِ مژگان کا کسی کی جو تصور
دل سے خلشِ خارِ الم اُٹھ نہیں سکتا

دل پر ہے مری خیمۂ ہر آبلہ استاد
کیا کیجیے کہ یہ لشکرِ غم اُٹھ نہیں سکتا

ہر جا متجلی ہے وہی پردۂ غفلت
اے مغلبِ دیر و حرم اُٹھ نہیں سکتا

یوں اشک زمیں پر ہیں کہ منزل کو پہنچ کر
جوں قافلۂ ملکِ عدم اُٹھ نہیں سکتا

شب کو کیونکر تجھکو ہے یہ تنہا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں
جوں پروین ہالہ مہ تنہا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

رونق سر یہاں داغِ جنوں ہے اشکِ مسلسل زیبِ گلو ہے
چاہئے تجھکو غیرت لیلا سر پہ طرّہ ہا رگلیمیں

شعلہ کہاں آنسو ہیں کہ ہر شب شمع رکھی تھی محفل میں
تاج زر اور موتیوں کا سا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

بال پریشان ہیں کاکل کے پیچ گلیمیں ہیں گڑ کے
یوں رکھتا ہے وہ متوالا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

حق میں ہے میرے طائر دل کی باز کا جنگل دام کا حلقا
اے بتِ کافر مجھکو نہ دکھلا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

شبلے اور تسبیح کے بدلے شیخ جی صاحب رکھنے لگے ہیں
کیونکہ نہ دیکھیں رند تماشا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

رشکِ چمن تو سیر کریگا جبکہ کنارِ حوض و لب جو
فوارہ اور پھول کہیگا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

عکسِ شعاعِ مہر نہیں یہ بیل چنبیلی لپٹی ہے
سرو چمن نے کیا ہے پیدا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

کیفیت کیا ہو بن ساقی سوئے چمن طاؤس و قمری
ابر و ہوا میں رکھیں ہیں تنہا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

ہے یہ تمنا سیر چمن یوں تجھ دیکھوں بادہ کشی میں
ہاتھ میں ساغر بر میں مینا سر پر طرّہ ہا رگلیمیں

اور بدلکی دو لیف و قوافی لکھئے غزل اس بحر میں جلدی
تمنے نصیر آپ خوب پہنایا سر پہ طرّہ ہا رگلیمیں ۔

۲۵ اس غزل کے جہاں شعر دیکھے دیتے ہی شعر دیکھے۔ اسپر شیخ ابراہیم ذوق کی غزل ہی دیکھو

وقتِ نماز ہی انکا قامت گاہ خدنگ گاہ کمان
بجاتے ہین اہل عبادت گاہ نہ نگ گاہ کمان

مردِ جوانی میں تو ہی سیدھا پیر میں جھکجاتا ہی
قوت و ضعف کی ہی یہہ علامت گاہ خدنگ گاہ کمان

بادہ کشی کی سکھلاتے ہین کیا ہی قرینی ساون بہادون
کیفیت کے ہمنی جو دیکھا دو ہین مینی ساون بہادون

چھوٹتی ہین فوارہ مژگان روز و شب اُن آنکھونسی
یون برستی دیکھی ہونگی ملکو کسی نے ساون بہادون

ماہ نکنی کو پہرتی ہی بجلی اُسمین گوٹ تمامی کی
دامن ابر کی ٹکڑہ نکو جب لگتی ہین مینی ساون بہادون

بہولے دم کی آمد و شد آیا دکر اُس جھولی کی پینگین
سو جھو ہی بے یار ندنگی آہ یہہ جینی ساون بہادون

کیونکہ نہ یہہ دُرہائے تگرگ آی مادہ پرستو برسا ہین
کان گہر چھٹ زر کی رکھتی ہین گنجینی ساون بہادون

کان جواہر کیونکہ نہ سمجھو کھیت کو دہقان ڈوبے
رساتی ہین تیو ہین ہیرے کی گینی ساون بہادون

ابر سیہ مین دیکھی تھی بگلونکی قطار اس شکل سے جنے
یاد دلاے پہر کی تری دندان مسی نے ساون بہادون

مومن خانصاحب مومن

قصیدہ

پہلی دفعہ اس مجموعہ مین مومن خانصاحب کا حال نہ لکھا گیا۔ وجہ یہہ تھی کہ دو تین جسمین انکا تعلق ہی بلکہ رسوم و چہارم کو بھی اہل نظر دیکھین کہ جو اہل کمال اسمین بیٹھے ہین۔ کس لباس و سامان کے ساتھ ہین۔ کسی مجلس مین بیٹھا ہوا انسان جسی زیب دیتا ہے کہ اسی سامان و شان اور وضع و لباس کے ساتھ ہو جو اہل محفل کے لئے حاصل ہے۔ ہو تو ماموزون معلوم ہوتا ہے۔ خاص موصوف کو کمال سے مجھے انکار نہین۔ اپنے وقت کے اہل کمال کا شمار بڑھا کر۔ اور انکے کمالات دکھا کر ضرور چہرہ فخر کا رنگ چمکاتا۔ لیکن تینے ترتیب کتاب کے دنون مین اکثر اہل وطن کو خطوط لکھے اور لکھوائے۔ وہان سے جواب صاف آیا۔ وہ خط بھی موجود ہین مجبوراً انکا حال قلم انداز کیا۔ دنیا کے لوگون نے اپنے اپنے حوصلہ کے بموجب جو جانا سو کہا۔ آزادون نے سبکی عنایتونکو شکریہ کا دامن پھیلا کر لے لیا۔ ذوق۔

دو گالیان کہ بوسہ خوشی پر ہوا کیے
رکھتے فقیر کام نہین رد و کد سے ہین

البتہ افسوس اسات کا ہے کہ بعض اشخاص جنہون نے سیرت حال پر عنایت کرکے حالات مذکورہ کی ملک تھا

مین خطوط لکھے - اور سعی انکی ناکام رہی - انہون نے بھی کتاب مذکور پر ردیہ لکھا - مگر اصل حال نہ
لکھا کچھ کا کچھ اور ہی لکھدیا - مینے اسیوقت سے دہلی اور اطراف دہلی مین اُن اشخاص کو خطوط لکھنے شروع
کردئے تھے جو خان موصوف کے خیالات سے دل گلزار رکھتے ہین - اب طبع ثانی سے چند مہینے پہلے تاکید
والتجا کی نیاز نامونکو جولانی دی - انہی مین سے ایک صاحب کے الطاف و کرم کا شکر گذار ہون
جنہون نے باتفاق احباب اور صلاح ہمدگر جزئیات احوال فراہم کرکے چند ورق مرتب کئے اور عین حالت
طبع مین کہ کتاب مذکور قریب الاختتام ہے معہ ایک رسالہ کے عنایت فرمائے بلکہ اسمین کم و بیش کی بھی اجازت
دی - مینے فقط بعض فقرے کم کئے - جنسے طول کلام کے سوا کچھ فایدہ نہ تھا - اور بعض عبارتین اور
بہت سی روایتین مختصر کردین یا چھوڑ دین جنسے انکی نفس شاعری کو تعلق نہ تھا - باقی اصل حال کو بجنسہ لکھدیا
آپ ہرگز دخل و تصرف نہین کیا - ہان کچھ کہنا ہوا تو حاشیہ پر یا خط وحدانی مین لکھدیا - جو احباب
پہلے شاکی تھے - امید ہے کہ اب اُس فروگذاشت کو معاف فرماوینگے -

مومن خانصاحب کا حال - انکے والد حکیم غلام نبی خان ولد حکیم نامدار خان شہر کے
شرفا مین سے تھے (جنکی اصل بخبائے کشمیر سے تھی) اول حکیم نامدار خان اور حکیم کامدار خان دو بھائی
سلطنت مغلیہ کے آخری دور مین آکر بادشاہی طبیونمین داخل ہوئے - شاہ عالم کے زمانہ مین
موضع بلاہ وغیرہ پرگنہ نارنول مین جاگیر پائی - جب سرکار انگریزی نے جھجر کی ریاست نواب
فیض طلب خان کو عطا فرمائی تو پرگنہ نارنول بھی اسمین شامل تھا - رئیس مذکور نے انکی جاگیر ضبط
کرکے ہزار روپیہ سالانہ پنشن ورثہ حکیم نامدار خان کے نام مقرر کردی - پنشن مذکور مین سے حکیم غلام نبی خان
صاحب نے اپنا حصہ لیا - اور اُسمین سے حکیم مومن خانصاحب نے اپنا حق پایا - اسکے علاوہ
انکے خاندان کے چار طبیبون کے نام پر سو روپیہ ماہوار پنشن سرکار انگریزی سے بھی ملتی تھی -
اسمین سے ایک چوتھائی انکے والد کو - اور انکے بعد اسمین سے انکا حصہ انکو ملتا رہا -

انکی ولادت ۱۲۱۵ھ مین واقع ہوئی - بزرگ جب دلی مین آئے تو چیلون کے کوچہ مین رہتے
تھے - وہین خاندان کی سکونت رہی - شاہ عبدالعزیز صاحب کا مدرسہ وہانسے بہت قریب تھا
انکے والد کو شاہ صاحب سے کمال عقیدت تھی - جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت ہی نے آکر کان

مین اذان دی - اور مومن خان نام رکھا - گھر والون نے اس نام کو ناپسند کیا اور حبیب اللہ نام رکھنا چاہا - لیکن شاہ صاحب ہی کے نام سے نام پایا -

بچپن کی معمولی تعلیم کے بعد جب ذرا ہوش سنبھالا تو والد نے شاہ عبد القادر صاحب کی خدمت مین پہنچایا - انسے عربی کی ابتدائی کتابین پڑھتے رہے - حافظہ کا یہ حال تھا کہ جو بات شاہ صاحب سے سنتے تھے فوراً یاد کر لیتے تھے - اکثر شاہ عبد العزیز صاحب کا وعظ ایک دفعہ سنکر بعینہ اسطرح ادا کر دیتے تھے - جب عربی مین کسیقدر استعداد ہو گئی تو والد اور چچا حکیم غلام حیدر خان اور غلام حسن خان سے طب کی کتابین پڑھین اور انہی کے مطب مین نسخہ نویسی کرتے رہے -

تیز طبیعت کا خاصہ ہے کہ ایک فن پر دل نہین جمتا - اسنے بزرگون کے علم یعنے طبابت پر قناعت نہ دیا دلمین طرح طرح کا شوق پیدا کئے - شاعری کے علاوہ نجوم کا خیال آیا - اسکو اہل کمال سے حاصل کیا اور مہارت پیہم پہنچائی - اُنکو نجوم سے قدرتی مناسبت تھی - ایسا ملکہ پیدا ہو گیا تھا کہ احکام سن سنکر بڑے بڑے منجم حیران رہجاتے تھے - سال بھر مین ایکبار تقویم دیکھتے تھے پھر برسون تک تمام ستارون کے مقام اور انکی حرکات کی کیفیت ذہن مین رہتی تھی جب کوئی سوال پیش کرتا - نہ زائچہ کھینچتے نہ تقویم دیکھتے - پوچھنے والے سے کہتے کہ تم خاموش رہو - جو مین کہتا جاؤن - اُسکا جواب دیتے جاؤ - پھر مختلف باتین پوچھتے تھے اور مسائل اکثر کو تسلیم کرتا جاتا تھا -

ایک دن ایک غریب ہندو نہایت بیقرار اور پریشان آیا - انکے بیس برس کے رفیق قدیم شیخ عبد الکریم اُسوقت موجود تھے - خانصاحب نے اُسے دیکھکر کہا کہ تمہارا کچھ مال جاتا رہا ہے؟ اُسنے کہا - صاحب مین لٹ گیا - کہا خاموش رہو - جو مین کہون اُسے سنتے جاؤ - جو خلاف بات ہو اُسکا انکار کر دیا - پھر پوچھا کیا زیور کی قسم سے تھا؟ صاحب ہان وہی عمر بھر کی کمائی تھی کہا تمنے لیا ہے یا تمہاری بیوی نے - کوئی غیر چرانے نہین آیا - اُسنے کہا میرا مال تھا اور بیوی کے

پہننے کا زیور تہا - ہم کیون چراتے - ہنسکر فرمایا - کہین رکہہ کر بہول گئے ہوگے - مال کہین باہر نہین گیا
اسنے کہا صاحب سارا گہر ڈہونڈ مارا - کوئی جگہہ باقی نہین رہی - فرمایا پہر دیکہو - گیا اور سارے
گہر مین اچہی طرح دیکہا - پہر آکر کہا - صاحب میرا چہوٹا سا گہر ہے - ایک ایک کونا دیکہہ لیا - کہین
پتا نہین لگتا - خانصاحب نے کہا - اُسی گہر مین ہے - تم غلط کہتے ہو - کہا - آپ چلکر تلاشی لیجیے
مین تو ڈہونڈ چکا - فرمایا - مین یہین سے بتاتا ہون - یہہ کہکر اُسکو سارے گہر کا نقشہ بیان کرنا
شروع کیا - وہ سب باتونکو تسلیم کرتا جاتا تہا - پہر کہا - اس گہر مین جنوب کے رُخ ایک کوٹہری
ہے - اور اُسمین شمال کیجانب ایک لکڑی کا مچان ہے - اُسکے اوپر مال موجود ہے - جاکر لے لو -
اوسنے کہا - مچان کو تو تین دفعہ چہان مارا - وہان نہین ملا - فرمایا اُسیکے ایک کونے مین پڑا ہے
- غرض وہ گیا اور جب روشنی کرکے دیکہا تو ڈہونڈا اور اُسمین سارا زیور جون کا تون وہین سے مل گیا -

ایک صاحب کا مراسلہ اسی تحریر کے ساتہہ مسلسل پہنچا ہے جسمین یہہ اور اس قسم کے کئی اسرار نجومی ستارونکی
شرح جلک رہے ہین - اور انکے شاگردونکی تفصیل بہی لکہی ہے - آزاد انکے درج کرنے مین قاصر ہے - معاف فرمائین
زمانہ ایک طرح کا ہے لوگ کہینگے کہ تذکرہ شعرا لکہنے بیٹہا اور نجومیونکا تذکرہ لکہنے لگا -

خانصاحب نے اپنی نجوم دانی کو ایک غزل کے شعر مین نہایت خوبی سے ظاہر کیا ہے -

ان نصیبون پر کیا اختر شناس	آسمان بہی ہے ستم ایجاد کیا

شطرنج سے بہی اُنکو کمال مناسبت تہی - جب کہیلنے بیٹہتے تہے تو دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی
تہی - اور گہر کے نہایت ضروری کام بہی بہول جاتے تہے - دلی کے مشہور شاطر کرامت علیخان سے
قرابت قریبہ رکہتے تہے - اور شہر کے ایک دو مشہور شاطرون کو سوا کسی سے کم نہ تہے

شعر و سخن سے انہین طبعی مناسبت تہی - اور عاشق مزاجی نے اُسے اور بہی چمکا دیا تہا
انہون نے ابتدا مین شاہ نصیر مرحوم کو اپنا کلام دکہایا - مگر چند روز کے بعد اُنسے اصلاح لینی
چہوڑ دی اور پہر کسیکو استاد نہین بنایا -

انکو نامی شاگرد نواب مصطفیٰ خان شیفتہ صاحب تذکرہ گلشن بیخار خلف نواب اعظم الدولہ سرفراز الملک مرتضیٰ خان مظفر جنگ بہادر رئیس یلول اور انکے چھوٹے بھائی نواب اکبر خان کہ ۴ برس ہوئے راولپنڈی مین دنیا سے انتقال کیا۔ میر حسین تسکین کہ نہایت ذکی الطبع شاعر تھے۔ سید غلام علیخان وحشت۔ غلام ضامن کرم۔ نواب اصغر علیخان کہ پہلے اصغر تخلص کرتے تھے پھر نسیم تخلص اختیار کیا۔ اور مرزا خدا بخش قیصر شہزادے وغیرہ اشخاص تھے۔

رنگین طبع۔ رنگین مزاج۔ خوش وضع۔ خوش لباس۔ کشیدہ قامت سرخ رنگ۔ سر پر لمبے لمبے گھونگر والے بال۔ اور ہر وقت انگلیوں مین انگوٹھی کرتے رہتے تھے۔ ململ کا انگرکھا۔ ڈھیلا ڈھیلا پائجامہ لال نیفہ بھی ہوتا تھا۔ بیٹے انہین نواب اصغر علیخان اور مرزا خدا بخش قیصر کو مشاعرون مین غزل پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ ایسی دردناک آواز دلپذیر ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے۔ کہ مشاعرہ وجد کرتا تھا۔ اللہ اللہ ابتک وہ عالم آنکھون کے سامنے ہے۔ باتین کہانیان ہوگئین۔ باوجود اسکے نیک خیالون سے بھی انکا دل خالی نہ تھا۔ نوجوانی ہی مین مولانا سید احمد صاحب بریلوی کے مرید ہوئے۔ کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے پیر تھے۔ خانصاحب انہی کے عقائد کے بھی قائل رہے۔

انہون نے کسی کی تعریف مین قصیدہ نہین کہا۔ ہان راجہ ایشوری سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ جو دہلی مین رہتے تھے۔ اور انکی سخاوتین شہر مین مشہور تھین۔ وہ ایک دن مصاحبون کے ساتھ سر راہ اپنے کوٹھے پر بیٹھے تھے۔ خانصاحب کا ادھر سے گذر ہوا۔ لوگون نے کہا مومن خان شاعر بھی ہین۔ راجہ صاحب نے آدمی بھیجکر بلوایا عزت و تعظیم سے بٹھایا۔ (کچھ نجوم کچھ شعر و سخن کی باتین کین) اور حکم دیا کہ ہتھنی کسکر لاؤ۔ ہتھنی حاضر ہوئی۔ وہ خانصاحب کو عنایت کی۔ انہون نے کہا کہ مہاراج مین غریب آدمی ہون اسے کہانسے کھلاؤنگا۔ اور کیونکر رکھونگا۔ کہا کہ سو روپیہ اور دو۔ خانصاحب اسی پر سوار ہوکر گھر آئے۔ اور پہلے اسسے کہ اتنی روپے کہانے اسے بیچکر نقد کیا (اسی موقع پر اوج نے کہا تھا دیکھو صفحہ ۵۱۸) پھر خانصاحب نے ایک قصیدہ مدحیہ شکریہ مین کہکر راجہ صاحب کو دیا۔ جسکا مطلع ہے۔

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری　　کثرتِ دود سے سیاہ شعلۂ شمع قادری

سوا اِس قصیدہ کے اور کوئی مدح کسی دنیادار کے صلہ و انعام کی توقع پر نہین لکھی - وہ اسقدر غیور تھے کہ کسی عزیز یا دوست کا اونے احسان بھی گوارا نکرتے تھے -

راجہ کیو رتنلہ نے اُنہین ساڑھے تین سو روپیہ مہینا کرکے بُلایا اور ہزار روپیہ خرچ سفر بھیجا وہ بھی تیار ہوگئے مگر معلوم ہوا کہ وہان ایک گویّے کی بھی یہی تنخواہ ہے - کہا کہ جہان میری اور ایک گویّے کی برابر تنخواہ ہو مین نہین جاتا -

جسطرح شاعری کے ذریعہ سے اُنہون نے روپیہ نہین پیدا کیا اسیطرح نجوم رمل اور طبابت کو بھی معاش کا ذریعہ نہین کیا - جسطرح شطرنج انکی ایک دل لگی کی چیز تھی اسیطرح نجوم رمل اور شاعری کو بھی ایک تبلاوا و لکا سمجھتے تھے -

خانصاحب پانچ چار دفعہ دلّی سے باہر گئے - اول رامپور - اور وہان جاکر کہا -

دلّی سے رامپور مین ہو لایا جنون کا شوق		دیوانہ چھوڑ آئے ہین ویرانہ تر مین ہم	

دوسری دفعہ سہسوان گئے - وہان فرماتے ہین -

چھوڑ دلّی کو سہسوان آیا		ہرزہ گردی مین مبتلا ہونہین	

۳ - جہانگیر آباد مین نواب مصطفیٰ خان کے ساتھ کئی دفعہ گئے - ۴ - ایک دفعہ نواب شاکر خان کے ساتھ سہارنپور گئے - اِسسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دلّی مین جو میسر تھا اُسی پر قانع تھے - درست ہے تصدیق اسکی دیکھو غالب مرحوم کے حال مین صفحہ ۵۲۲

انکی تیزی ذہن اور ذکاوت طبع کی تعریف نہین ہوسکتی - وہ خود بھی ذہانت مین دو شخصونکے سوا کسی کو بہتر کر تسلیم نکرتے تھے - ایک مولوی اسمٰعیل صاحب - دوسرے خواجہ محمد نصیر صاحب کہ انکے سر اور خواجہ میر درد صاحب کے نواسے تھے -

اسی سلسلہ مین نواب مصطفیٰ خان کی ایک وسیع تقریر ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا ذکی الطبع آج تک نہین دیکھا انکے ذہن مین بجلی کی سی سرعت تھی وغیرہ وغیرہ - ساتھ ہی کے مراسلت مین بعض اور معاملے منقول ہین - مگر انمین بھی واردات کی بنیاد نہین لکھی - مثلاً یہ کہ موسوی بخش خلق مولوی امام بخش صاحب صہبائی کے شاگرد رشید دیوان نظیری پڑھتے تھے - ایکدن خانصاحب کے پاس آئے اور ایک شعر کے معنے پوچھے - انہون نے ایسے بنا کر

معنے اور نادر مطلب بیان فرماتے کہ قلق معتقد ہوگئے - اور کہا کہ مولوی صاحب نے جو شعر سنائے ہین وہ اُستے کچھ بھی نسبت نہین رکھتے - لیکن نہ وہ شعر لکھا ہے نہ کسی صاحب کے معنے لکھے ہین - ایسی باتون کو آزاد نے افسوس کے ساتھ ترک کردیا ہے - شفیق مکرم معاف فرماوین -

لطیفہ - انکی عالی دماغی اور بلند خیالی شعرائے متقدمین و متاخرین میں سے کسیکی فصاحت یا بلاغت کو خاطر مین نہ لاتی تھی - یہہ قول انکا مشہور تھا کہ گلستان سعدی کی تعریف مین لوگون کا دم ٹوٹتا ہے اسمین ہے کیا ؟ - گفت گفت - گفتہ اند گفتہ اند - کہتا چلا جاتا ہے - اگر ان لفظونکو کاٹ دو تو کچھ بھی نہین رہتا - ایک دن مفتی صدرالدین خان مرحوم کے مکان پر یہی تقریر کی - مولوی احمد الدین کرسا نوالہ - مولوی فضل حق صاحب کے شاگرد بیٹھے تھے انہون نے کہا کہ قرآن شریف مین کیا دقت ہے جابجا - قال قال - قالوا قالوا ہے -

انکے کسی شاگرد نے غزل مین یہ شعر لکھا تھا -

ہجر مین کیونکر پھرون ہر سو نہ کہبرایا ہوا	وصل کی شب کا سما آنکھون مین ہے چھایا ہوا

خانصاحب نے پہلے مصرع کو یون بدلدیا ع اسطرف کو دیکھتا ہی ہے تو شرمایا ہوا

اہل مذاق جانتے ہین کہ اب شعر کہان سے کہان پہنچ گیا ہے -

ایک اور شخص نے آلہی بخش کا سجع لکھا تھا ع مجھ گنہگار کو آلہی بخش - خانصاحب نے فرمایا - ع مین گنہگار رہون آلہی بخش -

تاریخین - تاریخ مین ہمیشہ تعمیہ اور تخرجہ معیوب سمجھا تا ہے - مگر انکی طبع رسا نے اُسے محسنات تاریخ مین داخل کردیا چنانچہ اپنے والد کی تاریخ وفات کہی -

بہ من الہام گشت سال وفات	کہ غلام نبی بہ حق پیوست

غلام نبی کے اعداد کے ساتھ حق ملائین تو پورے سنہ فوت نکل آتے ہین

اپنی صغیر سن بیٹی کی تاریخ فوت کہی

خاک بر فرق دولت دنیا	من فشاندم خزانہ بر سر خاک

خزانہ کے اعداد - سر خاک - یعنے قع کے ساتھ ملانے سے سنہ ۱۲۶۲ھ ہوتے ہین -

تاریخ چاہ ع آب لذت فزا بہ جام بگیر آب لذت فزا کے اعداد - جام کے اعداد مین ڈالو تو سنہ ۱۲۶۰ حاصل ہوتے

ان تاریخون کی لطف و نزاکت مین کلام نہین لیکن اصول فن کے موجب ۹ سے زیادہ کمی و بیشی نہین ہوتی

ایک شخص زین خان نام حج کو گیا۔ رستہ میں سے پھر آیا خان صاحب نے کہا ع

چون بیاید ہنوز خر باشد ۱۲۵۶ھ

شاہ محمد اسحاق صاحب نے دلی سے ہجرت کی خانصاحب نے کہا۔

گفتیم وحید عصر اسحاق	بر حکم شہنشہ دو عالم
بگذشتہ دار حرب امسال	جا کردہ بمکہ معظم

وحید عصر اسحاق کے اعداد مکہ معظم کے اعداد کے ساتھ ملاؤ۔ اور دار حرب کے اعداد انمیں سے تفریق کرو تو ۱۲۶۰ھ تاریخ ہجرت نکلتی ہے۔

ایک شخص قلعہ دہلی سے نکالا گیا انہوں نے تاریخ کہی ع از باغ خلد بیرون شیطان بیحیا شد۔

باغ خلد کے اعداد میں سے شیطان بے حیا کے عدد نکال ڈالیں تو ۱۲۳۶ رہتے ہیں۔

سادی تاریخیں بھی عمدہ ہیں۔ چنانچہ خلیل خان کے ختنہ کی تاریخ کہی سنت خلیل اللہ

اپنی عمہ کے سر نیکی تاریخ کہی۔ لہا اجر عظیم

اپنے والد کی وفات کی تاریخ کہی۔ قد فاز فوزا عظیما۔

اپنی بیٹی کی ولادت کی تاریخ کہی۔

نال کٹنے کے ساتھ ہاتف نے	کہی تاریخ دختر مومن

دختر مومن کے اعداد میں سے نال کے اعداد کو اخراج کیا ہے۔

شاہ عبد العزیز صاحب کی وفات کی تاریخ۔

دست بے داد اجل سے بے سر و پا ہو گئے	فقر و دین۔ فضل و ہنر۔ لطف و کرم علم و عمل

الفاظ مصرع آخر کے اول و آخر کے حرفوں کو گرا دو بیچ کے حرفوں کے عدد لیلو تو ۱۲۳۹ رہتے ہیں۔

انکے سے بھی متعدد ہیں۔ مگر ایک لاجواب ہے۔ ایسا نہیں سنا گیا۔

جینے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا	ہم الٹے۔ بات الٹی۔ یار الٹا

پہیلیان بہی کہین ایک یہان لکہی جاتی ہے کہ گہڑیال پر ہے ۔

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بلائے	نہ لفظ اور معنے سمجہہ مین کچہہ آئے
نہین جو زبرہ لٹکتا رہے	زمانہ کا احوال بکتا رہے
شب و روز غوغا مچایا کرے	اسی طرح سے مار کہایا کرے

کوٹہے سو گرنے کے بعد انہون نے حکم لگایا تہا کہ ۵ دن یا ۵ مہینے یا ۵ برس مین مرجاؤنگا ۔ چنانچہ ۵ مہینے کے بعد مرگئے ۔ گرنے کی تاریخ خود ہی کہی تہی ۔ دست و بازو لشکست ۔ مرنے کی تاریخ ایک شاگرد نے کہی ۔ ماتم مومن ۔ دلی دروازہ کے باہر سید ہینو کی جانب غرب ۔ زیر دیوار احاطہ مدفون ہوئے ۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کا خاندان بہی یہین مدفون ہے ۔

روایت مرنے کے بعد لوگون نے عجیب عجیب طرح سے خواب مین دیکہا ۔ ایک خواب بہت سچا اور حیرت انگیز ہے ۔ نواب مصطفے خان نے دو برس بعد خواب مین دیکہا کہ ایک قاصد نے آکر خط دیا کہ مومن مرحوم کا خط ہے ۔ انہون نے لفافہ کہولا تو اسکے خاتمہ پر ایک مہر ثبت تہی جسمین مومن جنتی لکہا تہا اور خط کا مضمون یہ تہا ۔ کہ آجکل بہرت عیال پر مکان کی طرف سے بہت تکلیف ہے ۔ تم انکی خبر لو ۔ صبح کو نواب صاحب نے دو سو روپے انکے گہر بہیجے اور خواب کا مضمون بہی کہلا بہیجا ۔ انکے صاحبزادے احمد نصیر خان سلمہ اللہ کا بیان ہے کہ فی الواقع ان دنون ہم پر مکان کی نہایت تکلیف تہی ۔ برسات کا موسم تہا اور سارا مکان ٹپکتا تہا ۔ اپنے شفیق کرم کے الطاف و کرم کا شکر گذار ہون کہ انہون نے یہ حالات غریب کہکے نہایت غلط لیکن کلام بے اثر نہ لکہی اور باوجود التجا کرنے کے انکار کیا ۔ سلسلۂ سیدہ آزاد اپنے فہم قاصر کے موجب لکہتا ہے ۔

نظم و نثر مین انکے خیالات نہایت نازک اور مضامین عالی ہین ۔ اور استعارات اور تشبیہ کے زور اور بہی اعلی درجہ پر پہنچایا ہے ۔ بیانمین معانی عاشقانہ عجب مزے سے ادا کرتے ہین ۔ یہ اسطرح شعر کہا ہے کہ انکا انداز بیان اور اسپر وہ خود ہی زبان ہے ۔ اشعار اردو مین فارسی کی عمدہ ترکیبین اور دلکش فقرے ہین کہ اردو کی سلاست مین انکا بیان پیدا کرتی ہے ۔ انکی زبان مین جو سلاست و صفا ہے ۔ جسکا بیان تالیف سے خالی نہین ۔ وہ اکثر اشعار مین ایک شے کو کسی صفت خاص کے لحاظ سے ذات شے کی طرف نسبت کرتے ہین ۔ اور اس پہیر سے شعر مین عجب لطف پیدا ہے بلکہ معانی بیانی پیدا کرتے ہین مثلاً ۔

ہوئے نہ عشق میں جبتک وہ مہربان نہوا	بلائے جان ہے وہ دل جو بلائے جان نہوا
محو جمال دم نظارۂ جانان ہوگا	آئینہ آئینہ دیکھے گا تو حیران ہوگا
کیا رم فکر وکے اگر ابرام نہوگا	الزام سے حاصل بجز الزام نہوگا
روز جزا جو قاتل دل جو خطاب تہا	میرا سوال ہے میرے خونکا جواب تہا
پس شکستن خم زجر محتسب معقول	گناہگار نے سمجہا گناہگار مجہے
نقد جان تہا نہ سزائے دیت عاشق حسین	خون فرہاد سر گردن فرہاد رہا

اکثر عمدہ ترکیبین اور نادر تراشین فارسی کی۔ اور استعارے واضافتین اردو مین استعمال کرکے کلام کو نمکین کرتے ہین۔ مثلاً

گر دہان ہے یہ خموشی اثر افغان ہوگا	حشر مین کون مرے حال کو پرسان ہوگا
یعنے فغانے کہ اثرش خموشی ست۔	
بیمار اجل چارہ کو گر حضرت عیسا	اچہا نکرینگے تو کچہہ اچہا نکرینگے
یعنے بیمار یکہ چارہ اش اجل است۔	
وفائے غیرت شکر جفائے کام کیا	کہ آپ ہوس سے بہی اعدا نہ بلہوس گذرے
ستم ہے شور بختی مری ہڈی کیونہ ہما کہا	سگ لیلی اوا کو گر نہ ظالم بدمزہ لگتی

اکثر اہل اردو یہہ طرز پسند نہین کرتے لیکن اپنا اپنا مذاق ہے۔ ناسخ اور آتش کے حال مین اس تقریر کو بہت طول دے چکا ہون دوبارہ لکہنا فضول ہے۔

قصائد۔ اپنے درجہ مین عالی رتبہ رکہتے ہین اور زبان کا انداز وہی ہے۔

مثنویان۔ نہایت درد انگیز ہین کیونکہ درد خیز دل سے نکلی ہین۔ زبان کے لحاظ سے جو غزلون کا انداز ہے وہی انکا ہے۔

غزلین

غیرون پہ کہل نجائے کہین راز دیکہنا	میری طرف بہی غمزۂ غماز دیکہنا
اڑتی ہے رنگ رخ مرا نظر والے تہا نہان	اس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکہنا
دشنام یار طبع حزین پر گران نہین	اے ہمنفس تراکت آواز دیکہنا

بعض اشعار پر لوگون کو اعتراض ہین انکی تفصیل و تحریر اسی قسم کی ہے مثلاً شمر جو بالتسکین اسکو شمر بفتحتین ابتدا ہے سے دل ایسے شوخ کو موسن نہ دیدیا کہ جو ہے۔ محبوب کا اور دل رکہے شمر کا سا۔ یا نو خدا زان کہ نمی ترکیب ہے۔ دیکہو صفحہ ۴۴۸۔ اور ایسے استادان کے کلام مین اکثر ہین۔

دیکھا اپنا حال زار منجم ہوا رقیب
تھا سازگار طالع ناساز دیکھنا

بد کام کا مآل برا ہے جزا کے دن
حال سپہر تفرقہ انداز دیکھنا

مت رکھیو گرد تارک عشاق پر قدم
پامال ہو نجائے سر افراز دیکھنا

کشتہ ہوں اوسکی چشم فسونگر کا اے مسیح
کرنا سمجھ کے دعوی اعجاز دیکھنا

میری نگاہ خیرہ دکھاتی ہین غیر کو
بیطاقتی یہ سرزنش ناز دیکھنا

ترک صنم بھی کم نہین سوز جحیم سے
مومن غم مآل کا آغاز دیکھنا

اشک دامن تر اثر باعث صد جوش ہوا
ہیچکیون سے مین یہ سمجھا کہ فراموش ہوا

جلوہ افزائی رخ کو لئے مو نوش ہوا
مین کبھی آپ مین آیا تو وہ بیہوش ہوا

کیا یہ پیغام مہر غیر ہے اے مرغ چمن
خندہ زن باد بہاری سے وہ گلگوش ہوا

ہے یہ غم گور مین رنج تب دل سے فزون
کہ وہ مہر و مرے ماتم مین سیہ پوش ہوا

مجھ پہ شمشیر نگہ خود بخود آ پڑتی ہے
عاجز احوال زبون سے وہ ستم کوش ہوا

آفرین دل مین رہی خنجر دشمن کے سبب
اپنے قاتل سے خفا تھا کہ مین خاموش ہوا

درد شانہ سے تیرا محو نزاکت خوش ہے
کہ مین ہمدوش ہون گو غیر بھی ہمدوش ہوا

تہی مالی تو یہ خالی یہ بھری تو وہ بھری
کاسہ عمر عدو حلقہ آغوش ہوا

تو نے جو قہر خدا یاد دلایا مومن
شکوہ جور بتان دل سے فراموش ہوا

گئی وہ خواب سے اوٹھ غیر کے گھر آخر شب
اپنے نالے نے جگایا یہ اثر آخر شب

صبحدم وصل کا وعدہ تھا یہ حسرت دیکھو
مر گئے ہم دم آغاز سے آخر شب

شعلہ آہ فلک رتبہ کا اعجاز تو دیکھ
اول ماہ مین چاند آئے نظر آخر شب

سوز دل سے ہی بیان بہت چھلکے قریب
رہے ہین موسم گرما مین سفر آخر شب

سے ہی غیر سے بے پردہ تم انکار کی بعد
جلوہ خورشید کا سا تھا کچھ ادھر آخر شب

صبح دم آنکو وہ تھا کہ گواہی دی ہے
رجعت قہقری چرخ و قمر آخر شب

غیر نکلا تیرے گھر سے گئی اس وہم مین جان
غل ہوئے جور کی اوس کو چین گہر آخر شب

دی تسلی تو وہ ایسی کہ تسلی نہ ہوئی
خواب مین تو میری آئے وہ مگر آخر شب

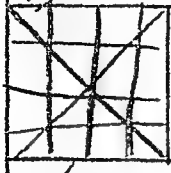

موسفیدی کے قریب اور ہی غفلت مومن
نیند آتی ہے بہ آرام دگر آخر شب

آنکھون سے حیا ٹپکے ہے انداز تو دیکھو
ہے بوالہوسون پر بھی ستم ناز تو دیکھو

اوس بت کے لئے مین ہوس حور سے گذرا
اس عشق خوش انجام کا آغاز تو دیکھو

چشمک مری وحشت پہ ہی کیا حضرت ناصح
طرز نگہ چشم فسونساز تو دیکھو

ارباب ہوس کے ہی جان پہ کھیلے
کم طالعی عاشق جانباز تو دیکھو

مجلس مین مری ذکر کے آتے ہی اوٹھے وہ
بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو

محفل مین تم اغیار کو دزدیدہ نظر سے
منظور ہے پنہان نہ ہے راز تو دیکھو

اوس غیرت ناہید کی ہر تان ہی دیپک
شعلہ سا چمک جائے ہی آواز تو دیکھو

دین پاکی دامن کی گواہی مری آنسو
اوس یوسف بیدرد کا اعجاز تو دیکھو

جنت مین بھی مومن نہ ملا ئے بتون سے
جور اجل تفرقہ پرداز تو دیکھو

دفن جب خاکمین ہم سوختہ سامان ہونگے
فلس ماہی کی گل شمع شبستان ہونگے

ناوک انداز جدھر دیدہ جانان ہونگے
نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجان ہونگے

تاب نظارہ نہین آئینہ کیا دیکھنے دون
اور بنجائینگے تصویر جو حیران ہونگے

تو کہان جائیگی مجھہ اپنا ٹھکانا کرلے
ہم تو کل خواب عدم مین بہت ہجران ہونگے

ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھہ اپنے کہ ہم
لاکھہ نادان ہوئے کیا تجھہ سے بھی نادان ہونگے

کرکے زخمی مجھے نادم ہون یہ ممکن نہین
گر وہ ہونگے بھی تو بے وقت پشیمان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہین کہ جنہین چاہ کے ارمان ہونگے

ہم نکالینگے سن اے موج ہوا بل تیرا
اوسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

صبر یارب میری وحشت کا پڑیگا کہ نہین
چارہ فرما بھی کبھی قید زندان ہونگے

منت حضرت عیسی اوٹھائینگے کبھی
زندگی کے لئے شرمندۂ احسان ہونگے

تیری دل تفتہ کی تربت پہ عدو جھوٹا ہے
گل نہ ہونگے شرر آتش سوزان ہونگے

غور سے دیکھتے ہین لوگ کو آہو چشم
کیا کہین اوسکے سگ کو چہ کے قربان ہونگے

داغ دل کھلینگے تربت سے مری جون لالہ
یہہ وہ اخگر نہین جو خاک مین پنہان ہونگے

چاک پردیسی یہ غمزے ہین تو اے پردہ نشین
ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی
پھر وہی پاؤن وہی خار مغیلان ہونگے

سنگ اور ہاتھ وہی وہ بھی سر و داغ جنون
وہی ہم ہونگے وہی دشت و بیابان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

خوشی نہ مجھکو کبونکر قضا کے آنیکی
خبر ہی لاش پہ اوس بیوفا کے آنے کی

ہر ایک خاق کا خون سر پہ اشک خونکو مرے
سکھائی طرز اوسے دامن اوٹھا کے آنے کی

سمجھہ کے اور ہی کچھہ مرحلا مین ہے ناصح
کہا جو تو نے نہین جان جا کے آنے کی

امید سرمہ مین تکتی ہین راہ دیدۂ زخم
شمیم سلسلۂ مشک کے آنے کی

چلی ہے جان نہین تو کوئی نکالو راہ
تم اپنے پاس تک اس مبتلا کے آنے کی

بجا ہے کیون دل مرغ چمن کو سیکھہ گئی
بہار روضہ تیرے مسکرا کے آنے کی

مشام غیر مین بو پہنچی ہے نکہت گل داغ
یہ بے سبب نہین بندی ہوا کے آنے کی

جو بے حجاب ہوگی تو جان جائیگی
کہ راہ دیکھی ہے اُسنے حیا کے آنے کی

پھر ایکبی لاتیری قربان جاؤن جذبۂ دل
گئے ہین یہان سے وہ سوگند کھا کے آنیکی

خیال زلف مین خود رفتگی نے قہر کیا
امید تھی مجھے کیا کیا بلا کے آنے کی

کرونمین وعدہ خلافی کا شکوہ کس سے
اجل بھی رہ گئی ظالم سُنا کے آنے کی

کہان ہے ناقہ تیرے کان بجتی ہین محبون
قسم ہے مجکو صدائے درا کے آنیکی

مرے جنازے پہ آنیکا ہے ارادہ تو آؤ
کہ دیر اوٹھانے مین کیا ہے صبا کے آنیکی

مجھے یہ ڈر ہے کہ مومن کہین نکہتا ہو
مری تسلی کو روز جزا کے آنے کی

از بس جنون جدائی گل پیرہن سے ہے
دل چاک چاک نغمۂ مرغ چمن سے ہے

سرگرم مدح غیر دم شعلہ زن سے ہے
دوزخ کو کیا جلن مری دلکی جلن سے ہے

روز جزا نہ دے جو مرے قتل کا جواب
وہم سخن رقیب کو اوس کم سخن سے ہے

یاد آگیا زبس کوئی مہروش مہروش
اُمید داغ تازہ سپہر کہن سے ہے

کچھہ بھی کیا نہ یار کی سنگین دلی کا پاس
سب کاوش رقیب دل کوہکن سے ہے

اُنکو گمان ہے گلۂ چین زلف کا
خوشبو دہان زخم جو مشک ختن سے ہے

مین کیا کہ مرگ غیر بہ دامان تر نہو
وہ اشک ریز خندۂ چاک کفن سے ہے

کیونکر نجات آتش ہجر نسے ہو کہ مرگ
آئی تو دور ہی تب و تاب بدن سے ہے

خود رفتگی مین چین وہ پایا کہ کیا کہون
غربت جو مجھسے پوچھو تو بہتر وطن سے ہے

رشک پری کہی سی عدو کی یہہ وحشتین
نفرت بلا تمھین مری دیوانپن سے ہے

داغ جنون کو دیتے ہین گلشن پہ مثال
مین کیا کہ عندلیب کو وحشت چمن سے ہے

کیون یار نوحہ زن ہین کہان مرگ مجکو تو
لب تشنگی تصور بوسہ دہن سے ہے

کیا کیا جو ہم نے شکوہ مین باتین بنا گیا
تو اب بھی دل درست آوے دلشکن سے ہے

اپنا شریک بھی نہ گوارا کرے بتو
مومن کو ضد یہ کشمکش بد برہمن سے ہے

دعا بلا تھی شب غم سکون جانکے لئے
سخن بہانہ ہوا مرگ ناگہان کے لئے

نہ پا سکے یار کے بوسے نہ استا کے لئے
عبث مین خاک ہوا میل آسمان کے لئے

خلاف وعدہ فردا کی ہمکو تاب کہان
امید یکشبہ ہے پاس جاودان کے لئے

سنین نہ آپ تو ہم بوالہوس سے حال کہین
کہ سخت جا ہے دل اپنے رازدان کے لئے

حجاب چرخ بلا ہے ہوا کرے بیتاب
فغان اثر کے لئے اور اثر فغان کے لئے

ہے اعتماد مرے بخت خفتہ پر کیا کیا
وگرنہ خواب کہان چشم پاسبان کے لئے

مزا یہ شکوہ مین آیا کہ ہمزہ ہوئے وہ
مین تلخ کام رہا لذت زبان کے لئے

لیا ہے دلکے عوض جان دی رقیب کے دون
مین اور آپکی سوداگری زیان کے لئے

وہ لعل روح فزا دی کہانتک بوسے
کہ جو ہو کم ہے یہان شوق جانفشان کے لئے

ملی رقیب سے وہ جب سنا وصال ہوا
دریغ جان گئی ایسے بدگمان کے لئے

کہان وہ عیش اسیری کہان وہ حبس قفس
ہے بیم برق بلا روز آشیان کے لئے

جنون عشق ازلی کیون نہ خاک اڑائے کہ ہم
جہان مین آئے ہین ویرانی جہان کے لئے

بھلا ہوا کہ وفا آزما ستم سے موئے
ہمین بھی دینی تھی جان اوسکے امتحان کے لئے

روان فزائی سحر حلال مومن سے
رہا نہ معجزہ باقی لب بتان کے لئے

ملک الشعرا خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق

جب وہ صاحب کمال عالمِ ارواح سے کشورِ اجسام کی طرف چلا تو فصاحت کی فرشتون نے باغِ قدس کے پھولونکا تاج سجایا۔ جسکی خوشبو شہرتِ عام بنکر جہان مین پھیلی۔ اور رنگ نے بقاے دوام سے آنکھونکو طراوت بخشی۔ وہ تاج سر پر رکھا گیا تو آبِ حیات اُسپر شبنم ہوکر برسا کہ شادابی کو کمھلاہٹ کا اثر نہ پہنچے۔ ملک الشعرائی کا سکہ اُسکے نام سے موزون ہوا۔ اور اُسکی طغرای شاہی مین یہہ نقش ہوا کہ۔ اِسپر نظم اُردو کا خاتمہ کیا گیا۔ چنانچہ اب ہرگز امید نہین کہ ایسا قادر الکلام پھر ہندستان مین پیدا ہو۔ سبب اِسکا یہہ ہے کہ جس باغ کا بلبل تھا۔ وہ باغ برباد ہوگیا۔ نہ ہم صفیر رہے نہ ہمدستان رہے۔ نہ اوس بولی کے سمجھنے والے رہے۔ جو خراب آباد اُس زبان کے لئے ٹکسال تھا وہان بھانت بھانت کا جانور بولتا ہے۔ شہر چھاؤنی سے بدتر ہوگیا۔ اُمرا کے گھرانے تباہ ہوگئے۔ گھرانون کے وارث علم و کمال کے ساتھہ روٹی سے محروم ہوکر حواس کھو بیٹھے۔ وہ جادو کار طبیعتین کہانسے آئین جو بات بات مین دل پسند انداز اور عمدہ تراشین نکالتی تھین۔ آج جن لوگون کو زمانہ کی فارغ البالی نے اِس قسم کے ایجاد و اختراع کی فرصتین دی ہین وہ اَور اَور اصل کی شاخین ہین۔ اُنھون نے اَور بانی سے نشو و نما پائی ہے۔ وہ اَور ہی ہوا مین اُڑ رہے ہین۔ پھر اُس زبان کی ترقّی کا کیا بھروسا۔ کیسا مبارک زمانہ ہوگا جبکہ شیخ مرحوم اور میرے والدِ مغفور ہم عمر ہونگے تحصیل علمی اُنکی عمرونکی طرح حالت طفولیت مین ہوگی صرف و نحو کی کتابین ہاتھونمین ہونگی اور ایک اُستاد کے دامنِ شفقت مین تعلیم پاتے ہونگے۔ اون نیک نیت لوگون کی ہر ایک بات استقلال کی بنیاد پر قایم ہوتی تھی۔ وہ رابطہ اُنکا عمرون کے ساتھہ ساتھہ بڑھتا گیا۔ اور اخیر وقت تک ایسا نبھہ گیا کہ قرابت سے بھی زیادہ تھا۔ اِنکی تحریرِ حالات مین بعض باتونکے لکھنے کو لوگ فضول سمجھین گے۔ مگر کیا کرون جی یہی چاہتا ہے

راقم سوا
کیا تعلق

کہ کوئی حرف اِس گرانبہا داستان کا نہ چھوڑوں۔ یہہ شاید اِس سبب سے ہو کہ اپنے پیارے اور پیار کرنے والے بزرگ کی ہر بات پیاری ہوتی ہے۔ لیکن نہیں! اُس شعر کے پتلے کا ایک رونگٹا بھی بیکار نہیں۔ ایک صنعتکاری کی کل میں کون سے پرزے کو کہہ سکتے ہیں کہ نکالڈالو یہہ کام کا نہیں۔ اور کونسی حرکت اوسکی ہے جس سے کچھہ حکمت انگیز فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔ اسواسطے میں لکھونگا اور سب کچھہ لکھونگا۔ جو بات اِنکے سلسلۂ حالات میں مسلسل ہو سکیگی ایک حرف نہ چھوڑونگا۔ شیخ مرحوم کے والد شیخ محمد رمضان ایک غریب سپاہی تھے۔ مگر زمانہ کے تجربہ اور بزرگوں کی صحبت نے اُنہیں حالاتِ زمانہ سے ایسا باخبر کیا تھا کہ اُنکی زبانی باتیں کتب تاریخ کی قیمتی سرمایہ ہے۔ وہ دلّی میں کابلی دروازہ کے پاس رہتے تھے۔ اور نواب لطف علیخان نے اُنہیں معتبر اور باہلیاقت شخص سمجھکر اپنی حرم سرا کے کاروبار سپرد کر رکھے تھے۔ شیخ علیہ الرحمہ اِنکے اکلوتے بیٹے تھے کہ ۱۲۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اُسوقت کسے خبر ہوگی کہ اِس رمضان سے وہ چاند نکلیگا جو آسمانِ سخن پر عید کا چاند ہو کر چمکیگا۔ جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو حافظ غلام رسول نام ایک شخص بادشاہی حافظ اُنکے گھر کے پاس رہتے تھے۔ محلہ کے اکثر لڑکے اُنھی کے پاس پڑھتے تھے انہیں بھی وہیں بٹھا دیا۔

حافظ غلام رسول شاعر بھی تھے۔ شوق تخلص کرتے تھے۔ اگلے وقتوں کے لوگ جیسے شعر کہتے ہیں ویسے شعر کہتے تھے۔ محلہ کے شوقین نوجوان دلوں کو اُنکے میں اُنسے کچھہ کچھہ کہوا لیجایا کرتے تھے اکثر اصلاح بھی لیا کرتے تھے۔ غرض ہر وقت اِنکی زبان پر یہی چرچہ رہتا تھا۔ شیخ مرحوم خود فرماتے تھے کہ وہاں سُنتے سُنتے مجھے بہت شعر یاد ہو گئے۔ نظم کے پڑھنے اور سُننے میں دلکو ایک روحانی لذت حاصل ہوتی تھی۔ اور ہمیشہ اشعار پڑھتا پھرا کرتا تھا۔ دلمیں شوق تھا اور خدا سے دُعا مانگتا تھا کہ الٰہی مجھے شعر کہنا آجائے ایک دن خوشی میں آکر خود بخود میری زبان سے دو شعر نکلے۔ اور یہہ فقط حسنِ اتفاق تھا کہ ایک حمد میں تھا ایک نعت میں۔ اِس

---

[۲۵] یہہ مصرعہ مزا انگور کا ہے رنگتہ میں۔ عسل زنبور کا رنگتے میں۔ مصنفہ

مین مجھے اتنا ہوش تو کہان تہا کہ اِس مبارک مُہم کو خود اسطرح سمجھکر شروع کرتا کہ پہلا
عہد مین ہو دوسرا نعت مین ہو جب یہہ بہی خیال نہ تھا کہ اِس قُدرتی اتفاق کو مبارک فال
سمجھون۔ مگر اُن دو شعرونکے موزون ہو جانیسے جو خوشی دلکو ہوئی اُسکا مزہ ابتک
نہین بہولتا۔ اُنہین کہین اپنی کتاب مین کہین جا بجا کاغذون پر رنگ برنگ کی
روشنائیون سے لکہتا تھا۔ ایک ایک کو سُناتا تھا اور خوشی کے مارے پہولون نہ سماتا تہا
غرضکہ اسی عالم مین کچہہ کچہہ کہتے رہے اور حافظ جی سے اصلاح لیتے رہے۔

اسی محلہ مین میر کاظم حسین نام ایک اُنکے ہم سن ہم سبق تھے کہ نواب سید رضی خان مرحوم کے
بہانجے تھے۔ بیقرار تخلص کرتے تہے۔ اور حافظ غلام رسول ہی سے اصلاح لیتے تہے۔ مگر ذہن
کی جودت اور طبیعت کی بذّاقی کا یہہ عالم تھا کہ کبہی برق تھی اور کبہی باد و باران۔ اُنہین
اپنے بزرگون کی صحبت مین تحصیلِ کمال کے لئے اچھے اچھے موقع ملتے تہے۔ شیخ مرحوم اور
وہ اتحادِ طبعی کے سبب سے اکثر ساتہہ رہتے تہے۔ اور مشق کے میدان مین ساتھ ہی گہوڑے
دوڑاتے تھے۔ انہین دنون کا شیخ مرحوم کا ایک مطلع ہے کہ نمونہ تیزیِ طبع کا دکہاتا ہے

ماتھے پہ تری جہکے ہے جہومر کا پڑا چاند	لا بوسہ۔ چڑہے چاند کا دعدہ تہا پڑا چاند

ایک دن میر کاظم حسین نے غزل لاکر سنائی شیخ مرحوم نے پوچہا۔ یہہ غزل کب کہی؟
خوب گرم شعر نکالے ہین۔ انہون نے کہا ہم تو شاہ نصیر کے شاگرد ہو گئے اُنہین سے
اصلاح لی ہے شیخ مرحوم کو بہی شوق پیدا ہوا اور اُنکے ساتھ جاکر شاگرد ہو گئے۔
سلسلۂ اصلاح جاری تہے مشاعرونمین غزلین پڑہی جاتی تہین۔ لوگون کی واہ وا
طبیعتونکو بلند پرواز ین کے پر لگاتی تہی کہ رشک جو تلامیذ الرحمٰن کے اُنمینون کا جوہر
ہے اُستاد شاگردون کو چمکانے لگا۔ بعض موقع پر ایسا ہوا کہ شاہ صاحب نے اُنکی
غزل کو دیکہکر بے اصلاح پہیر دیا۔ اور کہا کہ طبیعت پر زور ڈالکر کہو۔ کبہی کہہ جاتے

نہین ہے اسکی پہانکو بنین یہ زبرا
ہے گلگون مجسم یا ہرا خون

یہ لشکر مور کا ہے رنگتے ہین
کسی مجبور کا ہے رنگتے ہین

کچھ نہیں۔ پھر سوچ کر کہو۔ بعض غزلون کو جو اصلاح دی تو اُس سے بے ادائی پائی گئی
ادھر انہین کچھ تو یارون نے چمکا دیا۔ کچھ اپنی غریب حالت نے یہ آزردگی پیدا کی کہ
شاہ صاحب اصلاح مین بے توجہی یا پہلو تہی کرتے ہین۔ چنانچہ اسطرح کئی دفعہ
غزلین پھرین بہت سے شعر کٹ گئے۔ زیادہ تر قباحت یہ ہوئی کہ شاہ صاحب کے
صاحبزادے شاہ وجیہ الدین منیر تھے جو بزاقی لیے مین اپنے والد کے خلف الرشید
تھے انکی غزلون مین تو اُردو سے یا خدا جانے کس اتفاق سے وہی مضمون پائے گئے۔
اسلئے انہین زیادہ رنج ہوا۔

منیر مرحوم کو جسقدر دعوے تھے اُس سے زیادہ طبیعت مین نوجوانی کے زور بھرے ہوئے
تھے۔ وہ کسی شاعر کو خاطر مین نہ لاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جس غزل پر ہم قلم اُٹھائین
اُس زمین مین کون قدم رکھ سکتا ہے۔ مشکل مشکل طرحین کرتے تھے اور کہتے تھے کون پہلوان ہے
جو اس نال کو اُٹھا سکے۔ غرض کہ اُنسے اور شیخ مرحوم سے بمقتضائے سن اکثر تکرار
ہو جاتی تھے۔ اور مباحثے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ یہانتک نوبت پہونچی کہ شیخ علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ گھر کے کہے ہوئے شعر صحیح نہین۔ شاید آپ اُستاد سے کہوا لاتے ہونگے۔
ہان ایک جلسے مین بیٹھکر کہین اور آپ غزل کہین۔ چنانچہ اُس معرکے کی منیر مرحوم کی
غزل نہین ملی۔ شیخ علیہ الرحمۃ کی غزل کا مطلع بھی یاد ہے

یہان کے آنیکا مقرر قاصد اودھ دن کے جو تو مانگے گا وہی دون گا خدا وہ دن کرے

اگرچہ انکی طبیعت حاضر و فکر رسا۔ بندش چست اُسپر کلام مین زور سب کچھ تھا
مگر چونکہ یہ ایک غریب سپاہی کر بیٹھے تھے نہ دنیا کے معاملات کا تجربہ تھا نہ کوئی انکا
دوست ہمدرد تھا۔ اسلئے رنج اور دل شکستگی حد سے زیادہ ہوتی تھی۔ اسی قیل و قال
مین ایکدن سودا کی غزل پر غزل کہی۔ دوش نقش پا۔ آغوش نقش پا۔ شاہ صاحب

مزاج اب جبکہ صحرا ہی [illegible] دل اُس بجز کا رنگ [illegible]

سے پاس لیگئے اُنہون نے خفا ہوکر غزل پہیکدی کہ اُستاد کی غزل پر غزل کہتا ہے؟
اب تو مرزا رفیع سی بھی اونچا اُڑنے لگا۔ اُن دنون مین ایک جگہ مشاعرہ ہوتا تھا۔
اشتیاق نے بیقرار کرکے گہر سے نکالا مگر غزل بے اِصلاح تھی۔ دل کے ہراس نے روک
لیا کہ ابتدائی کار ہی۔ احتیاط شرط ہی۔ قریب شام افسردگی اور مایوسی کے عالم مین
جامع مسجد تک آنکلی۔ آثارِ شریف مین فاتحہ پڑہی حوض پر آئی۔ وہان میر کلو حقیر
بیٹہے تہے۔ چونکہ مشاعرہ کی گرم غزلون نے روشناس کردیا تہا۔ اور سن رسیدہ اشخاص
شفقت کرنے لگے تھے۔ میر صاحب نے انہین پاس بٹہایا اور کہا کہ کیون میان
ابراہیم؟ آج کچہہ مکدر معلوم ہوتے ہو۔ خیر ہے؟ جو کچہہ ملال دلپر تہا اِنہون نے بیان
کیا میر صاحب نے کہا کہ بہلا وہ غزلین ہمین تو سناؤ! اِنہون نے غزل سنائی۔
میر صاحب کو اِنکے معاملہ پر درد آیا۔ کہا کہ جاؤ بے تامل غزل پڑہ دو۔ کوئی اعتراض
کریگا تو جواب ہمارا ذمہ ہی۔ اور ہاتہہ اُٹہا کر دیر تک اِنکے لئے دُعا کرتے رہی۔
اگرچہ میر صاحب کا قدیمانہ انداز تہا مگر وہ ایک کہن سال شخص تہی۔ بڑی بڑی
باکمال شاعرونکو دیکہا ہوا تہا اور مکتب پڑہایا کرتے تہی اسلئے شیخ مرحوم کی خاطر
جمع ہوئی اور مشاعرہ مین جاکر غزل پڑہی۔ وہان بہت تعریف ہوئی۔ چنانچہ
غزل مذکور یہہ ہے۔

رکہتا بہر قدم ہی وہ پہ ہوشِ نقشِ پا
ہو خاکِ عاشقان نہ ہم آغوشِ نقشِ پا

افتادگان کو بے سر و سامان نہ جانیو
دامانِ خاک ہوتا ہی روپوشِ نقشِ پا

اعجاز پا سے تیری عجب کیا کہ راہ مین
بول اُٹہی مُنہہ سے ہر لبِ خاموشِ نقشِ پا

اِس رہگذر مین کسکو ہوئی فرصتِ مقام
بیٹہی ہے نقشِ پا پہ سر دوشِ نقشِ پا

جسم نزارِ خاک نشینانِ کوئے عشق
یون ہی زمین پہ بیٹہے تن و توشِ نقشِ پا

لڑکیہ مژگان چشم ستمگر آکے جگر مین گہوب
آہ کا ہر اتہہ سے جنگ کہ اتہ دو ہو

فیض برہنہ پائی مجنون سے دشت میں	ہر آبلہ ہے دُر گوشِ نقشِ پا
پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی	پہنچی نہ ذوق اُسکی بہ آغوشِ نقشِ پا

اُس دن سے جرأت زیادہ ہوئی اور بے اصلاح مشاعرہ مین غزل پڑھنے لگے۔ اب کلام کا چرچا زیادہ تر ہوا۔ طبیعت کی شوخی اور شعر کی گرمی سُننے والون کے دلونمین اثر برقی کے طرح دوڑنے لگی۔ اُس زمانہ کے لوگ منصف ہوتے تھے۔ بزرگان پاک طینت جو اساتذۂ سلف کی یادگار باقی تھے۔ مشاعرہ مین دیکھتے تو شفقت سے تعریف کرکے دل بڑھاتے۔ بلکہ غزل پڑھنے کے بعد آتے تو دو دو بار پڑھوا کر سُنتے۔ غزلین ارباب نشاط کی زبانون سے نکلکر کوچہ و بازار مین رنگ اُڑانے لگین۔

اکبر شاہ بادشاہ تھے۔ اُنہین تو شعر سے کچھ رغبت نہ تھی مگر مرزا ابو ظفر ولیعہد کہ بادشاہ ہوکر بہادر شاہ ہوئے شعر کے عاشق شیدا تھے اور ظفر تخلص سے ملک شہرت کو تسخیر کیا تھا۔ اسلئے دربار شاہی مین جو جو کہنہ مشق شاعر تھے مثلاً حکیم ثناء اللہ خان ذوق۔ میر غالب علیخان سید۔ عبد الرحمن خان احسان۔ برہان الدین خان زار۔ حکیم قدرت اللہ خان قاسم۔ انکے صاحبزادے حکیم عزت اللہ خان عشق میان شکیبا شاگرد میر تقی مرحوم۔ مرزا عظیم بیگ عظیم شاگرد سودا۔ میر قمر الدین منت انکے صاحبزادے میر نظام الدین ممنون وغیرہ سب شاعر وہین اگر جمع ہوتے تھے۔ آپس اپنے کلام سُناتے تھے۔ مطلع اور مصرع جلسہ مین ڈالتے تھے۔ ہر شخص مطلع پر مطلع کہتا تھا۔ مصرع پر مصرع لگا کر طبع آزمائی کرتا تھا۔ میر کاظم حسین بیقرار کہ ولیعہد موصوف کے ملازم خاص تھے اکثر ان صحبتون مین شامل ہوتے تھے شیخ مرحوم کو خیال ہوا کہ اس جلسہ مین طبع آزمائی ہوا کرے تو قوت فکر کو خوب بلند پروازی ہو۔

تو تے مست صدوی بد ایسا ہی چھٹی کا رقا ہے مالی جبکی آئی چھٹی مین دہوم سے لیکر کبھی کھیلا ہی

لیکن اُس عہد مین کسی اُمیر کی ضمانت کے بعد بادشاہی اجازت ہوا کرتی تھی جب کوئی قلعہ مین جانے پاتا تہا چنانچہ میر کاظم حسین کی وساطت سے یہہ قلعہ مین پہنچے۔ اور اکثر دربارِ ولیعہدی مین جانے لگے۔

شاہ نصیر مرحوم کو ولیعہد کی غزل کو اصلاح دیا کرتے تہے دکن چلے گئے۔ میر کاظم حسین قدر انکی غزل بنانے لگے۔ اُنہین دنونمین جان الفنسٹن صاحب شکارپور سندہ وغیرہ سرحدات سے لیکر کابل تک عہدنامہ کرنے کو چلے۔ اُنہین ایک میر منشی کی ضرورت ہوئی کہ قابلیت و علمیت کے ساتہہ اِمارتِ خاندانی کا جوہر بہی رکہتا ہو۔ میر کاظم حسین نے اُس عہدہ پر سفارش کے لئے ولیعہد سے شُقّہ چاہا۔ مرزا مغل بیگ اُن دنونمین اُنکے مختارِ کُل تھے۔ اور وہ ہمیشہ اِس تاک مین رہتے تہے کہ جسپر ولیعہد کی زیادہ نظرِ عنایت ہو اُسے کسیطرح سامنے سے سرکاتے رہین۔ اِس قدرتی پیچ سے میر کاظم حسین کو شُقّۂ سفارش آسان حاصل ہوگیا۔ اور وہ چلے گئے۔

چند روز کے بعد ایک دن شیخ مرحوم جو ولیعہد کے ہان گئے تو دیکہا کہ تیراندازی کی مشق ولیعہد کر رہے ہین اِنہین دیکہتے ہی شکایت کرنے لگے کہ میان ابراہیم! اُستاد تو دکن گئے۔ میر کاظم حسین اُدہر چلے گئے تمنے بھی ہمین چہوڑ دیا۔ غرض اُسیوقت ایک غزل جیب سے نکالکر دی کہ ذرا اسے تو بنا دو! یہ وہین بیٹہہ گئے اور غزل بناکر سنائی۔ ولیعہد بہادر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کبھی کبھی تم اگر ہماری غزل بنا جایا کرو۔ یہہ زمانہ وہ تہا کہ ممتاز محل کی خاطر سے اکبر شاہ کبھی مرزا سلیم۔ کبھی مرزا جہانگیر وغیرہ شاہزادون کی ولیعہدی کے لئے کوششین کرتے تہے۔ اور کہتے تھے کہ مرزا ابوظفر میرے بیٹے ہی نہین۔ مقدمہ اسکا گورنمنٹ مین دائر تہا۔ اور ولیعہد کو بجائے ۵ ہزار روپیہ کے فقط ۵ سو روپے مہینا ملتا تھا۔ غرض چند روز اصلاح جاری رہی اور

آخر کو سرکارِ ولیعہدی سے للعہ رہینا بھی نہ ہوگیا۔ اُسوقت لوگوں کے دلوں میں بادشاہ کا رعب و داب کچھ اور تھا۔ چنانچہ کچھ ولیعہدی کے مقدمہ پر خیال کرکے کچھ تنخواہ کی کمی پر نظر کرکے باپ نے اکلوتے بیٹے کو اس نوکری سے روکا۔ لیکن ادھر تو شاعروں کے جمگھٹ کی دل لگی نے اُدھر کھینچا۔ اُدھر قسمت نے آواز دی کہ للعہ رنہ سمجھنا یہ ایوانِ ملک الشعرائی کے چار ستون قایم ہوتے ہیں۔ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چنانچہ شیخ مرحوم ولیعہد کے اُستاد ہوگئے۔

دلی میں نواب الٰہی بخش خانِ معروف ایک عالی خاندان امیر تھے۔ علوم ضروری سے باخبر تھے اور شاعری کے کہنہ مشاق۔ مگر اس فن سے ایسا عشق رکھتے تھے کہ فنا فی الشعر کا مرتبہ اسی کو کہتے ہیں۔ چونکہ لطفِ کلام کے عاشق تھے اسلئے جہاں متاعِ نیک دیکھتے تھے نہ چھوڑتے تھے۔ زمانہ کی درازی نے سات شاعروں کی نظر سے انکا کلام گذرانا تھا۔

---

۲۵ بخارا میں خواجہ عبدالرحمٰن یسوی ایک رئیس عالی خاندان۔ خواجہ احمد یسوی کی اولاد میں تھے۔ اتفاق زمانہ سے وطن چھوڑ کر بلخ میں آئے اور یہیں خانہ دار ہوئے۔ خدا نے تین فرزند رشید عطا کئے۔ قاسم جان۔ عالم جان۔ عارف جان۔ جوانوں کی ہمت مردانہ نے گھر میں بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ ایک جمعیت سوار و پیادہ ترکانِ اوزبک وغیرہ کی لیکر ہندستان میں آئے۔ پنجاب میں معین الملک عرف میر منو خلف نواب قمرالدین خاں وزیر محمد شاہی۔ حاکم تھے۔ ان رئیس زادوں کو اپنی رفاقت میں لیا۔ خاک پنجاب میں سکھوں کی قوم سبزۂ خودرو کی طرح جوش مار رہی تھی۔ انکے زمانہ میں انکی ترکی تازنے ہمت کے گھوڑے دوڑا کر نام پیدا کیا۔ چند روز میں میر منو مرگئے۔ بادشاہی زور کو سکھوں نے دبانا شروع کیا۔ انہوں نے امرائے بادشاہی کی نااہلی اور بے لیاقتی سے دل شکستہ ہوکر دربار کا رُخ کیا۔ وقت وہ تھا کہ شاہ عالم بادشاہ تھے۔ اور میروں کے مقابلہ پر بنگالہ میں فوج لئے پڑے تھے۔ یہ بھی وہیں پہنچے۔ اور دلاوری کے ساتھ ایسی جانفشانی دکھائی کہ نواب قاسم جان کو ہفت ہزاری منصب اور شرف الدولہ سہراب جنگ خطاب عطا ہوا۔ جب بادشاہ وہاں سے پھرے تو تینوں بھائی دلی میں آئے اور یہیں سکونت اختیار کی۔ لڑائیوں میں ہمیشہ اپنی ہمت کے ساتھ ذوالفقار الدولہ نواب نجف خاں سپہ سالار کے لئے قوت بازو رہے۔ بعضے دیگر

چنانچہ ابتدا مین شاہ نصیر مرحوم سے اصلاح لیتے رہے اور سید علیخان غمگین - وغیرہ وغیرہ اُستادون سے بھی مشورہ ہوتا رہا - جب شیخ مرحوم کا شہرہ ہوا تو اُنہین بھی اشتیاق ہوا - یہہ موقع وہ تہا کہ نواب موصوف نے اہلِ فقر کی برکتِ صحبت سے ترکِ دنیا کرکے گہر سے نکلنا بھی چہوڑ دیا تھا - چنانچہ اُستادِ مرحوم فرماتے تہے کہ میری ۱۹-۲۰ برس کی عمر تھی - گھر کے قریب ایک قدیمی مسجد تھی ظہر کے بعد وہان بیٹھکر مین وظیفہ پڑہ رہا تہا - ایک چوبدار آیا اُسنے سلام کیا اور کچھہ چیز رومال مین لپیٹی ہوئی میرے سامہنے رکھکر الگ بیٹھہ گیا - وظیفہ سے فارغ ہوکر اُسے دیکھا تو اُسمین ایک خوشہ انگور کا تہا - ساتھہ ہی چوبدار نے کہا کہ نواب صاحب نے دعا فرمائی ہے - یہہ تبرک بہیجا ہے اور فرمایا ہے کہ آپکا کلام تو پہنچا ہے مگر آپ کی زبان سے سُننے کو جی چاہتا ہے - شیخ مرحوم نے وعدہ کیا اور تیسرے دن تشریف لیگئے وہ بہت اخلاق سے ملے اور بعد

نواب عارف جان دیہات جاگیر وغیرہ کا انتظام کرتے تھے - اُنہون نے وفات مین بھی اپنے برادرِ اجمند نواب قاسم جان کا ساتھہ دیا - اور چار بیٹے چہوڑے - نبی بخش خان - احمد بخش خان - محمد علیخان - الٰہی بخش خان - نواب احمد بخش خان - راو راجہ بختاور سنگہ والی الور کی طرف سے معتمد اور وکیل ہوکر لارڈ لیک صاحب بہادر کے ساتھہ ہندستان کی مہمات مین شامل رہے - اور اپنی ذات سے بھی رسالہ رکھکر خدمات گورنمنٹ بجا لاتے رہے - اسکے صلہ مین فیروزپور جہرکہ وغیرہ جاگیر سرکار سے عنایت ہوئے - اور دربار شاہی سے خطاب فخر الدولہ دلاور الملک رستم جنگ بوسیلۂ رزیڈنٹ دہلی عطا ہوا - انکے بڑے بیٹے نواب شمس الدین خان جانشین ہوئے - مگر زمانہ نے اُسکا ورق اسطرح اُلٹا کہ نام و نشان تک نرہا - فخر الدولہ مرحوم نواب امین الدین خان و نواب ضیاء الدین خان کو جُدا جاگیر دیگئے تہے کہ لوہارو مشہور ہے - نواب امین الدین خان مسند نشین ریاست رہے انکے بعد انکے بیٹے نواب علاء الدین خان مسند نشین ہوئے کہ علوم مشرقی کے ساتھہ زبان انگریزی مین مہارت کامل رکھتے ہین - علائی تخلص کرتے ہین اور غالب مرحوم کے شاگرد ہین نواب ضیاء الدین خان بہادر کو علوم ضروری سے فارغ ہوکر فنِ شعر اور مطالعہ کتاب کا ایسا شوق ہوا کہ دنیا کی کوئی دولت اور لذت نظر مین نہ آئی - ابتک اسی مین محو ہین - غالب مرحوم کے شاگرد ہین - بصفحہ دیگر

گفتگوے معمولی کو شعر کی فرمایش کی انہون نے ایک غزل کہنی شروع کی تھی اُسکا مطلع پڑھا -

نگہ کا وار تہا دلپر پڑکنے جان لگی	چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

سنکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ خیر حال تو پہلے ہی معلوم ہوگیا تہا مگر تمہاری زبان سے سنکر اور لطف حاصل ہوا - اِدہر اُدہر کی باتین ہونے لگین عجیب اتفاق یہہ کہ حافظ غلام رسول شوق یعنے اُستادِ مرحوم کے قدیمی اُستاد اُسیوقت آنکلے - نواب اُنہین دیکھکر مسکرائے - اور شیخ مرحوم نے اُسیطرح سلام کیا کہ جو سعادتمند شاگردون کا فرض ہے - وہ اِنسے خفا رہتے تھے کہ شاگرد میرا - اور مجھے غزل نہین دکہاتا - اور مشاعرونمین میرے ساتہہ نہین چلتا - غرض اُنہون نے اپنے شعر پڑھنے شروع کردئے - شیخ مرحوم نے وہان ٹہیرنا مناسب نہ سمجہا اور رخصت چاہی - چونکہ نواب مرحوم کے برابر بیٹھے ہوئے تہے - نواب نے چپکے سے کہا - کان بدمزہ ہوگئے کوئی شعر اپنا سُناتے جاؤ - اُستادِ مرحوم نے اُنھی دنونمین ایک غزل کہی تہی وہ مطلع اُسکے پڑھے -

فارسی مین نیّر تخلص کرتے ہین احباب کی فرمایش سے کبھی اُردو مین بھی کہہ دیتے ہین اور اُسمین رخشان تخلص کرتے ہین - فقیر آزاد کے حال پر شفقت بزرگانہ فرماتے ہین خدا دونون کے دامن کمال کا سایہ اہل دہلی کے سر پر رکھے - اپنی لوگونسے دلی ہے - ورنہ اینٹ پتھر مین کیا دہرا ہے

ہم تبرک ہین بس اب کر لے زیارت مجنون سر پہ رہتا ہے لیئے آبلۂ پا ہمکو

حافظ غلام رسول کے سامنے ہی شیخ مرحوم کا انتقال ہوگیا - چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ گلی مین ٹہل رہے تہے مین بھی ساتہہ تہا حافظ غلام رسول صاحب سامنے سے آگئے - شیخ مرحوم اُسی آداب سے جسطرح بچپن مین سلام کرتے تہے اُنہین سلام کیا - اُنہون نے جواب دیا - مگر اُس ترش روئی سے کہ گویا سو شیشے سرکہ کے پیا ہے - جب بازار مین نکلتے تو لوگ آپسمین اشارے کرکے دکہاتے کہ دیکھو

جینا نظر اپنا ہمین اصلا نہین آتا	گر آج بہی وہ رشکِ مسیحا نہین آتا
مذکور تری بزم مین کسکا نہین آتا	بر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

اُسدن سی معمول ہوگیا کہ ہفتہ مین دو دن جایا کرتے اور غزل بنا آیا کرتے تہی۔ چنانچہ جو دیوانِ معروف اب رائج ہی وہ تمام و کمال انہی کا اصلاح کیا ہوا ہے۔ نوابِ مرحوم اگرچہ ضعفِ پیری کی سبب سی خود کاوش کرکے مضمون کو لفظون مین بٹہا نہین سکتی تھے۔ مگر اوسکی حقایق و دقایق کو ایسا پہنچتی تہے کہ جو حق ہی۔ اُس عالم مین اُستادِ مرحوم کی جوان طبیعت اور ذہن کی کاوش اُنکی فرمایش کی سختی کا حق ادا کرتی تھی۔ شیخ مرحوم کہا کرتے تہی کہ اگرچہ بڑی بڑی کاہشین اُٹہانی پڑین مگر اُنکی غزل بنانے مین ہم آپ بنگئے۔

نواب آ معروف کے ما

فرماتے تہی کہ اپنی مدتِ شوق مین وہ بہی کبہی جرأت کبہی سودا کبہی میر کی انداز مین غزلین لکہتے رہی مگر اخیر مین کچہہ بمقتضای سن۔ کچہہ اِس سبب سی کہ صاحبدل اور صاحبِ نسبت تہی۔ خواجہ میر درد کی طرز مین آگئی تہے۔ یہہ بہی آپ ہی کہتی تہے کہ اُن دنون مین ہمارا عالم ہی اَور تہا۔ جوانی دِوانی۔ ہم کبہی جرأت کے رنگ مین کبہی سودا کے انداز مین۔ اور وہ رو کہتی تہے۔ آج الٰہی بخش خان مرحوم ہوتے تو ہم کہکر دکہاتے۔ اب اُنکا دیوان ویسا ہی بنا دیتی جیسا اُنکا جی چاہتا تہا۔ اُنکی باتین کرتے اور بار بار افسوس کرتی اور کہتے۔ ہائی الٰہی بخش خان۔ اُنکا نام ادب سی لیتے تہی اور اسطرح ذکر کرتے تہی جیسے کوئی با اعتقاد اپنی مرشد کا ذکر کرتا ہی۔ اُنکی سینکڑون باتین بیان کیا کرتے تہی جو دین دنیا کے کامون کا دستور العمل ہین۔

یہہ بہی فرماتے تہی کہ ایسا سخی یعنے آج تک نہین دیکہا۔ جو آتا تہا۔ امیر۔ فقیر۔ بچہ۔

الٰہی بخش کی سخا

پڑھا اُسی بغیر دئے نہ رہتے تھے - اور دینا بھی وہی کہ جو اُسکے مناسب حال ہو - کوئی سوداگر نہ تھا کہ آئے اور خالی پھر جائے انہیں اسباب کی بڑی حوصلی تھی کہ ہماری غزل ہمارے پاس بیٹھکر بناتے جاؤ سناتے جاؤ - مینے اس باب میں پہلو بچایا تھا مگر اُنکی خوشی اسی مین دیکھی تو مجبور ہوا اور یہی خوب ہوا - ایک دن مین اُنکی غزل بنا رہا تھا - اُسکا مقطع تھا -

اِک غزل پُر درد سی معروف لکھہ اسطرح میز	دوق ہی دلکو نہایت درد کے اشعار سے
کون روتا ہی بہ لگ کر باغ کی دیوار سی	جانور گرنے لگے جائے ثمر اشجار سے

سوداگر آیا اور اپنی چیزین دکھانے لگا - اُنمین ایک اصفہانی تلوار بھی تھی - وہ پسند آئی - خم دم - آبداری اور جوہر دیکھکر تعریف کی اور میری طرف دیکھکر کہا ع اس ضعیفی مین یہانتک شوق ہی تلوار سے - مینے اُسیوقت دوسرا مصرع لگا کر داخل غزل کیا - بہت خوش ہوئے -

سر لگا دین ابروئے خمدار کی قیمت مین آج	اس ضعیفی مین یہانتک شوق ہی تلوار سی

خیر اور چیزون کے ساتھہ وہ تلوار بھی لے لی - مین حیران ہوا کہ یہہ تو انکے معاملات و حالات سے کچھہ بھی تعلق نہین رکھتی - اسے کیا کرینگے - خدا کی قدرت تو تو ہی دیکھے بعد بڑے صاحب (فریزر صاحب رزیڈنٹ دہلی) ایک اور صاحب کو اپنے ساتھہ لیکر نواب احمد بخش خان مرحوم کی ملاقات کو آئے - وہان سے انکے پاس آکر بیٹھے - باتین چیتین ہوئین - جو صاحب ساتھہ تھے اُنسے ملاقات کروائی - جب چلنے لگے تو انہون نے وہی تلوار منگا کر صاحب ہمراہی کی کمر سے بندھوائی اور کہا

برگ سبز است تحفہ درویش	چہ کند بے نوا ہمین دارد

انکے ساتھہ میم صاحب بھی تھین - ایک ارگن باجا نہایت عمدہ کسی رومی سوداگر سے

وہ اُنہین دیا۔

تسبیح

اُنکے اشعار کا ایک سلسلہ ہی جسمین ردیف وار اور مطلع ہی اور کوئی سبزی کے مضمون سے خالی نہین۔ اسی رعایت سے اُسکا نام تسبیح زمرّد رکھا تہا۔ یہہ تسبیح بہی اُستاد مرحوم نے پروئی تہی۔ اور آخر مین ایک تاریخ فارسی زبان مین اپنے نام سے کہکر لگائی تھی۔ جن دنون اُسکے دانے پرو تے تہے تو نواب صاحب مرحوم کی سب فرمایش تہی کہ کوئی مثل۔ کوئی محاورہ سبزی کا بتاؤ۔ اُنکے بذل وکرم اور حسن اخلاق اور علو رتبہ کے سبب سے اکثر شرفا خصوصًا شعرا اگر جمع ہوتے تہے۔ اور اشعار سُنتے سُناتے تہے۔ اُن دنونمین اُنکے شوق سے اورون پر بہی سبز رنگ چہایا ہوا تھا۔ بہورسخان

سو

ایک

آشفتہ ایک پُرانے شاعر شاہ محمدی مائل کے شاگرد اور اُنکے مرید تہے حمد وظیفہ بہی پاتے تہے۔ اُنکے شعر مین ہری چُگ کا لفظ آیا کہ اِنکے ہان ابہی تک نہ بندہا تہا اُنسے وہ شعر لے لیا اور اپنے انداز سے سجایا۔

آج یہان کل وہان۔ گذری یونہی چُگ ہین	کہتے ہین سب سبزہ رنگ۔ اِس سے ہری چُگ ہین

بہو

اُنہین سو روپے ایک رومال مین باندہ کر دیدئے کہ تمہارے کاوش کیون خالی جائے۔ افسوس کہ اخیر مین کم بخت بہورسخان نے روسیاہی کمائی اور سب تعلقات پر خاک ڈالکر اُنکی ہجو کہی۔ لطف یہہ کہ دریادل نواب طبیعت پر اصلا میل نہ لائے لیکن اُس نااہل کو اُنکا آزردہ ہی کرنا منظور تھا۔ جب دیکہا کہ انہین کچہہ رنج نہین تو نواب صسام الدین حیدر خان نامی کی ہجو کہی۔ نامی مرحوم سے اُنہین ایسی محبت تہی کہ وہ خود بہی کہتے تہے اور لوگ بہی کہتے تھے کہ اِنہ دونون بزرگونمین محبت نہین عشق ہے (اگلے زمانہ کے لوگون کی دوستیان ایسی ہی ہوتی تہین) اُنکی تعریف مین غزلین کہکر داخل دیوان کی تہین۔ ایک مطلع یاد ہے۔

ہری چگ بے وفا ہرجائی کو کہتے ہین۔ گویا وہ ایک جانور ہی کہ جہان ہری گہاس یا پاتا ہی چرتا ہی۔ [illegible] دکھتا ہے وہان جا موجود ہوتا ہے۔

جو آؤ تم میری مہمان حسام الدین حیدر خان	کروں دل نذر و جان قربان حسام الدین حیدر خان

جب انکی ہجو کہی تو انہین سخت رنج ہوا - اسپر بہی اتنا کیا کہ کہا ہمارے سامنے نہ آیا کرو
وہ بہی سمجہہ گیا - عذر مین کہا کہ لوگ ناحق بدنام کرتے ہین - مینے تو نہین کہی - کہا کہ
بس اب آگے نہ بولو - اتنی مدت ہمنے زمین سخن کی خاک اڑائی - کیا تمہارے زبان بہی
نہین پہچانتے ؟ - مین تو اُس سے بدتر ہون جو کچہہ کہ تمنے کہا مگر میرے لئے تم میرے
دوستونکو خراب کرنے لگے - بہئی مجہسے نہین دیکہا جاتا - پہر صبیح جی بہورے خان کی صورت دیکہی
اُستاد مرحوم فرماتے تہے کہ دالان مین ایک طرف جانماز بچہی رہتی تہی - جب مین رخصت
ہوتا تو آٹہوین دسوین دن فرماتے - بہئی میان ابراہیم ذرا ہماری جانماز کے
بیچ دیکہنا - پہلے دن تو مین دیکہکر حیران ہوا کہ ایک پڑیا مین کچہہ روپے دہرے تہے
آپ نے سامنے سے مسکرا کر فرمایا ع خدا دیوے تو بندہ کیون نہ لیوے - اسمین لطیفہ یہہ
تہا کہ ہم کس قابل ہین جو کچہہ دین - جس سے ہم مانگتے ہین - یہ وہی نہین دیتا ہے -
ایک دفعہ اُستاد بیمار ہوئے اور کچہہ عرصہ کے بعد گئے - ضعف تہا اور کچہہ کچہہ شکایتین باقی
تہین - فرمایا کہ حقہ پیا کرو - عرض کی کہ بہت خوب - اب وہ حقہ پلوائین تو خالی
حقہ کیا پلوائین - ایک چاندی کی گڑگڑی - چلم اور چہبل - مغرق نیچہ - مرصع مہنال
تیار کروا کر سامنے رکہوا دیا -

خلیفہ صاحب (میان محمد اسمٰعیل) چہوٹے سے تہے - ایک دن اُستاد کے ساتہہ چلے گئے -
رخصت ہوئے تو ایک چہوٹا سا ٹانگن اصطبل سے منگایا زین زرین کسا ہوا - اُسپر سوار
کرکے رخصت کیا کہ یہہ بچہ ہے - کیا جانے گا کہ مین کسکے پاس گیا تہا -
کسی کہانے کو جی چاہتا تو آپ نہ کہاتے - بہت سا پکواتے - لوگون کو بلاتے - آپ کہڑے
رہتے - انہین کہلواتے - خوش ہوتے اور کہتے کہ دل سیر ہوگیا - یہہ ساری تسخارتین

اُسی سعادتمند بہائی کی بدولت تہین جو دن بہر سرانجام مہام مین جان کہپاتا تہا اتو نہ سوچ مین گہلتا تہا - اور خاندان کے نام کو زندہ کرتا تہا - اور اِسنے فقط دُعا کی التجا رکہتا تہا -

اُستاد مرحوم فرماتے تہے کہ ایک دن مین بیٹہا غزل بنا رہا ہون کہ نواب احمد بخش خان آئے آداب معمولی کے بعد باتون باتون مین کہنے لگے کہ فلان انگریز کی ضیافت کی اتنا روپیہ اُسمین صرف ہوا - فلانی گہڑدوڑ مین ایک چائے پانی دیا تہا - یہہ خرچ ہوگیا - وہ صاحب آئے تہے - اصطبل کی سیر دکہائی - کاٹہیاواڑ کے گہوڑے ونکی جوڑی کہڑی تہی - اُنہون نے تعریف کی میرے بگی مین جُتوائے اور اُسی پر سوار کرکے اُنہین رخصت کیا - وغیرہ وغیرہ - کیا کرون خالی ملنا - خالی رخصت کرنا مجہسے نہین ہوسکتا - یہان کے امیرون کو امارت کے بڑے بڑے دعوے ہین (جسطرح تجہ بزرگون سے بگڑ بگڑ کر باتین کرتے ہین چین بہ جبین ہوتے ہے اور کہتے تہے) فیل خانہ مین گیا تہا وہان یہہ بندوبست کرآیا ہون گہوڑیان آج سب علاقہ بہجوادین حضرت کیا کرون شہر مین اس گلّہ کا گذارہ نہین یہہ لوگ اِس خرچ کا بوجہہ اُٹہائین تو چہاتی ترق جائے - الٰہی بخش خان مرحوم بہی ادا شناسی مین کمال ہی کہتے تہے - تاڑ گئے - چپکے بیٹہے سُنتے تہے اور مسکراتے تہے - جب اُنکی زبان سے نکلا کہ - چہاتی ترق جائے - آپ مسکرا کر بولے - بال تو اُنکی چہاتی مین بہی آیا ہوگا - شرما کر آنکہین نیچی کرلین - پہر اُنہون نے فرمایا - آخر امیرزادے ہو - خاندانکا نام ہے - یہی کرتے ہین مگر اسطرح نہین کہا کرتے - نواب احمد بخش خان نے کہا - حضرت پہر آپ سے بہی نہ کہون؟ - فرمایا خدا سے کہو - وہ بولے کہ مجہے آپ کہائی دیتے ہین - آپ ہی سے کہتا ہون - آپ خدا سے کہیے - فرمایا کہ اچہا ہم تم ملکر کہین تمہین بہی کہنا چاہیے - نواب احمد بخش خان بہی جانتے تہے کہ جو سخاوت ادہر ہوتی ہے

عین بجا ہے - اور اُسی کی ساری برکت ہے -
ایک دن نواب احمد بخش خان آئے - لیکن افسردہ اور برآشفتہ - الٰہی بخش خان مرحوم
سمجھ جاتے تھے کہ کچھ نہ کچھ آج ہے جو اسطرح آگئے ہیں - پوچھا - آج کچھ خفا ہو؟ کہا کہ
نہیں حضرت - میرزا پور جھر کے جاتا ہوں - پوچھا کیوں؟ - کہا کہ بڑے صاحب (مسٹر ٹیلر)
نے حکم دیا ہے کہ جسکو ملنا ہو بڈہ کو ملاقات کرے - حضرت آپ جانتے ہیں - مجھے ہفتہ میں
۱۰ دفعہ کام پڑتے ہیں - جب جی چاہا گیا - جو ضرورت ہوئی - کہہ سُن آیا - مجھسے یہ
پابندیاں نہیں اُٹھتیں - میں یہاں رہتا ہی نہیں - فرمایا کہ تمسے کہا ہے؟ - کہا کہ مجھے
تو نہیں کہا - سُنا ہے - بعض رؤسا گئے بھی تھے - اُنسے ملاقات نہ کی - یہی کہلا بھیجا کہ
بڈہ کو ملئے - فرمایا کہ تمہارے واسطے نہیں - اور دوسرے لئے ہوگا - احمد بخش خان نے
کہا کہ نہیں حضرت یہ اہل فرنگ ہیں انکا قانون عام ہوتا ہے - جو سب کے لئے ہے
وہی میرے لئے ہوگا - فرمایا کہ بھلا تو جاؤ - تم ابھی جاؤ - دیکھو تو کیا ہوتا ہے -
اُنہوں نے کہا - بہت خوب جاؤنگا - فرمایا کہ جاؤ گے نہیں - اُٹھئے بس ابھی جائیے -
نواب نے کہا کہ نہیں میں نے عرض کیا - ضرور جاؤنگا - بگڑ کر بولے کہ عرض فرض نہیں -
بس شرط یہ ہے کہ اسیوقت جائیے - اور سیدھے وہیں جائیے گا - احمد بخش خان نے
انداز دیکھکر خاموش ہوئے اور اُٹھکر چلے - اُنہوں نے پھر فرمایا کہ وہیں جانا - اور مجھے
پریشان تو کیا ہے ذرا پھرتے ہوئے ادھر ہی کو آنا - اُستاد کہتے تھے کہ وہ تو گئے مگر
انکو دیکھتا ہوں کہ چپ اور چہرہ پر اضطراب - کوئی دو ہی گھڑی ہوئی تھی - ابھی
میں بیٹھا غزل بنا رہا ہوں کہ دیکھتا ہوں - نواب سامنے سے چلے آتے ہیں -
خوش خوش - لبوں پر تبسم - آکر سلام کیا اور بیٹھ گئے - اُنہوں نے دیکھتے ہی کہا -
کیوں صاحب؟ - نواب بولے - گیا تھا - وہ اطلاع ہوتے ہی خود نکل آئے - اور پوچھا -

ہین نواب اسوقت خلاف عادت؟ - مینے کہا - بہی مینے سُنا تمنے حکم دیا ہے کہ جو ہمسے ملے - بُت کو ملو - ابہی مینے تقریر تمام بہی نہ کی تہی کہ وہ بولے - نہین نہین نواب صاحب آپکے واسطے یہہ حکم نہین - آپ اُن لوگون مین نہین ہین - آپ جسوقت چاہین چلے آئین - مینے کہا - بہائی تم جانتے ہو - ریاست کے جہگڑے - مین خفقانی دیوانہ کوئی بات کہتی ہے - کوئی سُنتی ہے بس میرے کام تو بند ہوئے - بہائی مین تو رخصت کو آیا تہا کہ فیروز پور چلا جاؤنگا - اب یہان رہکر کیا کرون - اُنہون نے پہر وہی کلمات ادا کئے اور کہا - دن رات - دن رات جب جی چاہے - مینے کہا - خیر تو خاطر جمع ہوگئی - اب مین جاتا ہون - الٰہی بخش خان مرحوم بہی شگفتہ ہوگئے اور کہا بس اب جائیے آرام کیجئے - آزاد جو خدا کے لئے دنیا کو چہوڑ بیٹہتے ہین خدا بہی اُنہین نہین چہوڑتا -

ساتہہ ہی اُستاد مرحوم یہہ بہی کہتے تہے اور یہہ بات لکہنے کے قابل ہے کہ زبان سے الٰہی بخش خان مرحوم نے کبہی نہین کہا مگر مین جانتا ہون - اُنہین آرزو تہی کہ علی بخش خان (ایک ہی بیٹا تہا) بذات خود صاحب منصب اور صاحب امارت ہو - چچا کا اور اُسکی اولاد کا دست نگر نہو - ساز و سامان کرکے ریاستون مین بہی بہیجا صاحب لوگون کے ہان بہی بندوبست کئے - ظاہری و باطنی ساری کوششین کین یہی بات نصیب نہوئی - مشیت اللہ مشیت اللہ - اور وہ خود بہی اخیر مین سمجہہ گئے تہے ایک دن انہین باتون مین اُستاد نے فرمایا کہ علی بخش خان بہی خوبصورت اور شان دار امیرزادہ تہا - مینے عرض کی کہ حضرت کئی دفعہ بعض مجلسون مین بعض درباروں مین مینے دیکہا - ایسے تو نہین - افسردہ ہوکر کہا - کیا کہتے ہو - ذکر جوانی و پیری اور ذکر امیری و فقیری - کسکو یقین آتا ہے؟ -

جو خدا
وہی

لطیفہ اُستاد مرحوم نے فرمایا کہ اُن دنوں مرزا خان کوتوال تھے۔ مرزا قتیل کے شاگرد۔ فارسی نگاری اور انشا پردازی کے ساتھ سخن فہمی کے دعوی رکھتے تھے۔ منشی محمد حسن خان میر منشی تھے۔ اور فی الحقیقت نہایت خوش صحبت خوش اخلاق بامروت لوگ تھے۔ ایک دن دونو صاحب الٰہی بخش خان مرحوم کی ملاقات کو آئے اور تعارف رسمی کے بعد شعر کی فرمایش کی۔ اُنہیں اور لوگوں کی طرح یہہ عادت نہ تھی کہ خواہ مخواہ جو آئے اُسے اپنے شعر سُنانے لگیں۔ اگر کوئی فرمایش کرتا تھا تو بات کو ٹالکر پہلے اُسکا کلام سُن لیتے تھے۔ شاعر ہوتا تو کہتے کہ کسی اور اُستاد کے دو چار شعر پڑھیے جو آپکو پسند ہوں۔ جب اُسکی طبیعت معلوم کر لیتے تو اُسی رنگ کا شعر اپنے اشعار میں سے سُناتے۔ اِسی بنیاد پر اُنسے کہا کہ آپ دونوں صاحب کچھہ کچھہ اشعار سنائیے۔ اُنہوں نے کچھہ شعر پڑھے بعد اِسکے الٰہی بخش خان مرحوم نے دو تین شعر وہ بھی اُنکے اصرار سے پڑھے اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹال گئے۔ جب وہ چلے گئے تو مجھسے کہنے لگے۔ میاں ابراہیم۔ تمنے دیکھا؟۔ اور اِنکے شعر بھی سُنے؟ عجب مجہول الکیفیت ہیں۔ کچھہ حال ہی نہیں کھلتا کہ ہیں کیا؟۔ یہی مرزا خان اور منشی صاحب ہیں جنکی سخن پردازی اور نکتہ یابی کی اتنی دھوم ہے۔ اور اُسپر تماشبینی کے بھی دعوی ہیں۔ رنڈی تو اِنکے مُنہہ پر دو جوتیاں بھی نہ مارتی ہوگی۔ بھلا یہہ کیا کہیں گے اور کیا سمجھیں گے

آزاد۔ ملک سخن اور شاعری کا عالم۔ عالم گوناگون ہے۔ ہمہ گیر ذہن۔ اور ہر کیفیت سے لطف اُٹھانے والی طبیعت اسکے لئے لازم ہے۔ الٰہی بخش خان مرحوم صاحبدل۔ پاکیزہ نفس۔ روشن ضمیر تھے مگر ہر بات کو جانتے تھے۔ اور جاننے والے جانتے ہیں کہ بات کا جاننا اَور چیز ہے اور کرنا اَور چیز ہے۔ طبیعتیں ہیں کہ نہیں کرتیں اور سب کچھہ جانتی ہیں۔ اور ایسی بھی ہیں کہ سب کچھہ کرتی ہیں اور کچھہ بھی نہیں جانتیں۔ خوشا نصیب

اُن لوگون کے جنہین خدا اثر پذیر دل - اور کیفیت کی پانے والی طبیعت عنایت کری کہ عجیب دولت ہے -

اِدہر ولیعہد بہادر کی فرمایشین اُدہر نواب مرحوم کی غزلون پر طبیعت کی آزمایشین تہین کہ کئی برس کے بعد شاہ نصیر مرحوم دکن سی پہرے اور اپنا معمولی مشاعرہ جاری کیا - شیخ علیہ الرحمہ کی مشقین خوب زورون پر چڑہ گئی تہین - اِنہون نی بھی مشاعرہ مین جاکر غزل پڑھی - شاہ صاحب نی دکن مین کسی کی فرمایش سی ۹ شعر کی ایک غزل کہی تھی جسکی ردیف تہی - آتش و آب و خاک و باد - وہ غزل مشاعرہ مین سُنائی - اور کہا کہ اِسطرح مین جو غزل لکہی اُسے مین اُستاد مانتا ہون[۲۵] - دوسری مشاعرہ مین اِنہون نی اُسپر غزل پڑہی - شاہ صاحب کی طرف سی بجای خود اُسپر کچہہ اعتراض ہوئی - جشن قریب تھا شیخ علیہ الرحمہ نی بادشاہ کی تعریف مین ایک قصیدہ اِسی طرح مین لکہا - مگر پہلے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی پاس لے گئے کہ اُسکی صحت و سقم سی آگاہ فرمائین - اُنہون نی سنکر پڑہنے کی اجازت دی - مگر ولیعہد بہادر نے اپنی مُنشی کی ساتھ اُسی پہر شاہ صاحب کی پاس بہیجا - اُنہون نی جو کچہہ کہا تہا وہی جواب مین لکہدیا اور یہہ شعر بھی لکہا -

بود بگفتہ من حرفِ اعتراض چنان	کسی بدیدۂ بینا فرو برد انگشت

شیخ مرحوم کا دل اور بھی قوی ہو گیا - اور دربارِ شاہی مین جاکر قصیدہ سنایا اِسکے بڑی بڑی چرچے ہوئی - اور کئی دن کے بعد سُنا کہ اُسپر اعتراض لکہی گئے ہین -

شیخ مرحوم قصیدہ مذکور کو مشاعرہ مین لے گئی کہ وہان پڑہین اور رُوبرو - بر سرِ معرکہ فیصلہ ہو جائی چنانچہ قصیدہ پڑہا گیا - شاہ نصیر مرحوم نی ایک مستعد طالب علم کو کہ کتبِ تحصیلی اُسی خوب روان تہین جلسہ مین پیش کرکے فرمایا کہ اِنہون نی اُسپر کچہہ

[۲۵] یہہ طنز ہے شیخ مرحوم پر کہ ولیعہد بہادر اور نواب الٰہی بخش خان کی غزل بناتے تہی - اور اُستاد کہلاتے تہی -

اعتراض لکھے ہین۔ شیخ علیہ الرحمہ نے عرض کی کہ مین آپکا شاگرد ہون اور اپنے تئین اس قابل نہین سمجھتا کہ آپ کے اعتراضونکے لئے قابل خطاب ہون۔ انہون نے کہا کہ مجھے کچھ تعلق نہین۔ انہون نے کچھ لکھا ہے۔ شیخ مرحوم نے کہا کہ خیر تحریر تو اسوقت تک ہے کہ فاصلۂ دوری درمیان ہو۔ جب آمنے سامنے موجود ہین تو تقریر فرمائیے قصیدہ کا مطلع تھا۔

کوہ اور آندھی مین ہون گر آتش و آب و خاک و باد	آج نہ دل سکین گے پر آتش و آب و خاک و باد

معترض نے اعتراض کیا کہ سنگ مین آتش کے چلنے کا ثبوت چاہیئے۔ انہون نے کہا کہ جب پہاڑ کو بڑھنے کے سبب سے حرکت ہے تو اسمین آگ کو بھی حرکت ہوگی۔ معترض نے کہا کہ سنگ مین آتش کا ثبوت چاہیئے۔ انہون نے کہا کہ مشاہدہ!۔ اسنے کہا کہ کتابی سند؟ انہون نے کہا تاریخ سے ثابت ہے کہ ہوشنگ کے وقت مین آگ نکلی۔ اسنے کہا کہ شاعری مین شعر کی سند درکار ہے۔ تاریخ شعر مین نہین چلتی۔ حاضرین مشاعرہ ان جوابات سوال کی اُلٹ پلٹ کے تماشے دیکھ رہے تھے۔ اور اعتراض پر حیران تھے کہ دفعۃً شیخ علیہ الرحمہ نے یہ شعر حسن تاثیر کا پڑھا۔

پیش از ظہور جلوۂ جانانہ سوختیم	آتش بہ سنگ بود کہ ما خانہ سوختیم

سنتے ہی مشاعرہ مین غل سے ایک ولولہ پیدا ہوا اور ساتھ ہی سودا کا مصرع گذرا۔ ع ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا۔ اسیطرح اور اکثر اشعار پر سوال و جواب ہوئے۔ شاہ صاحب بھی بیچمین کچھ دخل دیتے جاتے تھے۔ اخیر مین ایک شعر پر انہون نے یہ اعتراض کیا کہ اسمین ثبوت روانی کا نہین ہے۔ شیخ علیہ الرحمہ نے کہا کہ یہان تغلیب ہے۔ اسوقت خود شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تغلیب کہین آئی نہین۔ انہون نے کہا کہ تغلیب کا قاعدہ عام ہے۔ انہون نے کہا کہ جب تک کسی اُستاد کے کلام مین نہو۔ جائز نہین ہوسکتی۔ شیخ علیہ الرحمہ

نے کہا کہ آپ نے شعر کی غزل پڑھکر فرمایا تھا کہ اسطرح مین کوئی غزل کہو تو ہم اُسے اُستاد جانین بیٹے تو ایک غزل اور تین قصیدے لکھے اب بھی اُستاد نہوا؟ معترض نے کہا کہ اسوقت مجھسے اعتراض نکالا پورا سرانجام نہین ہو سکتا کل پر منحصر رکھنا چاہئے اور جلسہ برخواست ہوا۔

تکمیل علوم سامان

اُسی دن سے انہین تکمیلِ علوم اور سیرِ کتب کا شغل واجب ہوا۔ قدرتی سامان اسکا یہ ہوا کہ راجہ صاحب رام۔ جو اِلاکِ شاہ اودہ کے مختار تھے اُنہین یہہ شوق ہوا کہ اپنے بیٹے کو کتبِ علمی کی تحصیل تمام کروائین۔ مولوی عبدالرزاق کہ شیخ مرحوم کے قدیمی اوستاد تھے وہی اُنکے پڑھانے پر مقرر ہوئے اتفاقاً ایک دن یہہ بھی مولوی صاحب کے ساتھ گئے۔ چونکہ اِنکی تیزیِ طبع کا شُہرہ ہوگیا تھا۔ راجہ صاحب رام نے اِنسے کہا کہ میان ابراہیم تم ہمیشہ درس مین شریک رہو۔ چنانچہ نوبت یہہ ہوگئی کہ اگر یہہ کبھی شغل یا ضرورت کے سبب وہان نہ جاتے تو راجہ صاحب کا آدمی انہین ڈھونڈھ کر لاتا۔ ورنہین تو اُنکا سبق بھی ملتوی رہتا۔

کہا کرتے تھے کہ جب بادشاہ عالم ولی عہدی مین تھے تو مرزا سلیم کے بیاہ کی تہنیت مین ایک مثنوی ہمنے لکھی۔ اُسکی بحر مثنوی کی معمولی بحرون سے الگ تھی۔ لوگون نے چرچا کیا کہ یہہ جایز نہین۔ سیرِ نجات کی گُلِ کشتی ہمنے دیکھی ہوئی تھی مگر حکیم مرزا محمد صاحب رحمہم اللہ زندہ تھے۔ اور میرے والد مرحوم اُنہی کا علاج کرتے تھے

[۲۵] حکیم مرزا محمد صاحب علم و فضل کے خاندان سے ایک فاضل کامل اور جامع الکمالات تھے۔ طب مین حکیم شریف خان مرحوم کے شاگرد تھے۔ جو حکیم محمود خان کے دادا تھے۔ حکیم مرزا محمد صاحب خود بھی شاعر تھے اور اُنکے والد بھی صاحب علم و فضل شاعر تھے۔ کامل تخلص کرتے تھے۔ اور میر شمس الدین فقیر مصنف صداقت البلاغت کے شاگرد تھے انکا ایک مبسوط رسالہ علم قوافی مینے دیکھا ہوا ہے۔ انہون نے تحفہ اثنا عشریہ کا جواب لکھا تھا۔ اخیر کے ۔ باب باقی تھے جو دنیا سے انتقال کیا۔ اکثر علما نے کتاب مذکورہ کے جواب لکھے ہین مگر جس متانت اور

جامعیت اور اختصار کے ساتھ انہون نے لکھا ہے کسی نے نہین لکھا۔

وسعت معلومات اور حصول تحقیقات کی نظر سے ہمنے انسے جاکر پوچھا۔ انہون نے فرمایا کہ رواج اتفاقی ہے جو مثنوی انہی آٹھ بحرون مین منحصر ہوگئی ہے۔ ورنہ طبع سلیم پر کوئی حاکم ہے جو روکے۔ جس بحر مین چاہو لکھو۔ انکے مسودون مین ایک پرچہ پر چند شعر اُسکے نکلے تھے۔ انمین ساقی کا مضمون تھا۔ دو شعر ابتک یاد ہین۔

ٹہلیان توبہ تہین وہ مے عشرت کی سبو ہے	یا قلزم مستی کے حباب لب جو تہے
لازم تہا کہ لکھہ باندہنو یہہ انکے گلو مین	ہے بند کیا عیش کے دریا کو سبو مین

چند سال کے بعد انہون نے ایک قصیدہ اکبر شاہ کے دربار مین کہکر سُنایا کہ جسکی مختلف شعر و مضمون انواع و اقسام کے صنایع و بدایع صرف کئے تہے۔ اسکے علاوہ ایک ایک زبان مین جو ایک ایک شعر تھا انکی تعداد ۱۸ تھی مطلع اُسکا یہہ ہے۔

جبکہ سرطان و اسد مہر کا ٹہیرا مسکن	*	آب و ایلولہ ہوئی نشو و نما سے گلشن

اسپر بادشاہ نے خاقانی ہند کا خطاب عطا کیا۔ اُسوقت شیخ مرحوم کی عمر ۱۹ برس کی تھی۔

حافظ احمد یار نے چند روز پہلے خواب مین دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہے۔ بہت سے لوگ گرد جمع ہین وہان حافظ عبد الرحیم کہ حافظ احمد یار کے والد تہے ایک کبیر کا پیالہ لئے کہڑے ہین۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کو اُسمین سے چمچے بہر بہر کر دیتے جاتے ہین۔ حافظ موصوف نے اُنسے پوچھا کہ یہہ کیا معرکہ ہے۔ اور جنازہ کسکا ہے۔ انہون نے کہا

ے۲ دیکھو صفحہ ۳۱ کہ حافظ احمد یار۔ سید انشا کے یار ہین۔ یہہ عجب شگفتہ مزاج خوش طبع۔ سخن فہم شخص تہے۔ باوجودیکہ اُستاد جوان تہے وہ بڈہے تہے مگر یارون کیطرح ملتے تہے۔ حافظ مرحوم انہی مولوی صاحب کو دلاتے تہے۔ جنہون نے حلت نزاع کا فتوی دیا تہا۔ اور سودا نے انکی ہجو کہی تہی۔ ترجیع بند مخمس مین ع ایک مسخرا یہہ کہتا ہے کہ اجلال

کہ یہہ مرزا رفیع کا جنازہ ہے اور میان ابراہیم انکے قائم مقام مقرر ہوئے ہین۔
خاقانیِ ہند کے خطاب پر لوگون نے بڑے چرچے کئے کہ بادشاہ نے یہہ کیا کیا۔
کہن سال اور نامی شاعر و سخن ہوتے ایک نوجوان کو ملک الشعرا بنایا اور ایسا عالی
درجہ کا خطاب دیا۔ ایک جلسہ مین یہی گفتگو رہی تھی۔ کسی نے کہا کہ جس قصیدہ پر یہہ
خطاب ہوا ہے اُسے بھی تو دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ قصیدہ مذکور لا کر پڑھا گیا
میر کلو حقیر۔ کہ شاعر سن رسیدہ اور شعرائے قدیم کے صحبت یافتہ تھے۔ سُنکر بولے
کہ بھئی انصاف شرط ہے۔ کلام کو بھی تو دیکھو۔ ایسے شخص کو بادشاہ نے خاقانیِ ہند کے خطاب
سے ملک الشعرا بنایا تو کیا بُرا کیا۔ مجھے یاد ہے جب اُستاد مرحوم نے یہہ حال بیان
کیا تھا اسوقت بھی کہا تھا اور جب مین ارباب زمانہ کی بے انصافی یا اُنکی بیخبری
اور بے بصری سے دق ہو کر کچھہ کہتا تو فرماتے تھے کہ بے انصافون ہی مین سے کوئی
با انصاف بھی بول اُٹھتا ہے۔ بے خبرون مین باخبر بھی نکل آتا ہے۔ اپنا کام کئے جاؤ
۳۶۔ برس کی عمر تھی جبکہ جملہ منہیات سے توبہ کی۔ اور اُسکی تاریخ کہی ع
اے ذوق بگو سہ بار توبہ۔

مرزا ابوظفر بادشاہ ہو کر بہادر شاہ ہوئے تو انہون نے پہلے یہہ قصیدہ گذرانا

رو کش ترے رُخ سے ہو کیا نورِ سحر رنگِ شفق	ہے ذرہ تیرا پرتوِ نورِ سحر رنگِ شفق

اگرچہ مرزا ابوظفر ہمیشہ انہین دل سے عزیز رکھتے تھے۔ اور دلی رازون کے لئے
مخزنِ اعتبار سمجھتے تھے۔ مگر ولیعہدی مین مرزا مغل بیگ مختار تھے۔ جب کبھی بڑی
سے بڑی ترقی یا انعام کے موقع آئے تو اُستاد کے لئے یہہ ہوا کہ ملتے رہنے سے
صد ہو گئے صد سے اسی روپے ہو گئے۔ جب بادشاہ ہوئے اور مرزا مغل بیگ
وزیر ہوئے تو وزیر شاہی کا سارا کنبہ قلعہ مین بھر گیا مگر اُستاد شاہی کے سو مہینا

پہر بھی اُنہون نے حضور مین اپنی زبان سے ترقی کے لئے عرض نہین کی۔ اُنکی عادت تھی کہ فکرِ سخن مین ٹہلا کرتے تھے۔ اور شعر موزون کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُن دنون مین جب کوئی عالی مضمون چستی اور درستی کے ساتھ موزون ہوتا تو اُسکے سرور مین آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے پہرتے۔

یون پہرین اہل کمال آشفتہ حال افسوس سے	آہ کمال افسوس ہے تجہیر کمال افسوس ہے

میان عبد العزیز خان صاحب ایک مرد بزرگ صاحب نسبت فقیر تھے۔ شیخ مرحوم بھی اُنسے بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ اِس عالم مین ایک دن اُنکے پاس گئے۔ اور کہا کہ تخت نشینی سے پہلے حضور کے بڑے بڑے وعدے تھے۔ لیکن اب یہہ عالم ہے کہ الف کے نام ب نہین جانتے۔ زبان تک درست نہین۔ مگر جو کچھہ ہین مرزا اسمٰعیل بیگ ہین۔ اُنہون نے کہا کہ خدا کے کارخانے مین اگرچہ عقل ظاہر بین کام نہین کرتی مگر یہہ دیکھو کہ جو دولت تمکو دی ہے وہ اُسکو بھی تو نہین دی ہے جس دعوے سے تم دربار مین کہڑے ہو کر اپنا کلام پڑہتے ہو اِس دعوے سے وہ اپنی وزارت کے مقام پر کب کہڑا ہو سکتا ہوگا۔ ادنے ادنے منشی مقصدی اُسکے لکھتے پڑہتے ہونگے۔ وہ کیا ترستا ہوگا کہ نہ اُنکے لکھے کو سمجھہ سکتا ہے نہ اُنکا جھوٹ سچ معلوم کر سکتا ہے شیخ مرحوم نے اُنکی ہدایت کو تسلیم کیا اور پہر کبھی شکایت نہ کی۔

چند روز کے بعد مرزا اسمٰعیل بیگ کی ترقی تمام ہو گئی۔ تمام کُنبا قلعہ سے نکالا گیا نواب حامد علیخان مرحوم مختار ہو گئے۔ جب اُستاد شاہی کا سو روپیہ مہینا ہوا ہمیشہ عیدون اور نوروزون کے جشنون مین قصیدے مبارکباد پڑہتے تھے اور خلعت سے اعزاز پاتے تھے۔

[۲۵] دراشخانہ کی، [۲۶] تھے +

آواخرِ ایام مین ایک دفعہ بادشاہ بیمار ہوئے جب شفا پائی اور انہون نے ایک قصیدۂ غرّا کہکر نذر گذرانا تو خلعت کے علاوہ خطاب خان بہادر اور ایک ہاتھی مع حوضۂ نقرئی انعام ہوا۔

پھر ایک بڑے زور شور کا قصیدہ کہکر گذرانا جسکا مطلع ہے۔ ع۔ شبکو مین اپنے سر بسترِ خوابِ راحت اُسپر ایک گانو جاگیر مین عطا ہوا۔

جس رات کی صبح ہوتے انتقال ہوا۔ قریب شام مین بھی موجود تھا کہ اُنہین پیشاب کی حاجت معلوم ہوئی۔ خلیفہ صاحب نے اُٹھایا۔ چوکی پائینتی لگی ہوئی تھی۔ ہاتھ کا سہارا دیا اور اُنہون نے کھسک کر آگے بڑھنا چاہا۔ طاقت نے یاری نہ دی تو کہا۔ آہ ناتوانی۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ۔ شاعرون ہی کا ضعف ہو گیا۔ حافظ ویران بھی بیٹھے تھے۔ وہ بولے کہ آپ نے بھی ضعف کے بڑے بڑے مضمون باندھے ہین۔ مسکرا کر فرمایا کہ اب تو کچھ اُس سے بھی زیادہ ہے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ۔ اس عالم مین بھی مبالغہ قایم ہے۔ خدا اسی مبالغہ کے ساتھ توانائی دے۔ مین رخصت ہوا۔ رات اسی حالت سے گذری۔ صبح ہوتے کہ ۲۴۔ صفر ۱۲۷۱ھ جمعرات کا دن تھا۔ ۱۷ دن بیمار رہکر وفات پائی۔ مرنے سے ۳ گھنٹے پہلے یہ شعر کہا تھا۔

کہتے ہین آج ذوق جہان سے گذر گیا	کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

شعرائے ہند نے جسقدر تاریخین اسکی کہین آجتک کسی بادشاہ یا صاحب کمال کو نصیب نہین ہوئین۔

اُردو اخبار اندنون دہلی مین جاری تھا۔ برس دن تک کوئی اخبار اُسکا ایسا نتھا جسمین ہر ہفتہ کئی کئی تاریخین نہ چھپی ہون۔

خاص حالات اور طبعی عادات

شیخ مرحوم قد و قامت مین متوسط اندام تھے - چنانچہ خود فرماتے ہین -

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ	-	پست ہمت کیا ہنود ہے پست قامت ہونا تھا

رنگ سانولا - چیچک کے داغ بہت تھے - کہتے تھے کہ دو دفعہ چیچک نکلی تھی - مگر رنگت اور وہ داغ کچھ ایسے مناسب موزون واقع ہوئے تھے کہ چمکتے تھے اور بھلے معلوم ہوتے تھے - آنکھین روشن اور نگاہین تیز تھین - چہرہ کا نقشہ کھڑا کھڑا تھا - اور بدن مین پھرتی پائی جاتی تھی - بہت جلد چلتے تھے - اکثر سفید کپڑے پہنتے تھے - اور وہ انکو نہایت زیب دیتے تھے - آواز بلند اور خوش آیندہ - جب مشاعرہ مین پڑھتے تھے تو محفل گونج اٹھتی تھی - انکے پڑھنے کی طرز اور انکے کلام کی تاثیر کو زیادہ زور دیتی تھی - اپنی غزل آپ ہی پڑھتے تھے - کسی اور سے ہرگز نہ پڑھواتے تھے -

صانع قدرت جنھین صاحب کمال کرتا ہے انھین اکثر صفتین دیتا ہے جنمین وہ اپنا ہمجنس سے صاف الگ نظر آتے ہین - چنانچہ انکی تیزی ذہن اور براقی طبع کا حال تو آپ ہی انکے کلام سے ثابت ہے - مگر قوت حافظہ کے باب مین ایک ماجرا عالم شیرخوارگی کا انھون نے بیان کیا جسے سنکر سب تعجب کرینگے - کہتے تھے مجھے ابتک یاد ہے کہ اُس عالم مین ایک دن مجھے بخار تھا - والد نے پلنگ پر لٹا کر لحاف اُڑھا دیا اور آپ کسی کام کو چلے گئے - ایک بلی لحاف مین گھس آئی - مجھے اُس سے اور اُسکی خرخر کی آواز سے نہایت تکلیف معلوم ہونے لگی - لیکن نہ ہاتھ سے ہٹا سکتا تھا نہ زبان سے پکار سکتا تھا - گھبراتا تھا اور رہ جاتا تھا - تھوڑی دیر مین والدہ آگئین - انھون نے اُسے ہٹایا تو مجھے غنیمت معلوم ہوا - اور وہ دونو کیفیتین اب تک یاد ہین - چنانچہ جب بڑا ہوا

تو مینے والدہ سے پوچھا اُنہون نے یاد کر کے اِس واقعہ کی تصدیق کی - اور کہا کہ فی الحقیقت اُسوقت تیری عمر برس دن سے کچھہ کم تھی -

صلاحیت

صلاحیت بیع کے باب مین خدا کا شکر کیا کرتے تھے - اور کہتے تھے کہ ایک دن اِملی کے درخت مین کنکوا اٹک گیا - مین اُتارنے کو اوپر چڑھ گیا - ایک ٹہنی کو سہارے کے قابل سمجھکر پاؤن رکھا - وہ ٹوٹ گئی مین نیچے آپڑا - بہت چوٹ لگی مگر خدا نے ایسی قوت دی کہ پھر نہ کنکوا اُڑایا - نہ درخت پر چڑھا -

خوف

عمر بھر اپنے ہاتھہ سے جانور ذبح نہین کیا - عالم جوانی کا ذکر کرتے تھے کہ یارون مین ایک تجربہ نسخہ قوت باہ کا بڑی کوشش سے ہاتھہ آیا شریک ہو کر اُسکے بنانے کی صلاح ٹھہری ایک ایک جُز کا بہم پہونچانا ایک ایک شخص کے ذمہ ہوا - چنانچہ ۴۰ چڑون کا مغز ہمارے سر ہوا - ہمنے گھر آکر اُنکے پکڑنے کو سامان پھیلا دئے - اور دو تین چڑے پکڑ کر ایک پنجرے مین ڈالے - اُنکا پھڑکنا دیکھکر خیال آیا کہ ابراہیم ایک پل کے پل مزے کے لئے ۴۰ بیگناہون کا مارنا کیا انسانیت ہے - یہ بھی تو آخر جان رکھتے ہین اور اپنی پیاری زندگی کے لئے ہر قسم کی لذتین رکھتے ہین اوسیوقت اُٹھا - اُنہین چھوڑ دیا - اور سب سامان توڑ پھوڑ کر یارون مین جا کر کہدیا کہ کبھی ہم اِس نسخہ مین شریک نہین ہوتے -

خوف خدا

اِنکی عادت تھی کہ ٹہلتے بہت تھے - دروازہ کے آگے لمبی گلی تھی اکثر اُسمین پھرا کرتے تھے رات کے وقت ٹہلتے ٹہلتے آئے اور کہنے لگے کہ میان ابھی ایک سانپ گلی مین چلا جاتا تھا -

حافظ غلام رسول ویران شاگرد رشید بھی بیٹھے تھے اُنہون نے کہا کہ حضرت پھر آپ نے اُسے مارا نہین؟ - کسی کو آواز دی ہوتی - فرمایا کہ خیال تو مجھے بھی آیا تھا مگر پھر مینے کہا کہ ابراہیم آخر یہہ بھی تو جان رکھتا ہے - تجھے کے رکعت کا ثواب ہوگا - پھر یہہ قطعہ پڑھا -

چہ خوش گفت فردوسی پاک زاد	٭	کہ رحمت بران تربت پاک باد

میازار موریکہ دانہ کش است	کہ جان دارد و جان شیرین خوش است

ایک دفعہ برسات کا موسم تہا۔ بادشاہ قطب مین تہے۔ یہہ ہمیشہ ساتہہ ہوتے تہے۔ اُسوقت قصیدہ لکہہ رہے تہے ع شبکو مین اپنے سر بستر خواب راحت۔ چڑیان سایہ بان مین تنکے رکہکر گہونسلا بنا رہی تہین۔ اور اُنکے تنکے جو گرتے تہے اُنہین لینے کو بار بار اُنکے آس پاس آ بیٹہتی تہین یہہ عالم محویت مین بیٹہے تہے۔ ایک چڑیا سر پر آن بیٹہی۔ اُنہون نے ہاتہہ سے اوڑا دیا۔ تہوڑی دیر مین پہر آن بیٹہی۔ اُنہون نے پہر اُڑا دیا۔ جب کئی دفعہ ایسا ہوا تو ہنسکر کہا کہ اس ضیافی نے میرے سر کو کبوترون کی چہتری بنایا ہے۔ ایک طرف مین بیٹہا تہا ایک طرف حافظ ورزی بیٹہے تہے وہ نابینا ہین۔ اُنہون نے پوچہا کہ حضرت کیا؟ مینے حال بیان کیا۔ دیوان بولے کہ ہمارے سر پر نہین بیٹہتی۔ اُستاد نے کہا بیٹہے کیونکر؟ جانتی ہے کہ یہہ ملا ہے۔ عالم ہے۔ حافظ ہے۔ ابہی اُحِلَّ لَکُمُ الصَّیدُ۔ کی آیت پڑہکر کُلُوا وَاشرَبُوا۔ بسم اللہ اللہ اکبر کرویگا۔ دیوانی ہے؟ جو تمہارے سر پر آئے۔ فرماتے تہے کہ مینے ساڑہے تین سو دیوان اساتذہ سلف کے دیکہے اور اُنکا خلاصہ کیا۔ خان آرزو کی تصنیفات۔ ٹیک چند بہار کی تحقیقات اور اس قسم کی اور کتابین گویا اُنکی زبان پر تہین مگر مجہے اسکا تعجب نہین۔ اگر شعرائے عجم کے ہزارون شعر اُنہین ازبر تہے تو مجہے حیرت نہین۔ گفتگو کے وقت جس تراکیب سے وہ شعر سند مین دیتے تہے مجہے اسکا بھی خیال نہین۔ کیونکہ جس فن کو وہ لئے بیٹہے تہے یہہ سب اُسکے لوازمات ہین۔ ہان تعجب یہہ ہے کہ تاریخ کا ذکر آئے تو وہ ایک صاحب نظر مورخ تہے۔ تفسیر کا ذکر آئے تو ایسا معلوم ہوتا تہا گویا تفسیر کبیر دیکہکر اُٹہے ہین خصوصاً تصوف مین ایک عالم خاص تہا کہ وحدت وجود اور وحدت شہود مین علم اشراق کا

پر تو وہ دیگر کبھی ابو سعید ابو الخیر تھے - کبھی محی الدین عربی پر جو کہتے تھے ایسی کانٹے کی تول کہتے تھے کہ دل پر نقش ہو جاتا تھا - اور جو کچھ اُنسے سُن لیا ہے آجتک دل پر نقش ہے - رمل و نجوم کا ذکر آئے تو وہ نجومی تھے - خواب کی تعبیر میں اُنہیں خدا نے ایک ملکہ راسخہ دیا تھا - اور لطف یہ کہ احکام اکثر مطابق واقع ہوتے تھے - اگرچہ مجھے اسقدر وسعتِ نظر بہم پہنچانے کا تعجب ہے مگر اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ انکے حافظہ میں اسقدر مضامین محفوظ کیونکر رہے -

چند کا بھی

وہ کہتے تھے کہ اگرچہ شعر کا مجھے بچپن سے عشق تھا - مگر ابتدا میں دنیا کی شہرت اور ناموری اور تفریحِ طبع نے مجھے مختلف کمالوں کی رستے دکھائے - چند روز موسیقی کا شوق ہوا اور کچھ حاصل بھی کیا مگر خاندیس سے ایک بڑا صاحب کمال گویا آیا - اُس سے ملاقات کی - باتوں باتوں میں اُسنے کہا کہ جو گانے کا شوق کرے اُسکے لئے ۳۰۰ برس کی عمر چاہیئے - ۱۰۰ برس سیکھے - ۱۰۰ برس سُنتا پھرے اور جو سیکھا ہے اُسے مطابق کرے - پھر ۱۰۰ برس بیٹھکر اوروں کو سنائے اور اُسکا لطف اُٹھائے - یہ سُنکر دل برداشتہ ہو گیا - اور یہ بھی خیال آیا کہ ابراہیم اگر بڑا کمال پیدا کیا تو ایک ڈوم ہو گئے - اسپر بھی جو کلاونت ہو گا وہ ناک چڑھا کر یہی کہے گا کہ آتا ہی ہیں - سپاہی زادے سے ڈوم بنا - کیا ضرور -

نجوم و

نجوم و رمل کا بھی شوق کیا اُسمیں دستگاہ پیدا کی - نجوم کا ایک صاحب کمال مغلپور رہتا تھا اُس سے نجوم کے مسائل حاصل کیا کرتے تھے - ایک دن کسی سوال کا نہایت درست جواب اُسنے دیا اور گفتگو ہوتے ہوتے یہ بھی کہا کہ ایک ایک ستارہ کا حال اور اُسکے خواص معلوم کرنے کے لئے ۷۷ برس چاہئے ہیں - سُنکر اُس سے بھی دل برداشتہ ہو گیا -

طب کو چند روز کیا - اِسمین خون ناحق نظر آنے لگی آخر جو طبیعت خدا نے دی تھی وہی خوبی قسمت کا سامان بنی -

کھمن لعل کے گنج مین ایک جوتشی پنڈت تلسی رام نابینا تھے - ایک مرد دیرینہ سال منشی درگا پرشاد کہ شیخ مرحوم کے قدیمی دوست تھے اور جوتشی صاحب کے پاس بھی جایا کرتے تھے - اُنہون نے جوتشی صاحب کی بہت تعریف کی اور ایک دن قرار پاکر یہہ بھی اُنکے پاس گئے - کئی دلچسپ سلسلۂ گفتگو ون کے ہوئے - بعد ازآن اِنہون نے بے اظہار نام اپنے زایچہ کی صورتحال بیان کی - جوتشی صاحب نے کہا کہ وہ شخص صاحب کمال ہو - اور غالباً کمال اُسکا کسی ایسے فن مین ہو کہ باعث تفریح ہو - اُسکا کمال رواج خوب پاوے - اُسکے حریف بھی بہت ہون مگر کوئی سامنے نہو سکے - وہ اِسی قسم کی باتین کہہ جاتے تھے جو شیخ مرحوم نے پوچھا کہ اُسکی عمر کیا ہو اُنہون نے کہا کہ ۶۷ - ۶۸ حد ۶۹ یہہ سنکر شیخ مرحوم کے چہرہ پر آثار ملال ظاہر ہوئے اور خدا کی قدرت کہ ۶۸ برس کی عمر مین انتقال ہوا - اگرچہ عقلاً اور نقلاً احکام نجوم پر اعتقاد کرنا چاہیے لیکن واقعہ پیش نظر گذرا تھا اِسلئے واقف کاری کا حق ادا کیا مین بھی دیکھتا تھا کہ اُنہین آخر عمر مین مرنے کا خیال اکثر رہتا تھا - ایکدفعہ بادشاہ بیمار ہو کر اچھے ہوئے - غسل صحت کا جشن قریب تھا اُنہون نے مبارکباد کا قصیدہ کہا - مین حسب معمول خدمتمین حاضر ہوا - وہ اُسوقت قصیدہ ہی لکھ رہے تھے - چنانچہ کچھ اشعار اُسکے سُنانے لگے مطلع تھا

نہ ہو نشاط کہ گر کیجئے اُسے تحریر	عیان ہو خامہ سے تحریر نغمہ جائے صریر

اِسکے آگے شعر سناتے جاتے تھے مین تعریف کرتا جاتا تھا - وہ مسکراتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے - جب یہہ شعر پڑھا -

ہوا پہ دوڑتا ہے اسطرح سے ابر سیاہ | کہ جیسے جائے کوئی فیل مست بے زنجیر

بے اختیار میری زبان سے نکلا کہ سبحان اللہ - رنگینی اور بھی زور - ٹھمری کا ساقی نامہ ہو گیا چپ ہو گئے - اور کہا کہ اسمین زور آتا جاتا ہے مین کہلا جاتا ہون - اسکی جوانی ہے اور میرا بڑھاپا ہے حافظ ویران سلمہ اللہ نے بیان کیا - اشعار بہاریہ کے لکھنے مین دو تین دفعہ فرمایا کہ خواجہ حافظ کا شعر بھی اسمین موقع سے تضمین کرینگے -

تو دو سالہ و محبوب چار دہ سالہ | ہمین بس است مرا صحبت صغیر و کبیر

ایک دن جو مین گیا تو جو شعر پریشان تھے انہین ترتیب دیا تھا - چنانچہ سناتے سناتے پھر شعر مذکور پڑھا - بعد اسکے قطعہ پڑھا کہ خود کہا تھا -

ہوا ہے مدرسہ بھی درسگاہ عیش و نشاط | کہ شمس بازغہ کی جا پڑین ہین بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغرا تو ہے سبو کبرا | نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر

میری طرف دیکھکر فرمایا - اب بھی ! - مینے عرض کی سبحان اللہ اب اسکی کیا ضرورت رہی - آنکھین بند کر کے فرمایا - ادھر ہی کا فیضان ہے -

دلی مین نواب زینت محل کا مکان لال کوئین کے پاس اب بھی موجود ہے - بادشاہ نے وہین دربار کر کے یہ قصیدہ سنا تھا - اس برس ایک شادی کی تقریب مین مجھے دلی جانا ہوا - اسی مکان مین برات بیٹھی تھی - فتح دہلی کے بعد گورنمنٹ نے وہ مکان سرکار پٹیالہ کو دیدیا ہے - بند پڑا رہتا ہے - اب اتنے ہی کام کا ہے کہ ادھر کے ضلع مین کوئی بڑی برات یا شادی کا جلسہ ہوتا ہے تو داروغہ سے اجازت لیکر وہان آن بیٹھتے ہین - واہ

کشتونکا تیرے چشم سیہ مست کے فرار | ہوگا خراب بھی تو خرابات ہوئے گا

وہ زمانہ اور آج کی حالت دیکھکر خدا یاد آتا ہے -

انکی طبیعت کو خدا تعالےٰ نے شعر سے ایسی مناسبت دی تھی کہ رات دن اسکے سوا کچھ خیال نہ تھا اور اسی میں خوش تھے۔ ایک تنگ و تاریک مکان تھا جسکی لنبائی اسقدر تھی کہ ایک چھوٹی سی چارپائی ایک طرف بچھتی تھی۔ دو طرف اتنا رستہ رہتا تھا کہ ایک آدمی چل سکے۔ حقہ منہ سے لگا رہتا تھا۔ گھر میں چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے لکھے جاتے تھے یا کتاب دیکھے جاتے تھے۔ گرمی جاڑا برسات تینوں موسموں کی بہاریں وہیں بیٹھے گذر جاتی تھیں۔ انہیں کچھ خبر نہ ہوتی تھی۔ کوئی مسئلہ کوئی عید اور کوئی موسم بلکہ دنیا کے شادی و غم سے انہیں سروکار نہ تھا۔ جہاں اول روز بیٹھے وہیں بیٹھے۔ اور جبھی اٹھے کہ دنیا سے اٹھے۔

نمازِ عصر کے وقت میں ہمیشہ حاضرِ خدمت ہوتا تھا۔ نہا کر وضو کرتے تھے اور ایک لوٹے سے برابر کلیاں کئے جاتے تھے۔ ایک دن میں نے سبب پوچھا۔ مسکرا کر شفقانہ طور سے بولے کہ خدا جانے کیا کیا ہزلیات زبان سے نکلتے ہیں۔ خیر یہ بھی ایک بات ہے۔ پھر ذرا تامل کر کے۔ ایک ٹھنڈی سانس بھری اور یہ مطلع اسیوقت کہکر پڑھا

پاک رکھ اپنا دہان ذکرِ خدائے پاک سے	کم نہیں ہرگز زبان منہ میں تیرے مسواک سے

انکا معمول تھا کہ رات کو کھانے سے فارغ ہو کر بادشاہ کی غزل کہتے تھے آدھی رات کو اوس سے فراغت ہوتے تھے۔ پھر وضو کرتے اور وہی ایک لوٹے پانی سے کلیاں کر کے نماز پڑھتے۔ پھر وظیفہ شروع ہوتا۔ زیرِ آسمان کبھی ٹہلتے جاتے۔ کبھی قبلہ رو ٹھہر جاتے۔ اگرچہ آہستہ آہستہ پڑھتے تھے مگر اکثر اوقات اس جوشِ دل سے پڑھتے تھے کہ معلوم ہوتا گویا سینہ پھٹ جائیگا۔

وظیفہ پڑھکر دعائیں شروع ہوتی تھیں۔ یہ گویا ایک نمونہ تھا انکی طبیعت کی نیکی اور عام نیکخواہی کا۔ انمیں سب سے پہلے یہ دعا تھی کہ۔ الٰہی ایمان کی سلامتی

بدن کی صحت - دنیا کی عزّت و حرمت - پھر - الٰہی میری بادشاہ کو بادولت با اقبال صحیح و سالم رکھہ - اُسکو دشمن زدھون وغیرہ وغیرہ - پھر میان اسمٰعیل یعنے اپنے بیٹے کے لئے - پھر اپنے عیال اور خاص خاص دوستونکے لئے - یا جو کسی دوست کے لئے خاص شکل درپیش ہو - وغیرہ وغیرہ - ایک شب اُس موقع پر میری والدِ مرحوم اُنھی کے ہان تھے - ساری دُعائین سُنا کئے - چنانچہ اِنکے دروازہ کے سامھنے محلّہ کا حلال خور رہتا تھا - اُن دنون اُسکا بیل بیمار تھا - دُعائین مانگتے مانگتے وہ بھی یاد آگیا - کہا کہ الٰہی جو حلال خور کا بیل بیمار ہے اُسے بھی شفا دے - بیچارا بڑا غریب ہے بیل مرجائیگا تو یہہ بھی مرجائیگا - والد نے جب یہہ سُنا تو بے اختیار ہنسپڑے - فُقرا اور بزرگانِ دین کے ساتھہ اُنھین ایسا دلی اعتقاد تھا کہ اُسکی کیفیت بیان نہین ہوسکتی - عُلما اور اساتذۂ سلف کو ہمیشہ با ادب یاد کرتے تھے اور کبھی اُنپر طعن و تشنیع نکرتے تھے - اسواسطے اِنکے مذہب کا حال کسیکو نہ کھلا -

ترتیب

اسمین کسیکو کلام نہین کہ اُنھون نے فکرِ سخن اور کثرتِ مشق مین فنا فی الشعر کا مرتبہ حاصل کیا اور انشا پردازیِ ہند کی روح کو شگفتہ کیا - مگر فصاحت کا دل کھلا جاتا ہوگا جب اُنکے دیوانِ مختصر پر نگاہ کرتی ہوگی اِسکے سبب کا بیان کرنا ایک سخت مصیبت کا افسانہ ہے - اور اِسکے مرثیہ خوانی کرنی میرا فرض ہے - اُنکی وفات کے چند روز بعد میانی اور خلیفہ اسمٰعیل مرحوم نے کہ وہ بھی باپ کی طرح اِکلوتے بیٹے تھے - چاہا کہ کلام کو ترتیب دین متفرق غزلون کے بستے اور بڑی بڑی پوٹین تھین - بہت سی تھیلیان اور مشکی تھے کہ جو کچھہ کہتے تھے گویا بڑی احتیاط سے اُنمین بھرتے جاتے تھے - ترتیب اُسکی پسینے کی جگہہ خون بہاتی تھی کیونکہ بچپن سے لیکر دم واپسین کا کلام انہی مین تھا بہت سی متفرق غزلین بادشاہ کی - بہتیری غزلین شاگردون کی بھی ملی ہوئی تھین -

چنانچہ اول انکی اپنی غزلین اور قصاید انتخاب کر لئے - یہہ کام کئی مہینے مین ختم ہوا - غرض جیسے غزلین صاف کرنی شروع کین - اِس خطا کا مجھے اقرار ہے کہ کام کو تیزی جاری کیا مگر باطمینان کیا - مجھے کیا معلوم تھا کہ اِسطرح یکایک زمانہ کا ورق اُلٹ جائیگا - عالم تہ و بالا ہو جائیگا - حسرتون کے خون بہ جائینگے - دل کے ارمان دل ہی مین رہ جائینگے دفعتہً ۱۸۵۷ء کا غدر ہو گیا - کسی کا کسیکو ہوش نرہا - چنانچہ افسوس ہے کہ خلیفہ محمد اسمٰعیل اُنکے فرزند جسمانی کے ساتھہ ہی اُنکے فرزندانِ روحانی بھی دنیا سے رحلت کر گئے - میرا یہہ حال ہوا کہ فتحیاب لشکر کے بہادر دفعتہً گھر مین گھس آئے - اور بندوقین دکھائین کہ جلد یہانسے نکلو - دنیا آنکھون مین اندھیر تھی - بُرا ہو اگھر سامنے تھا اور مین حیران کھڑا تھا کہ کیا کیا کچھہ اُٹھا کر لے چلون - اِنکی غزلون کے جُنگ پر نظر پڑی - یہی خیال آیا کہ محمد حسین! اگر خدا نے کرم کیا اور زندگی باقی ہے تو سب کچھہ ہو جائیگا - مگر اُستاد کہان سے پیدا ہونگے جو یہہ غزلین پھر آکر کہین گے - اب اِنکے نام کی زندگی ہے - اور ہے تو اِن پر منحصر ہے - یہہ ہین تو وہ مرکر بھی زندہ ہین - یہہ گئین تو نام بھی نرہیگا - وہی جُنگ اُٹھا بغل مین مارا - سجے سجائے گھر کو چھوڑ ۲۲ نیم جانون کے ساتھہ گھر سے بلکہ شہر سے نکلا ساتھہ ہی زبان سے نکلا کہ حضرت آدم بہشت سے نکلے تھے - دلی بھی ایک بہشت ہے - اُنھی کا پوتا ہون دہلی سے کیون نہ نکلون - غرض مین تو آوارہ ہو کر خدا جانے کہان کا کہان نکل آیا - مگر حافظ غلام رسول ویران کہ محبت کے لحاظ سے میرے شفیق دوست - اور حضرت مرحوم کی شاگردی کے رشتہ سے روحانی بھائی ہین - اُنھون نے شیخ مرحوم کے بعض اور دوستون سے ذکر کیا کہ مسودون کا سرمایہ تو سب دلی کے ساتھہ برباد ہوا - اِسوقت یہہ زخم تازہ ہے اگر اب دیوان مرتب نہ ہوا تو کبھی نہوگا - حافظ موصوف کو خود بھی حضرت مرحوم کا کلام بہت کچھہ یاد ہے - اور خدا نے اِنکی بصیرت کی آنکھین ایسی

روشن کی ہین کہ بصارت کی آنکھون کی محتاج نہین - اسلئے لکھنے کی سخت مشکل ہوئی
غرضکہ ایک مشکل مین کئی کئی مشکلین تہین اُنہون نے اس مہم کا سرانجام کیا - اور اپنی
یاد کے علاوہ نزدیک بلکہ دُور دُور سے بہت کچھہ بہم پہنچایا - سب کو سمیٹکر ۱۲۷۹ھ مین
ایک مجموعہ جسمین اکثر غزلین تمام اکثر ناتمام - بہت سے متفرق اشعار - اور چند قصیدے
ہین چہاپکر نکالا مگر دردمندی کا دل پانی پانی ہوگیا - اور عبرت کی آنکھون سے
لہو ٹپکا - کیونکہ جس شخص نے دنیا کی لذتین - عمر کے مختلف موسم اور موسمون کی بہار
دن کی عیدین رات کی شب براتین بدن کے آرام - دل کی خوشیان طبیعت کی اُمنگین
سب چہوڑین اور ایک شعر کو لیا جسکی انتہاء تمنا یہی ہوگی کہ اُسکی بدولت نام نیک
باقی رہیگا - تبہ کار زمانہ کے ہاتہون آج اُسکی عمر بہر کی محنت نے یہہ سرمایہ دیا -
اور جس نے ادنیٰ ادنیٰ شاگردون کو صاحب دیوان کردیا - اُسکو یہہ دیوان نصیب ہوا -
خیر - ع - یون ہی خدا جو چاہے تو بندہ کا کیا چلے - میرے پاس بعض قصیدے
ہین - اکثر غزلین ہین داخل ہوجائینگی - یا ناتمام غزلین پوری ہوجائینگی - مگر تصنیف
کے دریا مین سے پیاس بھر پانی بھی نہین - چنانچہ یہہ تذکرہ چہپ لے تو اُسپر توجہہ کرونگا
مسبب الاسباب سرانجام کے اسباب عنایت فرمائے -

جو غزلین اپنے تخلص سے کہین نہین اگر جمع کیجائین تو بادشاہ کے چارون دیوانون
کے برابر ہوتین غزلون کے دیوان کو دیکہکر معلوم ہوتا ہے - کہ عام جوہر انکے کلام کا -
تازگی مضمون - صفائی کلام - چستی ترکیب - خوبی محاورہ - اور عام فہمی ہے -
مگر حقیقت مین رنگ مختلف وقتون مین مختلف رہا - ابتدا مین مرزا رفیع کا انداز تھا -
شاہ نصیر سے اُنکا معرکے ہو رہے تہے - اُنکا ڈہنگ وہی تھا اسلئے اُنہون نے بھی وہی
اختیار کیا - اسکے علاوہ مرزا کی طرز کو جلسہ کے گرمانے مین اور لوگونکے لب و دہن سے

واہ واکے نکال لینے مین ایک عجیب جادو کا اثر ہے - چنانچہ وہی مشکل طرحین چست بندشین - برجستہ ترکیبین - معانی کی بلندی - الفاظ کی شکوہین انکے ہان بھی پائی جاتی ہیں - چند روز کے بعد آلہی بخش خان معروف کی خدمت مین - اور ولیعہد کے دربار مین پہنچے - معروف ایک دیرینہ سال مشاق اور فقیر مزاج شخص تھے - انکی پسند طبع کے موجب انہین بھی تصوف اور عرفان اور درد دلی کی طرف خیالات کو مائل کرنا پڑا - نوجوان ولیعہد طبیعت کے بادشاہ تھے - ادہر یہ بھی جوان اور انکی طبیعت بھی جوان تھی - وہ جرأت کے انداز کو پسند کرتے تھے - اور جرأت اور سید انشا و مصحفی کے مطلع اور اشعار بھی لکھنؤ سے اکثر آتے رہتے تھے - انکی غزلین انھی کی انداز مین بنا تے تھے - نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ انکی غزل آخیر کو ایک گلدستہ گلہائے رنگا رنگ کا ہوتی تھی - دو تین شعر بلند خیالی کے - ایک دو تصوف کے - دو تین معاملہ کے - اور پیچ اسمین یہ ہوتا تھا کہ ہر قافیہ بھی ایک خاص انداز کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے کہ اسیمین بندہ تو تکلف دے - نہین تو پھیکا رہے - پس وہ مشاق باکمال اس بات کو پورا پورا نبھا ہوا تھا - اور جس قافیہ کو جس پہلو کے مناسب دیکھتا تھا اسی مین باندھ دیتا تھا - اور اسطرح باندھتا تھا کہ اور پہلو نظر نہ آتا تھا - ساتھ اسکے صفائی اور محاورہ کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اور انھی اصول کے لحاظ سے - میر - مرزا - درد - مصحفی - سید انشا - جرأت - بلکہ تمام شعرائے متقدمین کو اس ادب سے یاد کرتے تھے گویا انھی کے شاگرد ہین - ایک ایک کے چیدہ اشعار اس محبت سے پڑھتے تھے گویا اسی دستور العمل سے انہون نے تہذیب پائی ہے - اور فی الحقیقت سب کے انداز کو اپنے اپنے موقع پر پورا پورا کام مین لاتے تھے پھر یہی جانتے والے جانتے ہین کہ اصلی میلان انکی طبیعت کا سودا کے انداز پر زیادہ تھا - نظم اردو کی نقاشی مین

مرزائے موصوف نے قصیدہ پردستکاری کا حق ادا کر دیا ہے۔ اُنکے بعد شیخ مرحوم کے سوا کسی نے اُسپر قلم نہیں اُٹھایا اور اِنہوں نے مرقع کو ایسی اونچی محراب پر سجایا کہ جہاں کسی کا ہاتھ نہیں پہنچا۔ انوری۔ ظہیر۔ ظہوری۔ نظیری۔ عرفی۔ فارسی کے آسمان پر بجلی ہو کر چمکتے ہیں۔ لیکن اِنکے قصیدوں نے اپنے کڑک دمک سے ہند کی زمین کو آسمان کر دکھایا۔ ہر جشن میں ایک قصیدہ کہتے تھے۔ اور خاص خاص تقریبیں جو پیش آتی تھیں۔ وہ الگ تھیں۔ اسلئے اگر جمع ہوتے تو خاقانی ہند کے قصاید خاقانی شروانی سے دوچند ہوتے۔ جب تک اکبر شاہ زندہ تھے تب تک اِنکا دستور تھا کہ قصیدہ کہکر لیجاتے۔ اور اپنے آقا یعنے ولیعہد بہادر کو سُناتے۔ دوسرے دن ولیعہد صاحب اُسمیں اپنی جگہہ بادشاہ کا نام ڈلوا کر لیجاتے۔ اور دربار شاہی میں سُناتے۔ افسوس یہہ ہے کہ عالم جوانی کی طبع آزمائی سب برباد ہوئی۔ جو کچھہ ہیں وہ چند قصیدے ہیں کہ بڑھاپے کی ہمت کی برکت ہے۔

نواب حامد علیخان مرحوم نے نہایت شوق سے ایک عاشقانہ خط لکھنے کی انہیں فرمایش کی تھی۔ بادشاہ کی متواتر فرمایشیں یہاں ایسے کاموں کے لئے کب فرصت دیتی تھیں مگر اتفاق کہ انھی دنوں میں رمضان آگیا۔ اور اتفاق یہہ کہ بادشاہ نے روزے رکھنے شروع کئے۔ اس سبب سے غزل کہنی موقوف کر دی۔ خیر انکی زبان کب رہ سکتی تھی۔ اسکے علاوہ اِس نئے چمن کی ہوا کھانے کو اپنا بھی جی چاہتا تھا۔ انہوں نے وہ نامہ لکھنا شروع کیا۔ اُسنے ایسا طول کھینچا کہ تخمیناً ۳۰۰ شعر اسکے ہو گئے۔ اِس عرصہ میں تین تختیاں اوس سے سیاہ ہوئیں تھیں مگر ادھر رمضان ہو چکا۔ بادشاہ کی غزلیں پھر شروع ہو گئیں۔ مثنوی وہیں رہگئی۔ بیچمیں کبھی کبھی پھر بھی طبیعت میں اُمنگ اُٹھی۔ مگر کبھی ایک دن کبھی دو دن۔ ۲۰۔ ۲۵۔ شعر ہوئے پھر رہگئی۔

مینے جب ہوش سنبھالا - اور ہر وقت پاس رہنے لگا تو کئی دفعہ اسکو مختلف ذکر کرتے اور جا بجا کے شعر پڑھا کرتے تھے - ایکدن وہ تختیان اور کاغذی مسودے نکلوائے بہت کم تھا جو کچھ کہ پڑھا جاتا تھا آخر فرصت کے وقت نکال نکال کر انسے پڑھوانا گیا اور آپ لکھتا گیا - کل ۵۰۰ شعر سے زیادہ ہونگے - اگرچہ نامہ ناتمام تھا مگر ایک ایک مصرع سونے کے پانی سے لکھنے کے لایق تھا - میرے صاف کئے ہوئے مسودے بھی انھی متفرق غزلون مین تھے جو مین خلیفہ صاحب کے پاس جاکر صاف کیا کرتا تھا - چنانچہ انکے ساتھ وہ بھی گئے - اسکا نام نامۂ جانسوز تھا - اول حمد و نعت تھی - پھر ساقی نامہ - پھر القابِ معشوق اسمین اسکا سراپا - اسکے بعد یادِ ایام - اسمین چارون موسمون کی بہار - مگر اسکے مضمون کی نزاکت - لفظون کی لطافت - ترکیبون کی خوبیان اندازون کی شوخیان - کیا کہون ! - سامری کے جادو - اور جادو کے طلسم اسکے آگے دھوان ہوکر اڑ جاتے تھے -

کئی مخمس تھے - کئی رباعیان تھین - صدہا تاریخین تھین - مگر تاریخون کی کمائی بادشاہ کے حصہ مین آئی - کیونکہ بہت بلکہ کل تاریخین انھی کی فرمایش سے ہوئین - اور انھی کے نام سے ہوئین - مرثیہ سلام کہنے کا انہین موقع نہین ملا - بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ عالم اور اکبر شاہ کی طرح محرم مین کم سے کم ایک سلام ضرور کہتے تھے - شیخ مرحوم بھی اسی کو اپنی سعادت اور عبادت سمجھتے تھے - ہزارون گیت ٹپے - ٹھمریان - ہولیان کہین - وہ بادشاہ کے نام سے عالم مین مشہور ہین - اور ان باتون مین وہ اپنی شہرت چاہتے بھی نہ تھے - میرے نزدیک انکے اور انکے دیکھنے والون کے لئے بڑی فخر کی بات یہ ہے کہ خدا نے کمال شاعری اور ایسا اعلے درجہ قادر الکلامی کا انہین دیا اور ہزارون آدمیون سے انہین ناراضی یا رنج پہنچا ہوگا

مگر اُنہون نے تمام عمر مین ایک شعر بھی ہجو مین نہ کہا۔ خدا ہر شخص کو اُسکی نیت کا پھل دیتا ہے۔ اُسکی شان دیکھو کہ ۸۰ برس کی عمر پائی مگر خدا نے اُنکی ہجو بھی کسی کے مُنہ سے نہ نکلوائی۔

اکثر نئے ایجاد و اختراع انکے ارادے مین تھے اور بعض بعض ارادے شروع ہوئے مگر ناتمام رہے۔ کیونکہ بادشاہ کی فرمائشین دم لینے کی مُہلت نہ دیتی تھین۔ اور تماشا یہ کہ بادشاہ بھی ایجاد کا بادشاہ تھا۔ اِتنا تھا کہ بات نکالتا مگر اُسے سمیٹ نہ سکتا تھا اوسکا کیا ہوا اِنہین سنبھالنا پڑتا تھا۔

وہ اپنی غزل بادشاہ کو سناتے نہ تھے۔ اگر کسی طرح اُس تک پہنچ جاتی تو وہ اُسی غزل پر خود غزل کہتا تھا۔ اب اگر نئی غزل کہکر دین اور وہ اپنی غزل سے پست ہو تو بادشاہ بھی بچہ نہ تھا۔ ۷۰ برس کا سخن فہم تھا۔ اگر اُس سے چُست کہین تو اپنے کہے کو آپ مٹانا بھی کچھ آسان کام نہین۔ ناچار اپنی غزل مین اُنکا تخلص ڈالکر دیدیتے تھے۔ بادشاہ کو بڑا خیال رہتا تھا کہ وہ اپنی کسی چیز پر زور طبع نہ خرچ کرین۔ جب اُنکی شوقِ طبع کو کسی طرف متوجہ دیکھتا تو برابر غزلونکا تار باندھ دیتا۔ کہ جو کچھ جوشِ طبع ہو اِدھر ہی آجائے۔

عموماً اندازِ کلام

کلام کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کے ستارے آسمان سے اُتارے ہین۔ مگر اپنے لفظون کی ترکیب سے اُنہین ایسی شان و شکوہ کی کرسیون پر بٹھایا ہے کہ پہلے سے بھی اونچے نظر آتے ہین۔ اُنہین قادر الکلامی کے دربار سے مُلکِ سخن پر حکومت ملگئی ہے کہ ہر قسم کے خیال کو جس رنگ سے چاہتے ہین کہہ جاتے ہین۔ کبھی تشبیہ کے رنگ سے سجا کر استعارہ کی بُو سے بساتے ہین۔ کبھی بالکل سادے لباس مین جلوہ دکھاتے ہین

مگر ایسا کچھ کہہ جاتے ہین کہ دل مین نشتر سا کھٹک جاتا ہے - اور منہہ سے کبھی واہ نکلتی ہے اور کبھی آہ نکلتی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ انکے ہونٹون مین شستہ اور رجستہ لفظون کے خزانے بھرے ہین - اور ترکیب الفاظ کے ہزارون رنگ ہین - مگر جسے جہان سمجھا دیکھتے ہین وہ گویا وہین کے لئے ہوتا ہے - وہ طبیب کامل کی طرح ہر مضمون کی طبیعت کو پہچانتے ہین کہ کونسا ہے کہ سادگی مین رنگ دیجاے گا - اور کونسا رنگینی مین - کامل مصور کی تیزی قلم کو اُسکے رنگون کی شوخی روشن کرتی ہے - اسیطرح انکے مضمون کی باریکی کو انکے الفاظ کی لطافت جلوہ دیتی ہے - اُنہین اس بات کا کمال تھا کہ باریک سے باریک مطلب اور پیچیدہ سے پیچیدہ مضمون کو اس صفائی سے ادا کر جاتے تھے گویا ایک شربت کا گھونٹ تھا کہ کانون کے رستہ سے پلا دیا - اسی وصف نے نادانون کو غلطی مین ڈالا ہے - جو کہتے ہین کہ انکے ہان عالی مضامین نہین بلکہ سیدھی باتین اور صاف صاف خیالات ہوتے ہین - وہ نہین جانتے کہ اُن ہونٹون مین خدا نے عجب تاثیر دی تھی کہ جو لفظ اُنسے ترکیب پاکر نکلے خود بخود زبانون پر ڈھلکتے آتے ہین - جیسے ریشم پر موتی - خدا جانے زبان نے کسی آئینہ کی صفائی اُڑائی ہے - یا اُنہون نے الفاظ کے نگینون پر کیونکر جلا کی ہے - جس سے کلام مین یہ بات پیدا ہو گئی ہے - حقیقت مین اسکا سبب یہہ ہے کہ قدرت کلام اُنکے ہر ایک نازک اور باریک خیال کو محاورہ اور ضرب المثل مین اسطرح ترکیب دیتی ہے جیسے آئینہ گر شیشہ کو قلعی سے ترکیب دیکر آئینہ بناتا ہے - اسواسطے صاف ہر ایک شخص کی سمجھ مین آتا ہے اور دلپر اثر بھی کرتا ہے - انکے کلام مین یہہ بھی خصوصیت تھی کہ شعر کا کوئی لفظ بھول جاے تو جبتک وہی لفظ اُسکی جگہہ نہ رکھا جاے شعر مزا نہین دیتا - چنانچہ لکھنؤ مین میر انیس مرحوم کے

سامنے سلسلہ تقریر مین ایکدن مینے انکا مطلع پڑہا

کوی آوارہ تیری نیچے اسی گردون نہ ٹہیریگا	ولیکن تو بھی گر چاہے تو مین ٹہیرون نہ ٹہیریگا

اُنہون نے پوچہا کہ یہہ شعر کسکا ہے؟ مینے کہا شیخ مرحوم کا ہے دو چار باتین کرکے انہون نے پہر فرمایا کہ ذرا وہ شعر پڑہیئے گا۔ مینے پہر پڑہا۔ اُنہون نے دوبارہ خود اپنی زبان سے پڑہا۔ پہر باتین ہونے لگین۔ چلتے ہوئے پہر کہا کہ ذرا وہ شعر پڑہتے جائیگا۔ اور ساتہہ اسکے یہ بھی کہا۔ کہ صاحب کمال کی یہ بات ہے کہ جو لفظ جس مقام پر اُسنے بٹہا دیا ہے اُسیطرح پڑہا جاوے تو ٹہیک ہوتا ہے۔ نہین تو شعر رتبہ سے گر جاتا ہے۔

اُنکا مضمون جسطرح دل کو بہلا معلوم ہوتا ہے اُسیطرح پڑہنے مین زبان کو مزا آتا ہے۔ اُنکے لفظونکی ترکیب مین ایک خداداد چستی ہے جو کلام مین زور پیدا کرتی ہے۔ وہ زور لفظ اُنکے دل کا جوش ہی نہین ظاہر کرتا۔ بلکہ سُننے والے کے دلمین ایک خروش پیدا کرتا ہے اور یہی قدرتی رنگ ہے جو انکی کلام پر سودا کی تقلید کا پرتو ڈالتا ہے۔

اِنکے دیوان کو جب نظر غور سے دیکہا جاتا ہے تو اُس سے رنگا رنگ کی زمزمے اور بوقلمون آوازین آتی ہین۔ ہر رنگ کے انداز موجود ہین یہی سبب ہے کہ انکے دیکہنے سے دل اُکتا نہین جاتا۔ وہ لفظ لفظ کی نبض پہچانتے تہے۔ اور مضامین کے طبیب تہے جسطرح برجستہ بیٹہتا دیکہتے تہے اُسیطرح باندہ دیتے تہے۔ خیال بندی ہو یا عاشقانہ یا تصوف۔ انکے سینہ مین جو دل تہا گویا ایک آدمی کا دل تہا۔ ہزارون آدمیون کے دل تہے۔ اسواسطے کلام انکا مقناطیس کیطرح قبول عام کو کہینچتا ہے۔ دل دل کے خیال باندہتے۔ اور اسطرح باندہتے تہے گویا اپنے ہی دل پر گذری ہے۔

اعتراض

اِنکی کلام پر لوگ اعتراض بہی کرتے رہے ہین۔ چنانچہ ایک پُرانی غزل کا شعر ہے۔

سر بوقت ذبح اپنا اُسکے زیر پا ہے	یہہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جا ہے

لوگون نے کہا کہ بے اضافی یا صفتی ترکیب کی اسمین تی زیادہ کرنی جایز نہین۔ مگر یہہ اعتراض انکی کم نظری کے سبب سے تھے۔

درختے کہ اکنون گرفت است پاے	بہ نیروے مردے بر آید ز جاے
ای زدہ بر تر از گمان دامن کبریاے را	دست بتو کجا رسد عقل شکستہ پاے را

ایک پرانی غزل شاہ نصیر کے مشاعرہ مین طرح ہوئی تھی۔

دانہ خرمن ہے ہمین قطرہ ہے دریا ہمکو	آرسے ہے جز مین نظر کل کا تماشا ہمکو

اسپر اعتراض ہوا کہ اصل لفظ جزو مع واو کے ہے۔ فقط جز صحیح نہین۔ ایسکا بھی یہی حال تھا۔ امیر خسرو فرماتے ہین۔

ہر چہ کند در جزو در کل اثر	کلی و جزئیش بود زان خبر

اور میر تقی فرماتے ہین۔

جز رتبہ کل کو حاصل کرے ہے آخر	ایک قطرہ نہ دیکھا جو۔ دریا بہوا ہوگا

ایک دن مین اوج سے ملا اور اُستاد مرحوم کے مطلع کا ذکر آیا[۲۵]

مقابل اُس رخ روشن کے شمع گر ہو جاے	صبا وہ دھول لگاے کہ بس سحر ہو جاے

کئی دن کے بعد جو رستہ مین ملے تو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور کہا۔

یہان جو برگ گل خور شید کا کپڑا ہو جاے	دھول دستار فلک پر لگے تڑا کا ہو جاے

اور کہا کہ دیکھا محاورہ یون باندھا کرتے ہین۔ مین سمجھ گیا کہ یہہ طنز کرتے ہین کہ سحر ہو جاے جو اُستاد نے باندھا ہے۔ یہہ جایز نہین مگر تجاہل کر کے مین نے کہا کہ ہان حقیقت مین۔ بات کے کپڑے کا آپ نے خوب ترجمہ کیا۔ اور استعارہ مین لاکر! میری طرف دیکھکر ہنسے اور کہا کہ بھئی واہ آخر شاگرد تھے۔ ہماری بات ہی بگاڑ دی۔

[۲۵] اوج کا حال دیکھو صفحہ ۲۰۰

دوسرے دن مین اُستادِ مرحوم کی خدمت مین گیا اور یہہ ماجرا بیان کیا - فرمایا کہ شمع کو صبح ہوتے ہاتھہ مار کر بجھا دیتے ہین - میرا مطلب یہہ ہے کہ شمع اگر مقابلہ کرے تو اِس گستاخی کی سزا مین صبا اُسے ایسی دھول مارے کہ وہ بجھہ جاے اور ایسی بجھے کہ وہی اسکے حق مین سحر ہوجاے یعنے روشنی نصیب نہو - کبھی دوسری تیسری رات ہوئی ہوئی - نہوئی نہوئی - وہ اَور بات ہے - اب یہہ ایک حسن اتفاق ہے کہ ہماری زبان مین اسکے مقابل ایک محاورہ بھی موجود ہے کہ - ایسی دھول لگی کہ تڑکا ہوگیا - خیر اگر ہوا تو کچھہ لطف ہی پیدا ہوا - بلکہ طرز بیان مین ایک وسعت کا قدم آگے بڑھا - قباحت کیا ہوئی - اور یہہ بھی دیکھو وہ محاورہ تھا تو کیا تھا - مبتذل عامیانہ - اب ثقہ متین اور شریفانہ ہے -

آزاد - ایک شعر ناسخ کا بھی اِسی ترکیب کا ہے -

جو سنگر ہین کبھی وہ پھولتے پھلتے نہین سبز ہوتے کبھی دیکھا ہے کہین شمشیر کا

محاورہ مین تلوار کا کھیت کہتے ہین شمشیر کا کھیت نہین ہے -

اُنکی ایک غزل کا شعر ہے -

مُنھہ اٹھاے ہوئے جاتا ہے کہان تو کہ تجھے ہے ترا نقشِ قدم چشم نمائی کرتا -

نواب کلب حسین خان نادر تلخیصِ معلی مین فرماتے ہین (تجھے) دوسرے مصرع کا حق ہے - پہلے مصرع مین نہین لانا چاہیے - اِسکا جواب مجھے نہین آتا -

ایک دفعہ طبع موزون نے نیا گل کھلایا - یہ وقت وہ تھا کہ اِصلاح بند ہوگئی تھی مگر آمد و رفت جاری تھی - شاہ صاحب کو جاکر غزل سُنائی - اُنھون نے تعریف کی اور کہا کہ مشاعرہ مین ضرور پڑھنا - اتفاقاً مطلع کے سرے ہی پر سبب خفیف کی کمی تھی - جب وہان غزل پڑھی تو شاہ صاحب نے آواز دی کہ بھی میان ابراہیم واہ مطلع تو خوب کہا شیخ مرحوم

طبیعت کمال

فرماتے تھے کہ اُسیوقت مجھے کھٹکا ہوا اور ساتھ ہی لفظ بھی سوجھا۔ دوبارہ تیسرے پڑھا۔
(جس) ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اُسمیں زلف سر کشے پھر زلف ہے وہ دستِ موسیٰ جسمیں خنجر آتش ہے
اِسپر اسقدر حیرت ہوئی انہوں نے جانا شاید پہلے عمداً یہ لفظ چھوڑ دیا تھا مگر پھر اعتراض ہوا
کہ یہ بحر ناجایز ہے کسی اُستاد نے اسپر غزل نہیں کہی۔ شیخ مرحوم نے جواب دیا کہ اگر بحریں
آسمان سے نہیں نازل ہوئیں طبائع موزون نے وقت بوقت گھل کہلائی ہیں۔ یہ تقریر
مقبول ہوئی مگر پھر منیر مرحوم نے اسپر غزل کہی۔ ایکدفعہ شیخ مرحوم نے مشاعرہ میں غزل پڑھی مطلع تھا

نرگس کے پھول بھیجے ہیں بٹوے میں ڈالکر	ایسا یہ ہے کہ بھیجدے آنکھیں نکال کر

شاہ صاحب نے کہا کہ میاں ابراہیم پھول بٹوے میں نہیں ہوتے یہ کہو ع نرگس کے پھول
بھیجے ہیں دونے میں ڈالکر۔ اِنہوں نے کہا کہ دونے میں رکھنا ہوتا ہے ڈالنا نہیں
ہوتا۔ یوں کہئے کہ۔

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈالکر	ایسا یہ ہے کہ بھیجدے انکھیں نکال کر

نقل شاہ نصیر مرحوم کے ہاں سال بسال ایک عرس ہوا کرتا تھا۔ اُسمیں بعد فاتحہ
کے کھچڑی کھلایا کرتے تھے حسبِ معمول اُستاد بھی گئے۔ فاتحہ کے بعد سب کھانا کھانے بیٹھے
شاہ صاحب ایک ہاتھ میں چمچہ دوسرے میں ایک بادیہ لئے ہوئے آئے۔ اُسمیں وہی تھا
کہ خاص خاص اشخاص کے سامنے ڈالتے آتے تھے۔ اُنکے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور چمچہ پر
انہیں ریزش ہو رہی تھی۔ پرہیز کے خیال سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ شاہ صاحب نے کہا
سنکھیا ہے سنکھیا۔ دیکھو کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔ اُستاد نے ہنس دیا۔ اور کہا کہ ع
بھلا تم زہر دے دیکھو اثر ہووے تو میں جانوں۔ اگرچہ یہ مصرع قدیمی میاں مجذوب کا ہے
مگر چونکہ کھانے کا موقع تھا اسلئے سبکو بہت مزا دیا۔

جن دنوں شاہ صاحب سے معرکے ہو رہے تھے۔ منشی فیض بار ساہی کالج میں ترس رہے تھے

ف دیکھو صفحہ ۱۸۴

اور اُن دنون جوانی کے عالم مین شاعری کے جوش و خروش مین تھے اُنھون نے مدرسہ مین بڑی دھوم دھام سے مشاعرہ قایم کیا اور اِسی انشائے اُردو کی ترقی کا جزوِ اعظم ٹھیرا کر صاحب پرنسپل سے مدد لی - اُن دنون مین مدرسہ اجمیری دروازہ کے باہر تھا - شہر کے دروازے دو بجے بند ہو جاتے تھے - گڈھ کپتان سے اجازت لی کہ مشاعرہ کے دن نو بجے تک اجمیری دروازہ کھلا رہا کرے غرض مشاعرۂ مذکور اس شان و شکوہ سے جاری ہوا کہ پھر کوئی ایسا مشاعرہ دلی مین نہین ہوا - شہر کے رؤسا اور تمام نامی شاعر موجود ہوتے تھے مگر سب کی نگاہین شاہ صاحب اور شیخ صاحب کیطرف ہوتی تھین - چنانچہ ایک مشاعرہ مین شاہ صاحب نے غزل - قفس کی تیلیان - خس کی تیلیان پڑھی دوسرے مشاعرے مین یہی طرح ہو گئی - سب غزلین کہکر لائے - شیخ مرحوم نے دو غزلہ لکھا اور اُسپر کچھ تکرار ہوئی - اِسپر جوش مین آکر فرمایا کہ برس دن تک جو مشاعرہ ہو اُسمین علاوہ غزل طرحی کے ایک غزل اِس زمین مین ہوا کرے چنانچہ دو مشاعرون مین ایسا ہوا - ایسے معرکون مین عوام الناس بھی شامل ہوتے ہین - تیسرے جلسہ مین جب انھون نے غزل پڑھی تو بعض شخصون نے کچھ کچھ چوٹین کین - جنھین شیخ صاحب کے طرفدار سمجھے کہ شاہ صاحب کے اشارے سے ہوئین - زیادہ تر یہ کہ شاہ وجیہ الدین منیر[۳۵] یعنے شاہ صاحب کے صاحبزادے نے یہ شعر بھی پڑھ دیا -

گرچہ قندیلِ سخن کو منڈھ لیا تو کیا ہوا	ڈھانچ مین تو ہین وہی اگلے برس کی تیلیان

اِسپر تکرار زیادہ ہوئی اور مشاعرہ بند کر دیا گیا کہ مبادا زیادہ بے لطفی ہو جاوے -

اُنھی دنون مین ایکدفعہ میر محمد خان اعظم الدولہ نے کہ ہمرو تخلص کرتے تھے اور پرانے شاعر

---

[۳۵] بعض بزرگون سے سُنا کہ لالہ گنیشا رام داس عاصی نے پڑھا تھا - وہ بھی شاہ نصیر کے شاگرد تھے اور اُن دنون مین نوجوان لڑکے تھے - جیسے انھین دلی مین حکیم سکھانند مرحوم کے مکان پر دیکھا تھا - ٹھنڈے ہو گئے تھے مگر طبیعت مین جو اُنسے زیادہ شوخی تھی - اُسوقت کی باتین اِسطرح سُناتے تھے جیسے کوئی کہانیان کہتا ہے -

تھے ایک تذکرہ شعرائے اُردو کا لکھا۔ اُستاد مرحوم اتفاقاً اُنکے بالاخانہ کے سامنے سے گذرے اُنھوں نے بُلایا۔ اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ ہمارا تذکرہ تمام ہوگیا۔ اِسکی تاریخ تو کہدو اِنھوں نے کہا کہ اچھا فکر کرونگا۔ اُنھوں نے کہا کہ فکر کی بھی نہیں۔ ابھی کہدو۔ فرماتے تھے کہ خدا کی قدرت اُنکے خطاب اور تخلص کے لحاظ سے خیال گذرا کہ دریائے اعظم دلیر حساب کیا تو عدد برابر ہوئے جھٹ کہدیا۔ حاضرین جلسہ حیران رہگئے۔

شہیدی مرحوم دلی میں آئے۔ امرائے شہر سے ملاقاتیں ہوئیں۔ نواب عبد اللہ خان صمد[۲۵] شعر کے عاشق تھے اُنسے ایک جلسہ میں میاں شہیدی نے کہا کہ آج ہندستان میں تین شیخ ہیں۔ لکھنؤ میں ناسخ۔ دلی میں ذوق۔ دکن میں حفیظ۔ اُنھوں نے کہا کہ ناسخ کی اولیت کا سبب؟ میاں شہیدی نے۔ چمن کی شاخ۔ یاسمن کی شاخ کی غزل پڑھی خان موصوف نے اُستاد مرحوم سے کہا۔ اِنھوں نے اس غزل پر ایک بڑی سیر قوافی غزل لکھی۔ اور یہ بھی کہا کہ اب جو کوئی اِس طرح میں غزل کہیگا ہر ایک قافیہ کو جس جس پہلو سے مینے باندھ دیا ہے اُس سے الگ کرکے نہ باندھ سکیگا۔ نواب عبد اللہ خان کی فرمایش سے غزل اور اُنہی کی وساطت سے یہ گفتگوئیں ہوئیں تھیں۔ اُنھوں نے تجویز کی کہ مشاعرہ میں برسرِ معرکہ غزلیں پڑھی جائیں۔ مگر شہیدی مرحوم بے اطلاع چلے گئے نواب نے پیچھے آدمی دوڑایا۔ اُسنے بریلی میں جا پکڑا مگر وہ تشریف نہ لائے۔ غزل مذکور انشاءاللہ شایقانِ سخن کے ملاحظہ سے گذرے گی۔ خدا دیوان پورا کرے۔

ایک دن حسبِ معمول بادشاہ کے پاس گئے۔ اُنہوں میں مرزا شاہرخ ایک بیٹے بادشاہ کے تھے کہ اُنھوں نے بہت سی خدمتیں کاروبار کی قبضہ میں کر رکھی تھیں۔ اور اکثر حاضر رہا کرتے تھے۔ وہ اِسوقت موجود تھے۔ اِنھیں دیکھتے ہی بولے کہ۔ لیجئے وہ بھی آپہنچے معلوم ہوا کہ بادشاہ کی ایک غزل ہے جسکے ہر شعر میں ایک ایک مصرع پیوند کرکے شلث

[۲۵] نواب اصغر علیخان اصغر۔ شاگرد مومن۔ جنہوں نے نسخہ تحفہ کہا۔ اُنکے والد تھے۔

کرنا چاہتے ہین - مگر ایجاد یہہ ہی کہ مصرع جو لگے بموجب رواج قدیم کے اوپر نہ لگے - بلکہ ہر شعر کے نیچے ایک ایک مصرع لگے کہ جس سے گویا ہر بند مین ایک ایک مطلع پیدا ہوتا جائے غرض بادشاہ نے غزل انہین دی کہ اُستاد اسپر مصرع لگا دو - انہون نے قلم اُٹھا کر ایک شعر پر نظر کی - اور فوراً مصرع لگا دیا - اسیطرح دوسرے مین - تیسرے مین مسلسل غزل تمام کر کے جتنی دیر مین نظر ڈالی بے تامل ساتھہ ہی مصرع لکھتے گئے اور اسیوقت پڑھکر سنائی - سب حیران ہو گئے - بلکہ مرزا شاہرخ نے کہا کہ اُستاد آپ گہر سے کہکر لائے تھے بادشاہ بولے - بھلا انہین کیا خبر تھی کہ یہان کیا ہو رہا ہے - خصوصاً جس حال مین ایجاد بھی ایسا نیا ہو - دیکھو صفحہ - ۵۰۱

نقل - برسات کا موسم تھا - بادشاہ بموجب معمول کے قطب صاحب گئے ہوئے تھے مرزا فخرو بادشاہ کے صاحبزادے (کہ اخیر کو ولیعہد بھی ہو گئے تھے) ایک دن وہان چاندنی رات مین تالاؤ کے کنارے چاندنی کی بہار دیکھہ رہے تھے - اُستاد مرحوم پاس کھڑے تھے - انہین بھی شعر کا شوق تھا اور اُستاد کے شاگرد تھے - انکی زبان سے یہہ مصرع نکلا ع - چاندنی دیکھے اگر وہ مہ جبین تالاب پر - انسے کہا کہ اُستاد اسپر مصرع لگائے گا - انہون نے فوراً کہا ع - تاب عکس رخ سے پانی پھیرے دھتا پر - نواب حامد علیخان کے خسر نواب فضل علیخان سے اور شیخ مرحوم سے سابقہ محبت بھی تھا - اسلئے نواب حامد علیخان مرحوم بھی محبت و اخلاق سے ملا کرتے تھے - ایک دن دیوان خاص مین کھڑے ہوئے شعر سنتے سناتے تھے - نواب موصوف نے خواجہ وزیر کا مطلع پڑھا -

جا نور جو ترے صدقہ مین رہا ہوتا ہے	ای شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

اُستاد مرحوم نے کہا کہ صدقہ مین اکثر کوا چھوڑ دیتے ہین اسلئے زیادہ تر مناسب ہے -

زاغ بھی گر ترے صدقہ مین رہا ہوتا ہے	ای شہ حسن وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

اصلاح

اصلاح ایسی بہت اصلاحین روز ہو جاتی تھین - لکھی جائین تو ایک کتاب بن جائے -

ایکدفعہ قلعہ مین مشاعرہ تھا۔ حکیم آغاجان عیش کہن سال مشتاق اور نہایت زندہ دل شاعر تھے۔ اُستاد کے قریب ہی بیٹھے تھے۔ زمین غزل تھی۔ یاروے۔ بہار دے روزگار دے۔ حکیم آغاجان عیش نے ایک شعر اپنی غزل مین پڑھا۔ ؎

اسی شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لئے تھوڑی سی رہگئی ہے اسے بھی گذار دے

اپنے ہان بھی اسی مضمون کا ایک شعر تھا۔ باوجود اُس رتبہ کے لحاظ اور پاس مُروّت حد سے زیادہ تھا۔ میرے والد مرحوم پہلو مین بیٹھے تھے اُنسے کہنے لگے کہ مضمون لڑ گیا۔ اب مین وہ شعر نہ پڑھون؟ ۔ انہون نے کہا کیون نہ پڑھو۔ نہ پہلے سے اُنہون نے آپ کا مضمون سُنا تھا نہ آپ نے اُنکا۔ ضرور پڑھنا چاہیے!۔ اِس سے بھی طبیعتونکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک منزل پر دونو فکر پہنچے مگر کس کس انداز سے پہنچے۔ چنانچہ حکیم صاحب مرحوم کے بعد ہی اُنکے آگے شمع آئی اُنہون نے پڑھا۔

ص۲۵ **حکیم آغاجان صاحب عیش**۔ بادشاہی اور خاندانی طبیب تھے۔ زیورِ علم اور لباسِ کمال سے آراستہ۔ صاحب اخلاق۔ خوش مزاج۔ شیرین کلام۔ شگفتہ صورت جب دیکھو یہی معلوم ہوتا تھا کہ مسکرا رہے ہین۔ ساتھ اِسکے شعر کا عشق تھا۔ طبیعت ایسی ظریف و لطیف۔ اور لطیفہ سنج پائی تھی کہ جسے شاعری کی جان کہتے ہین۔ غزل۔ صفائی کلام۔ شوخی مضامین اور حُسنِ محاورہ سے پہلو مین چٹکی ہوتی تھی۔ از زبان گویا لطائف طرائف کی پھلجھڑی۔ مینے دو دفعہ اُستاد کے ساتھ مشاعرہ مین دیکھا تھا۔ ہائے افسوس اِس وقت تصویر آنکھون مین پھر گئی۔ میانہ قد۔ خوش اندام۔ سر پر ایک ایک انگل بال سفید۔ ایسی ہی ڈاڑھی اُس گوری سرخ و سفید رنگت پر کیا بھلی معلوم ہوتی تھی۔ گلے مین ململ کا کرتہ۔ جیسے چنبیلی کا ڈھیر پڑا ہنس رہا ہے۔ مین اُنہونون دہلی کالج مین پڑھتا تھا۔ اُستادِ مرحوم کے بعد ذوقِ سخن اور انکے کمال کی کشش نے کھینچکر اِنکی خدمت مین بھی پہنچایا۔ اب اُن صورتونکو آنکھین ترستی ہین اور نہین پاتین۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے چند روز بعد دنیا سے انتقال کیا۔ خدا مغفرت کرے ۔ بصفحہ دیگر

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات	رو کر گذار یا اسے ہنسکر گذار دے

ایک دن معمولی دربار تھا۔ اُستاد بھی حاضر تھے۔ ایک مرشد زادی تشریف لائی۔ وہ شاید کسی اور مرشد زادی کی یا بیگمات مین سے کسی بیگم صاحب کی طرف سے کچھ عرض لیکر آئی تھی اُنھون نے آہستہ آہستہ بادشاہ سے کچھ کہا اور رخصت ہوئی۔ حکیم احسن اللہ خان بھی موجود تھے۔ اُنھون نے عرض کی صاحب عالم اسقدر جلدی؟ یہہ آنا کیا تھا اور تشریف لیجانا کیا تھا صاحب عالم کی زبان سے اُسوقت نکلا کہ اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے۔ بادشاہ نے اُستاد کیطرف دیکھکر فرمایا کہ اُستاد! دیکھنا کیا صاف مصرع ہوا ہے اُستاد نے بے توقف عرض کی کہ حضور

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے　　اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

یہہ اواخر عمر کی غزل ہے۔ اسکے دو تین ہی برس بعد انتقال ہوگیا۔

بدر الشعرا۔ ایک شخص عبد الرحمن نام پورب کی طرف سے دلی مین آئے۔ اور حکیم صاحب کے پاس ایک مکان مین کتب تھا۔ اسمین لڑکے پڑھانے لگے۔ حکیم صاحب کے خویش و اقارب مین سے بھی بعض لڑکے وہان پڑھتے تھے انمین ایک لڑکا سکندر نامہ پڑھا کرتا تھا۔ حکیم صاحب کا معمول تھا کہ آٹھوین ساتوین دن رات کو ہر ایک لڑکے کا سبق سُنا کرتے تھے۔ سکندر نامہ کا سبق جو سُنا تو عجایب و غرایب مضامین سننے مین آئے۔ فرمایا کہ اپنے مولوی صاحب کو کسی وقت ہمارے پاس بھیجنا۔ وہ دوسرے ہی دن تشریف لائے۔ حکیم صاحب آخر حکیم تھے۔ ملاقات ہوئی تو اول قیافہ سے پھر گفتگو سے نبض دیکھی۔ معلوم ہوا کہ شُدبُد سے زیادہ مادہ نہین مگر یہہ طرفہ معجون انسان تھوڑی سی ترکیب مین رونق محفل ہو سکتا ہے۔ پوچھا کہ آپ کچھ شعر کا بھی شوق رکھتے ہین؟ مولوی صاحب نے کہا کہ کیا مشکل بات ہے۔ ہو سکتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ ایک جگہ مشاعرہ ہوتا ہے ۸-۹ دن باقی ہین۔ یہہ طرح کا مصرع ہے۔ آپ بھی غزل کہئے تو مشاعرہ مین چلین۔ وہ مشاعرہ کو بھی نہ جانتے تھے۔ اُسکی صورت بیان کی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس عرصہ مین بہت کچھ ہو سکتا ہے غزل کہکر لائے تو سبحان اللہ۔ اور مولوی صاحب بھی تخلص کہا۔ حکیم صاحب کی طبع ظریف کے مشغلہ کو ایسا اُلّو ضرور۔ بعضے

ایک دن دربار سے آکر بیٹھے تھے جو مین پہنچا۔ افسردہ ہو کر کہنے لگے کہ آج عجیب ماجرا گذرا
مین جو حضور مین گیا تو محل مین تھے وہین بلا لیا۔ اور مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے۔ اُستاد
آج مجھے دیر تک ایک بات کا افسوس رہا۔ مینے حال پوچھا۔ کہا کہ وہ جو قصیدہ تمنے
ہمارے لئے کہا تھا اُسکو وہ اشعار آج مجھے یاد آگئے۔ اُنکے خیالات سے طبیعت کو عجب لطف
حاصل ہوا مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ اب تم یہہ قصیدہ ہمارے لئے کہتے ہو۔ ہم مرجائینگے
تو جو تخت پر بیٹھیگا اسکے لئے کہو گے۔ مینے عرض کی کہ حضور کچھہ تردد نفرمائین۔ خیمہ
پیچھے گرتا ہے میخین اور طنابین پہلے ہی اُکھڑ جاتے ہین۔ ہم حضور سے پہلے ہی اُٹھ جائینگے
اور حضور خیال فرمائین کہ عرش آرامگاہ کے دربار کے لوگ حضور کے دربار مین کہان تھے
فردوس منزل کے امرا اُنکے عہد مین کہان تھے۔ عرش منزل کے فردوس منزل کے دربار
مین کہان تھے۔ فردوس منزل کے امیر عرش آرامگاہ کے دربار مین کہان تھے۔

بہت تعریف کی۔ غزل کو جابجا اصلاحین دیکر خوب لون مرچ چڑھا۔ مولوی صاحب بہت خوش ہوئے
یہہ دیکھکر حکیم صاحب کو اطمینان ہوا۔ مولوی صاحب کی چٹکی ڈاڑھی۔ اُسپر لمبی اور نکیلی۔ سر منڈا
ہوا۔ اُسپر ٹوپی عمامہ۔ فقط کُٹ بڑھی نظر آتے تھے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ شعرا کو تخلص بھی ایسا چاہئے
کہ ظریفانہ و لطیفانہ ہو۔ اور خوشنما ہو۔ اور شان و شکوہ کی عظمت سے ادا ہو۔ بہتر ہے
کہ آپ ہمدم تخلص کرین۔ حضرت سلیمان نگار راز دار تھا۔ اور قاصد مخبر کام تھا۔ وغیرہ وغیرہ
چنین و چنان مولوی صاحب نے بہت خوشی سے منظور فرمایا۔
مشاعرہ کے دن جلسہ مین گئے۔ جب اُنکے سامنے شمع آئی تو حکیم صاحب نے اُنکی تعریف مین چند فقرے
مناسب وقت فرمائے سب متوجہ ہوئے۔ جب اُنھوں نے غزل پڑھی تو تمسخر نے تالیان بجائین
ظرافت نے ٹوپیان اُچھالین۔ اور قہقہون نے اتنا شور و غل مچایا کہ کسی کی غزل پر اتنی تعریف
کا جوش نہوا تھا۔ مولوی صاحب بہت خوش ہوئے۔ چند روز اسطرح مشاعرہ کو اور بعض امرا کو
جلسہ کو رونق دیتے رہے مگر مکتب کو کام سے جاتے رہے۔ حکیم صاحب نے سوچا کہ اُنکے گذارہ کے
لئے کوئی نسخہ ضرور تجویز کرنا چاہئے۔ اُنسے کہا کہ بادشاہ کی تعریف مین ایک قصیدہ لکھو جلسہ دیگر

عیش آرامگاہ کے امرا آج حضور کے دربار مین کہان ہین! - بس بھی خیال فرما لیجئے
- جو جسکے ہوتے ہین وہ اُسیکے ساتھ جاتے ہین - نیا سیر مجلس نئی ہی مجلس جماتا ہی اور اپنا
سامانِ مجلس بھی اپنے ساتھ ہی لاتا ہی یہہ سنکر حضور بھی آبدیدہ ہوئے مین بھی آبدیدہ
ہوا مگر خیال مجھے یہہ آیا کہ دیکھو ہم ہمیشہ نماز کے بعد حضور کی سلامتی کی دُعائین مانگتے ہین
خدا شاہد ہی اپنا خیال اسطرح آجتک کبھی نہین آیا - حضور کو ہمارا خیال بھی نہین -
میان! دنیا مین کوئی کسیکا نہین ہی -

شیخ مرحوم ضعف جسمانی کے سبب سے روزہ نرکھتے تھے مگر اسپر بھی کسی کے سامنے کھاتے
پیتے نہ تھے - کبھی دوا یا شربت یا پانی بھی پینا ہوتا تو یا کوٹھے پر جاکر یا گھر مین جاکر پی آتے
ایکدفعہ مینے پوچھا - کہا کہ - میان خدا کے گنہگار ہین وہ عالمِ نہان و آشکار کا ہی -
اُسکی تو شرم نہین ہوسکتی - بھلا بندے کی تو شرم رہے -

تو تمہین ایک دن دربار مین لیچلین - دیکھو رزاق مطلق کیا سامان کرتا ہی - قصیدہ تیار
ہوا اور حکیم صاحب نے ہُد ہُد کو اُڑا کر دربار مین پہنچا دیا - افسوس کہ اب نہین مل سکتا
ہے - شعر یاد ہین - مشتے نمونہ از خروارے - تحفۂ احباب کرتا ہون -

جو تیری مدح مین مین چونچ اپنی وا کردون	تو رشکِ باغِ ارم اپنا گھونسلا کردون
جو آکے ریز کرے میرے آگے موسیقار	تو ایسے کان مروڑون کہ بے سُرا کردون
جو سرکشی کرے آگے میرے ہُما آکر	تو اُسکو نوچکے پر شکلِ بیولا کردون
مین کھانے والا ہون نعمت کا اور میرے لئے	فلک کہے ہے مقدر مین باجرا کردون

بادشاہون اور امیرونکو مسخر اپنی بلکہ زمانہ کی طبیعت کو یہہ غذا موافق ہی - ظفر تو خود شاعر
تھے خطاب عطا فرمایا - طایر الاراکین - شہپر الملک - ہُدہُد الشعرا - منقار جنگ بہادر اور
اسپر مہینا بھی کر دیا - کہ انکی شاعری کی بنیاد قایم ہوگئی - پھر تو سر پر لمبے لمبے بال ہوگئے
اُنمین چنبیلی کا تیل پڑنے لگا - اور ڈاڑھی دو شاخہ ہوکر کانون سے باتین کرنے لگی -
ایک برس برسات نے انکا مکان گرا دیا - گھونسلے کی تلاش مین بھٹکتے پھرے - مکان ہاتھ نہ آیا بصد دیگر

رمضان کا مہینا تھا۔ گرمی کی شدت۔ عصر کا وقت۔ نوکر نے شربت نیلوفر کٹورے مین گھولکر کوٹھے پر تیار کیا۔ اور کہا کہ ذرا اوپر تشریف لیجائیے۔ چونکہ وہ اسوقت کچھ لکھوا رہے تھے۔ مصروفیت کے سبب سمجھ نہ سمجھے اور سبب پوچھا۔ اُسنے اشارہ کیا۔ فرمایا کہ لے آیئین۔ یہہ ہمارے یار ہین انسے کیا چھپانا۔ جب اُسنے کٹورا لاکر دیا تو یہہ مطلع کہا کہ فی البدیہہ واقع ہوا تھا۔

بلا سے آشکارا ہمکو کسکی ساقیا چوری خدا کی جب نہین چوری تھی پھر بندے کی کیا چوری

محبوب علیخان خواجہ سرا سرکار بادشاہی مین مختار تھے۔ اور کیا محل کیا دربار دونو جگہ اختیار قطعی رکھتے تھے۔ مگر بشدت جوا کھیلتے تھے۔ کسی بات پر ناخوشی ہوئی۔ میاں صاحب نے حج کا ارادہ کیا۔ ایک دن مین اُستاد مرحوم کے پاس بیٹھا تھا کہ کسی شخص نے آکر کہا میاں صاحب کعبہ اللہ جاتے ہین۔ آپ ذرا تامل کرکے مسکرائے اور یہہ مطلع پڑھا۔

حکیم صاحب سے شکایت کی۔ فرمایا کہ بادشاہی مکانات شہر مین بہتیرے بڑے ہین۔ کیا ہمکو کسی کوٹھے کو بھی انہین جگہ نہ ملیگی۔ دیکھو بندوبست کرتے ہین۔ جب عرضی مورون ہوئی۔ چند متفرق شعر اُسکے بھی یاد ہین۔

جز تیرے شاہنشہا کہ کسکے آگے روئیے کس سے کہئے جا کے یہہ غم کو ہمارے کہئے
مجکو ہو حق نے کیا ملک سخن کا شہسوار ہین بجا کرنے سند ملک کو یہان پہنچے
حیف آتا ہے کہ فن شعر مین کیون کہوں مر کہ شکر ہم سیکھتے اس سے بنانے بوٹیے
سنگ لوح ایسی زمین ہے سچ اسی دل تا کجا فکر کیجے صرف اسمین اور پتھر ڈھوئیے
رشتۂ عمر شہنشاہ جہان ہو دراز یا خدا کہتے رہین دنیا مین جبتک موئیے
دید تو اسکو بھی زمین ہو گئی ہے تنگ مارتا پھرتا ہے تیرا ہلکہ ہے ٹانک ٹوئیے

ایکسال سرکار شاہی مین تنخواہ کو دیر لگی۔ بندہ نے حکیم صاحب سے شکایت کی۔ یہان سبطرح امراض شکم کے لئے علاج تھا اسیطرح بھوک کے تدارک کو بھی نسخہ تیار تھا۔ ایک قطعہ راجہ دیبی سنگھ کی مدح مین موزون ہوا کہ اُنہی دنون مین خانسامان کی تنخواہ اُنہین سپرد ہوئی تھی

دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے | وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

والد مرحوم نے بہ نیت وقف امام باڑہ تعمیر کیا۔ ایکدن تشریف لائے۔ اُنسے تاریخ کے لئے کہا۔ اُسیوقت تامل کرکے کہا تعزیت گاہِ امامِ دارین۔ پوری تاریخ ہے۔

حکیم میر فیض علی مرحوم انکے اُستاد بھی تھے اور اُنھی کا آپ علاج بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دن مین بھی موجود تھا نوکر نے آکر کہا کہ آج میر فیض علی کا انتقال ہوا بار بار پوچھا اور ایسا اضطراب ہوا کہ اُٹھکر ٹہلنے لگے۔ کچھہ سوچکر دفعۃً بولے کہ ہائے میر فیض علی۔ مجھسے کہا کہ دیکھو تو یہی تاریخ ہے؟۔ حساب کیا تو عدد برابر تھے۔

ایک شخص نے آکر کہا کہ میرے دوست کا نام غلام علی ہے اور باپ کا نام غلام محمد ہے۔ اُسنے نہایت تاکید سے فرمایش لکھی تھی کہ حضرت سے ایسا سجع کہوا دو کہ جسمین دونو نام آجائین آپ نے سُنکر وعدہ کیا اور کہا کہ دو تین دنمین آپ آئیگا۔ انشاءاللہ ہو جاویگا

۴ شعر اسوقت یاد ہین وہی لکھتا ہون۔

جہان مین آج دیبی سنگھ تو راجونکا راجہ ہے | خدا کا فضل ہے جو قلعہ مین تو آبرا جا ہے
سلیمان نے ہے تیرے ہاتھ مین دی رزق کی کنجی | تو سردارونکا سردار اور مہاراجونکا راجا ہے
شکم اہلِ جہان کو سب ہین شکر انے بجا لاتے | دمامہ تیرا جاکر گنبد گردون پہ باجا ہے
کسیکو دے نہ دے تنخواہ تو مختار ہے اسکا | مگر ہُدہُد کو دیدے کیون؟ ۔ یہی ہُدہُد کا کہا جا ہے

حکیم صاحب ہمیشہ فکر سخن مین رہتے تھے اُسمین جو ظرافت کے مضامین خیال مین آتے اُنہین موزون کرکے ہُدہُد کی چونچ مین دیدیتے تھے۔ وہ انکے بلکہ دو چار اور جانورون کے لئے بھی بہت ہے۔ چند شعر یاد ہین۔ تفریح طبع کے لئے لکھتا ہون۔

رباعی ہُدہُد کا مذاق ہے نرالا سب سے | انداز ہے ایک نیا نکالا سب سے
سرو قدِ لشکرِ سلیمان ہے یہ | اُڑتا ہی ہے دیکھو بالا بالا سب سے
راست آئینونکو نفرت ہے کج آئینون سے | تیر نکلا جو کمان سے تو گریزان نکلا
آشیانے سے جو غزل پڑھنے کو ہُدہُد آیا | غل پڑا اپنے رو ملک سلیمان آیا

وہ رخصت ہوکر چلے۔ دیوہتری سے باہر نکلے ہوئے۔ جو نوکر سے کہا کہ حمد بس بلانا انہین
لینا لینا۔ خوب ہوا انکے تقاضے سے جلدی مخلصی ہوگئی۔ مجھسے مخاطب ہوکر کہا۔

ع پدر غلام محمد پسر غلام علی۔

دیوان چندولال نے انکا کلام سنکر مصرع طرح بھیجا اور بلا بھیجا۔ آپ نے غزل کہکر بھیجی
اور مقطع مین لکھا۔

آج کل گرچہ دکن مین ہے بڑی قدر سخن کون جائے ذوق پر دلی کی گلیان چھوڑکر

انہون نے خلعت اور پانسو روپے بھیجے مگر یہ نہ گئے۔ ایک دن تمیز نہ جانیکا سبب پوچھا فرمایا
نقل۔ کوئی مسافر دلی مین مہینہ بیس دن رہکر چلا۔ یہان ایک کتا مل گیا تھا۔
وہ وفا کا مارا ساتھ ہولیا۔ شاہدرہ پہنچکر دلی یاد آئی اور رہگیا۔ وہان کے کتون
کو دیکھا گردنین فربہ۔ بدن نیار چکنی چکنی بشم۔ ایک کتا انہین دیکھکر خوش ہوا

حکیم صاحب کے اشارہ پر ہدہد بلبلان سخن کو ٹھونگین بھی مارتا تھا۔ چنانچہ بعض غزلین
سر مشاعرہ پڑھتا تھا۔ جسکے الفاظ نہایت شستہ اور رنگین۔ لیکن شعر بالکل بے معنی۔ اور
کہدیتا تھا کہ یہ غالب کے انداز مین غزل لکھی ہے۔ ایک مطلع یاد ہے۔

مرکز محور گردون بہ لب آب نہین	تا خن قوس قزح سبد مضراب نہین

غالب مرحوم تو بہتے دریا تھے۔ سنتے تھے اور ہنستے تھے۔ مومن خان وغیرہ نے ہدہد کے شکار
کو ایک باز تیار کیا۔ انہون نے اسکو بھی پر نوچے۔ مشاعرے مین خوب خوب چھیڑے ہوئے مگر
اسکے شعر مشہور نہین ہوئے۔ ہدہد کا کوئی شعر یاد ہے۔ پہلا مطلع بھول گیا۔

جسکو کہتے ہین ہدہد۔ وہ تو نر شیر ونگا داد ہے	مقابل تیر ہی کیا ہے۔ تو تو ایک جرہ کی مادہ ہے
گر ابکی باز تڑی میدان مین آئی سامنے میرے	تو دم میں پر نہ چھوڑونگا۔ یہی میرا ارادہ ہے
مقرر باز جو اپنا تخلص ہے کیا تو نے	ہوا معلوم یہ اتنے کہ کچھ تیرا کشادہ ہے
ادب اے بے ادب۔ اب تک نہین تجکو خبر اسکی	کہ ہدہد سب جہانکے طائرونکا پیر زادہ ہے

چند روز کے بعد باز اڑ گیا بازون نے ایک کوا تیار کیا زاغ تخلص کہا۔ بصفحہ دیگر

اور دِلّی کا سمجھکر بہت خاطر کی - دلہائیون کے بازار مین لیگیا - حلوائی کی دُکان سے ایک بالو شاہی اوڑا کر سامہنے رکہا - بٹیارہ کی دُکان سے ایک کلّہ چہپٹا - یہہ ضیافتیں کہاتے اور دلّی کی باتین سناتے رہے - تیسرے دِن رُخصت مانگی - اوس نے روکا - اِنہون نے دِلّی کے سیر تماشے اور خوبیون کو ذکر کئے - آخر چلے اور دوست کو بہی دِلّی آنے کی تاکید کر آئے - اُسے بہی خیال رہا اور ایک دن دلّی کا رُخ کیا - پہلے ہی مرگہٹ کے کُتّے مُردار خوار - خونی آنکہین - کالے کالے مُنہہ نظر آئے - یہہ لڑتے بڑتے نکلے - دریا ملا - دیر تک کنارہ پر پہرے - آخر کُود پڑے - تر کہپ کر پار پہنچے - شام ہو گئی تہی شہر مین گلی کوچون کو کُتّون سے بچ بچا کر ڈیرہ پہر رات گئی تہی جو دوست سے ملاقات ہوئی - یہہ بیچارے اپنی حالت پر شرمائے - بظاہر خوش ہوئے اور کہا آہو اِسوقت تم کہان؟ - دِلّی مین کہتے تہے کہ رات نے پردہ رکہا - ورنہ دن کو یہان کیا دہرا تہا - اُسی لیکر اِدہر اُدہر پہرنے لگے - یہہ چاندنی چوک ہے - یہہ دریبہ ہے - جامع مسجد ہے مہمان نے کہا - یار بہوک کے ماری جان نکلی جاتی ہے - سیر ہو جائیگی - کچہہ کہلواؤ تو سہی - اِنہون نے کہا عجب وقت تم آئے ہو اب کیا کرون - بارے جامع مسجد کی سیڑہیون پر جا کی کبابی

اِنہون نے اُسکی بہی خوب خبر لی - وہ بہی چند روز مین آندہی کی کوا ہو کر غایب غُلّا ہو گیا -

جون آیا ہے بدل ایکے عدو کوتے کی
وہی کان کان - وہی کین کین - وہی ٹان ٹان اُسکی
پہلے جانا تہا یہی سب نے کہ کوا ہو گا
بنکے کوا جو یہہ آیا ہے تو اَبے ہُد ہُد شاہ

اِسکی ہے پانو سے تا سر وہی خو کوتے کی
بات چہوڑی نہین ہان ایک سر مُو کوتے کی
پر جو معلوم کیا - ہے یہہ بہو کوتے کی
دُم کتر دینے کو کچہہ کم نہین تو کوتے کی

جو جانور ہُد ہُد کے مقابل ہوتے تہے اُنہین استقلال نہ تہا چند روز مین ہوا ہو جاتے تہے - کیونکہ بالے والے کی طبیعتون مین استقلال اور مادہ نہ تہا - ہمیشہ اُنکے ڈہب کی غزل کہکر مشغلہ جاری رکہتا - اور مشاعرہ کی غزل کا حسبِ حال تیار کرنا کچہہ آسان کام نہین ہے - سب سے بڑی بات یہہ تہی کہ اُنکے اذوقہ کو استقلال نہ تہا - بعضے دیگر

مرچون کی ہانڈی بھول گئے تھے۔ انہون نے کہا۔ لو یار بڑی قسمت والی ہو۔ وہ دن بھر کا بھوکا تھا منھ پھاڑ کر گرا۔ اور ساتھ ہی منھ سے مغز تک گویا بارود اُڑ گئی۔ چھینک کر پیچھے ہٹا۔ اور جلکر کہا واہ یہی دقی! انہون نے کہا۔ اس چٹخارے ہی کے مارے تو پڑتے ہین۔

عادت تھی کہ سات آٹھ بجے مکانِ صدر جاتے تھے اور تین چار چلمین حقہ کی وہان پیتے تھے۔ مین چھٹی کے دن اُسوقت جایا کرتا تھا۔ اور دن بھر مین رہتا تھا۔ مکانِ صدر ڈیوڑھی مین تھا۔ پانون کی آہٹ پہچانتے تھے۔ پوچھتے کہ تم ہو؟ مین تسلیم عرض کرتا۔ چھوٹی سی انگنائی تھی۔ پاس ہی چارپائی۔ وہین بیٹھ جاتا۔ فرماتے۔ آجی ہمارا وہ شعر تمنے کیا پڑھا تھا؟ ایک دو لفظ اُسکے پڑھتے۔ مین سارا شعر عرض کرتا۔ فرماتے ہان اب اسے یون بنا لو۔ ایک دن ہنستے ہوئے پائخانے سے نکلے۔ فرمایا کہ لو جی ۳۰ برس کے بعد آج اصلاح دینی آئی ہے۔ حافظ ویران نے کہا۔ حضرت کیونکر؟ فرمایا۔ ایکدن شاہ مرحوم کسی شاگرد کو اصلاح دے رہے تھے۔ اُسمین مصرع تھا ع کہانی کمر ہے تین بل ایک گدگدی کے ساتھ۔ ابتدائے مشق تھی۔ اتنا خیال مین آیا کہ یہان کچھ اور ہونا چاہئے اور جب سے اکثر یہ مصرع کھٹکتا رہتا تھا۔ آج وہ نکتہ حل ہوا۔ عرض کی حضرت پھر کیا؟ فرمایا ع کہانی ہے تین تین بل ایک گدگدی کے ساتھ کر کو اوپر ڈالدو۔ عرض کی۔ پھر وہ کیونکر۔ ۳۰ مصرع اُلٹ پلٹ کئے تھے ایک اسوقت خیال مین ہے۔ ؎

بل لیے کر کر زلفِ مسلسل کے پیچ مین +	کہانی ہے تین تین بل ایک گدگدی کے ساتھ +

کابلی دروازہ پاس ہی تھا۔ شام کو باہر نکلکر گھنٹون ٹہلتے تھے۔ مین اکثر ساتھ ہوتا تھا۔

انکا آذوقہ سرکار بادشاہی سے مقرر ہی تھا اور اِدھر اُدھر سے چوٹ کر جو نذر آتے تھے وہ انکی چاٹ تھی۔

مضامین کتابی - خیالات علمی افادہ فرماتے - شعر کہتے - ایک دن بادشاہ کی غزل کہہ رہے تھے - تیرے ہمیشہ - تصویر ہمیشہ - سوچتے سوچتے کہنے لگے - تم بھی تو کچھ کہو - مین نے کہا کیا عرض کروں - فرمایا - میاں اسیطرح آتا ہے - ہون ہان - غون غان کچھ تو کہو - کوئی مصرع ہی سہی - مین نے کہا ع سینہ سے لگائے تیری تصویر ہمیشہ - ذرا تامل کرکے کہا - ہان درست ہے - ؎

آجائے اگر ہاتھ تو کیا چین سے رہئے	سینہ سے لگائے تیری تصویر ہمیشہ

اب جو کبھی دلی جانا ہوتا ہے اور اُس مقام پر گذر ہوتا ہے تو آنسو نکل پڑتے ہین - اِس مطلع پر حضور نے کئی دفعہ جال ماری مگر یہہ ٹال گئے - مضمون آنہ سکا - مطلع انہون نے دیدیا

کیا کہون اُس ابرو کے پیوستہ کر دل بس مین ہے	ایک طمعہ مچھلیان دو کشمکش آسین ہے

بادشاہ کے چار دیوان ہین - پہلے مین کچھ غزلین شاہ نصیر کی اصلاحی ہین - کچھ میر کاظم حسین بیقرار کی ہین غرض پہلا دیوان نصف سے زیادہ اور باقی تین دیوان سرتاپا حضرت مرحوم کے ہین - جن سنگلاخ زمینون مین قلم کو چلنا مشکل ہے اُنکا نظام و سرانجام اِس خوبصورتی سے کیا ہے کہ دل شگفتہ ہوتے ہین والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ بادشاہ تمہارا زمین کا بادشاہ ہے - طرحین خوب نکالتا ہے مگر تم سرسبز کرتے ہو - ورنہ شورزار ہو جائے - مسودۂ خاص مین کوئی شعر پورا - کوئی ڈیڑھ مصرع - کوئی ایک - کوئی آدھا مصرع - فقط بحر اور ردیف قافیہ معلوم ہو جاتا تھا باقی بخیر - یہہ اُن ہڈیون پر گوشت پوست چڑھا کر حسن و عشق کی پتلیان بنا دیتے تھے - ایجاد و مضامین کی حد نہ تھی - چند شعر اُس غزل کے لکھتا ہون جسکے ہر شعر کے نیچے مصرع لگایا ہے -

یا تو افسر مرا شاہانہ بنایا ہوتا	یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

ورنہ ایسا جو بنایا - نہ بنایا ہوتا

نشۂ عشق کا گر ذوق دیا تھا مجھ کو
عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا

دل کو میرے خم و خمخانہ بنایا ہوتا

اس خرد نے مجھے سرگشتہ و حیران کیا
کیوں خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا

تو نے اپنا مجھے دیوانہ بنایا ہوتا

روز معمورۂ دنیا میں ابر ہے ظفر
ایسی بستی سے تو ویرانہ بنایا ہوتا

بلکہ بہتر تو یہی تھا نہ بنایا ہوتا

ایک بڈھا چورن مرچن کی پڑیاں بیچتا پھرتا تھا اور آواز دیتا تھا۔ تیری من چلیگا سودا کھٹا اور میٹھا۔ حضور نے سُنا۔ ایک دو مصرع اسپر لگا کر اُستاد کو بھیجدئے۔ اُنہوں نے دس دوہرے لگا دئے۔ حضور نے رکھے کئی کنچنیاں ملازم تھیں۔ اُنہیں یاد کروا دئے دوسرے دن بچہ بچہ کی زبان پر تھے۔ دو بند یاد رہ گئے۔

لے تیری من چلیگا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

کنجڑی کی ٹٹی ہے دنیا جس سے ہماری کھٹی
میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی

لے تیری من چلیگا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

روپ رنگ پر بھول نہ دلبن دیکھ عقل کے بری
اوپر میٹھی نیچے کھٹی۔ آنبو کی سی کیری

لے تیری من چلیگا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

ایک فقیر صدا کہتا تھا۔ کچھ راہِ خدا دیجا۔ جا تیرا بھلا ہوگا۔ حضور کو پسند آئی۔ اُسے کہا۔ اُنہوں نے بارہ دوہرے اُسپر لگا دئے۔ مدتوں تک گھر گھر سے اسی کے گانے کی آواز آتی تھی اور گلی گلی لوگ گاتے پھرتے تھے۔ (حافظ ویران کو خدا سلامت رکھے اُنہی نے یہ شعر بھی لکھوائے)

کچھ راہِ خدا دے جا۔ جا تیرا بھلا ہوگا۔

دنیا ہے سرا اسمین تو بیٹھا مسافر ہے | اور جانتا ہی یہان سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہِ خدا دے جا - جا تیرا بھلا ہوگا

جو رب نے دیا تجھکو تو نام پہ رب کے دے | گر یہان نہ دیا تو نے - وہان پوچھیگا کیا بندے
کچھ راہِ خدا دے جا - جا تیرا بھلا ہوگا

دیویگا اوسی کو تو - وہ جسکو ہی دلواتا | پر ہی یہ ظفر تجھکو - آواز سنا جاتا -
کچھ راہِ خدا دے جا - جا تیرا بھلا ہوگا

اس طرح کی ہزارون چیزین تھین - پٹھے - ٹھمریان - پہیلیان - سیٹھنیان - کہانتک لکھون
ایک دن ٹہل رہے تھے - حافظ ویران ساتھ تھے - یہ تقاضائے استنجا بیٹھ گئے - اور وقت
معین سے زیادہ دیر ہوئی - انہون نے قریب جاکر خیال کیا تو کچھ گنگنا رہے ہین - اور
چٹکی سے جوتی پر کھٹ کھٹ کرتے جاتے ہین - پوچھا کہ - ابھی آپ فارغ نہین ہوئے؟ فرمایا
کہ حضور نے چلتے ہوئے ایک ٹھمری کے دو تین انترے سنائے تھے کہ اسے پورا کر دینا -
اسوقت اسکا خیال آگیا - پوچھا کہ یہ جوتی پر آپ چٹکی کیون مارتے تھے؟ فرمایا کہ دیکھنا
تھا اسکے لفظ تال پر ٹھیک بیٹھتے ہین یا نہین -

حافظ ویران کہتے ہین ایک دن عجب تماشا ہوا - آپ بادشاہ کی غزل کہہ رہے تھے مطلع ہوا کہ

ابرو کی اسکے بات ذرا چل کے تھم گئی | تلوار آج ماہ لقا چل کے تھم گئی

دو تین شعر ہوئے تھے کہ خلیفہ اسمٰعیل دربار سے پھر آئے اور کہا کہ اسوقت عجب معرکہ دیکھا -
استاد مرحوم متوجہ ہوئے انہون نے کہا کہ جب مین بھوانی شنکر کے چبوترے کے پاس پہنچا
تو کہاری باولی کے رخ پر دیکھا کہ دو تین آدمی کھڑے ہین اور آپسمین تکرار کر رہے ہین -
باتون باتون مین ایسی بگڑی کہ تلوار کھچ گئی - اور دو تین آدمی زخمی بھی ہوئے -
یہان چونکہ غزل کے شعر حافظ ویران سن رہے تھے - ہنسکر بولے کہ حضرت آپ کیا وہان

دنیا کے کیا کرتا ہے سنکڑون تو دھندے | پر کام خدا را بھی کرلے کوئی یہان بندے
کچھ راہِ خدا دے جا - جا تیرا بھلا ہوگا

موجود تھی - آہستہ سے فرمایا کہ یہین بیٹھے بیٹھے سب کچھ ہو جاتا ہے - اس سے میرا مطلب یہ نہین کہ انہین کرامات تھی یا وہ غیب دان تھے - ایک حسنِ اتفاق تھا - اہلِ ذوق کے لطفِ طبع کے لئے لکھدیا - اس سے بڑھکر یہ ہے کہ ایک دن حضور مین غزل ہوئی جسکا مطلع تھا -

آج ابرو کی نئی تصویر کھنچکر رہ گئی	سنتے ہین بھوپال مین شمشیر کھنچکر رہ گئی

پھر معلوم ہوا کہ اسی دن بھوپال مین تلوار چلی تھی - ایسے معاملے کتب تاریخ اور تذکرون مین اکثر منقول ہین - طول کلام کے خیال سے قلم انداز کرتا ہون

ایک دفعہ دوپہر کا وقت تھا - باتین کرتے کرتے سو گئے - آنکھ کھلی تو فرمایا کہ ابھی خواب مین دیکھا کہین آگ لگی ہے - اتنی مین خلیفہ صاحب آئے اور کہا کہ پیر بخش سوداگر کی کوٹھی مین آگ لگ گئی تھی - بڑی خیر ہوئی کچھ نقصان نہین ہوا -

ایک شب والدِ مرحوم کے پاس آکر بیٹھے - کہا کہ بادشاہ کی غزل کہنی ہے لاؤ یہین کہہ لین - کتنی فرمایشین تھین - انمین سے یہ طرح کہنی شروع کی - محبت کیا ہے - صورت کیا ہے - مصیبت کیا ہے - مینے کہا کہ حضرت - زمین شگفتہ نہین - سکوت کرکے فرمایا - کہنے والے شگفتہ کرہی لیا کرتے ہین - پھر یہ دو مطلع پڑھے -

(سودا) نہ پھول اے آرسی گر یار کو تجھ سے محبت ہے	نہین ہے اعتبار اسکا یہ منہ دیکھے کی الفت ہے
(میر) بگولے سے جسے آسیب اور صرصر سے تہمت ہے	ہماری خاک یون برباد ہو اے ابر رحمت ہے

اتفاق - فرماتے تھے کہ ایک دن بادشاہ نے غزل کا مسودہ دیا اور فرمایا کہ اسے ابھی درست کرکے دے جانا - موسم برسات کا تھا - ابر آرہا تھا - دریا چڑھاؤ پر تھا - مین دیوانِ خاص مین جاکر اسی رخ پر ایک طرف بیٹھ گیا - اور غزل لکھنے لگا - تھوڑی دیر کے بعد پاؤن کی آہٹ معلوم ہوئی - دیکھا تو پشت پر ایک صاحب دانائے فرنگ کھڑے ہین - مجھسے کہا -

آپ کیا لکھتا ہے؟ مینے کہا غزل ہے۔ پوچھا آپ کون ہے؟ مینے کہا کہ نظم مین حضور کی دعا گوئی کیا کرتا ہون۔ فرمایا۔ کس زبان مین؟ مینے کہا اُردو مین۔ پوچھا۔ آپ کیا کیا زبانین جانتا ہے؟ مینے کہا فارسی عربی بھی جانتا ہون۔ فرمایا۔ اُن زبانون مین بھی کہتا ہے؟ مینے کہا کوئی خاص موقع ہو تو اُسمین بھی کہنا پڑتا ہے ورنہ اُردو ہی مین کہتا ہون کہ یہہ میری اپنی زبان ہے۔ جو کچھہ انسان اپنی زبانمین کرسکتا ہے غیر کی زبانمین نہین کرسکتا۔ پوچھا۔ آپ انگریزی جانتا ہے؟ مینے کہا۔ نہین۔ فرمایا کیون نہین پڑھا؟ مینے کہا کہ ہمارا لب و لہجہ اُسسے موافق نہین۔ وہ ہمین آتی نہین ہے۔ صاحب نے کہا۔ وَل یہہ کیا بات ہے۔ دیکھیے ہم آپکا زبان بولتے ہین۔ مینے کہا پچہتر سالی مین غیر زبان نہین آسکتی۔ بہت مشکل معاملہ ہے۔ اُنہون نے پھر کہا کہ وَل ہم آپکی تین زبان ہندوستان مین آکر سیکھا۔ آپ ہمارا ایک زبان نہین سیکھہ سکتے۔ یہہ کیا بات ہے؟ اور تقریر کو طول دیا۔ مینے کہا۔ صاحب ہم زبان کا سیکھنا اسے کہتے ہین کہ اُسمین بات چیت ہر قسم کی تحریر تقریر اسطرح کرین جسطرح خود اہلِ زبان کرتے ہین۔ آپ فرماتے ہین۔ ام آپکا تین زبان سیکھہ لیا۔ بھلا یہہ کیا زبان ہے اور کیا سیکھنا ہے۔ اسے زبان کا سیکھنا اور بولنا نہین کہتے اسے تو زبان کا خراب کرنا کہتے ہین۔

غزلین

میرے سینہ سے تیرا تیر جب اے جنگ جو نکلا
دہانِ زخم سے خون ہو کے حرفِ آرزو نکلا

میرا گھر تیرا منزلگاہ ہو ایسے کہان طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہرو نکلا

پھرا گر آسمان تو شوق مین تیرے ہے سرگرداں
اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا

مئے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسمان سے ہم
کہ آخر جب اسے دیکھا فقط خالی سبو نکلا

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا
رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا

کہیں تجھکو نہ پایا گرچہ ہمنے ایک جہان ڈھونڈا
پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں تو نکلا

خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں یہانتک کہ جب رویا
تو جو آنسو میرے آنکھوں سے نکلا سر خرو نکلا

گئے سب ناخنِ تدبیر اور ٹوٹی ہر سوزن
مگر تھا دل میں جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اُسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جسکو
جسے یاں دوست اپنا ہم نے جانا وہ عدو نکلا

لکھئے اُسے خط میں کہ ستم اُٹھ نہیں سکتا
پر ضعف سے ہاتھ میں قلم اُٹھ نہیں سکتا

بیمار ترا صورتِ تصویر نحافی
کیا اُٹھے سر بستر غم اُٹھ نہیں سکتا

آتی ہے صدائے جرس ناقۂ لیلا
پر حیف کہ مجنوں کا قدم اُٹھ نہیں سکتا

جوں دانۂ روئیں تہِ خاک ہمارا
سر زیر گرانبارِ الم اُٹھ نہیں سکتا

ہر داغِ معاصی مرا اس دامنِ تر سے
جوں حرفِ سرِ کاغذِ نم اُٹھ نہیں سکتا

اتنا ہوں ترے تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

پردہ در کعبہ سے اُٹھانا تو ہے آسان
پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا

کیوں اتنا گرانبار ہے جو رخت سفر ہے
آہی راہروِ ملکِ عدم اُٹھ نہیں سکتا

دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق
کچھ فائدہ بے دستِ کرم اُٹھ نہیں سکتا

کل غزل بھی دیکھو ہمراہ تبسم

الٰہی کس لئے گنہگار اسکے قاتل کی کشتنی ہے
کہ آج کو جو ہیں اُسکو شورِ ہاتھی ذنب قتلنی ہے

زمیں پہ نورِ قمر کے گرنے میں صاف اظہار روشنی ہے
کہ جو ہیں مستنصر انکو فروغ انکی فروتنی ہے

غمِ جدائی میں تیرے ظالم کہوں میں کیا مجھپہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دلخراشی ہے جانکنی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکدان میں پڑا یہ اسکی فروتنی ہے
وگرنہ قندیلِ عرش میں بھی اسی کو جلوہ کی روشنی ہے

ہوئے ہیں اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی سے
اگر نہ ہوتے تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلمان خدا ہر ایک کی راہ ایمان
اسکے نزدیک ہے وہ اُسکے نزدیک ہے

ہوئے ہیں تر گریۂ ندامت سے اسقدر آستین و دامن
کہ میری دامنی کے آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہشِ زر وہ مفلسی میں بھی غنی ہے
جہاں میں نذرِ کیمیا اگر ہمیشہ محتاج و دل غنی ہے

لگا نہ اس تکدہ میں تو دل یہ ہے طلسمِ شکست غافل
کہ کوئی کیسا ہی خوش شمائل صنم ہی آخر شکستنی ہے

تکلفِ منزلِ محبت نکر چلا چل تو بے تکلف
کہ جا بجا خارزارِ وحشت سے زیرِ پا فرشِ سوزنی ہے

خدنگِ مژگاں سے ذوق اُسکے دل اپنا سینہ سپر ہے جب سے
مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

دریائے اشک چشم سے جس آن بہ گیا
حسن محبوب کہ عرش کا ایوان بہ گیا

بل بے گدازِ عشق کہ خون ہو کے دل کے ساتھ
سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں؟
گیا ڈیڑھ چلو پانی سے ایمان بہ گیا

ہے موجِ بحرِ عشق وہ طوفان کہ الحفیظ
بیچارہ مشتِ خاک تھا انسان بہ گیا

دریائے اشک میں دمِ تحریرِ حالِ دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا

بہہ رو کے بہوٹ بہوٹ کے پاؤں کے آبلے
نالہ سا ایک سوئے بیابان بہ گیا

تھا قیمتی بہا میں بیش پر اُس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعلِ بدخشان بہ گیا

کشتی سوارِ عمر ہے بحرِ فنا میں جسم
جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا

پنجاب میں بھی وہ نہ رہی آب و تابِ حسن
اے ذوق پانی آب تو وہ کمتان بہ گیا

پاک رکھ اپنا دہان ذکرِ خدائے پاک سے
کم نہیں ہرگز زبان منہ میں تر مسواک سے

جب نبی تیرِ حوادث کی کمان افلاک سے
خاک کا تودہ بنا انسان کی مشتِ خاک سے

جسطرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغِ اسیر
جھانکتا ہے یوں تجھے دل سینۂ صد چاک سے

تیری صید نیم جان کی جان نکلتی ہی نہین
باندھ رکھا ہی اسے بھی تو نے کیا فتراک سی

مجکو دوزخ رشک جنت ہو اگر میرے لیے
وہان بھی آتش ہو کسی کی روئی آتشناک سی

آفتاب حشر ہے یارب کہ پگھلا گرم گرم
کوئی آنسو دل جلون کے دیدۂ نمناک سی

چشم کو بے پردہ ہو کسطرح نظارہ نصیب
جبکہ وہ پردہ نشین پردہ کرے ادراک سی

بیت ساقی نار کی لکھو کوئی جائے دعا
می پرستون کی کفن پر چوب کلک تاک سی

عیب ذاتی کو کوئی کہوتا ہے حسن عارضی
زیب بدانداز کو ہو ذوق کیا پوشاک سی

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہین آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہین آتا

مذکور تری بزم مین کسکا نہین آتا
پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا

دنیا دل مضطر کو تری کچھ تو نشانی
پر خط بھی ترے نامہ کا لکھا نہین آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میرے طرف سی
جو خواب مین بھی رات کو تنہا نہین آتا

آیا ہے دم آنکھون مین دم حسرت دیدار
پر لب پہ کبھی حرف تمنا نہین آتا

کسدم نہین ہوتا قلق ہجر ہے مجکو
کسوقت میرا موہنہ کو کلیجہ نہین آتا

مین جاتا جہان سی ہون تو آتا نہین یہانتک
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہین آتا

ہم رو فی پہ آجائین تو دریا ہی بہائین
شبنم کی طرح ہمین رونا نہین آتا

ہستی سی زیادہ ہی کچھ آرام عدم مین
جو جاتا ہی یہان سی وہ دوبارا نہین آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہی فرصت
پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم یا نہین آتا

غافل ہے بہار چمن عمر جوانی !
گر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہین آتا

ساتھ انکے ہین ہم سایہ کی مانند ولیکن
اسپر بھی جدا ہین کہ لپٹنا نہین آتا

دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام مین اسکے
آجاتے ہین لیکن کوئی دانا نہین آتا

دل مانگتا مفت اور یہہ پھر اُس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندہ پہ تمہارا نہین آتا

بیجا ہی دلا اُسکے نہ آنے کی شکایت
کیا بھیجے گا فرمائیے اچھا نہین آتا

جاتی رہی زلفون کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمین لٹکا نہین آتا

جو کوچۂ قاتل مین گیا پھر وہ نہ آیا
کیا جانے مزا کیا ہے کہ جیتا نہین آتا

آئی تو کہان جائے نہ تا جی سے کوئی جائے
جبتک اُسے غصہ نہین آتا نہین آتا

قسمت ہی سے لاچار ہون اے ذوق وگرنہ
سب فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا

مزے یہہ دلکے لئے تھے نہ تھے زبان کے لئے
سو ہمنے دلمین مزے سوزش نہان کے لئے

نہین ثبات بلندی عز و شان کے لئے
کہ ساتھ اوج کی پستی ہے آسمان کے لئے

ہزار لطف ہین جو ہر ستم مین جانکے لئے
ستم شریک ہوا کون آسمان کے لئے

فروغ عشق سے ہے روشنی جہانکے لئے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکدان کے لئے

صبا جو آئے خس و خار گلستان کے لئے
قفس مین کیونکہ نہ پڑے کی دل آشیان کے لئے

دم عروج ہے کیا فکر نردبان کے لئے
کمند آہ تو ہے بام آسمان کے لئے

سدا تپش پہ تپش ہے دل تپان کے لئے
ہمیشہ غم پہ ہے غم جان ناتوان کے لئے

حجر کی چومنے ہی پر ہے حج کعبہ اگر
تو بوسہ ہمنے بھی اُس سنگ آستان کے لئے

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لئے

جو پاس مہر و محبت کہین یہان بکتا
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لئے

خلش سے عشق کے ہے خار پیرہن تن زار
ہمیشہ اس تری مجنون ناتوان کے لئے

تپش سے عشق کی یہہ حال ہے میرا گویا
بجائے مغز ہے سیماب استخوان کے لئے

مری مزار پہ کیون رخ سے نہ برسے نور
کہ جان دی تری روئے عرق فشان کے لئے

الٰہی کان مین کیا اُس صنم نے پھونکدیا
کہ ہاتھ رکھتے ہین کانون پہ سب اذان کے لئے

نہین ہے خانہ بدوشون کو حاجت سامان
اثاثہ چاہیئے کیا خانۂ جہان کے لئے

نہ دل رہا نہ جگر دونون جلکے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ مین کیا چشم خونفشان کے لئے

نہ لوح گور پہ مستون کے ہو نہ ہو تعویذ
جو ہو تو خشت خم مے کوئی نشان کے لئے

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
بہشت ہے ہمین آرام جاودان کے لئے

وہ مول لیتے ہین جسدم کوئی نئی تلوار
لگاتی پہلو مجھی پر ہین امتحان کے لئے

صریح چشم سخنگو تری کہے نہ کہے
جواب صاف ہے یہ طاقت و توان کے لئے

رہے ہے ہول کہ برہم نہو مزاج کہین
بجا ہے ہول دل انکے مزاجدان کے لئے

مثال کی ہے میرا جبتک کہ دم مین دم
فغان ہے میرے لئے اور مین فغان کے لئے

بلند ہووے اگر کوئی میرا شعلۂ آہ
تو ایک اور ہو خورشید آسمان کے لئے

چلین ہین دیر کو مدت مین خانقاہ سے ہم
شکست توبہ لئے ارمغان مغان کے لئے

وبال دوش ہے اس ناتوانکو سر لیکن
لگا رکھا ہے سر ہے خنجر و سنان کے لئے

بیان درد محبت جو ہو تو کیونکر ہو
زبان نہ دل کے لئے ہے نہ دل زبان کے لئے

اشارہ چشم کا تیرے یکایک اے قاتل
ہوا بہانہ میری مرگ ناگہان کے لئے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کے لئے

نواب اصغر علی خان نسیم کے مشاعرہ مین غزل مذکورہ بالا طرح ہوئی تھی۔ وہ اور مومن خان صاحب کہ انکے اُستاد تھے۔ اُستاد مرحوم کی خدمت مین آئے اور بڑے اصرار سے لیگئے۔ یہ پہلا مشاعرہ تھا جو بندہ آزاد نے دیدۂ شوق سے دیکھا۔ غالب مرحوم تشریف نہین لائے مگر غزل لکھی تھی۔ اُن دونون اُستادونکی غزلین بھی لکھدی ہین۔ اہل نظر لطف حاصل کرین

نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب

مرزا صاحب کو اصلی شوق فارسی کی نظم و نثر کا تہا۔ اور اُسی کمال کو اپنا فخر سمجھتے تہے۔ لیکن چونکہ تصانیف اُنکی اُردو مین بہی چہپی ہین اور جس طرح امراء ہند۔ و رؤساء اکبر آباد مین علوّ خاندان سے نامی اور میرزائے فارسی ہین اسیطرح اُردوئے معلّے کے مالک ہین اسلئے واجب ہوا کہ اُنکا ذکر اس تذکرہ مین ضرور کیا جاوے۔ نام اسد اللہ تہا۔ پہلے اسدؔ تخلص کرتے تہے جبکہ مین کوئی فرومایہ سا شخص اسدؔ تخلص کرتا تہا۔ ایک دن اُسکا مقطع کسی نے پڑہا۔

اسد تم نے بنائی یہ غزل خوب اری او شیر رحمت ہو خدا کی

سنتے ہی اس تخلص سے جی بیزار ہو گیا۔ کیونکہ انکا ایک یہہ بہی قاعدہ تہا کہ عوام الناس کے ساتہہ مشترک حال ہونے کو نہایت مکروہ سمجہتے تہے۔ چنانچہ ۱۲۴۵ھ و ۱۲۴۸ھ مین اسد اللہ الغالب کی رعایت سے غالبؔ تخلص اختیار کیا۔ لیکن جن غزلون مین اسدؔ تخلص تہا اُنہین اُسیطرح رہنے دیا۔

خاندان کا سلسلہ افراسیاب بادشاہ توران سے ملتا ہے۔ جب تورانیون کا چراغ کیانیون کی ہوائے اقبال سے گل ہوا تو غریب خانہ برباد جنگلون پہاڑون مین چلے گئے۔ مگر جوہر کی کشش نے تلوار ہاتہہ سے نہ چہوڑی۔ سپاہ گری ہمت کی بدولت روٹی پیدا کرنے لگی۔ سینکڑون برس کے بعد پہر اقبال رو سے جہکا۔ اور تلوار سے تاج نصیب ہوا۔ چنانچہ سلجوقی خاندان کی بنیاد انہی مین قایم ہو گئی مگر اقبال کا جہکنا جہوکا ہوا کا ہے۔ کئی پشتون کے بعد اُنکے پہر رخ پلٹا۔ اور سمرقند مین جسطرح اور شرفا تہے۔ اُسطرح سلجوقی شہزادون کو بہی گہرون مین بٹہا دیا۔

مرزا صاحب کے دادا گہر چہوڑ کر شاہ عالم کے زمانہ تہا کہ دہلی مین آئے۔ یہان

---

۱ دیوان فارسی مرزا [illegible] ہے۔ بعض اشخاص کا قول ہے کہ ذوق کیطرح جسکے ہے سعرض اُسمین کا [illegible] گفتار [illegible] آہنگ [illegible]

بہی سلطنت مین کچہہ نہ رہا تہا۔ صرف پچاس گہوڑے اور نقارہ نشان سے ہی دربار مین
عزت پائی۔ اور اپنی لیاقت اور خاندان کے نام سے بہاسو کا ایک پرگنہ سیرحاصل ذات اور
رسالی کی تنخواہ مین لیا۔ شاہ عالم کے بعد طوایف الملوکی کا بازار گرم ہوا۔ وہ
علاقہ بہی نہ رہا۔ انکے والد عبداللہ بیگ خان۔ لکہنؤ جا کر نواب آصف الدولہ
مرحوم کے دربار مین پہنچے۔ چند روز بعد حیدرآباد مین جا کر نواب نظام علیخان
بہادر کے سرکار مین ۳ سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہے۔ کئی برس کے بعد ایک زمانہ جنگی کے بکہیڑے
مین یہ صورت بہی بگڑی۔ وہان سے گہر آئے اور الور مین راجہ بختاور سنگہ کی ملازمت اختیار
کی۔ یہان کسی لڑائی مین مارے گئے۔ اُسوقت مرزا کی ۵ برس کی عمر تہی۔ نصراللہ بیگ خان
حقیقی چچا مرہٹون کی طرف سے اکبرآباد کے صوبہ دار تہے۔ انہون نے یتیم کو دامن
مین لیلیا ۱۸۰۰ء مین جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا تو صوبہ داری کمشنری ہوگئی
انکے چچا کو سوارون کی بہرتی کا حکم ہوا۔ اور ۱۵ سو سوار کے افسر مقرر ہوئے۔ ۷ سو روپیہ ماہیانہ
ذات کا۔ اور لاکہہ ڈیڑہ لاکہہ روپیہ سال کی جاگیر سونک سون کے پرگنہ پر حین حیات
مقرر ہوگئی۔

مرزا چچا کے سایہ مین پرورش پاتے تہے۔ مگر اتفاق یہ کہ مرگ ناگہانی مین وہ مر گئے۔ سال
برطرف ہوگیا۔ جاگیر ضبط ہوگئی۔ بزرگون نے لاکہون روپیہ کی جایداد چہوڑی تہی۔ قسمت سے
کسکا زور چل سکتا ہے۔ وہ امیرزادہ جو شاہانہ دل و دماغ لیکر آیا تہا۔ اُسی ملک سخن کی حکومت
اور مضامین کی دولت پر قناعت کرکے غریبانہ حال سے زندگی بسر کرنی پڑی۔ بہت تدبیرین اور سلسلے
درمیان آئے۔ مگر سب کہیل بن بن کر بگڑ گئے۔ چنانچہ اخیر مین کسی دوست نے انہین لکہا تہا
کہ نظام دکن کے لئے قصیدہ لکہکر فلان ذریعہ سے بہیجو۔ اُسکے جواب مین آپ فرماتے ہین۔ ۵ برس کا
تہا کہ میرا باپ مرا۔ ۹ برس کا تہا کہ چچا مرا۔ اُسکی جاگیر کے عوض مین میری اور میری سرکار کی حقیقی کیوا سطے شامل

اصل حال یہہ ہے کہ جب مرزا نے اپنا دعوی عدالت مین پیش کیا تو سرکار نے اُسکا قبضہ [illegible] مان مالکم صاحب گورنر [illegible]

جاگیر نواب احمد بخش خان ۱۰ ہزار روپیہ سال مقرر ہوئی - اُنہون نے نہ لیے مگر تین ہزار روپیہ سال - انہین سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال فقط - بہتر ہوگا اگر یہ بھی غبن ظاہر کیا - گولبرک صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی - اور استرلنگ صاحب بہادر سکرٹری گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق دلانے پر رزیڈنٹ معزول ہو گئے - سکرٹر گورنمنٹ برگ ناگاہ مر گئے بعد ایک زمانہ کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپیہ مہینا مقرر کیا - اُنکے ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے - واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بہ صلۂ مدح گستری ۵ سو روپیہ ماہی مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ چلے - یعنی اگرچہ ابتک جیتے ہین - مگر سلطنت جاتی رہی اور تنہا بھی سلطنت دو ہی برس مین ہوئی دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی - ۷ برس مجکو روٹی دیکر بگڑی ایسے طالع مُرتی کُش - اور محسن سوز کہان پیدا ہوتے ہین - اب جو مین والی دکن کی طرف رجوع کرون - یاد رہے کہ متوسط - یا مر جائے گا - یا معزول ہو جائیگا - اور اگر یہ دونو امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اُسکی ضائع جائیگی - والی شہر مجکو کچھ نہ دیگا - اور احیاناً اگر اُسنے سلوک کیا تو ریاست خاک مین مل جائیگی - مُلک مین گدھے کے ہل پھر جائین گے -

غرضکہ نواب احمد بخش خان بہادر کی تقسیم سے مرزا نوشہ مرحوم نالان ہو کر ۱۸۳۰ء مین کلکتہ گئے اور گورنر جنرل سے ملنا چاہا - وہان دفتر دیکھا گیا - اُسمین سے ایسا کچھ معلوم ہوا کہ اعزاز خاندانی کے ساتھ ملازمت ہو جائے - اور ۷ پارچہ خلعت - تین رقم - جیغہ مرصع - بالائے سر دار دیدہ ریاست دو دہانی کی رعایت سے مقرر ہوا -

غرض مرزا کلکتہ سے ناکام پھرے اور ایام جوانی ابھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بزرگون کا سرمایہ تمام کر کے دلی مین آئے - یہان اگرچہ گزران کا طریقہ امیرانہ شان سے تھا - اور امیرون سے امیرانہ ملاقات تھی - مگر اپنے علوِ حوصلہ اور بلند نظری کے ہاتھون سے تنگ ہوتے تھے - پھر بھی طبیعت ایسی شگفتہ پائی تھی کہ اِن دقتون کو بھی خاطر مین نہ لاتے تھے اور ہمیشہ ہنس کھیلکر غم غلط کر دیتے تھے - کیا خوب فرمایا ہے

اور انہین کے دستخط سوا ہوئے تھے - جب اُنکی پاس یہ مقدمہ اور اسکے کاغذات پہونچے تو انہون نے لکھا کہ

اے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

جب دلی تباہ ہوئی تو زیادہ تر مصیبت پڑی - ادہر قلعہ کی تنخواہ جاتی رہی - اُدہر پنشن بند ہو گئی اور انہیں رامپور جانا پڑا - نواب صاحب سے ۳۵ برس کا تعارف تھا - پہلے ۱۸۵۵ء میں انکے شاگرد ہوئے تھے - اور ناظم تخلص قرار پایا تھا - وہ بھی گاہے گاہے غزل بھیجدیتے تھے یہ بھی بھیجدیتے تھے - کبھی کبھی روپیہ بھی آتا تھا - اسوقت قلعہ کی تنخواہ جاری - سرکاری پنشن کھلی ہوئی تھی - انکی عنایت دستِ غیبی گنتی جاتی تھی - جب دلی کی صورت بگڑی تو زندگی کا مدار ادہر ہو گیا - نواب صاحب نے ۱۸۵۹ء سے سو روپیہ مہینا کر دیا - اور انہیں بہت تاکید سے بلایا - یہ گئے تو نہایت خاندانی کے ساتھ دوستانہ و شاگردانہ بغلگیر ہو کر ملاقات کی - اور جب تک رہا کمال عزت کے ساتھ رکھا - بلکہ سو روپیہ مہینا صیافت کا زیادہ کر دیا - مرزا کو دلی کے بغیر چین کہاں؟ چند روز کے بعد رخصت ہو کر پھر وہیں چلے آئے - چونکہ پنشن سرکاری بھی جاری ہو گئی تھی - اسلئے چند سال زندگی بسر کی -

آخر عمر میں بڑھاپے نے بہت عاجز کر دیا - کانوں سے سنائی نہ دیتا تھا - نقش تصویر کیطرح لیٹے رہتے تھے - کسی کو کچھ کہنا ہوتا تھا تو لکھکر رکھ دیتا تھا - وہ دیکھکر جواب دیدیتے تھے - جو دو اک دو برس پہلے یہ رہگئی تھی کہ صبحکو پانچ سات بادام کا شیرہ - ۱۲ بجے آب گوشت - شام کو کباب تلے ہوئے آخر ۷۳ برس کی عمر ۱۸۶۹ء ۱۲۸۵ھ میں جہانِ فانی سے انتقال کیا - اور ناظم نے تاریخ لکھی آہ غالب مرد - مرنے سے چند روز پہلے یہ شعر کہا تھا اور اکثر یہی پڑھتے تھے

دم واپسیں بر سرِ راہ ہے عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

مرزا صاحب کے حالات اور طبعی عادات

اسمیں کچھ شک نہیں کہ مرزا اہل ہند میں فارسی کے باکمال شاعر تھے - مگر علوم درسی کی تحصیل طالب علمانہ طور سے نہیں کی - اور حق یہ ہے تو یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ایک امیر زادہ کم سن

مین بزرگون کی تربیت کا ہاتھ اُٹھ جائے - اور وہ فقط طبعی ذوق سے اپنے تئین اس درجہ کمال تک پہنچائے - وہ کیسی طبع خداداد لایا ہوگا - جسنے اسکی فکر مین یہ بلند پروازی دماغ مین یہ معنے آفرینی خیالات مین ایسا انداز - لفظون مین نئی تراش - اور ترکیب مین انوکھی روش پیدا کی - جا بجا خود اُن کا قول ہے اور حقیقت مین لطف سے خالی نہین کہ - زبان فارسی سے مجھے مناسبتِ ازلی ہے - ایک اور جگہ فرماتے ہین کہ میری طبیعت کو اس زبان سے ایک قدرتی لگاؤ ہے - مفتی میر عباس صاحب کو قاطع برہان بھیجکر خط لکھا ہے اُسمین فرماتے ہین - دیباچہ اور خاتمہ مین جو کچھ لکھا آیا ہون سب سچ ہے - کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہون - نگارش لطافت سے خالی نہوگی - گذارش لطافت سے خالی نہوگی - علم و ہنر سے عاری ہون لیکن پچپن برس سے محوِ سخن گذاری ہون - مبدءِ فیاض کا مجھپر احسانِ عظیم ہے - ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے - فارسی کے ساتھ ایک مناسبتِ ازلی اور سرجاری لایا ہون مطابق اہل پارس کے منطق کا مزہ بھی ابدی لایا ہون -

ہرمزد - نام ایک پارسی ژندو باژند کا عالم تھا اُس نے اسلام اختیار کیا - اور عبد الصمد اپنا نام رکھا - ایام سیاحت مین ہندوستان کیطرف آنکلا - اور مرزا سے بھی ملاقات ہوئی اگرچہ انکی عمر اُسوقت ۱۴ برس کی تھی - مگر وہی مناسبت ازلی طبیعت مین تھی جسنے اُسے کھینچا اور ۲۰ برس تک گھر مین مہمان رکھکر اکتسابِ کمال کیا - اُس روشن ضمیر کے فیضانِ صحبت کا انہین فخر تھا - اور حقیقت مین یہ امر فخر کے قابل ہے -

مینے چاہا کہ مرزا صاحب کی تصویر الفاظ و معانی سے کھینچون - مگر پھر یاد آیا کہ اُنہون نے ایک جگہ اُسی رنگ روغن سے اپنی تصویر آپ کھینچی ہے - مین اُس سے زیادہ کیا کرونگا اُسکی نقل کافی ہے - مگر اول اتنا سُن لو کہ مرزا حاتم علی مہر تخلص ایک شخص آگرہ مین تھے - مرزا کے اواخر عمر مین اُس ہموطن بھائی سے خط کتابت جاری ہوئی - وہ ایک وجیہ اور طرحدار جوان

تھے اُنسے اُنسے دیدہ و دید نہوئی تھی۔ لیکن کسی زمانہ کے ہموطنی شعرگوئی۔ ہم مذہبی اور اتحادِ خیالات کے تعلق سے شاید کسی جلسہ مین مرزا نے کہا کہ مرزا حاتم علی مہر کو سنتا ہون کہ طرحدار آدمی ہین۔ دیکھنے کو جی چاہتا ہے اُنہین جو یہ خبر پہنچی تو مرزا کو خط لکھا اور اپنا حلیہ بھی لکھا۔ اب اُسکے جواب مین جو مرزا آپ اپنی تصویر کھینچتے ہین اُسے دیکھنا چاہیے بھائی تمہاری طرحداری کا ذکر مینے مغل جان سے سنا تھا۔ جس زمانہ مین کہ وہ حامد علی خان کے نوکر تھے اور اُسمین مجھ مین بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہرون اختلاط ہوا کرتا تھا اُسنے تمہارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجکو دکھائے۔ بہرحال تمہارا حلیہ دیکھکر تمہارے کندہ قامت ہونے پر مجکو رشک نہ آیا۔ کسواسطے کہ میرا قد بھی درازی مین انگشت نما ہے۔ تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا۔ کسواسطے کہ جب مین جیتا تھا تو میرا رنگ چنبئی تھا۔ اور دیدہ ور لوگ اُسکی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے۔ ہان مجکو رشک آیا اور مین نے خونِ جگر کھایا تو اسبات پر کہ (تمہاری) ڈاڑھی خوب گھٹی ہوئی ہے۔ وہ مزے یاد آگئے۔ کیا کہون جی پر کیا گذری بقول شیخ علی حزین۔

تا دست رسم بود زدم چاک گریبان	شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

(میرے) جب ڈاڑھی مونچھ مین بال سفید آگئے۔ تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالون پر نظر آنے لگے۔ اس سے بڑھکر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ ناچار (مینے) مسّی بھی چھوڑدی اور ڈاڑھی بھی۔ مگر یہ یاد رکھئے کہ اس بھونڈے شہر مین (یعنے دہلی مین) ایک وردی ہے عام۔ مُلّا۔ حافظ۔ لباطی۔ بنچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہا کنجڑہ۔ مُنہ پر ڈاڑھی سر پر بال۔ مینے جسدن ڈاڑھی رکھی اُسیدن سر منڈایا۔ اس فقرہ سے بھی معلوم ہوا کہ اپنا انداز سب سے الگ رکھنا چاہتے تھے لباس انکا

اکثر اہل ولایت کا ہوتا تہا - سر پر اگرچہ کلاہ یا پاخ نہ تہی مگر لمبی ٹوپی سیاہ پوستین کی ہوتی تہی اور ایسا ضرور چاہئے تہا - کیونکہ وہ فارسی نویسی کو نہ فقط ذوق بلکہ عشق دلی کے ساتہہ نباہتے تہے اور لباس و گفتار کی کچہہ خصوصیت نہین وہ اپنی قدامت کی ہر بات سے محبت رکہتے تہے خصوصاً خاندان کے اعزازون کو ہمیشہ جا تکاہ عرق ریزیون کے ساتہہ بچاتے رہے - اس اعزاز پر کہ جو انکے پاس باقی تہا دو دفعہ آسمانی صدمہ پہنچے - اول جبکہ چچا کا انتقال ہوا - دوسرے جب ۱۸۵۷ء مین ناکردہ گناہ بغاوت کے جرم مین پنشن کے ساتہہ کرسی دربار اور خلعت بند ہوا - اردوئے معلّے مین بہیون دوستون کے نام خط ہین کوئی اسکے ماتم سے خالی نہین - انکے لفظون سے اس غم مین خون ٹپکتا ہے اور دل پر جو گذرتی ہوگی وہ تو خدا ہی کو خبر ہے - آخر پہر انکی جگہہ اور اپنا حق لیا - اور بزرگون کے نام کو قایم رکہا - ۱۸۴۲ء مین گورنمنٹ انگلشیہ کو دہلی کالج کا انتظام از سر نو منظور ہوا - ٹامسن صاحب جو کئی سال تک اضلاع شمال و مغرب کے لفٹنٹ گورنر بہی رہے اسوقت سکرٹری تہے - وہ مدرسین کے امتحان کے لئے دلی آئے - اور چاہا کہ جسطرح سو روپیہ مہینے کا ایک مدرس عربی ہے ایسا ہی ایک فارسی کا بہی ہو - لوگون نے چند کاملون کے نام بتائے - انمین مرزا کا نام بہی آیا - مرزا صاحب حسب الطلب تشریف لائے - صاحب کو اطلاع ہوئی - مگر یہ پالکی سے اُتر کر اس انتظار مین ٹہیرے کہ حسب دستور قدیم صاحب سکرٹری استقبال کو تشریف لائینگے - جبکہ نہ وہ ادہر سے آئے نہ یہ اُدہر سے گئے اور دیر ہوئی تو صاحب سکرٹری نے جمعدار سے پوچہا - وہ پہر باہر آیا کہ آپ کیون نہین چلتے - انہون نے کہا کہ صاحب استقبال کو تشریف نہین لائے مین کیونکر جاتا - جمعدار نے جاکر پہر عرض کی - صاحب باہر آئے اور کہا کہ جب آپ دربار گورنری مین بہ حیثیت ریاست تشریف لائینگے تو آپ کی وہ تعظیم ہوگی - لیکن اسوقت آپ نوکری کے لئے آئے ہین - اُس تعظیم کے مستحق نہین - مرزا صاحب نے فرمایا کہ

گورنمنٹ کی ملازمت باعث زیادتی اعزاز سمجھتا ہون - نہ یہ کہ بزرگون کے اعزاز کو بھی
گنوا بیٹھون! - صاحب نے فرمایا کہ ہم آئین سے مجبور ہین - مرزا صاحب رخصت ہوکر
چلے آئے - صاحب موصوف نے موسن خان صاحب کو بلایا - اُنسے کتاب پڑھوا کر سُنی اور
زبانی باتین کرکے اسّی روپیہ تنخواہ قرار دی - اُنہون نے سو روپیہ سے کم منظور نہ کئے -
صاحب نے کہا سو روپے لو تو ہمارے ساتھ چلو اُنکا دل نے نہ مانا کہ دلی کو ایسا سُنسان چھوڑ الین
مرزا کے کُہلے ہوئے دل اور کُہلی ہوئی ہاتھ نے ہمیشہ مرزا کو تنگ رکھا - مگر اس تنگدستی مین
بھی امارت کے تمغے قایم تھے - چنانچہ اُردوئے معلّی کے اکثر خطوط سے یہ حال آئینہ ہے - مرزا
تفتہ[۲۵] اپنے شاگرد رشید کو ایک خط مین لکھتے ہین - سو روپیہ کی ہنڈی وصول کرلی - ۲۴ روپیہ
داروغہ کی معرفت اُٹھ چکے تھے وہ دیئے - ۵۰ روپیہ محل مین بھیجدئے ۲۶ باقی رہے وہ بکس مین
رکھ لئے - کلیان سودا لینے بازار گیا ہے - جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک مین بھیجدونگا
خدا تمکو جیتا رکھے - اور اجر دے - بھائی بُری آپہنچی ہے - انجام اچھا نظر نہین آتا -
قصہ مختصر یہ کہ قصہ تمام ہوا -

کدار ناتھ آپکا دیوان تھا - اُسی عالم مین ماہ بماہ آکر چھٹا بانٹ دیتا تھا - آپ کہین سفر مین
گئے ہین تو اُسکو لئے خطوط مین بار بار احکام بھیجتے ہین - چنانچہ ایک خط مین لکھتے ہین - ہنڈی
مین ۱۲ دن کی میعاد تھی - ۶ دن گذر گئے تھے ۶ دن باقی تھے - مجھکو صبر کہان - ہنڈی کاٹ کر
روپیئے لے لئے - قرض متفرق سب ادا ہوا - بہت سبکدوش ہوگیا - آج میرے پاس ہوں
روپیئے نقد بکس مین ہین - اور ۴ بوتل شراب کی - اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانہ مین موجود
ہین الحمد للہ علی احسانہ -

ایک اور جگہ اپنی بیماری کا حال کسیکو لکھتے ہین محل سرا اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے
پر کیا امکان جو چل سکون - مجھکو تو بیٹھے کھانا نہین آجاتا ہے پلنگ پر سے کھسل پڑا -

[۲۵] مرزا صاحب کی یہی عمر مین بڑے معلوم ہوتے تھے - فارسی کے عاشق تھے - اسلئے بیاہ جو ہندو ہونیکو مرزا تفتہ کے کام
سے بڑے خوش ہوتے تھے - دیوان قصائد اور دیوان غزلیات جمع ادا تھا - فارسی ۶ ۔ بھاگ تھے - ۱۲

ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا۔ پھر ہاتھ دھوئے کلی کی۔ پلنگ پر جا پڑا۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے۔ اُٹھا اور حاجتی میں پیشاب کر لیا۔ اور پڑ رہے۔

تو اب الٰہی بخش خان مرحوم کی صاحبزادی سے مرزا صاحب کی شادی ہوئی۔ اور اُسوقت ۱۳ برس کی عمر تھی۔ باوجودیکہ اوضاع و اطوار آزادانہ رکھتے تھے۔ لیکن آخر صاحب خاندان تھے۔ گھرانے کی لاج پر خیال کر کے بی بی کا پاس خاطر بہت مدِنظر رکھتے تھے۔ پھر بھی اس قید سے کہ خلاف طبع تھی۔ جب بہت دق ہوتے تھے تو ہنسی میں ٹالتے تھے۔ چنانچہ دوستوں کی زبانی بعض نقلیں بھی سُنیں اور انکے خطوط سے بھی اکثر جگہ پایا جاتا ہے۔ ایک قدیمی شاگرد سے ایسے معاملات میں بے تکلفی تھی۔ اُسنے امراؤ سنگھ نام ایک اور شاگرد کی بی بی کے مرنے کا حال مرزا صاحب کو لکھا۔ اور یہ بھی لکھا کہ ننھے ننھے بچے ہیں۔ اب اور شادی نہ کرے تو کیا کرے؟ پھر بچے کون پالے؟ اُس شخص کی ایک بی بی پہلے مر چکی تھی۔ یہ دوسری بی بی مری تھی۔ اب حضرت اُسکو جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ امراؤ سنگھ کے حال پر اُسکے واسطے رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے۔ اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو بار اُنکی بیڑیاں کٹ چکی ہیں۔ اور ایک ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم ہی نکلتا ہے۔ اُسکو سمجھاؤ کہ بھائی تیرے بچوں کو میں پال لوں گا تو کیوں بلا میں پھنستا ہے۔

جب اُنکی پنشن کھلی تو ایک اور شخص کو لکھتے ہیں۔ تجکو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اِس وجہِ قلیل میں کیسا فارغ البال و خوشحال رہتا۔ مرزا صاحب نے فرزندان روحانی یعنے پاک خیالات اور عالی مضامین سے ایک انبوہ بیشمار اپنی نسل میں یادگار چھوڑا۔ مگر افسوس کہ جسقدر اُدھر سے خوش نصیب ہوئے اُسیقدر فرزندان ظاہری کی طرف سے بے نصیب ہوئے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ سات بچے ہوئے۔ مگر بعض بیس دن کے بعض دو بیش میں سب ملک عدم کو چلے گئے۔ اُنکی بی بی کو بھانجے الٰہی بخش خان مرحوم کے نواسے

زین العابدین خان تھے - وہ بھی شعر کہا کرتے تھے - اور عارف تخلص کرتے تھے -
عارف جوان مرگئے - اور دو ننھے ننھے بچے یادگار چھوڑے - بی بی ان بچون کو بہت
چاہتی تھین - اسلئے مرزا نے اُنہین اپنے بچونکی طرح پالا - بڑے پیار سے اُنہین گلوکار
کئے پھرتے تھے - جہان جاتے وہ پالکی مین ساتھ ہوتے تھے - اُنکے آرام کے لئے آپ بے آرام
ہوتے تھے - اُنکی فرمائشین پوری کرتے تھے - افسوس کہ مرزا کے بعد دونو جوان مرگئے -
نواب احمد بخش خان مرحوم کے رشید فرزند مرزا صاحب کی تکلیف نہ دیکھ سکتے تھے -
کمال کی دولت اُنسے لیتے تھے - دنیا کی ضرورتون مین اُنہین آرام دیتے تھے - چنانچہ
نواب ضیاء الدین خانصاحب شاگرد ہین - **نواب امین الدین
خان** مرحوم والی لوہارو بھی آداب خوردانہ کے ساتھ خدمت کرتے تھے - نواب
علاء الدین خان والی حال اُسوقت ولیعہد تھے جنہین سے شاگرد ہین - چنانچہ مرزا صاحب
نواب علاء الدین خان صاحبکو لکھتے ہین میان! بڑی مصیبت مین ہون -
محل سرا کی دیوارین گرگئی ہین - باغانہ وہ گیا - چھتین ٹپک رہی ہین - تمہاری پھوپھی کہتی
ہین کہ ہائے ڈبی ہائے مری - دیوان خانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے - مین مرنے سے نہین ڈرتا
فقدان راحت سے گھبرا گیا ہون - چھت چھلنی ہے - آبرو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے
برستی ہے - مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے - مینہ کھلے تو سب کچھ ہو - اور
پھر اثنائے مرمت مین مین بیٹھا کسطرح رہون - اگر تم سے ہوسکے تو برسات تک بھائی سے
مجکو وہ حویلی جسمین میر حسن رہتے تھے اپنی پھوپھی کے رہنے کو - اور کوٹھی مین سے [illegible]
مع دالان زیرین جو الٰہی بخش خان مرحوم کا مسکن تھا میرے رہنے کو دلوادو - برسات
گذر جائیگی مرمت ہو جائیگی - پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن مین آرہینگے
تمہارے والد کے ایثار و صلا کے جہان مجھپر احسان ہین - ایک یہ مروت کا احسان میرے

سلہ نواب الٰہی بخش خان مرحوم کی بیٹی - نواب احمد بخش خان مرحوم کی حقیقی بھتیجی [illegible] سلہ برکت
[illegible] رہنے کو [illegible] صاحب [illegible]

پایان عمر مین اور بہی سہی - غالب -

مرزا کثیر الاحباب تہے - دوستون سے دوستی کو ایسا نباہتے تہے کہ انتہا سے زیادہ - اُنکی دوست پرستی خوش مزاجی کے ساتہہ رفیق ہوکر ہر وقت ایک دائرہ شرفا اور رئیس زادونکا اِنکے گرد دکہاتی تہی - انہی سے غم غلط ہوتا تہا اور اسی مین اُنکی زندگی تہی - لطف یہہ ہے کہ دوستون کو لڑکونسے بہی وہی باتین کرتے تہے جو دوستونسے - اُدہر ہونہار نوجوانونکا مؤدب بیٹہنا - اِدہر سے بزرگانہ لطیفون کا پہول برسانا - اُدہر سعادتمندون کا چپ مسکرانا اور بولنا تو حدِ ادب سے قدم نہ بڑہانا - اِدہر پہر بہی شوخیِ طبع سے باز نہ آنا ایک عجیب کیفیت رکہتا تہا - بہرحال انہی لطافتون اور ظرافتون مین زمانے کی مصیبتون کو ٹالا - اور ناگوار کو گوارا کرکے ہنستے کہیلتے چلے گئے - چنانچہ میر مہدی میر سرفراز حسین - نواب یوسف مرزا وغیرہ اکثر شریف زادون کے لئے خطوط اردوئے معلے مین ہین جو کہ اِن جلسون کے فوٹوگراف دکہاتے ہین -

زمانہ کی بیوفائی نے مرزا کو وہ فارغ البالی نصیب نہ کی جو اُنکے خاندان اور کمال کے لئے شایان تہی - اور انہی دونون باتون کا مرزا کو بہت خیال تہا - لیکن اسکے لئے وہ اپنے جی کو جلاکر دل تنگ بہی نہوتے تہے - بلکہ ہنسی مین اُوڑا دیتے تہے - ان دونون باتون کی سند مین دو خط نقل کرتا ہون - ایک خط میر مہدی صاحب کے نام ہے کہ ایک شریف عالی خاندان ہین - اور اُنکے رشید شاگرد ہین - دوسرا خط منشی ہرگوپال صاحب تفتہ مخلص کے نام ہے جنکا ذکر خیر مجملاً پہلے لکہا گیا -

میر مہدی تم میرے عادات کو بہول گئے - ماہِ مبارک رمضان مین کبہی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوئی ہے؟ - مین اس مہینے مین رامپور کیونکر رہتا نواب صاحب مانع رہے اور بہت منع کرتے رہے برسات کے آمونکا لالچ دیتے رہے مگر بہائی مین ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہان آپہنچا - یکشنبہ کو غرۂ ماہِ مقدس ہوا - اسی دن سے ہر صبح

کو حامد علی خان کی مسجد مین جاکر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہون۔
شب کو مسجد جامع جاکر نماز تراویح پڑھتا ہون۔ کبھی جو جی مین آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ
مین جاکر روزہ کھولتا ہون۔ اور سرد پانی پیتا ہون واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے
اب اصل حقیقت سنو لڑکون کو ساتھ لیگیا تھا وہان انہون نے میرا ناک مین دم کردیا
تنہا بھیجدینے مین وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہے اس سبب سے
جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہین کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا
اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا قرارداد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے
کہ جسکو یہہ دسوان مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہین۔ اب مین جو وہان گیا تو
سو روپیہ مہینا بنام دعوت آورد یا۔ یعنے رامپور رہون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن اور
دلی رہون تو سو روپیہ۔ بھائی سو دو سو مین کلام نہین۔ کلام اسمین ہے کہ نواب صاحب
دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہین مجھکو نوکر نہین سمجھتے ہین۔ ملاقات بھی دوستانہ زیبا
معانقہ و تعظیم جسطرح احباب مین رسم ہے وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکون سے میرے نذر دلوتے
ہی بس ہر حال غنیمت ہے۔ رزق کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہئے۔ کمی کا شکوہ کیا؟ انگریز کی
سرکار سے دس ہزار روپیہ سال ٹھیرے۔ اسمین سے مجھکو ملے ساڑھے سات سو روپیہ سال
ایک صاحب نے نہ دئے مگر تین ہزار روپیہ سال سے عزت مین وہ پایہ جو رئیس زادونکے واسطے
ہوتا ہے نباہا۔ خانصاحب بسیار مہربان دوستان القاب۔ خلعت سات پارچہ اور
جیغہ و سرپیچ و مالائے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندون کے برابر پیار کرتے تھے۔
بختی۔ ناظر۔ حکیم۔ کسی سے تو قیر کم نہین۔ مگر فائدہ وہی قلیل۔ سو میری جان یہان
بھی وہی نقشہ ہے۔ کوٹھری مین بیٹھا ہون۔ ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آرہی ہے۔ پانی کا چھڑکاؤ
دھرا ہوا ہے۔ حقہ پی رہا ہون۔ یہ خط لکھ رہا ہون۔ تمسے باتین کرنیکو جی چاہا یہ باتین کرلین۔

ع غرہ رمضان سے لیکر یہانتک فقط شرح ہے۔ کیونکہ جو جو باتین ان قدرون [illegible] مرزا الٰہی کو سنا گئے تھے
اور یہ خط غدر کے حصہ کا ہے اسوقت یہ [illegible]

خط بنام منشی ہرگوپال تفتہ بس تو اب تم اسکندر آباد مین رہے کہین اور کیون جاؤگے - بنک گہر کا روپیہ کہا چکے ہو - اب کہان سے کہاؤگے میان نہ میرے سمجہانیکو دخل ہے نہ تمہارے سمجہنے کی جگہ ہے - ایک چرخ ہے کہ وہ چلا جاتا ہے جو ہونا ہے وہ ہوا جاتا ہے - اختیار ہو تو کچہہ کیا جائے - کہنے کی بات ہو کچہہ کہا جائے - مرزا عبد القادر بیدل خوب کہتا ہے -

رغبتِ جاہ چہ و نفرتِ اسباب کدام	زین ہوسہا بگزر یا نگزر - میگزرد

مجکو دیکہو کہ نہ آزاد ہون نہ مقید - نہ رنجور ہون نہ تندرست - نہ خوش ہون نہ ناخوش - نہ مردہ ہون نہ زندہ - جئے جاتا ہون - باتین کئے جاتا ہون - روٹی روز کہاتا ہون - شراب گاہ گاہ پیئے جاتا ہون - جب موت آئے گی مر بہی رہون گا - نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تقریر ہے بہ سبیل حکایت ہے -

مرزا کے تمام خاندان کا اور بزرگون کا مذہب سنت و جماعت تہا - مگر اہل راز اور تصنیفات سے بہی ثابت ہے کہ انکا مذہب شیعہ تہا - اور لطف یہ تہا کہ ظہور اسکا جوشِ محبت مین تہا نہ کہ تبرا و تکرار مین - چنانچہ اکثر لوگ انہین نصیری کہتے تہے اور وہ سنکر خوش ہوتے تہے - ایک جگہ کہتے ہین

منصور فرقۂ علی اللہیان ہم	آوازۂ انا اسد اللہ بر افکنم

تمام اقربا اور حقیقی دوست سنت و جماعت تہے لیکن انکی اپنائت مین کسیطرحکی دوئی نہ معلوم ہوتی تہی مولینا فخر الدین کے خاندان سے مرید بہی تہے - دربار اور اہل دربار مین کبہی اس معاملہ کو نہین کہولتے تہے اور یہ طریقہ دہلی کے اکثر خاندانون کا تہا

تصنیفات دیو

اردو مین تقریباً ۱۸۰۰ شعر کا ایک دیوان انتخابی ہے کہ ۱۸۴۹ء مین مرتب ہوکر چہپا اسمین کچہہ تمام اور کچہہ ناتمام غزلین ہین اور کچہہ متفرق اشعار ہین - غزلون کے

تخمیناً ۱۰۰۰ شعر قصیدون کے ۱۶۲ شعر مثنوی ۳۳۳ شعر متفرقات قطعون کے
۱۱۱ شعر رباعیان ۱۶ - دو تاریخین جنکے ۴ شعر - حسبہ عالم مین مرزا کا نام بلند ہے
اُس سے ہزارون درجہ عالم تھے مین کلام بلند ہے - بلکہ اکثر شعر ایسے اعلے درجہ نعت
پر واقع ہوئے ہین کہ ہماری نارسا ذہن وہان تک نہین پہنچ سکتے - جب اِن شکایتون کے
چرچے زیادہ ہوئے - تو اُس ملک بے نیازی کے بادشاہ نے کہ اقلیم سخن کا بھی بادشاہ
تھا اپنی غزل کے ایک شعر سے سبکو جواب دیدیا -

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا	نہ سہی گر میرے اشعار میں معنی نہ سہی

اور ایک رباعی بھی کہی -

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل	سُن سُن کر اُسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہین فرمائش	گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

اور تخلص - عبداللہ خان نام - ۴۰ - ۴۵ برس کے مشاق تھے - ایسے بلند مضمون اور نازک
خیال پیدا کرتے تھے کہ قابو مین - لا سکتے تھے اور اُنہین عمدہ الفاظ میں ایسی چستی اور درستی سے باندھتے
تھے کہ وہ مضمون سما ہی نہ سکتا تھا - اسلئے کبھی تو مطلب کچھ کا کچھ ہو جاتا تھا اور کبھی کچھ بھی نہ رہتا تھا
یہ گلاخ اور مشکل زمینوں میں غزل کہتے تھے - فکر مضامین اور تلاش الفاظ مین تن بدن کا ہوش نہ تھا
عورت کے ساتھ کاوش کرتے تھے - اور آپ ہی آپ مزے لیتے تھے - ہونٹ چباتے چباتے ایک
طرف سے سفید ہو گیا تھا - بعض شعر پڑھ کر کہتے تھے کہ آنکھوں سے لہو ٹپک پڑا تھا جب یہ شعر کہا
تھا - بعضے یہ کہتے تھے کہ مہینے تک برابر پڑھتا رہا - پڑھتے اس زور و شور سے تھے کہ دیکھنے سے تعلق
رکھتا تھا - مشاعرون میں غزل سناتے تھے تو صف محفل سے گزر گزر کر باہر آکے نکل جاتے تھے - بعض
اشعار سب سے بہتر اور نقلون میں اکثر مرتبہ زادے (شہزادے) سنا کر تھے مگر ہمارا دل سنتے تھے
شعرائے باکمال کو جا کر سناتے تھے - اور واہ واہ کی چیخین اور تعریفون کے فغان و فریاد لیکر جھومتے
کیونکہ اُسی ایسا حق سمجھتے تھے - ذوق مرحوم باوجود کم سخنی اور عادت خاموشی کے خوب خوب بہت خوب کہتے
اور مکرر پڑھواتے تھے - مسکراتے اور چہرہ پر سرور ظاہر کرتے گویا شعر کی کیفیت میں ہمیشہ ہین - اور
مرزا تو ایسے دل لگی کے مصالح ڈھونڈتے رہتے تھے - یہ نعمت خداداد ہے - شعر سنتے اور کہتے تھے کہ سب

ایک دن استاد مرحوم سے مرزا صاحب کے انداز نازک خیالی کا۔ اور فارسی ترکیبوں کا اور لوگوں کی مختلف طبیعتوں کا ذکر تھا میں نے کہا۔ کہ بعض شعر صاف بھی نکل جاتا ہے تو قیامت ہی کر جاتا ہے۔ فرمایا۔ خوب! پھر کہا کہ جو مرزا کا شعر ہوتا ہے اکثر لوگوں کو خبر ہی نہیں ہوتی۔ شعر انکے میں تمہیں سناتا ہوں۔ کئی متفرق شعر یاد تھے۔ ایک اب تک خیال میں ہے۔

	دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک		میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا	

اسمیں کلام نہیں کہ وہ اپنے نام کی تاثیر سے مضامین و معانی کے بیشہ کے شیر تھے۔ دو باتیں انکے انداز کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔ اول یہ کہ معنے آفرینی اور نازک خیالی انکا شیوۂ خاص تھا۔ دوسرے چونکہ فارسی کی مشق زیادہ تھی اور اس سے انہیں طبعی تعلق تھا۔ اسلئے اکثر الفاظ اسطرح ترکیب دیجاتے تھے کہ بول چال میں اسطرح بولتے نہیں

کافر ہیں جو تمہیں استاد کہتے ہیں۔ شعر کو خدا ہو خدا۔ سجدہ کا اشارہ کرتے اور کہتے سبحان اللہ سبحان اللہ میں ان دنوں میں مبتدی شوقین تھا۔ اپنا مشتاق سمجھ کر مجھسے بہت خوش ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ بس تم ہمارے کلام کو سمجھتے ہو۔ رستہ میں مل جاتے تو دس قدم دور سے دیکھکر کھڑے ہو جاتے۔ اور جو نیا شعر کہا ہوتا۔ اسے وہیں سے اکڑ کر پڑھتے۔ پھر شعر سنتے سناتے چلتے۔ قلعہ کے نیچے میدان میں گھنٹوں ٹہلتے اور شعر پڑھتے رہتے۔ غریب خانہ پر بھی تشریف لاتے اور پہر پہر سے کم نہ بیٹھتے ایک دن رستہ میں ملے دیکھتے ہی کہنے لگے۔ آج گیا تھا۔ انہیں بھی سنا آیا۔ میں نے کہا کیا۔ کڑک کر کہا

ڈیڑھ جز بر بھی تو ہے مطلع و مقطع غائب　　غالب آسان نہیں صاحب دیوان ہونا

پھر بیان کیا کہ ایک جلسہ میں مومن خان بھی موجود تھے۔ مجھسے پہلے شعر کی فرمائش کی میں نے ناسخ کی غزل پر غزل کہی تھی وہ سنائی۔ مقطع پر بہت حیران ہوئے ع کہ جسکو کہتے ہیں چرخ ہفتم ورق ہے دیوان ہفتمین کا۔ پوچھنے لگے کہ کیا آپ سا تو ان دیوان لکھتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں ابتو آٹھواں ہے جب ہو گئے عمومی واقعات پر اکثر شعر کہا کرتے تھے۔ مومن خان کو کنور راجیت سنگھ نے ہتھنی دی۔ (دیکھو صفحہ ۱۴۳۸۔ آپنے کہا)

	جنہوں میں وہ مومن مکان لیتا ہے		سنجو ہی میں کے جو ہتھنی کا دان لیتا ہے	

دلی میں شیرین ایک بڑی نامی رنڈی تھی۔ وہ حج کو چلی۔ آپنے کہا۔

بصفحہ دیگر

لیکن جو شعر صاف صاف نکل گئے ہین وہ ایسے ہین کہ جواب نہین رکھتے۔ اہل ظرافت بھی اپنی لوک حوک سے چوکتے نہ تھے چنانچہ ایک دفعہ مرزا بھی مشاعرہ مین تشریف لے گئے حکیم آغا جان عیش ایک خوش طبع شگفتہ مزاج شخص تھے۔ دیکھو صفحہ ۴۹۶ غزل طرحی مین یہ قطعہ پڑھا۔

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے	مزا کہنے کا جب ہے ایک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے	مگر انکا کہا یہ آپ سمجھین یا خدا سمجھے

اسیواسطے اواخر عمر مین نازک خیالی کے طریقہ کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ دیکھو خیر کی غزلین صاف صاف ہین دونو کی کیفیت جو کچھ ہے معلوم ہو جائیگی۔ سن رسیدہ اور معتبر لوگون سے معلوم ہوا کہ حقیقت مین انکا دیوان بہت بڑا انتہا یہ منتخب ہے۔ مولوی فضل حق صاحب کہ فاضل بیعدیل تھے۔ ایک زمانہ مین دہلی کے عدالت خانہ مین

بجا ہے شیرین اگر چھوڑ دلی حج کو چلی	مثل ہے نرسو جو ہی کہا کے تلی حج کو چلی

۳۰ برس ہوگئے۔ وہ جو چیز نہ ہو اکثر مشہور تھے۔ حافظے کے بے وفائی کی۔ شاید حروف و کاغذ وفا کرین جو یاد ہو لکھدیتا ہون اور انکی جان خراشی اور بربادی کا افسوس کرتا ہون۔

ہین بجلیان بہون کی جبین پر شکن کے اندر	اُلٹی ہی بہتی گنگا۔ جمنی بہون کے اندر
دنیا ہی منقلب کا اُلٹا ہے کار خانہ	ہے مہر شمع وارون۔ اس انجمن کے اندر
میں وہ ہون نخل جوئی سلسبیل دریائی	سر ہی کشتی گل نار جیل دریائی۔
مجھ اُترتی ہے گرداب آسمان سے وحی	ہے راہبر خضر جبرئیل دریائی۔
مین کالا پانی بڑا مانتا ہون ہر شب و روز	زمین کا گز ہے سرا کلک میل دریائی۔
بنا ہے کنگرۂ خاور۔ ملک دشت حصار	سرا ہی آبلہ برج حفیل دریائی۔
ہوا بشاری کی مضمون آبدار کو دہت	ہمارا خامہ ہی خرطوم فیل دریائی
جہاز ہے مرا ایک تار لنگر دم پر	مرے عمل مین ہے جبر تفیل دریائی
مین اپنے کوچ کی ہون موج مین بہا جاتا	حباب وار ہون کو سر رحیل دریائی
ہماری موج تلاطم سے آشنائی ہے	یہ آب شور ہے دیتا نہ میل دریائی
ہے اوج مردمکو دیدہ۔ مردم آبی	خیال دیدۂ تر سے سبیل دریائی۔

سررشتہ دار تھے - اُسی عہد مین مرزا خان عرف مرزا خانی صاحب کوتوال شہر تھے - وہ مرزا قتیل صاحب کے شاگرد تھے - نظم نثر فارسی اچھی لکھتے تھے - غرضکہ یہ دونو باکمال مرزا صاحب کے دلی دوست تھے - ہمیشہ باہم دوستانہ جلسے اور شعر و سخن کے چرچے رہتے تھے - اُنہون نے اکثر غزلون کو سُنا اور دیوان کو دیکھا تو مرزا صاحب کو سمجھایا کہ یہ اشعار عام لوگون کی سمجھ مین نہ آئینگے - مرزا نے کہا اتنا کچھ کہہ چکا - اب تدارک کیا ہو سکتا ہے - اُنہون نے کہا کہ خیر ہُوا سو ہُوا - انتخاب کرو اور مشکل شعر نکال ڈالو - مرزا صاحب نے دیوان حوالہ کر دیا - دونون صاحبون نے دیکھکر انتخاب کیا - وہ یہی دیوان ہے جو کہ آج ہم عینک کی طرح آنکھون سے لگائے پھرتے ہین -

عود ہندی - کچھ تقریظین کچھ اور نثرین اور خطوط ہین - اکثر خطون مین اُن لوگون کے جواب ہین - جنہون نے کسی مشکل شعر کے معنی پوچھے یا کوئی امر تحقیق طلب فارسی یا اُردو کا دریافت کیا -

اُردوئے معلّٰے - سنہ ۱۲۸۵ھ سنہ ۱۸۶۹ء چند شاگردون اور دوستون نے جسقدر اُردو کے خطوط انکے ہاتھ آئے ایک جگہ ترتیب دیے - اور اُس مجموعہ کا نام مرزا نے خود **اُردوئے معلّٰے** رکھا - ان خطوط کی عبارت ایسی ہے گویا آپ سامنے بیٹھے گل

وحشت مجھے زنجیر بناتی ہی تھی اکثر
طفلی مین بھی ہنسلی میری جاتی ہی تھی اکثر

جب تھا زرِ گل کیسے غنچے کی گرہ مین
بیلیل بڑی گلچھرے اڑاتی ہی تھی اکثر

دم کا جو مدرسہ یہہ باندھے خیال اپنا
بے پل صراط اُترین - یہ ہے کمال اپنا

طفلی ہی سے ہے محکو وحشت سر اسے الفت
سُم مین گڑا ہوا ہے - آہو کے نال اپنا

کب شہادت اپنا - ہے یاد کسکو قاتل
سانچے مین تیغ کے سر لیتے ہین ڈھال اپنا

بہاتا ہے جوش عشق نیرنگ شوخیان ہونا
ہے آبِ شورِ گریہ آبِ زلال اپنا

چھپکے کو آبلون کی مین باگ موڑتا ہون

افشائی کر رہے ہیں - مگر کیا کرین کہ انکی باتین بہی ذہن فارسی کے خوشنما تراشون اور
عمدہ ترکیبون سے مرصع ہوتی ہین بعض فقرے کم استعداد ہندوستانیون کے کانون
کو نئے معلوم ہون تو وہ جانین - یہ علم کی کم رواجی کا سبب ہے - چنانچہ فرماتے ہین
کیا جگر خون کن اتفاق ہے - اب ورنگ درزی کی تقصیر معاف کیجئے - بس جانیہی
کوئل کی آرامش کا ترک کرنا - اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا - یہ رتبہ
میری ارزش کے فوق ہے - سرمایۂ نازش قلمرو ہندوستان ہو - بعض جگہ خاص
محاورۂ فارسی کا ترجمہ کیا ہے - جیسے - میر - اور - سودا - وغیرہ استادون کے
کلام مین لکہا گیا ہے چنانچہ انہی خطون مین فرماتے ہین - اسقدر عذر چاہتے ہو
یہہ لفظ انکی قلم سے اسواسطے نکلا کہ عذر خواستن جو فارسی کا محاورہ ہے وہ اس
ماکمال کی زبان پر چڑہا ہوا ہے - ہندوستانی عذر کرنا یا عذر معذرت کرنی - بولتے
ہین - نظر اس دستور پر اگر دیکہو تو مجہے اس شخص سے خس برابر علاقہ عزیز داری کا نہین
یہ بہی ترجمہ - نظر برین ضابطہ - کا ہے - منشی نبی بخش تمہارے خط - لکہنے کا گلہ رکہتے
ہین - گلہ دارند و شکوہ دارند فارسی کا محاورہ ہے - کیون فہارا چکول مین آنا
منشی نبی بخش کے ساتہہ غزل خوانی کرنی - اور ہمکو یاد نہ لانا - یاد آوردن خاص ایران کا
سکہ ہے - ہندوستانی یاد کرنا بولتے ہین - جو آپ پر معلوم ہے وہ مجہہ پر مجہول نہ رہے
ہرچہ بر شما منکشف ہست بر من مخفی نماند -

ان خطون کی طرز عبارت بہی ایک خاص قسم کی ہے - کہ ظرافت کو چٹکلے اور لطافت
کی شوخیان اسمین خوب ادا ہو سکتی ہین - یہ انہی کا ایجاد تہا کہ آپ مزا لے لیا - اور
اورونکو لطف دے گئے - دوسریکا کام نہین - اگر کوئی چاہے کہ ایک تاریخی حال -
یا اخلاقی خیال - یا علمی مطالب - یا دنیا کے معاملات خاص مین مراسلے لکہے تو اس

انداز نہین ممکن نہین - اس کتاب مین چونکہ اصلی خط لکھے ہین اسلئے وہ انکی ظاہر و باطن کی حالت کا آئینہ ہے - اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے غم و الم ہمیشہ انہین ستاتے تھے اور وہ علیٰ حوصلہ سے ہنسی ہی مین اُڑاتے تھے - پورا لطف ان تحریرون کا اُس شخص کو آتا ہے کہ جو خود انکے حال سے اور مکتوب الیہونکی چال ڈھال سے اور طرفین کے ذاتی معاملات سے بخوبی واقف ہو - غیر آدمی کی سمجھ مین نہین آتین - اسلئے اگر ناواقف اور بے خبر لوگون کو اسمین مزا نہ آئے تو کچھ تعجب نہین -

اس کتاب مین - قلم - التماس - کوسونت - پنشن - بیداد - بارک کو ندکر فرمایا ہے ایک جگہ فرماتے ہین - میرا اردو بہ نسبت اوردون کے فصیح ہوگا -

لطائف تفہیم اس رسالہ مین منشی سعادت علی کی طرف روئے سخن ہے - اگرچہ اسکے دیباچہ مین سیف الحق کا نام لکھا ہے مگر انداز عبارت اور عبارت کے چٹکلے صاف کہتے ہین کہ مرزا ہین - وہ در حقیقت وہی میان داد خان ہین - جن کے نام چند رقعے مرزا صاحب کے اردو کے چھپے ہین ہین - چنانچہ ایک رقعہ مین اُنہین فرماتے ہین کہ صاحب مینے تمکو سیف الحق خطاب دیا - تم میری فوج کے سپہ سالار ہو -

تیغ تیز - مولوی احمد علی پروفیسر مدرسہ دہلی نے قاطع برہان کے جواب مین موید البرہان لکھی تھی - اسکے بعض مراتب کا جواب مرزا صاحب نے تحریر فرماکر تیغ تیز نام رکھا -

قاطع برہان کے اخیر مین چند ورق سید عبد الرزاق کے نام سے ہین - وہ بھی مرزا صاحب کے ہین -

تصنیفات فارسی

فارسی کی تصنیفات کی حقیقت حال کا لکھنا اور اُنپر رائے لکھنی اُردو کے تذکرہ نویس کا کام نہین ہے - اسلئے فقط فہرست لکھتا ہون -

قصائد - حمد و نعت مین - آئمہ معصومین کی مدح مین - بادشاہ دہلی - شاہ اودھ

گورنروں اور بعض صاحبان عالیشان کی تشریف میں ہیں۔

غزلوں کا دیوان معہ دیوان قصائد کے ۱۲۳۳ھ میں مرتب ہوکر انقلابوں کے ذریعہ سے اہل ذوق میں پھیلا اور ابتک کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔

پنج آہنگ - اسمیں پانچ آہنگ کے پانچ باب - فارسی کے انشا پردازوں کے لئے جو انکے انداز میں لکھنا چاہیں - ایک عمدہ تصنیف ہے۔

۱۸۶۳ء میں قاطع برہان چھپی - بعد کچھ کچھ تبدیلی کے اسکو چھپوایا - اور درفش کاویانی نام رکھا - برہان قاطع کی غلطیاں نکالی ہیں - مگر اسپر فارسی کے عویداروں نے سخت حملوں کے ساتھ مخالفت کی۔

نامۂ غالب - قاطع برہان کے کئی شخصوں نے جواب لکھے - چنانچہ میر شہ میں حافظ عبدالرحیم نام ایک معلم نابینا تھے - انہوں نے اسکا جواب سالع برہان لکھا - مرزا صاحب نے خط کے عنوان میں حافظ صاحب موصوف کو بطور جواب کے چند ورق لکھے - اور انکا نام نامۂ غالب رکھا۔

مہر نیمروز - حکیم احسن اللہ خان طبیب خاص بادشاہ کے تھے - انہیں تاریخ کا شوق تھا - اور اہل کمال کے ساتھ عموماً تعلق خاطر رکھتے تھے - مرزا نے انکے ایما سے اول کتاب مذکور کا ایک حصہ لکھا - انکے ذریعہ سے ۱۸۵۴ء میں باریاب حضور ہوکر خدمت تاریخ نویسی پر مامور ہوئے - اور نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خان غالب بہادر نظام جنگ خطاب ہوا - چنانچہ پہلی جلد میں امیر تیمور سے ہمایوں تک کا حال بیان کرکے مہر نیمروز نام رکھا - ارادہ تھا کہ اکبر سے لیکر بہادر شاہ تک کا حال دوسری جلد میں لکھیں - اور ماہ نیم ماہ نام رکھیں کہ قدر ہو گیا۔

دستنبو - ۱۱ - مئی ۱۸۵۸ء سے یکم جولائی ۵۸ء تک حال بغاوت - زرد

تباہی شہر۔ انہی شہر گذشت۔ غرض کل ۵ اسمینے کا حال لکھا ہے۔

سپہ چین۔ دو تین قصیدے۔ چند قطعے۔ چند خطوط۔ فارسی کے اُس مین ہین کہ دیوان مین درج نہوئے تہے۔

اواخر عمر مین اپنا کلام اپنے پاس نہ رکہتے تہے۔ اُردو کی تصنیفات نواب حسین مرزا صاحب کے پاس رہتی تہین اور وہ ترتیب کرتے جاتے تہے۔ فارسی نواب ضیاء الدین احمد خان صاحب کو بہیجدیتے تہے۔ کہ اُنہین نیر رخشان تخلص کرکے اپنا رشید شاگرد اور خلیفہ اول قرار دیا تہا۔ خلیفہ دوم۔ نواب علاء الدین خان صاحب تہے۔

اُنکے خطون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی انشا پردازی کے شوق کو بڑی کاوش اور عرقریزی سے نباہتے تہے۔ اسیواسطے مرنے سے ۱۰۔ ۵ برس پہلے اُنکی تحریر مین اُردو مین ہوتی تہین چنانچہ ایک دوست کے خط مین خود فرماتے ہین۔

بندہ نواز! زبانِ فارسی مین خطون کا لکہنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری اور ضعف کے صدمون سے محنت پژوہی اور جگرکاوی کی قوت مجہہ مین نہین رہی۔ حرارتِ غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے کہ۔

	مضمحل ہوگئے قویٰ غالب		وہ عناصر مین اعتدال کہان	

مجہہ آپ ہی کی تخصیص نہین۔ سب دوستون کو جنسے کتابت رہتی ہے اُردو ہی مین بیارنامے لکہا کرتا ہون۔ جن جن صاحبونکی خدمت مین آگے مین نے فارسی زبان مین خطوط لکہے اور بہیجے تہے انمین سے جو صاحب اِسلے آلان موجود ہین۔ اُنسے بہی عند الضرورت اُسی زبان مین مکاتیب مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔

ردئے معلی مین مرزا حاتم علی بیگ مہر کو تحریر فرماتے ہین۔ میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ سنہ لکہتے مین کہا تہا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تہے اُنہون نے ایک

مجلس مین چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفدست پہ رکھکر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجیے مینے وہان بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھکر انکو دیا اور صلہ مین وہ ڈلی اُنسے لی۔

قطعہ

ہے جو صاحب کے کفدست آج چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اُسے جسقدر اچھا کہیے

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریبان کہ ہے کیا کہیے

اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے
خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلےٰ کہیے

حجرُ الاسود و دیوارِ حرم کیجیے فرض
نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیے

صومعہ مین اسے ٹھیرائیے گر مہرِ نماز
میکدہ مین اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے

یسیِ آلودہ سرانگشتِ حسینان لکھیے
سرِ پستانِ بہ نیرادِ سے مانا کہیے

اینہ حضرت کے کفدست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی سُپاری کو سُویدا کہیے

غرضکہ بیس بائیس بیتیان ہین۔ اشعار سب کب یاد آتے ہین۔ بھول گیا۔ نواب زینت محل کو بادشاہ کے مزاج مین بہت دخل تہا۔ مرزا جوان بخت اُنکے بیٹے تہے اور باوجودیکہ بہت مرشدزادون سے چہوٹے تہے۔ مگر بادشاہ اُنہی کی ولیعہدی کے لئے کوشش کر رہے تہے۔ جب اُنکی شادی کا موقع آیا تو بڑی دہوم کے سامان ہوئے۔ مرزا نے یہہ سہرا لکھکر حضور مین گزرانا۔

سہرا

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج تری سر سہرا
باندہ شہزادہ جوان بخت کے سر پر سہرا

کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے
ہے ترے حسنِ دل افروز کا زیور سہرا

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کلاہ
مجکو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہونگے موتی
ورنہ کیون لائے ہین کشتی مین لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کئے ہونگے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا

رُخ بہ دولہ کے جو گرمی سے پسینا ٹپکا
ہے رگِ ابر گہر بار سراسر سہرا

یہ بھی ایک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جیمین اترائین نہ موتی کہ ہمین ہیں ایک چیز
چاہیئے پھولونکا بھی ایک مقرر سہرا

جبکہ پہنے ہین سمادین نہ خوشی کے مارے
گوندھے پھولونکا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

رخِ روشن کی دمک گوہر غلطان کی چمک
کیون نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا

تار ریشم کا نہین ہے یہ رگِ ابر و بہار
لائیگا تاب گرانباریٔ گوہر سہرا؟

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین
دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

مقطع کو سنکر حضور کو خیال ہوا کہ اسمین ہم پر چشمک ہے گویا اسکے معنے یہ ہوئے کہ اس سہرے کے برابر کوئی سہرا کہنے والا نہین - ہمنے جو شیخ ابراہیم ذوق کو استاد اور ملک الشعرا بنایا ہے یہ سخن فہمی سے بعید ہے - بلکہ طرفداری ہے - چنانچہ اُسیدن اُستادِ مرحوم جو حسبِ معمول حضور مین گئے - تو بادشاہ نے وہ سہرا دیا کہ استاد اسے دیکھیے اُنہون نے پڑھا اور بموجب عادت کے عرض کی - پیر و مرشد درست بادشاہ نے کہا کہ استاد! تم بھی ایک سہرا کہدو - عرض کی بہت خوب - پھر فرمایا کہ ابھی لکھدو - اور ذرا مقطع پر بھی نظر رکھنا - استاد مرحوم وہین بیٹھ گئے اور عرض کیا -

سہرا

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے درِ انجم سے فلک
کشتی زر مین مہ نو کی لگا کر سہرا

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رخ پہ نور بھی ہے تیرے منور سہرا

وہ کہے صلِ علیٰ - یہ کہے سبحان اللہ
دیکھیے ٹکڑے یہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تا نبی اور ربنے مین ہے اخلاص بہم
گوندھیے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی
کہ ہیں مرغانِ نوا سنج نہ کیوں نکتہ سرا

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار
تا بہ بارش ہے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرائش
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

ایک گہر بھی نہیں صد کانِ گہر ہیں چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے لیکے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطر سہرا

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے میں بدھی
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو منہ پر سہرا

رو نمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک
کھولدے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیوں کے
دم نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا

دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوقِ ثنا گر سہرا

جسکو دعوی ہے سخن کا یہ سنا دے اسکو
دیکھ اسطرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

ارباب نشاط حضور میں ملازم تھے۔ اسیوقت انہیں ملا۔ شام تک شہر کی گلی گلی کوچہ کوچہ پھیل گیا وہ سرے ہی دن اخباروں میں مشتہر ہو گیا۔ مرزا بھی بڑے ادا شناس اور سخن فہم تھے۔ سمجھے کہ تھا کچھ اور ہو گیا کچھ اور یہ قطعہ حضور میں گذرانا۔

قطعہ در معذرت

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہگری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلحِ کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

استادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
میں کون اور ریختہ کہاں اس سے مدعا
سہرا لکھا گیا زرہ امتثال امر
مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہیں

سوگند اور گواہی کی حاجت نہیں مجھے
جز انبساط خاطر حضرت نہیں مجھے
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے
مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے
سودا نہیں جنون نہیں وحشت نہیں مجھے
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے

صادق ہوں اپنے قول کا غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

کلکتہ میں بہت سے اہل ایران اور بڑے بڑے علما و فضلا موجود تھے - مگر افسوس ہے کہ وہاں مرزا کے کمال کے لئے ایسی عظمت نہوئی جیسی کہ انکی شان کے لئے شایان تھے - حقیقت میں انکی عظمت ہونی چاہئے تھی - اور ضرور ہوتی مگر ایک اتفاقی پیچ پڑ گیا - اسکی داستان یہ ہے کہ مرزا نے کسی جلسہ میں ایک فارسی کی غزل پڑھی - اسمیں ایک لفظ پر بعض اشخاص نے اعتراض کیا - اور اعتراض بموجب اس قاعدہ کے تھا جو مرزا قتیل نے ایک اپنے رسالہ میں لکھا ہے - مرزا نے سنکر کہا کہ قتیل کون ہوتا ہے؟ اور مجھے قتیل سے کیا کام؟ - ایک فریدآباد کا کھتری تھا - میں اہل زبان کے سوا کسیکو نہیں سمجھتا - وہ لوگ اکثر مرزا قتیل کے شاگرد تھے - اس لئے انہیں مہمان نوازی سے آنکھیں بند کر لیں اور جوش و خروش خاص و عام میں پیدا ہوا - مرزا کو تعجب ہوا اور اس خیال سے کہ یہ فتنہ کسیطرح فرو ہو جائے - سلامت روی کا طریقہ اختیار کر کے ایک مثنوی لکھی - اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ داد سخنوری کی دی ہے - سہرا کا سا ایما جزا نہایت خوبی کے ساتھ نظم میں ادا کیا - اعتراض کو سند سے دفع کیا - اپنی طرف سے انکار مناسب کے ساتھ معذرت کا حق پورا کیا - لیکن زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ جب مثنوی حریفوں کے

جلسہ مین پڑھی گئی تو بجائے اسکو کہ کمال کو تسلیم کرتے - یا نہان سے آپنی زیادتیون کا
عذر کرتے - ایک نے عمداً کہا کہ اس مثنوی کا نام کیا ہے؟ - معلوم ہوا کہ یادِ مخالف سے
نے گلستان کا فقرہ پڑھا - بکر از صلحا را یادِ مخالف در شکم پیچید اور سب نے ہنس دیا -

لطیفہ - دلی مین مشاعرہ تہا - مرزا نے اپنی فارسی غزل پڑھی مفتی صدرالدین خانصاحب
اور مولوی امام بخش صاحب صہبائی جلسہ مین موجود تہے مرزا صاحب نے جسوقت یہ مصرع
پڑھا ع بو اوئے کہ دران خنجر را عصا خفت ہست + مولوی صہبائی کی تحریک سے مفتی صاحب
نے فرمایا کہ - عصا خفت ہست مین کلام ہے - مرزا نے کہا کہ حضرت! مین ہندی نژاد ہون
میرا عصا پکڑ لیا - اُس شیرازی کا عصا نہ پکڑا گیا - ع ولے بجملہ اول عصائے شیخ نخفت
اُنہون نے کہا کہ اصل محاورہ مین کلام نہین کلام اسمین ہے کہ مناسب مقام ہے یا نہین -

لطیفہ - ایک دفعہ مرزا بہت قرضدار ہو گئے قرض خواہون نے نالش کر دی - ہوا بدہی
مین طلب ہوئے - مفتی صاحب کی عدالت تہی - جسوقت پیشی مین گئے یہ شعر پڑھا -

قرض کے پیتے ہے مے لیکن سمجھتے تہے کہ ہان رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن

مرزا صاحب کو ایک آفت ناگہانی کے سبب سے چند روز جیلخانہ مین اسطرح رہنا پڑا کہ
جیسے حضرت یوسف کو زندان مصر مین - کپڑے میلے ہو گئے - جوئین پڑ گئی تہین -
ایکدن بیٹھے انہین سے جوئین چن رہے تہے - ایک رئیس وہین عیادت کو پہنچے - پوچھا
کیا حال ہے آپنے یہ شعر پڑھا -

ہم غمزدہ جسدن سے گرفتار بلا ہین	کپڑون مین جو مین بخیون کے ٹانکون سے رہا ہین

جسدن وہان سے نکلنے لگے اور لباس تبدیل کرنیکا موقع آیا تو وہان کا کرتا وہین پہنا
بہیجا اور یہ شعر پڑھا -

ہائے اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب	جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

حسین علیخان چھوٹا لڑکا ایک دن کھیلتا کھیلتا آیا کہ دادا جان مٹھائی منگاؤ آپنے فرمایا کہ پیسے نہین - وہ صندوقچہ کھولکر اوہر اُوہر پیسے ٹٹولنے لگا - آپ نے فرمایا -

درم و دام اپنے پاس کہان	چیل کے گھونسلے مین ماس کہان

پنشن سرکار سے ماہ بماہ ملتی تھی - بغاوت دہلی کے بعد حکم ہوا کہ ششماہی ملا کرے - اس موقع پر ایک دوست کو لکھتے ہین -

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجکو دیکھو کہ ہون بقید حیات	اور چھ ماہی ہو سال مین دوبار

مگر یہ دو شعر حقیقت مین ایک قصیدے کے ہین جسکی بدولت بادشاہ دہلی کے دربار سے ششماہی تنخواہ کے لئے ماہواری کا حکم حاصل کیا تھا - فارسی کے قصائد مین بھی اس قسم کی غزل و نصیب انہون نے اکثر کئے ہین - اور یہ کچھ عجیب بات نہین انوری وغیرہ اکثر شعرا نے ایسا کیا ہے -

لطیفہ - مولوی فضل حق صاحب مرزا کے بڑے دوست تھے - ایکدن مرزا انکی ملاقات کو گئے - انکی عادت تھی کہ جب کوئی بے تکلف دوست آیا کرتا تو خالق باری کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے - ع بیا برادر و آورے بہائی ؛ چنانچہ مرزا صاحب کی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہی مصرع کہکر بیٹھا یا - ابھی بیٹھے ہی تھے کہ مولوی صاحب کی رنڈی بھی دوسرے دالان سے اُٹھکر ہی آن بیٹھی - مرزا نے فرمایا - ہان صاحب - اب وہ دوسرا مصرع بھی فرما دیجئے - ع بنشین و در بیٹھہ ری مائی -

لطیفہ - مرزا کی قاطع برہان کے بہت شخصون نے جواب لکھے ہین - اور بہت زبان درازیان کی ہین - کسی نے کہا کہ حضرت آپنے فلان شخص کی کتاب کا جواب نہ لکھا - فرمایا بھائی - اگر کوئی گدھا تمہارے لات مارے تو تم اسکا کیا جواب دوگے -

لطیفہ۔ بہن بیمار تہین۔ آپ عیادت کو گئے۔ یہ حیا کیا حال ہے۔ وہ بولین کہ مرتی نہون۔ قرض کی فکر ہے کہ گردن پہ لئے جاتی ہون آپنے کہا کہ بوا بھلا یہ کیا فکر ہے۔ خدا کرے ان کیا مفتی صدر الدین خان بیٹھے ہین جو ڈگری کرکے پکڑوا بلائین گے۔

لطیفہ۔ ایک دن مرزا کے شاگرد رشید نے آکر کہا۔ حضرت آج مین امیر خسرو کی قبر پہ گیا مزار پر کہرنی کا درخت ہے اسکی کہرنیان مینے خوب کہائین۔ کہرنیون کا کہانا تہا کہ گویا فصاحت و بلاغت کا دروازہ کہل گیا۔ دیکہئے تو مین کیسا فصیح ہو گیا۔ مرزا نے کہا کہ ارے میان تین کوس کیون گئے۔ میرے پچہواڑے سے پیپل کی پیپلیان کیون نہ کہالین۔ چودہ طبق روشن ہو جاتے۔

لطیفہ۔ بعض بعض شاگردون نے مرزا سے کہا کہ آپنے حضرت علیؑ کی مدح مین بہت قصیدے اور بڑے بڑے زور کے قصیدے کہے۔ صحابہؓ مین سے کسی کی تعریف مین کچہہ نہ کہا؟ مرزا نے ذرا تامل کرکے کہا کہ۔ ان مین کوئی ایسا کہا دیجئے تو اسکی تعریف بہی کہدون۔[1]

مرزا صاحب کی شوخی طبع ہمیشہ انہین اس رنگ مین شور بور رکہتی تہی جس سے ناواقف لوگ انہین الحاد کی تہمت لگائین۔ اور چونکہ یہ رنگ انکی شکل و شان پہ عجیب معلوم ہوتا تہا۔ اسلئے انکے دوست ایسی باتون کو سنکر چونکتے تہے۔ جون جون وہ چونکتے تہے وہ اور بہی زیادہ چہینٹے اڑاتے تہے۔ انکی طبیعت سرور شراب کی عادی تہی۔ لیکن اسے گناہ الہی سمجہتے تہے اور یہ بہی عہد تہا کہ محرم مین ہرگز نہ پیتے تہے۔

لطیفہ غدر کے چند روز بعد پنڈت موتی لعل کہ اندنون مین مترجم گورنمنٹ پنجاب کے تہے صاحب چیف کمشنر پنجاب کے ساتہہ دلی گئے۔ اور حب الوطن اور محبت فن کے سبب سے مرزا صاحب کی ملاقات کی۔ اندنون پنشن بند تہی۔ دربار کی اجازت نہ تہی۔ مرزا بسبب دل تنگی کے شکوہ و شکایت کر لبریز ہو رہے تہے۔ اثنائے گفتگو مین کہنے لگے۔ کہ عمر بہر مین ایک دن شراب نہ پی ہو تو کافر۔ اور ایک

[1] یہ لطیفہ کئی شاعرون کیطرف منسوب ہے۔

سے ہی مار پر ہی تو مسلمان ہیں - پھر میں نہیں جانتا کہ مجھے سرکار نے باغی مسلمانوں میں کس طرح شامل سمجھا -

لطیفہ - بھوپال سے ایک شخص دلی کی سیر کو آئے - مرزا صاحب کے بھی مشتاق ملاقات تھے چنانچہ ایک دن ملنے کو تشریف لائے - وضع سے معلوم ہوتا تھا کہ نہایت پرہیزگار اور پارسا شخص ہیں - اُنسے بکمال اخلاق پیش آئے - مگر معمولی وقت تھا - بیٹھے سرور کر رہے تھے - گلاس اور شراب کا شیشہ آگے رکھا تھا - اُن بیچارہ کو خبر نہ تھی کہ آپ کو یہ شوق بھی ہے - اُنہوں نے کسی شربت کا شیشہ خیال کرکے ہاتھ میں اُٹھا لیا - کوئی شخص پاس سے بولا کہ جناب یہ شراب ہے - بھوپالی صاحب نے جھٹ شیشہ ہاتھ سے رکھدیا اور کہا کہ میں نے تو شربت کے دھوکے میں اُٹھایا تھا - مرزا صاحب نے مسکرا کر اُنکی طرف دیکھا اور فرمایا کہ - زہے نصیب - دھوکے میں نجات ہوگئی -

لطیفہ - ایکدفعہ رات کو انگنائی میں بیٹھے تھے - چاندنی رات تھی - تارے چھٹکے ہوئے تھے - آپ آسمان کو دیکھکر فرمانے لگے کہ جو کام بے صلاح و مشورہ ہوتا ہے وہ ڈھنگا ہوتا ہے خدا نے ستارے آسمان پر کسی سے مشورہ کرکے نہیں بنائے - جیسے بکھرے ہوئے ہیں - نہ کوئی سلسلہ نہ زنجیرہ نہ بیل نہ بوٹا -

لطیفہ - ایک مولوی صاحب جنکا مذہب سنت و جماعت تھا - رمضان کے دنوں میں ملاقات کو آئے - عصر کی نماز ہو چکی تھی - مرزا نے خدمتگار سے پانی مانگا - مولوی صاحب نے کہا حضرت غضب کرتے ہیں رمضان میں روزے نہیں رکھتے مرزا نے کہا سنی مسلمان ہوں - چار گھڑی دن سے روزہ کھول لیا کرتا ہوں -

لطیفہ - رمضان کا مہینا تھا - آپ نواب حسین مرزا کے ہاں بیٹھے تھے - پان منگا کر کھایا - ایک صاحب فرشتہ سیرت نہایت متقی و پرہیزگار اُسوقت حاضر تھے - اُنہوں نے

[1] مرزا صفدر علی صاحب مرحوم کے دادا تھے - جنکا امام باڑا ابھی تک نٹوڑن کے کوچہ

متعجب ہوکر پوچھا کہ قبلہ آپ روزہ نہیں رکھتے۔ مسکرا کر بولے شیطان غالب ہے

لطیفہ اہل ظرافت میں پہلے سے یہی مشہور ہے کہ عالمگیر کا مزاج ہر سرمد کہتا تہا اسلئے ہمیشہ اُسکا خیال رکھتے تھے چنانچہ قاضی قوی جو اس عہد میں قاضی شہر تہا اس نے ایک موقع پر سرمد کو بھنگ پیتے ہوئے جا پکڑا۔ اول بہت سے لطائف و ظرائف کے ساتھ جواب سوال ہوئے۔ آخر جب قاضی نے کہا کہ نہیں شرع کا حکم اسطرح ہے۔ کیوں حکم الٰہی کے برخلاف باتیں بناتا ہے۔ اُس نے کہا کہ کیا کروں یا شیطان قوی ہے۔

لطیفہ - جاڑے کا موسم تہا۔ ایکدن نواب مصطفےٰ خان صاحب مرزا کے گہر آئے آپنے اُنکے آگے شراب کا گلاس بہر کر رکھدیا۔ وہ اِنکا منہہ دیکھنے لگے۔ آپنے فرمایا کہ چونکہ وہ تائب ہو چکے تہے اُنہوں نے کہا کہ میں نے تو توبہ کی۔ آپ متعجب ہوکر بولے کہ میں کیا جاڑے میں ہی؟

لطیفہ - ایک صاحب نے اُنکے ثنا نے کو کہا کہ شراب پینی سخت گناہ ہے۔ آپنے کہا کہ بلا جو پیئے تو کیا ہوتا ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ اول بات یہ ہے کہ دعا نہیں قبول ہوتی۔ مرزا نے کہا کہ آپ جانتے ہیں شراب پیتا کون ہے؟ - اول تو وہ کہ ایک بوتل اولڈ ٹام کی۔ ماسامان سامنے حاضر ہو۔ دوسرے بیفکری تیسرے صحت۔ فرمائیے کہ جسے یہ سب کچھ حاصل ہو اُسے اور چاہئے کیا جسکے لئے دعا کرے۔

مرزا صاحب کو مرنے سے ۲۰ برس پہلے اپنی تاریخ فوت کا ایک مادہ کہا تہا آپ بہت بہایا اور اُسے موزون فرمایا۔

تاریخ فوت

منکہ باغم کجا دوان باشم		چون نظیری نماند و طالب مرد	

در بہیر سد در کدامین سال، رو غالب - بگو کہ غالب مُرد

اس حساب سے ۱۲۷۸ھ ہجری مین مرنا چاہئے تہا - اسی سال شہر مین سخت وبا آئی ہے ہزارون آدمی مرگئے - اُن دنون دلّی کی بربادی کا غم تازہ تہا - چنانچہ میر مہدی صاحب کے جواب مین آپ فرماتے ہین - وبا کو کیا پوچہتے ہو؟ - قدر انداز قضا کے ترکش مین یہی ایک تیر باقی تہا - قتل ایسا عام - لوٹ ایسی سخت - کال ایسا بڑا وبا کیون نہو - لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے - ۲۵

ہو چکین غالب بلائین سب تمام	ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میان! ۱۲۷۸ھ کی بات غلط نہ تہی مگر یہ وبائے عام مین مرنا اپنے لائق نہ سمجہا - واقعی اسمین میری کسر شان تہی - بعد رفع فسادِ ہوا کے سمجہ لیا جائیگا -

غزلین

شمارِ سبحہ مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا	تماشائے بیک کف بردنِ صد دل پسند آیا
بہ فیضِ بیدلی نومیدیٔ جاوید آساں ہے	کشایش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا
ہوائے سبزہ گل آئینۂ بے مہریٔ قاتل	کہ اندازِ بخونِ غلطیدنِ بسمل پسند آیا

دہر مین نقشِ وفا وجہِ تسلّی نہ ہوا	ہر یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا
سبزۂ خط سے ترا کاکلِ سرکش آدبا	یہ زمرّد بہی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا
مینے چاہا تہا کہ اندوہِ وفا سے چہوٹون	وہ ستمگر میرے مرنے پہ بہی راضی نہ ہوا
دل گذرگاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی	گر نفسِ جادۂ سرمنزلِ تقوی نہ ہوا
ہون تیرے وعدہ نکرنے مین بہی راضی کہ کبہی	گوشِ منت کشِ گلبانگِ تسلّی نہ ہوا
کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجے	ہمنے چاہا تہا کہ مر جائین سو وہ بہی نہ ہوا
مر گیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالب	ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا

۲۵ اپنے تئین لسان الغیب آواز دے کر فرمایا -

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب مین
یہ سوئے ظن ہے ساقیٔ کوثر کے باب مین

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہتی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب مین

جان کیون نکلنے لگتی ہے تن سے دم سماع
گردہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب مین

رَو مین ہے رخشِ عمر کہان دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب مین

اُتنا ہی مجکو اپنی حقیقت سے بُعد ہے
جتنا کہ وہم غیر سے ہون پیچ و تاب مین

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہون پھر مشاہدہ ہے کس حساب مین

ہے مستعمل نمودِ صُوَر پر وجودِ بحر
یان کیا دھرا ہے قطرہ و موجِ حباب مین

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی
ہین کتنے بے حجاب کہ ہین یون حجاب مین

آرائشِ جمال سے فارغ نہین ہنوز
پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب مین

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود
ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

غالب ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہون بندگیٔ بوتراب مین

آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہوتے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہوتے تک

دامِ ہر حلقۂ مین ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھین کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہوتے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کرون خونِ جگر ہوتے تک

ہمنے مانا کہ تغافل نکروگے لیکن
خاک ہو جائینگے ہم تمکو خبر ہوتے تک

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

یک نظر بیش نہین فرصتِ ہستی غافل
گرمیِ بزم ہے اک رقصِ شرر ہونے تک

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

یہہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

تری وعدہ پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرِ نیمکش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

یہہ مسائلِ تصوف یہہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
ایک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم اُنکے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اُسکی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زخم گر دب کر آواز دم
کام گر رک گیا روا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے
لیکے دل دلستان روانہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں
میری آواز گر نہیں آتی

داغِ دل گر نظر نہیں آتا
بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی؟

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمکو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تمکو مگر نہیں آتی۔

حسن سے گرچہ ہنگامِ کمال اچھا ہے
اُس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہے

بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے

بے طلب دیں تو مزا اُس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جسکو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

اور دیکھے ہے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

دیکھئے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض
ایک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے

قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ جسکا کہ مآل اچھا ہے

خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز
شاہ کے باغ میں یہہ تازہ نہال اچھا ہے

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دلکے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

منظور تھی یہہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی

اک خون چکان کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسیکو پلا سکو
کیا بات ہے تمہارے شراب طہور کی

لڑتا ہے مجھسے حشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا
گویا ابھی سنی نہیں آواز صور کی

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو دان نہیں پہ دانکی نکالی ہوئی تو ہیں
کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اسقدر
کی جس سے بات اسنے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

نوید امن ہے بیداد دوست جان کے لئے
رہی نہ طرز ستم کوئی آسمان کے لئے

بلا سے گر مژہ یار تشنہ خوں ہے
رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خونفشاں کے لئے

وہ نہ وہ ہم ہیں کہ ہیں روشناس خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کے لئے

رہا بلا میں بھی میں مبتلائے آفت رشک
بلائے جان ہے ادا تیری اک جہان کے لئے

فلک نہ دور رکھ اوز آواز دم میں ہی نہیں
دراز دستی قاتل کے امتحان کے لئے

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لئے

گرا سمجھکے وہ چپ تھا میری جو شامت آئی
اوٹھا اور اوٹھکے قدم مینے پاسباں کے لئے

بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیئے وسعت میرے بیاں کے لئے

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

زبان پہ بار خدایا یہ کسکا نام آیا
کہ میری نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

نصیر دولت و دین اور معین ملت و ملک
بنا ہے چرخ برین جسکے آستاں کے لئے

زمانہ عہد میں اُسکے ہے محو آرایش
بنینگے اور ستارے آب آسماں کے لئے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مرزا سلامت علی دبیر

خاندانی شاعر تھے[1] - لڑکپن میں مرثیہ پڑھتے تھے - اس شوق نے میر کی سیڑھی سے مرثیہ گوئی کے عرش الکمال پر پہنچا دیا - میر مظفر حسین ضمیر کے شاگرد ہوئے اور جو کچھ اُستاد سے پایا اُسے بہت بلند اور روشن کر کے دکھایا - تمام عمر میں کسی اتفاقی سبب سے کوئی غزل یا شعر کہا ہو ورنہ مرثیہ گوئی کے فن کو لیا اور اس درجہ تک پہنچا دیا جس سے آگے ترقی کا رستہ بند ہو گیا - ابتدا سے اس شغل کو زاد آخرت کا سامان سمجھا اور نیک نیتی سے اُسکا ثمرہ لیا - طبیعت بھی ایسی گداز پائی تھی جو کہ اس فن کے لئے نہایت موزوں

[1] تذکرہ سراپا سخن میں لکھا ہے کہ انکے والد مرزا آغا جان کاغذ فروش تھے - پھر ایک جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں دبیر ولد مرزا غلام حسین - متعلقان مرزا آغا جان کاغذ فروش سے ہیں - موصوف کو شوق ہے کہ مرثیہ کے باب میں کچھ نہ کچھ نکتہ طنز کا نکال لیتے ہیں اسلئے خاندان یقین ہے نہ شک

اور مناسب تھی۔ انکی سلامت روی۔ پرہیزگاری۔ مسافر نوازی۔ اور سخاوت نے صفتِ کمال کو زیادہ تر رونق دی تھی۔

شاگردانِ الٰہی کی طبیعت بھی جذبۂ الٰہی کا جوش رکھتی ہے۔ بچپن سے دل چونچال تھا۔ ابتدائے مشق میں کسی لفظ پر اُستاد کی اصلاح پسند نہ آئی۔ شیخ ناسخ زندہ تھے مگر بوڑھے ہو گئے تھے۔ انکے پاس چلے گئے۔ وہ اُسوقت گھر کے صحن میں مونڈھے بچھائے جلسہ جمائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضرت! اس شعر میں میں نے تو یہہ کہا ہے۔ اور اُستاد نے یہہ اصلاح دی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اُستاد نے ٹھیک اصلاح دی ہے۔ انہوں نے پھر کہا کہ حضرت کتابوں میں تو اسطرح آیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں۔ جو تمہارے اُستاد نے بتایا ہے وہی درست ہے۔ انہوں نے پھر عرض کی حضرت آپ کتاب کو ملاحظہ تو فرمائیں۔ شیخ صاحب نے جھنجلا کر کہا۔ ارے تو کتاب کو کیا جانے! ہمارے سامنے کتاب کا نام لیتا ہے! ہم کتابیں دیکھتے دیکھتے خود کتاب بن گئے ہیں۔ ایسے غصہ ہوئے کہ لکڑی سامنے رکھی تھی وہ لیکر اُٹھے۔ یہہ بھاگے۔ اُنہیں بھی ایسا جوش تھا کہ دروازہ تک انکا تعاقب کیا۔

لکھنؤ کے لڑانے اور چمکانے والے غضب تھے آخر مرزا کا عالم شباب تھا اور کمال بھی عین شباب تھا کہ جوانی کا بڑھاپے سے معرکہ ہوا۔ نواب شرف الدولہ میر ضمیر کے بڑے قدردان تھے۔ اُنسے ہزاروں روپے کی سلوک کرتے تھے۔ ابتدا میں انکے سبب سے۔ اور پھر مرزا کے جواہر کمال کے باعث سے انکی بھی قدردانی کرتے تھے۔ انکی مجلس میں اوّل مرزا۔ بعد انکے میر ضمیر پڑھا کرتے تھے۔

ایک موقع پر مرزا نے ایک مرثیہ لکھا جسکا مطلع ہے۔ ع دستِ خدا کا قوتِ بازو حسین ہے۔ میر ضمیر کے سامنے جب اصلاح کے لئے پیش کیا تو اُنہیں اسکے نئے خیالات۔ اور طرزِ بیان۔

اور ترتیب مضامین پسند آئی۔ اُسے توجہ سے بنایا۔ اور اُسی اثنا میں نواب کے یہاں ایک مجلس ہونے والی تھی۔ رشید شاگرد سے کہا کہ تمہی اس مرثیہ کو ہم اُس مجلس میں پڑھینگے یہ تسلیم کرکے تسلیم بجا لائے اور مرثیہ اُنہی کو دیدیا۔

گھر میں آئے تو بعض احباب سے حال بیان کیا۔ مسودہ پاس تھا وہ بھی سُنایا۔ کچھ تو ایدنگا چمکانا۔ کچھ اس سبب سے کہ ذوق و شوق کے پھول ہمیشہ شبنم تعریف کے پیاسے ہیں۔ اور نواب کو خبر پہنچ گئی تھی۔ اُدھر کے اشاروں میں انعام کی ہوا آئی۔ غرض انجام یہ ہوا کہ اُستاد مرثیہ صاف کرکے لیگئے کہ وہی پڑھینگے۔

بموجب معمول کے اوّل مرزا صاحب ممبر پر گئے۔ اور وہی مرثیہ پڑھا۔ بڑی تعریفیں ہوئیں اور مرثیہ خوب سرسبز ہوا۔ اُستاد کہ ہمیشہ شاگرد کے پڑھنے پر باغ باغ ہوا کرتے تھے اور تعریفیں کرکے دل بڑھاتے تھے اب خاموش بیٹھے ہیں۔ کچھ غصہ کچھ بیوفائی زمانہ کا۔ کچھ اپنی محنتوں کا افسوس۔ اور فکر یہ کہ اب میں پڑھونگا تو کیا پڑھونگا۔ اور اتنی بڑھکر کیا پڑھونگا جسمیں اُستادی کا رتبہ بڑھے نہیں تو اپنے درجہ سے گر ہی تو نہیں۔ غرض اُنکے بعد یہ پڑھے اور کمال کی دستار صحیح سلامت لیکر ممبر سے اُترے۔ لیکن اُستاد کا دل بھر گیا۔ یار لوگوں نے شاگرد کو نقطہ مقابل کرکے بجائے خود اُستاد بنا دیا۔ اور وہی صورت ہوگئی کہ ایک مجلس میں دونوں کا اجتماع موقوف ہوگیا۔ زمانہ نے اپنے قاعدے پر جب چند روز مقابلہ سے شاگرد کا دل بڑھایا اور آخر پڑھنے کی سفارش سے اُستاد کو آرام کی اجازت دی۔ وہ اپنے حریف میر نیلیق کے سامنے گوشۂ عزلت کا مقابلہ کرنے لگے۔ اور یہاں انیس اور مرزا دبیر معرکے گرم ہوگئے۔

دونوں کمال نے سخن شناسوں کے ہجوم کو دو حصوں میں بانٹ لیا۔ آدھے انیس کے آدھے دبیر کے۔ اُنکے کلام میں محاکمہ کرنے کا لطف جب ہی کہ اُستاد کے

مرثیے بجائے خود پڑھو - اور پھر مجلسونمین سنکر دیکھو کہ ہر ایک کا کلام اہل مجلس پر کسقدر
کامیاب یا ناکام رہا - بے اسکے مزا نہین - مین اس نکتہ پر میر انیس کے حال مین کا ذکر
کرونگا مگر اتنا یہان بھی کہتا ہون کہ میر انیس صاحب صفائی کلام - لطف زبان
چاشنی محاورہ - خوبی بندش - حسن اسلوب - مناسبت مقام - طرز ادا - اور سلسلہ کی
ترتیب مین جواب نہین رکھتے - اور یہی رعایتین انکی کم گوئی کا سبب تھین - مرزا دبیر
صاحب - شوکت الفاظ - مضامین کی آمد - انمین جا بجا غم انگیز اشارے - درد خیز
کنایے - المناک اور دلگداز انداز جو مرثیہ کی غرض اصلی ہے - ان وصفونمین بادشاہ
تھے - یہ اعتراض حریفونکا درست ہے کہ بعض ضعیف روایتین اور دلخراش مضامین
ایسے نظم ہوگئے ہین جو مناسب نہ تھے - لیکن انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے
کہ جب ایک مقصود کو مد نظر رکھکر اسپر متوجہ ہوتا ہے تو اور پہلوؤنکا خیال بہت کم
رہتا ہے - انہین ایسی مجلسونمین پڑھنا ہوتا تھا جہان ہزارہا آدمی دوست و دشمن
جمع ہوتا تھا - تعریف کی بنیاد گریہ و بکا اور لطف سخن اور ایجاد مضامین پر ہوتی تھی -
کمال یہہ تھا کہ سبکو رلانا اور سبکے منہ سے تحسین کا نکالنا - اس شوق کے جذبہ اور فکر ایجاد
کی محویت مین جو کچھہ قلم سے نکل جائے تعجب نہین - نکتہ چینی ایک چھوٹی سی بات ہے - جہان
چاہا دو حرف لکھدیئے - جب انسان تمام عمر اسمین کہپا رہے - تب معلوم ہوتا ہے کہ کتنا کہا
اور کیسا کہا - ایجاد و اختراع کے لفظ پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ اصول فن سے متعلق ہے
اہل ذوق کے ملاحظہ کے لئے لکھتا ہون -

آتشی لطیفہ - مرزا دبیر کی جوانی تھی اور شاعری بھی سین جوانی پر تھی کہ ایک
دھوم دھام کا مرثیہ لکھا - اسکا نمودار تہیہ سے چہرہ باندھا - رزمیہ و بزمیہ مضامین
پر خوب زور طبع دکھایا - ایجاد یہہ کیا کہ لشکر شام سے ایک بہادر پہلوان تیار

کرکے میدان مین لائے - اسکی ہیبت ناک صورت پر مہورت - آمد کی آن بان - اسکے اسکے
انکے خلاف قیاس مقادیر وزن سے طوفان باندھے - پہلے اس سے کہ یہ مرثیہ پڑھا جائے
شہر [illegible] گیا ہے ایک مجلس قرار پائی اسمین علاوہ معمولی سامعین کے سخن فہم اور
اہل کمال اشخاص کو خاص طور پر بھی اطلاع دی گئی - روز معہود پر ہجوم خاص و عام ہوا
[illegible] اسلئے ہوئی تھین کہ خواجہ آتش باوجود پیری و آزادی کے
تشریف لائے - مرثیہ شروع ہوا سب لوگ بموجب عادت کی تعریفوں کے غل مچاتے رہے -
گرچہ [illegible] - خواجہ صاحب خاموش سر جھکائے - دو زانو بیٹھے جھومتے رہے
مرزا صاحب مرثیہ پڑھکر ممبر سے اترے - جب دلوں کی جوش دیکھے ہوئے تو خواجہ صاحب
کے پاس جا بیٹھے اور کہا کہ حضرت! جو کچھ مینے عرض کیا آپنے سنا - فرمایا - ہان
بھئی سنا - انہین اتنی بات پر قناعت کب تھی ؟ - پھر کہا - آپکو سامنے پڑھنا
گستاخی تھی لیکن آپنے ملاحظہ فرمایا ؟ - انہون نے فرمایا - بھئی سنا تو سہی مگر مین
سوچتا یہ ہون کہ یہ مرثیہ تھا - یا لندھور بن سعدان کی داستان تھی
(واہ رے استاد کامل اتنے سے فقرہ مین عمر بھر کے لئے اصلاح دے گیا)
مرزا صاحب نے ۲۹ - محرم ۱۲۹۲ھ کو ۷۲ برس کی عمر مین انتقال کیا - اس مدت مین کم
سے کم ۳ ہزار مرثیہ لکھا ہوگا - سلامون اور نوحون اور رباعیون کا کچھ شمار نہین
ایک مرثیہ بے نقط لکھا جسکا مطلع ہے ع ہم طالع ہما سیرا و ہم رسا ہوا -
اسمین اپنا تخلص بجائے دبیر کے عطارد لکھا ہے - اور کچھ شک نہین کہ انکے ساتھ
ہندستان مین مرثیہ گوئی کا خاتمہ ہو گیا - نہ اب ویسا زمانہ آئے گا نہ ویسے صاحب کمال پیدا ہون

---

[1] ملک لندھور کی خلاف عقل لڑائیون اور فوق العادت کارنامون کا ذکر دریان امیر حمزہ کی قصہ کی
شان و شکوہ اسطرح بڑھاتے ہین کہ رستم و اسفندیار شاہنامہ [illegible] ان مین منہ چھپا لیتے ہین

میر ببر علی انیس

لکھنؤ مین تعلیم و تربیت پائی اور ضروریاتِ فن سے آگاہی حاصل کی۔ خاندانی کمال
ین باپ کے شاگرد تھے اور جسطرح عمر مین دونو بھائیون سے بڑے تھے اسیطرح کمال مین
بھی فایق تھے۔ ابتدا مین انھین بھی غزل کا شوق تھا۔ ایک موقع پر کہین مشاعرہ
مین گئے اور غزل پڑھی۔ وہان بڑی تعریف ہوئی۔ شفیق! آپ خبر سنکر دلمین تو
اغ باغ ہوا مگر جب بہار فرزند سے پوچھا کہ کل رات کو کہان گئے تھے؟ انھون نے
حال بیان کیا۔ غزل سنی اور فرمایا۔ کہ بھائی! اب اس غزل کو سلام کرو اور اُس
شغل مین زورِ طبع کو صرف کرو۔ جو دین و دنیا کا سرمایہ ہے۔ سعادتمند بیٹے نے اُسی دن
ادھر سے قطعِ نظر کی۔ غزل مذکور کی طرح مین سلام لکھا۔ دنیا چھوڑ کر دین کے دائرہ
مین آگئے اور تمام عمر اسی مین صرف کر دی۔ نیک نیتی کی برکت نے اسیمین دین بھی
دیا اور دنیا بھی۔ اُسوقت تک یہہ اور اُنکے ہمعصر اپنے استادون کی اطاعت کو طاعت
سمجھتے تھے۔ سلام مرثیے۔ نوحے۔ رباعیان کہتے تھے اور مرثیہ کی مقدار ۳۵ ۴۰ سے
۵ بند تک تھی۔

انہ کی خاصیت طبعی ہے کہ جب نباتات پرانے ہو جاتے ہین تو انھین نکالکر پھینک دیتا ہے۔
ر نئے پودے لگاتا ہے۔ میر ضمیر اور میر خلیق کو بڑھاپے کے پلنگ پر بٹھایا۔ میر انیس کو
پ کی جگہ ممبر پر ترقی دی۔ اُدھر سے مرزا دبیر انکے مقابلہ کے لئے نکلے۔ یہہ
ندانی شاعر نہ تھے مگر میر ضمیر کے شاگرد رشید تھے۔ جب دونو نوجوان میدان مجالس
جولانیان کرنے لگے تو فنِ مذکور کی ترقی کے بادل گرجنے اور برسنے اُٹھے۔ اور نئے اختراع
ایجادون کے [illegible] بڑی بات یہہ تھی کہ بادشاہ سے لیکر اُمرا اور غربا تک

حیدر علی [illegible] سلام۔ انہی کے محلہ مین رہتے تھے اور پڑھا کرتے تھے۔ میر انیس مرحوم

سہبار کہتے تھے - نوجوانون کے کمال کو جو خوش اعتقاد قدردان ملے وہ بزرگون
سے شمار مین زیادہ اور وزن مین بہت بھاری تھے - کلام نے وہ قدر پیدا کی کہ اشعار
بہشت ہی مین ہوتے ہون - قدردانی بھی فقط زبانی تعریف اور تعظیم و تکریم مین ختم نہ ہوجاتی
تھی - بلکہ نقد و جنس کے گران بہا انعام تحایف اور نذرانون کی شکل مین پیش ہوتے تھے - ان ترغیبون کی
فکرون کی پرواز اور ذہنون کی رسائی امید سے زیادہ بڑھ گئی - دونون باکمالون نے ثابت کر دیا
کہ حقیقی اور تحقیقی شاعر ہم ہین - اور ہم ہین کہ ہر رنگ کے مضمون - ہر قسم کے خیال
ہر ایک حال کا آپ الفاظ کے جوڑ بند سے ایسا طلسم باندھ دیتے ہین کہ چاہین رلا دین
چاہین ہنسا دین - چاہین تو حیرت کی صورت بنا کر بٹھا دین -

یہ دعوے بالکل درست تھے کیونکہ شاہد اُنکی تصدیق کو ہر وقت حاضر رہتا تھا دلیل
کی حاجت نہ تھی - سکندر نامہ جسکی تعریف مین لوگون کے لب خشک ہین اُسمین چند میدان
جنگ ہین - رزم زنگبار - جنگ دارا - جنگ روس - جنگ نورو - جنگ فغفور - ایسی
بزم کی چند تمہیدین اور جشن ہین - شاہنامہ کہ ۶۰ ہزار شعر فردوسی کی عمر بھر کی کمائی
ہین - انہون نے ایجاد مضامین کے دریا بہا دئے - ایک مقرری مضمون کو سینکڑون
نہین - ہزارون رنگ سے ادا کیا - ہر مرثیہ کا چہرہ نیا - آمد نئی - رزم جدا - بزم
اور ہر سید انمین مضمون اُچھوتا - تلوار نئی - نیزہ نیا - گھوڑا نیا - انداز نیا - مقابلہ
اور اسپر کیا منحصر ہے - صبح کا عالم دیکھو تو سبحان اللہ - رات کی رخصت سے پہلے
کا پھٹنا - نور کا ظہور - آفتاب کا طلوع - مرغزار کی بہار - شام ہے تو شام غریباں کی
اُداسی - کبھی رات کا سناٹا - کبھی تاروں کی چھاؤں کو چاندنی اور اندھیرے
رنگ سے دکھایا ہے - غرض جس حالت کو لیا ہے اسکا سماں باندھ دیا ہے - آمد مضامین کی
نہ رہی - جن مرثیون کے بند ۴۰ ۵۰ سے زیادہ ہین ۱۵۰ سے گذر کر

بھی نکل گئے۔ مرزا دبیر مرحوم نے کم سے کم ۱۰ ہزار مرثیہ ضرور کہا ہوگا اور سلاموں کا تو
کیا شمار ہے۔ رباعیاں تو باتیں تھیں۔

دونوں استاد دونوں ساتھ طرفدار دونوں دو جتھے ہو گئے۔ ایک انیسئے۔ کہلاتے تھے ایک
دبیریئے۔ اگرچہ انکے فضول فخریوں اور اعتراضوں نے بے جا تکرار میں اور جھگڑے
پیدا کئے مگر بہ نسبت نقصان کے فائدہ زیادہ ہوا کیونکہ بے حد تعریفوں نے دونوں
استادوں کے فکروں کو شوقِ ایجاد اور مشقِ پرواز میں عرش سے بھی اونچا اچھالدیا
دونوں امتیں جو اپنے دعووں پر دلیلیں پیش کرتی تھیں۔ کوئی وزن میں زیادہ
ہوتی تھی۔ کوئی مساحت میں اسلئے یکطرفی فیصلہ نہوتا تھا۔

انیسی امت اپنے سخن آفرین کی صفائی کلام۔ حسنِ بیان اور لطف محاورہ پیش
کرکے نظیر کی طلبگار ہوتی تھی۔

دبیری امت۔ شوکتِ الفاظ۔ بلند پروازی اور تازگیِ مضامین کو مقابلہ میں حاضر
کرتی تھی۔

انیسی امت کہتی تھی کہ جسے تم فخر کا سرمایہ سمجھتے ہو یہ باتیں دربار فصاحت میں نامقبول
ہوکر خارج ہو چکی ہیں کہ فقط کوہ کندن اور کاہ برآوردن ہے۔

دبیری امت کہتی تھی کہ تم اسے دشواری کہتے ہو۔ یہ علم کے جوہر ہیں۔ اسے بلاغت
کہتے ہیں تمہارے سخن آفرین کے بازوئے تمین علم کی طاقت ہو تو پہاڑوں کو چیر کے اندر
کو باہر نکالے۔ انیس کے کلام میں ہے کیا؟ فقط زبانی باتوں کا جمع خرچ ہے۔

انیسی امت اس جواب پر چمک اٹھتی تھی اور کہتی تھی کونسا خیال تمہارے سخن آفرین
نے جو ہمارے معنی آفرین کے ہاں نہیں ہے؟ تم نہیں جانتے۔ جسے باتوں کا جمع خرچ
کہتے ہو یہ صفائی چستی اور روانی قدرت بیان کی خوبی ہے۔ اسے سہلِ ممتنع کہتے ہیں۔

یہہ جوہر خداداد ہے - کتابین پڑہنے اور کاغذ سیاہ کرنے سے نہین آتا -
دبیر نے اس تقریر کو سنکر کسی مرثیے کی تمہید - یا میدان کی آمد - یا رجز خوانی کے بند
پڑہنے شروع کر دیتے - جنمین اکثر آیتون یا حدیثون کے فقرے متضمن ہوتے تھے -
انیسؔ کہتے تھے - اسکے کسی فقرے کو انکار ہے - مگر اتنا ہی پڑہیگا - آگے نہ پڑہیگا
دوسرے مطلب کیطرف انتقال کیجیگا تو سلسلہ مین ربط بھی نصیب نہوگا - حضرت لفظ
لفاظی کی دہوم دہام سے کچھ نہین ہوتا - ادائے مطلب اصل شے ہے - اسپر گفتگو کیجیگا
تو پوری بات بھی نہو سکیگی - یہہ قادر الکلام بالکہالونکا کام ہے - جنکو اس فن کے
اصول بزرگون سے سینہ بہ سینہ پہنچے ہین وہی اس کام کو جانتے ہین -
دبیر نے اسکے جواب مین اپنے سخن آفرین کی آمد طبیعت - مضامین کا وفور - لفظونکی
بہتات دکہاتے تھے - اور جا و بے جا کہتے جاتے تھے کہ دیکھئے کیا محاورہ ہے - دیکھئے
صاف بول چال ہے - ساتھہ اسکے یہہ بھی کہتے تھے کہ کسکا منہ ہے جو رات کو بیٹھے اور سو
بند کہکر اٹھے - برس دن تک خامہ فرسائی کی اور محرم پر ۱۰ ۱۵ مرثیے لکھکر تیار
کئے تو کیا کیا - وہ بھی دوا دربہائیونکے مشورے ملاکر اور سیاحتونکے پسینے بہاکر -
انیسؔ کہتے تھے - درست ہے جو رات بہر مین سو بند کہتے ہین وہ بے ربط اور بے اصول
ہی ہوتے ہین - اور جب ادائے مطلب پر آتے ہین تو اتنے بھی نہین رہتے - ساتھہ اسکے
بعض مصرع بھی پڑہ دیتے تھے - جنپر بے محاورہ ہونیکا اعتراض ہوتا تھا - یا نشستین
ناقص ہوتی تھین - یا استعارے بے ڈہنگے ہوتے تھے -
اعتراضونکی رد و بدل یہان تک ہوتی تھی کہ دبیر نے کہتے تھے کہ جو قبولیت خدا نے ہمارے
سخن آفرین کو عطا کی ہے کب کسیکو نصیب ہوتی ہے - جس مجلس مین انکا کلام پڑہا گیا گرم
ہوگیا - کیسے غم انگیز اور درد خیز مضامین ہین - انکے لفظ [illegible] آنکھون مین [illegible] ہوئے ہین

انیسؔ کہتے تھے کہ کیا پڑھینگے۔ انکی آواز تو دیکھئے۔ اور انہیں مرثیہ پڑھنا تو آتا ہی نہیں
غرض جھگڑالو دعویدار دونوں کو کوئی تقریر خاموش نکر سکتی تھی۔ البتہ مجبوری۔ کہ دونو
کے گلے تھکا کر آوازیں بند کر دیتی تھی۔ اور منصفی بیچمین آکر کہتی تھی۔ دونو اچھے۔ دونو
اچھے۔ کبھی کہتی وہ آفتاب ہین یہہ ماہ۔ کبھی یہہ آفتاب وہ ماہ۔

لکھنؤ کے بے فکری لڑانے مین کمال رکھتے تھے اور تماشے کے عاشق۔ دبیرؔ تو غیر تھے
بھائی کو بھائی سے لڑا دیا۔ مدت تک بگڑی رہی۔ میر انیسؔ کے پاس آتے تو کہتے حضور
جب تک اصلاحی مرثیے ہین۔ پڑھے جائین۔ جسدن آپکا بن دیکھا مرثیہ پڑھا۔
قلعی کھل جائیگی۔ دوسرے بھائی سے کہتے۔ حضور عمر کی بزرگی اور شے ہے۔ لطف زبان اور
شے ہے۔ یہہ نعمت آپکا حصہ ہے۔

الغرض یہہ پاک روحین جنکی بدولت ہماری نظم کو قوۃ اور زبان کو وسعت حاصل
ہوئی صلہ انکا سخن آفرین حقیقی عطا کرے۔ ہمارے شکریہ کی کیا بساط ہے لیکن یہہ
بات جتانے کے قابل ہے کہ اقلیم سخن مین جو دائرہ انکے زیر قلم تھا۔ انکے جوش طبع مین
اُسکا بہت سا حصہ سخن آرائی اور رزم و بزم نے دبا لیا۔ مرثیت کا میدان بہت
تنگ رہگیا۔ اور افسوس کہ اصل مدعا انکا وہی تھا جسے آپ کہو بیٹھے۔

جب تک لکھنؤ آباد رہا۔ جب کسی اور شہر مین جانے کا ذکر ہوتا تو دونو صاحب یہی فرماتے
تھے کہ اس کلام کو اسی شہر کے لوگ سمجھ سکتے ہین۔ اور کوئی اسکی قدر کیا جانے گا۔
اور ہماری زبان کے لطف کو کیا سمجھے گا۔ لیکن تباہیٔ لکھنؤ کے بعد اول ۵۸ء مین
مرزا دبیر صاحب مرشد آباد بلائے گئے۔ وہ گئے اور ہمیشہ الہ آباد اور بنارس مین
جاتے رہے۔ میر انیسؔ مرحوم اول ۵۹ء اور پھر ۶۰ء مین نواب قاسم علیخان کی طلب
اور اصرار سے عظیم آباد جرات اور رہا۔ پھر ۶۱ء مین جبکہ ارسطو جاہ غفران پناہ

کے خلف الرشید مولوی سید شریف حسین صاحب حیدرآباد میں آئے تو انکو
سے نواب تہور جنگ بہادر نے میر انیس کو طلب فرمایا۔ اب بھی انکی پابندی وضع انہیں
نکلنے نہ دیتی تھی مگر مولوی صاحب موصوف کے کہنے کو بھی ٹال نہ سکتے تھے۔ اسلئے مجبور گئے
اہل حیدرآباد نے انکے کمال کی ا ی قدر کی جیسی کہ چاہیے۔ مجلسوں میں لوگ اس کثرت
سے آتے تھے کہ عالیشان مکان ی وسعت بھی جگہہ نہ دے سکتی تھی۔ دروازہ پر
پہرے کھڑے کر دیتے تھے کہ مستند اور سخن فہم لوگوں کے سوا کسیکو آنے نہ دو۔ اور کسی
ساتھہ دو سو سے زیادہ آدمی نہ آنے پائیں۔ اسپر بھی لوگ اس کثرت سے
تھے کہ کھڑے رہنے کو غنیمت سمجھتے تھے اور اسمیں خوش تھے کہ ہمنے سنا تو سہی۔
میر انیس صاحب جب وہاں سے پھرے تو حسب وعدہ الہ آباد میں اترنا پڑا۔
ایک مجلس بڑی شان و شوکت کے ساتھہ منعقد ہوئی۔ میرے شفیق قدیم مولوی
ذکا اللہ صاحب کہ میور کالج میں پروفیسر ہیں نکتہ فہم و سخن شناس اثنے
کون ہوگا۔ اس مجلس کا حال خود مجھسے بیان کرتے تھے کہ خاص و عام ہزارو
آدمی جمع تھے۔ کمال اور کلام کی کیا کیفیت بیان کروں۔ محویت کا عالم!
وہ شخص ممبر پر بیٹھا پڑھ رہا تھا اور یہہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ جادو کر رہا ہے۔ مقطع
کی ٹیپ پڑھتے تھے اور مزے لیتے تھے۔

عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں	پانچویں پشت ہے شبیر کی مداحی میں

انکی بلکہ انکے گھرانے کی زبان اردوے معلے کے لحاظ سے تمام لکھنؤ میں سند تھی
اور انہیں بھی اس بات کا خیال تھا لیکن طبیعت میں نہایت انکسار تھا حسن اخلاق
گفتگو میں انکی تقریر کو اتنا بیجا ہوتے لے چلتا تھا کہ باتیں خط اعتدال سے بھی
ہی بیجا رہتی تھیں۔ اسپر ایک ایک لفظ کا نشے کے تو

عاشا پر خاقانی نے کہہ اُٹھتے تھے یہہ میرے گھر کی زبان ہے - حضرات لکھنؤ اس
ہین فرماتے - اس سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ اب تک اپنے تئین لکھنؤ کا باشندہ
نا چاہتے تھے -

لوی شریف حسین خانصاحب کہتے کہ حیدرآباد مین ایک دن چند معزز اشخاص
ہے تھے - ایک صاحب اپنے شاعر کی تعریف کرنے لگے - فرمایا - بھئی شاعر کون
بڑے کا کہنے والا ہون - وہ بھی نہین معلوم کہ جس طرح چاہیے ہوتا ہے یا نہین
شعر مین خود بھی انسے ملا - اور لوگونسے بھی سُنا - کم سخن تھے - اور بولتے تو وہ
فرہ کہ موتی کی طرح ٹانکنے کے قابل - ارسطوجاہ مولوی رجب علیخان بہادر حسب الطلب
صاحب چیف کمشنر بہادر لکھنؤ مین تھے ایک دن بعض عمائد شہر موجود - میر انیس
حب بھی تشریف رکھتے تھے - کہین سے آم آئے - چونکہ عمدہ تھے - مولوی صاحب
مدوح نے طاسون مین پانی بھروا کر رکھوا دئے اور سب صاحبون کو متوجہ
یا - ایک حکیم صاحب اسی جلسہ مین حرارت کی شکایت کر رہے تھے - مگر شریک
شنی ہوئے - کسی بزرگ نے کہا - حکیم صاحب ! آپ تو ابھی حلالت کی شکایت
تے تھے - حکیم جی تو بغلین جھانکنے لگے میر انیس نے فرمایا - فعل الحکیم
یخلو عن الحکمۃ -

طرح انکا کلام لاجواب دیکھتے ہو اسیطرح انکا پڑھنا بھی بے مثال ہی تھا انکی
از - انکا قد و قامت - انکی صورت کا انداز غرض ہر شے اس کام کے لئے ٹھیک
موزون واقع ہوئی تھی - انکا اور انکے بھائیونکا بھی قاعدہ تھا کہ ایک بڑا
نیہ سامنے رکھکر خلوۃ مین بیٹھتے تھے اور مرثیہ پڑھنے کی مشق کرتے تھے -
نع حرکات سکنات چہرے اور بات بات کو دیکھتے تھے اور آپ اسکی موزونی و
ہو کر آواز

ناموزونی کو اصلاح دیتے تھے۔ ذوق

بنا کے آئینہ دیکھو ہے پہلے آئینہ گر	ہنر ور اپنے ہی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں

یہ بات درست ہے کہ مرزا دبیر کے پڑھنے میں وہ خوش ادائی نہ تھی لیکن حسن قبول اور فیض تاثیر خدا نے دیا تھا۔ اُنکا مرثیہ کوئی اور بھی پڑھتا تھا اکثر لوگوں کے رلانے میں کامیاب ہوتا تھا کہ یہی اس کام کی علت غائی ہے

Ref Library

خاتمۂ کتاب

پانچواں گلدستہ بھی پہونچ چکا۔ مگر سب سوگوار بیٹھے ہیں کہ دور نہیں پہونچا ہندستان کی ہمدم یعنی عاشقانہ شاعری ہو چکی۔ اور اُسکی ترقی کا چشمہ بند ہوا۔ اہل مشاعرہ تو خوانی کر رہے ہیں کہ اے صدر نشینو تم چلے اور حسن و عشق کے چرچے اپنے ساتھ لے چلے متاع عشق کے بازار تھے تو تمہارے دم سے تھے۔ نگار حسن کے پیشکار تھے تو تمہارے قلم سے تمہی قیس و کوہکن کے نام لینے والے تھے۔ اور تمہی لیلی و مجنوں کے جوبن کو جلوہ دیتے تھے لیکن اجسام فانی کے پرستش کرنیوالے ہیں جو کہتے ہیں کہ تم گئے اور مشاعرہ ہو چکا نہیں نہیں تمہاری تصنیفیں تالیفیں حکایتیں اور روایتیں جبتک موجود ہیں۔ تم آپ موجود ہو۔ تمہارے فخر کی دستاریں ایسے تحسین و آفرین کے پھولوں سے نا ہیں جو ہمیشہ لہلہاتے رہینگے۔ اور گلے میں اُن سدا بہار پھولوں کے ہار ہیں جو کبھی خزاں کا ہاتھ نہ پہنچے گا۔

حیات دوام کا خدائی چشمہ جاری ہے جسکے کنارے پر عہد بعہد پانچوں جلسے جمع ہوئے آب حیات کا دور چل رہا ہے۔ چشمہ کا پانی زمانہ کے گذرنے کی تصویر کھینچتا ہے موجیں ظاہری زندگی کو الوداع کہتی چلی جاتی ہیں۔ تمہارے جلسے اضافہ عہد کی طاقت

ہمہ سلطنت سے تعلق ہوتا ہے۔ یورپ کی ملکون مین قدیم سے دستور ہے کہ سلطنت کی
اندرونی اور بیرونی زور قوم کی ذاتی اور علمی لیاقتون پر منحصر ہوتے تھے۔
اور سلطنت کی کل انتظام اور اُسکے سب قسم کی کاروبار۔ اُنھی کے شمول اور اُنھی کی
ذریعہ تدبیرون سے قرار پاتے تھے۔ یہہ بھی ظاہر ہے کہ اونکی تجویزون کی بنیاد۔
علمی۔ اور عقلی اور تاریخی تجربہ کے زورون پر قایم ہوتی تھی۔ پھر لیاقت مذکورہ
سینکڑون ہی مین منحصر نہین بلکہ ہزارون مین پھیلی ہوئی تھی۔ اسمین جہان
مہمات سلطنت ہین۔ وہان ایک یہہ بھی تھا کہ ہر امر تنقیح طلب جلسۂ عام کے اتفاق
سے تحریرون اور تقریرون مین فیصل ہوتا تھا۔ موقع پر جب ایک شخص جلسۂ عام
استادہ ہو کر کوئی مطلب ادا کرتا تھا تو ادہر کی دنیا اودہر ہو جاتی تھی۔
جب طرف ثانی اسکے مقابل مین جواب ترکی بہ ترکی دیتا تھا تو مشرق کی آفتاب
سے طلوع کر دیتا تھا۔ اور اب تک بھی فقط تقریرون اور تحریرون کی زور
ہزارون لاکھون آدمیون کو متفق کر کے ایک رائے سے دوسری رائے پر پھیر
ین۔ خیال کرنا چاہیے کہ اسکے بیان مین کیسی طاقت اور زبان مین کیا کیا زور
برخلاف ہندستان کے کہ یہان کی زبان مین اگر ہوئی تو ایک بادشاہ کی خوش
مین چند شعرا کے دیوان ہوئے۔ جو فقط تفریح طبع اور دل لگی کا سامان
کجا زمین کجا آسمان۔ نہ وہ جوہر پیدا ہوا نہ کسی نے اوسکے پیدا کرنیکا ارادہ کیا۔
اسکو اردو کی خوش اقبالی۔ اور خوش رواجی قابل رشک ہے۔ کیونکہ اسکی
برج بھاشا۔ جو اپنی بہار جوانی مین بھی فقط ایک ضلع مین اینی دین کی زبان تھی۔ خود
دلی سے نکلی۔ جسکا چراغ دلی کی بادشاہت کے ساتھ گل ہونا چاہیے تھا۔ پھر بھی اگر بیچ
مین کھڑے ہو کر آواز دین کہ۔ اسلک کی زبان کیا ہے۔ تو جواب یہی سنین گے کہ اُردو

ہین - اور خون کے دریا ملکون سے ملکون مین بہا دیتے ہین - مگر اپنے موقع پر وہ نا
جس سے ایک بہادر کی بہادری دیکھکر دلون مین قوم کی ہمدردی اور رفیق پر جان
نثار کرنے کا ولولہ پیدا ہو - وہ نہین -

دوسرے گروہ مین اگر علم کی تعریف پر اُترتے ہین تو اُسکی برکت سے پیر پیغمبر - ملائکہ
فرشتہ - بنا دیتے ہین - کاش اسکے عوض مین چند ظاہر کہلے کہلے فایدے بیان کرتے
جس سے ہر شخص کے دل مین اسکا شوق پیدا ہو اور عالم جاہل سمجھ جائے کہ اگر بے علم
تو خواری و ذلت کی زندگی سے دین و دنیا دونو خراب ہونگے - ہمارے تصنیفات مین
کچھ ذکر ہی نہین - اور افسوس کہ ابتک بھی ہم نے اسپر توجہ نہین کی - انگریزی مین
خیالات اور مضامین ایسے ہین کہ ہماری زبان نہین ادا کر سکتی - یعنے جو لطف
انگریزی زبان مین ہے وہ اردو مین پورا ادا نہین ہو سکتا - جو کہ حقیقت مین زبان
کی ناطاقتی کا نتیجہ ہے - اور یہ اہل زبان کے لئے نہایت شرم کا مقام ہے -

اگر شایستہ قومون کی انشا پردازی سوال کرے کہ اردو کی انشا کیون اس حالت
مبتلا رہی؟ - تو حاضر جوابی فوراً بول اُٹھیگی کہ - قوم کی انشا پردازی بموجب
حالات کے ہوتی ہے اور خیالات اُسکے بموجب حالات ملک اور تربیت ملکی کے
ہین - جیسی ہندستان کی تعلیم و شایستگی تھی - اور بادشاہون اور امیرون
کی قدردانی تھی - ویسی ہی انشا پردازی رہی - اور خاتمہ کلام اس فقرہ پر
کہ کوئی پرند اپنے بازوؤن سے بڑھکر پر نہین مار سکتا - اُسکے بازو فارسی - سنسکرت
بھاشا وغیرہ تھے - پھر اردو بیچاری - انگلینڈ - یا روم - یا یونان کی محلون
کیونکر جا بیٹھتی - مگر حقیقت مین عقدہ اس سوال کا ایک اور گرہ مین بند ہے
وہ یہ ہے کہ ہر ایک شئے کی ترقی کسی ملک مین اُسیقدر زیادہ ہوتی ہے - جسقدر

تمہارے واقعیت ڈھونڈو تو ذرا نہین - چند مضمون ہین کہ ہماری زبانون پر بہت
ان ہین - مگر حقیقت مین ہم اُنمین بھی ناکام ہین - مثلاً ہم اگر کسیکے حسن کی تعریف
ہین تو رشکِ حور اور غیرتِ پری پر قناعت نکرکے اُسے ایک پُتلا ناممکنات و محالات
دیتے ہین - مگر کسی حسین کا حُسنِ خداداد خود ایک عالم ہے کہ جو کچھہ آنکھون سے
دلون پر گزر جاتی ہے - دل ہی جانتے ہین - بس اُسی کو اسطرح کیون نہین
دیتے کہ سُننے والے بھی کلیجہ پکڑ کے رہجائین -

بلوت جوان کی تعریف کرینگے تو - رستم - تہمتن - اسفندیارِ روئین تن - شیرِ
فا - نہنگِ قلزمِ ہیجا وغیرہ وغیرہ لکھہ کر صفحے سیاہ کر دینگے - لیکن اُسکی بلند
- بھرے ہوئے ڈنٹر - چوڑا سینہ - بازؤنکی گلاوٹ - پتلی کمر - غرض خوشنما بدن -
ون ڈیل ڈول بھی ایک انداز رکھتا ہے - اوسکی اپنی دلاوری اور ذاتی بہادری
چھہ نہ کچھ ہے - جسکے کارنامون نے اُسے اپنے عہد مین ممتاز کر رکھا ہے - اوسی کو
سے کیون نہین ادا کر دیتے - جسے سنکر مردار خیالون مین اکڑ تکڑ اور کُلبلائے ہوئے
ن اُمنگ پیدا ہو جائے -

کی تعریف سے کبھی فلک کے سبز باغ اور گلشنِ انجم کو دل پر داغ دینگے - کبھی اُسے فردوس
رجناتِ روئے زمین بنائینگے - بلکہ ایک ایک پھول - اور ایک ایک پتے کی تعریف مین
سے ورق سیاہ کر دینگے - مگر اُسکی ہریاول کا لہلہانا - پھولونکا چہچہانا - میٹھی میٹھی
ن کا آنا - آبِ روان کا لھرانا - موزون درختون - گلزار کے تختون کی بہار
ک - اور طوطی کی چہک - پپیہے کی کوک - کوئل کی ہوک - جو کہ رُوحانی تفریح کے
نگ دلپر اثر کرتی ہے - اُسکا بیان اسطرح نہین کرتے جسکے پڑھنے سے آنکھون
ا جائے - میدانِ جنگ ہو تو زمین کے طبقون کو اُڑا کر آسمان مین تلپٹ کر دیتے

کہ روئداد وقت کی - اور صورتحال معاملہ کی ایسی ہو رہی تھی کہ جو کچھ ہوا
ہو سکتا تھا - دوسری صورت ممکن نہ تھی - اور یہ تو ناممکن ہے کہ ایک فلسفہ
حکمتِ اخلاق کا خیال لکھین - جسکی صفائی کلام لوگون کے دلون کو اپنی طرف
- اور اوسکے دلائل جو حسنِ بیان کے پردہ مین برابر جلوہ دیتے جاتے ہین - ہو
دلون سے تصدیق کے اقرار لیتے جائین - اور جس بات سے روکنا یا جس کام
جھوکنا منظور ہو - اسمین پوری پوری اطاعت سننے والون سے لے سکین -
یہہ قباحت فقط نازک خیالی نے پیدا کی کہ استعارہ و تشبیہ کے انداز - اور مترادف
فقرے تکیہ کلام کی طرح ہماری زبانِ قلم پر چڑھ گئے - بے شک ہماری متقدمین
اوسکی رنگینی اور نزاکت کو دیکھکر بھولے مگر نہ سمجھے کہ یہ خیالی رنگ ہماری اصلی
کو خاک مین ملانے والا ہے - یہی سبب ہے کہ آج انگریزی ڈھنگ پر لکھنے مین - یا
مضامین کے پورا پورا ترجمہ کرنے مین ہم بہت قاصر ہین - نہین ہماری اصلی
پردازی اس رستہ مین قاصر ہے -

انگریزی تحریر کے عام اصول یہہ ہین کہ - جس شے کا حال یا دل کا خیال لکھیے تو
اُسے اسطرح ادا کیجئے کہ خود وہ حالت گذرنے سے یا اُسکے مشاہدہ کرنے سے
جو - خوشی - یا غم - یا غصہ - یا رحم - یا خوف - یا جوش - دل پر طاری ہوتا
یہہ بیان وُہی عالم - اور وُہی سماں دل پر چھا دیوے -

بے شک ہماری طرز بیان اپنے چُست بندش اور قافیون کے مسلسل کھٹکے
کانون کو اچھی طرح خبر کرتی ہے - اپنے رنگین الفاظ اور نازک مضمونون سے خیال
مین شوخی کا لطف پیدا کرتی ہے - ساتھ اسکے مبالغہ کلام اور عبارت کی دھوم
دھام سے زمین آسمان کو تہ و بالا کر دیتی ہے - مگر اصل مقصود یعنی دلی اثر

بہر حال ہمین اپنے بزرگون کی اس صنعت کا شکریہ ہی کرنا چاہئے کہ ہندی بھاشا مین
اضافت کی طوالت - کا - کے - کی - سے - ادا ہوتی - وہ فارسی کی اضافت
ین آکر مختصر ہوگئی - اسکے علاوہ استعارہ و تشبیہہ جو بھاشا مین شاید اس سبب سے
لاتے تھے کہ وہ کتاب یا انشا پردازی کی زبان نہ تھی - یا اس سبب سے کہ برابر
اور کے - کے آنے سے کلام بدمزہ ہوجاتا تھا - اسیطرح بہت تشبیہہ مین
ی لفظون کے بڑھا دے سے کلام مرتبۂ فصاحت سے گر جاتا تھا - آب انھون
، فارسی کو اسمین داخل کر کے استعارہ و تشبیہہ سے مرصّع کر دیا - جس سے وہ خیالون
نزاکت - اور ترکیب کی پختگی - اور زورِ کلام - اور تیزی و طرّاری مین بھاشا
، آگے بڑھگئی - اور بہت سے نئے الفاظ اور نئی ترکیبون نے زبان مین وسعت
ی پیدا کی -

ں فخر کے ساتھہ یہہ افسوس پھر بھی دل سے نہین بھولتا کہ انھون نے ایک قدرتی
ول کو جو اپنی خوشبو سے مہکتا اور رنگ سے لہکتا تھا مفت ہاتھہ سے پھینکدیا -
لیا ہے؟ - کلام کا اثر - اور اظہارِ اصلیت - ہماری نازک خیال اور باریک بین
، استعارون اور تشبیہون کی رنگینی اور مناسبتِ لفظی کے ذوق شوق مین
ں سے خیال پیدا کرنے لگے -

صلی مطالب کے ادا کرنے مین بے پروا ہوگئے - انجام اسکا یہہ ہوا کہ زبانکا
ب بدل گیا - اور نوبت یہہ ہوئی کہ اگر کوشش کرین تو فارسی کی طرح -
ہ - اور مینا بازار - یا فسانہ عجائب - لکھہ سکتے ہین - لیکن ایک ملکی معاملہ
یعنی انقلاب اسطرح نہین بیان کر سکتے جس سے معلوم ہوتا جائے کہ واقعہ مذکور
ہوا اور کیونکر اختتام کو پہنچا - اور اوس سے پڑھنے والے کو ثابت ہوجائے

دیکھو یہہ دونو باغ آمنے سامنے لگے ہین تمنے مقابلہ کیا؟ دونو کے رنگ ڈھنگ کیا فرق ہے؟ — بھاشا کا فصیح استعارہ کی طرف بھول کر بھی قدم نہین رکھتا جو جو لطف آنکھون سے دیکھتا ہے — اور جن خوش آوازیون کو سنتا ہے — یا خوشبوئیون کو سونگھتا ہے — اُنھی کو اپنی میٹھی زبان سے — بے تکلف — بے لبا صاف صاف کہہ دیتا ہے —

لیکن نہ سمجھنا کہ ہندستانین مبالغہ کا زور تھا ہی نہین — سنسکرت کا انشا پرداز بگڑ جائے تو زمین کے ماتھے پر پھاڑ تیوری کے بل ہو جائین — اور دہانِ غار پر دانت پیسنے لگین — ان مضامین کو دیکھکر اوّل ہمین وہ عام قاعدہ یاد آتا ہر ملک کی انشا پردازی — اپنے جغرافیے اور سرزمین کی صورتِ حال کی تصویر ہے رسم و رواج اور لوگون کی طبیعتون کا آئینہ ہے — سبب اسکا یہہ ہے کہ جو کچھ یا انشا پرداز کے پیش نظر ہوتا ہے — وہی اوسکی تشبیہون اور استعارون سامان (۲) معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح — ایران — خراسان — اور توران زمین مین بہار موسم دلون کو شگفتہ کرتا ہے — یہان برسات کا موسم دلون مین ذوق و شوق پیدا کرتا ہے وہان بہار مین بلبلِ ہزار داستان ہے — یہان کوئل اور پپیہا ہے برج بھاشا کے انشا پرداز برسات کے لطف اور اوسکی کیفیتین بہت خوب دکھاتے ہین — جہانگیر نے اپنے توزک مین سچ کہا ہے کہ ہندستان کی برسات — بہار فصلِ بہار ہے — اور کوئل یہان کی بلبل ہے — اس موسم مین عجب لطف سے بولتی اور مستیان کرتی ہے — بہار کے موسم کا کچھ لطف یہان ہے تو بسنت رُت کا سماں ہے — جسمین ہولی کے رنگ اوڑتے ہین — پچکاریان چھٹتی ہین — گلال کے چلتے ہین — وہ باتین نہین جو فارسی والے بہار کے نام پر کرتے ہین —

پکارتے ہین - پپیہے الگ پکارتے ہین - محبت کا متوالا چنبیلی کے جھرمٹ مین آتا ہے
ٹھنڈے ٹھنڈے ہوا لہک کر پھوار بھی پڑنے لگے ہے مست ہو کر وہین بیٹھ جاتا
ہے - اور شعر پڑھنے لگتا ہے -

جب ایک شہر کی خوبی بیان کرتے ہین تو کہتے ہین - شام ہوتے ایک مقام پر پہنچا -
دیکھتا ہے کہ پہاڑیان ہری بھری ہین ارد گرد سرسبز میدان زمین بسی ہوئی گانو آباد
ہین - پہاڑ کے نیچے ایک دریا مین زلزل جل بہ رہا ہے جیسے موتی کی آب - بیچون
بیچ مین شہر آباد - جب اسکے اونچے اونچے مکانون اور برجیون کا عکس پڑتا ہے تو پانی
مین کلسیان جگمگ جگمگ کرتی ہین - اور دوسرا شہر آباد نظر آتا ہے - لب دریا کے
پیڑ بوٹون اور زمین کے سبزی کو برسات نے ہرا کیا ہے کہ دودھیلی گایون
اور بکریون کا چارا ہو جائے -

جب اداسی اور پریشانی کا عالم دکھاتے ہین تو کہتے ہین کہ - آدھی رات ادھر آدھی
رات ادھر - جنگل سنسان - اندھیر بیابان - مرگھٹ مین دور دور تک راکھ کی ڈھیر
جلے ہوئے لکڑ پڑے - کہین کہین چتا مین آگ چمکتی ہے - بھوتون پریتون کی ڈراونی
صورتین - اور بھیانک مورتین ہین - کوئی تاڑ سا قد - لال لال دیدے پھاڑے
لنبے لنبے دانت نکالے - گلے مین کھوپریون کی مالا ڈالے کھڑا ہنس رہا ہے - کوئی ایک
ہاتھی کو بغل مین مارے بھاگا جاتا ہے - کوئی ایک کالا ناگ ککڑی کی طرح کھڑا چبا رہا ہے
پیچھے غل ہوتا چلا آتا ہے کہ لیجیو لیجیو - مار لیو مار لیو - جانے نہ پائے - دم بھر مین یہ
بھوت پریت غائب ہوتے ہین - غل شور تھمتا ہے - پھر مرگھٹ کا میدان سنسان ہے
سناٹے ہوا سے کھڑکتے ہین - ہوا کا سناٹا - پانی کا شور - الو کی ہوک - گیدڑون
بولنا - اور کتون کا رونا - یہ ایسی وحشت ہے کہ پہلے ڈر بھی بھول جاتے ہین -

پھیلی ہوئی ہین - چاندنی کی بیل کمرک کے درخت پر لپٹی جاتی ہے - عشق پیچہ گرد
پر چڑھا جاتا ہے - اُسکی ٹہنیان لٹکتی ہین - جیسے سانپ لہرا رہے ہین - پھولون کے
گچھے پڑے جھوم رہے ہین - میوہ دانے زمین کو چوم رہے ہین - نیم کے پتون کی
سبزی اور پھولون کی سفیدی بہار پر ہے - آم کے بور مین اُسکے پھولون کی مہک
آتی ہے - بھینی بھینی بو - جی کو بھاتی ہے - جب درختون کی ٹہنیان ہلتی ہین تو
کے پھولون کا مینہہ برستا ہے - پھل پھلاری کی بوجھاڑ ہو جاتی ہے - وہی
ہوا اُنکی بو باس مین بسی ہوئی - روشون پر چلتی ہے - ٹہنیان ایسی ہلتی ہین
کوئی جوبن کی متوالی - اٹکھیلیان کرتی چلی جاتی ہے - کسی ٹہنی مین بھونرے کی
- کسی مین تکھیون کی بھنبھناہٹ الگ ہی سماں باندھ رہی ہے - پرند درختون پر بول
رہے ہین اور کلول کر رہے ہین - حوض مین جادر اس زور سے گرتی ہے کہ کان
پڑی آواز نہین سنائی دیتی - اُس سے چھوٹی چھوٹی نالیون مین پانی لہراتا جاتا
ہے تو عجب بہار دیتا ہے - درختون سے جانور اُترتے ہین - نہاتے جاتے ہین
لڑتے جاتے ہین - پر دکو پھڑپھڑاتے ہین اور اُڑ جاتے ہین - چرند زمین پر چوکڑیان
بھرتے پھرتے ہین - ایکطرف سے کوئل کی کوک - ایکطرف سے کوکلے کی آواز اسی جھنجھٹ
مین عاشقِ مصیبت زدہ بھی کہین اکیلا بیٹھا جی بہلا رہا ہے - اور اپنے جدائی کے
دُکھ کو مزے لے لیکر اُٹھاتا ہے -

برسات کا سماں باندھتے ہین تو کہتے ہین - سامنے سے کالی گھٹا جھوم کر اُٹھی - ابر
دھار رہے - بجلی کوندتی چلی آتی ہے - سیاہی مین سارس - اور بگلون کی سفید
قطارین بہارین دکھا رہی ہین - جب بادل کڑکتا ہے اور بجلی چمکتی ہے تو پر
کبھی دبک کر ٹہنیون مین چھپ جاتے ہین کبھی دیوارون سے لگ جاتے ہین - مور